خانۂ دل آباد کرنے اور گھروں کو پُرسکون بنانیوالے پُراثر
ایمان افروز واقعات اور دلچسپ اصلاحی مضامین کا مجموعہ

مرتب
محمد اسحٰق ملتانی
مدیر: ماہنامہ محاسن اسلام ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

دین و دانش

(۱)

تاریخ اشاعت.......................محرم الحرام ۱۴۲۹ھ
ناشر..........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت......................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادراہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ... چوک فوارہ... ملتان
ادارہ اسلامیات.........انارکلی.........لاہور
مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار......لاہور
مکتبہ رحمانیہ.........اردو بازار .... لاہور
مکتبہ رشیدیہ.........راجہ بازار.........راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی.....خیبر بازار.......پشاور
ادارۃ الانور.........نیوٹاؤن.........کراچی نمبر 5
مکتبہ المنظور الاسلامیہ... جامعہ حسینیہ... علی پور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K)

کچھ اس کتاب کے بارے میں

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ماہنامہ ''محاسن اسلام'' ملتان کو جو شرف قبولیت نصیب ہوئی وہ حضرات والدین، اساتذہ، مشائخ اور بزرگان دین کی دعاؤں اور توجہات ہی کا ثمرہ ہے۔

اپنے اکابر ہی کی تحریرات کو عام فہم مختصر اور ذوق جدید کے مطابق ہر شمارے میں مرتب کیا جاتا ہے اور عوام وخواص کی ذہنی، فکری اور عملی اصلاح وضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے علماء کرام کی مشاورت اور پوری توجہ سے اس کے ہر شمارہ کو تیار کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسالہ کے قارئین کیلئے اس کے سابقہ شمارے آج بھی سدا بہار پھول کی طرح ہیں، جن کی خوشبو سے دل ودماغ کو معطر کیا جاسکتا ہے۔ ماہنامہ ''محاسن اسلام'' نے اپنے 9 سالہ مسلسل سفر میں بیسیوں مفید مضامین سے قارئین نے استفادہ کیا اور انہیں حالات کی دینی ضرورت کے پیش نظر انفرادی واجتماعی اصلاح کی طرف متوجہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے محاسن اسلام کو عوام وخواص میں جو مقبولیت عطا فرمائی اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ملک بھر میں کثیر تعداد میں خطباء واعظین ومبلغین اپنی تقریر وتحریر میں محاسن اسلام کے مضامین سے استفادہ فرماتے ہیں۔ بعض خطباء نے خود بتایا کہ ہم جمعہ کے بیان کیلئے محاسن اسلام ہی سے تیاری کرتے ہیں ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

وہ اکابر جن کے مضامین محاسن اسلام میں مسلسل آتے رہے اور ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنے ان میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ' حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ' مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ' عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ' مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ' حضرت الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ' حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ' حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ اور فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ سرفہرست ہیں۔

مؤخرالذکر دونوں شخصیات ''ماہنامہ محاسن اسلام'' کے سرپرست رہے۔ حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ کی دعائیں اور قلمی وعلمی تعاون ''ماہنامہ محاسن اسلام'' کے ابتدائی شماروں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، جن میں آپ کے لکھے ہوئے درس قرآن' تذکرہ اسلاف' سوالات کے جوابات ودیگر مفید مضامین یقیناً حضرت کیلئے صدقہ جاریہ ہیں۔ محاسن اسلام میں درج حضرت کے لکھے ہوئے تمام مضامین افادہ عام کے پیش نظر کتابی شکل میں بنام ''اصلاحی مضامین'' شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت کی رحلت کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ تادم زیست باقاعدہ محاسن اسلام کی سرپرستی فرماتے رہے اور اپنی بے پناہ دعاؤں اور شفقتوں سے نوازتے رہے۔ **اللھم اغفر لھم وارحمھم**

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ''محاسن اسلام'' بظاہر اپنے شفیق سرپرستوں سے محروم ہو گیا لیکن رحمت خداوندی نے اس موقع پر بھی دستگیری فرمائی کہ مشیران کرام کی مشاورت سے سرپرستی کیلئے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی خدمت میں درخواست کی گئی۔ بندہ کے درخواست کرنے پر حضرت نے حسب سابق اپنی کریمانہ شفقت فرماتے ہوئے محاسن اسلام کی سرپرستی کو قبول فرمالیا اور شمارہ نمبر 84 ماہ ستمبر 2006ء سے تاحال حضرت باقاعدہ سرپرستی فرمارہے ہیں۔ اللہ پاک حضرت کو خیروعافیت سے رکھیں اور کیساتھ ہمیں حضرت کے علوم وفیوض سے متمتع فرماتے رہیں آمین۔

یہاں سرپرستی کا مفہوم واضح کرنے کیلئے حضرت ہی کی لکھی ہوئی ایک تحریر درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ''محاسن اسلام'' کی سرپرستی کی وضاحت کے بارہ میں کسی صاحب نے حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا' جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا۔

محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبت نامہ ملا' توجہ فرمائی کیلئے شکر گزار ہوں۔ سرپرستی کا مطلب ایک ایک جزئیہ کی تصدیق نہیں' بلکہ اجمالی طور پر رسالے کا قابل مطالعہ ہونا اس کیلئے کافی ہے اور محمد اسحٰق صاحب پر بندہ کو اتنا بھروسہ ہے کہ وہ گمراہی کی بات رسالہ میں نہیں دیں گے کیونکہ ماشاءاللہ عقیدہ صحیحہ اور فکر سلیم رکھتے ہیں۔

والسلام بندہ محمد تقی عثمانی۔ ۱۴۲۷/۹/۲۰ھ

اللہ پاک ہم سب کو اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کی توقعات پر پورا اترنے کی ہمت' قوت اور توفیق سے نوازیں اور ہر قسم کی ذہنی، فکری اور عملی گمراہی سے محفوظ رکھیں آمین۔

آج سے کچھ عرصہ قبل جب ''محاسن اسلام'' نے اپنی مسلسل اشاعت کے چار سال مکمل کر لئے تھے تو ہمارے مہربان و مخلص دوست جناب محمد راشد صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان) نے چار سالہ ریکارڈ کے تمام شماروں کے مضامین کو جدید ترتیب کے ساتھ محنت بسیار سے مدون اور انہیں کتابی شکل میں شائع کرنے پر اصرار کیا اور دوسری طرف وقتاً فوقتاً قارئین کرام کی طرف سے بھی سابقہ شماروں کی فرمائش آتی رہی جبکہ سابقہ شماروں میں سے اکثر نایاب اور بعض کمیاب ہو چکے ہیں۔

زیر نظر کتاب دین ودانش ''محاسن اسلام'' کے سابقہ شماروں سے منتخب مضامین پر مشتمل ایک مفید عام کتاب ہے جس میں دین کی ضروری باتیں بھی ہیں اور دنیا و آخرت کو پرسکون بنانے کیلئے حکمت ودانش کی باتیں بھی۔ ان شاءاللہ محاسن اسلام کے مفید عام مضامین کو مرتب کر کے ''دین ودانش'' کے نام سے شائع کرنے کا سلسلہ جاری رہے گا اور بتدریج اس کی مزید جلدیں بھی شائع کی جائیں گی۔

دوران ترتیب کوشش کی گئی ہے کہ ہر مضمون کے آخر میں اس کا شمارہ نمبر ضرور درج کیا جائے تاکہ اصل شمارہ کو بآسانی ملاحظہ کیا جاسکے۔

ماہنامہ ''محاسن اسلام'' کے ساتھ قلمی وعلمی معاونین حضرات کے اسمائے گرامی
مولانا محمد سعید علی ضیاء صاحب رحمہ اللہ' مولانا محمد عتیق الرحمٰن صاحب مدظلہ
مولانا اسد دیوبندی خطیب صاحب مدظلہٗ، مولانا محمد صادق صاحب مدظلہٗ
مولانا مفتی عبدالرؤف رحیمی صاحب مدظلہٗ مولانا زاہد محمود قاسمی صاحب مدظلہ
محترم جناب محمد راشد صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان) ودیگر علماء کرام۔
اللہ پاک ان حضرات کو اپنی شایان شان اجر جزیل عطا فرمائیں آمین۔

محترم قارئین کرام! آپ اس کتاب میں جہاں کوئی لفظی یا ترتیبی لحاظ سے غلطی محسوس کریں تو براہ کرم ادارہ کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جاسکے۔ بعض جگہ آپ کو مضامین میں تکرار بھی محسوس ہوگا لیکن یہ تکرار بے فائدہ نہیں بلکہ قند مکرر کی طرح اپنی جگہ مفید ہے۔ بقول شخصے آدمی کھانا بھی بار بار کھاتا ہے۔ جس سے جسمانی نشوونما ہوتی ہے۔ ان شاء اللہ ان مفید اصلاحی مضامین کے تکرار سے روحانی ترقی ہوگی جو ہماری عملی اصلاح کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ دین ودانش کو مزید بہتر انداز میں شائع کرنے کیلئے ادارہ قارئین کی تجاویز کا منتظر رہے گا۔ والسلام

محمد اسحٰق غفرلہ

محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

جنوری ۲۰۰۸ء

مختصر حالات: سرپرست اوّل ''محاسن اسلام'' ملتان
عالم ربانی حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ

نام ونسب اور پیدائش: عبدالقادر بن حافظ غلام سرور قومیت آپ کی ''کورائی بلوچ'' تھی۔ آپ کی ولادت ۱۹۴۳ء کے اوائل میں ہوئی۔

آبائی وطن:۔ موجودہ ضلع لیہ کے مضافات میں قصبہ پہاڑ پور کے قریب بستی کورائی آپ کا آبائی وطن ہے۔

تعلیم:۔ ابتداً آپ نے سکول کی تعلیم میٹرک تک حاصل کی اس کے بعد قرآن مجید حفظ کیا اللہ تعالیٰ نے دیگر صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ آپ کی قوی حافظہ اور ذوق محنت سے بھی نوازا تھا اس لئے آپ نے بہت جلد صرف نو ماہ کے قلیل عرصہ میں مکمل قرآن حفظ کرلیا تھا اور حفظ قرآن کے وقت آپ کی عمر تقریباً سترہ سال تھی۔ بعد ازاں درس نظامی کیلئے آپ کو جامعہ قاسم العلوم (پرانا) ملتان میں داخل کرایا گیا۔ وہاں رہائش وغیرہ کی سہولیات تو کافی تھیں مگر تعلیمی معیار کمزور تھا اس لئے آپ نے وہاں صرف ایک سال ہی تعلیم حاصل کی اس میں آپ نے ابتدائی صرف، نحو کی کتب پڑھیں۔

دوسرے سال آپ نے جامعہ دارالعلوم کبیر والا میں داخلہ لیا یہ آپ کا ہدایۃ النحو کا سال تھا اس وقت دارالعلوم کا ابتدائی دور تھا اساتذہ بہت قابل اور محنتی تھے تعلیمی معیار بہت عمدہ تھا۔ آپ بھی خوب محنت سے کام لیتے تھے اور امتحانات میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوتے تھے۔ پھر جب یہ سال مکمل ہوا تو سالانہ تعطیلات میں آپ گھر میں وقت گزارنے کے بجائے شجاع آباد حضرت مولانا محمد عبداللہ بھلویؒ کے پاس دورہ تفسیر پڑھنے کیلئے چلے گئے۔ دارالعلوم میں چھٹیوں کی وجہ سے نماز پڑھانے والا کوئی نہ تھا تو مدرسہ کے بانی اور صدر حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ نے آپ کو شجاع آباد سے امامت کیلئے بلالیا یہ امامت اس وقت تو عارضی تھی مگر بعد میں مستقل ہوگئی۔ چنانچہ پھر آپ نے درس نظامی کی یہیں تکمیل کی اور درس نظامی کے دوران ہی اپنے خاص استاد حضرت مولانا صوفی محمد سرور

صاحب مدظلہ سے قرأۃ سبعہ وعشرہ بھی پڑھ لی اور اس کا سبق بعد نماز عصر لیا کرتے تھے اس طرح حافظ کے ساتھ ساتھ قاری بھی بن گئے۔

بیعت وخلافت:۔ دوران تعلیم ہی آپ نے ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم بھی حاصل کرنے کیلئے اور اصلاح نفس کیلئے اپنا اصلاحی تعلق اپنے استاد حضرت اقدس حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ سے قائم فرمالیا۔

آغاز تدریس:۔ درس نظامی سے فراغت کے بعد اپنے شیخ حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے توسط سے آپکو دارالعلوم کراچی کے بانی مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے دارالعلوم میں تدریس کیلئے مقرر فرمایا وہاں آپ تدریس کیساتھ ساتھ حضرت مفتی اعظم کی صحبت بابرکت میں رہ کر ایک طرف تو حضرت مفتی صاحب سے افتاء کا کام سیکھتے رہے اور دوسری طرف انکی اصلاحی مجالس میں شریک ہوکر عشق الٰہی کی آتش کو اور بھڑکاتے رہے۔

جامع شخصیت:۔ بلاشبہ حضرت والا پاکستان کے ان بڑے مفتیان کرام میں شمار ہوتے تھے کہ جن کی طرف مشکل مسائل میں رجوع کیا جاتا تھا اور آپ کی تحقیقات پر اعتماد کیا جاتا تھا اور آپ کا دارالافتاء ان چند دارالفتاوٰی میں سے تھا جو لوگوں کے مسائل کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں اور آپ کے پاس افتاء سیکھنے والوں کی ایک معتدبہ تعداد طلبا کرام کی ہوا کرتی تھی۔ ایک طرف اگر آپ کا شمار قابل مدرسین اور مفتیان کرام میں ہوتا تھا تو دوسری طرف آپ کا شمار ان اولیاء کرام میں بھی ہوتا تھا جو صحیح معنی میں اھل اللہ اور متبع سنت ہوں خالق کائنات نے آپ کو العلماء ورثۃ الانبیاء کا حقیقی مصداق بنایا تھا۔

مختصر حالات: سرپرست ثانی محاسن اسلام ملتان

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

آپ کی ولادت ۲۶ جولائی سن ۱۹۳۰ء کو تحصیل سمندری میں الٰہی بخش کے ہاں ہوئی حفظ قرآن پاک کے بعد نومبر ۱۹۴۷ء میں تقریباً سترہ سال کی عمر میں مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد میں داخل ہوئے اور ایک سال میں ابتدائی کتب' کافیہ' کنزالدقائق اور اصول الشاشی وغیرہ تک

تعلیم حاصل کی اور دوسرے سال ہدایہ، مختصر المعانی، دیوان حماسہ اور متنبّی وغیرہ کتب کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد تیسرے سال جامعہ خیر المدارس ملتان میں درجہ مشکوٰۃ میں داخلہ لیا اور مشکوٰۃ شریف مولانا خیر محمد صاحبؒ جلالین شریف مولانا عبدالشکور صاحب کیمل پوریؒ اور ہدایہ ثالث مفتی محمد عبداللہؒ تلمیذ خاص حضرت مدنیؒ سے پڑھا چوتھے سال ۱۳۶۹ھ میں دورہ حدیث شریف کیلئے مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوآلہ یار سندھ میں داخلہ لیا۔ بخاری جلد اول، ترمذی شریف حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ (سابق صدر مدرس مظاہر العلوم سہانپور وسابق صدر جامعہ خیر المدارس ملتان، تلمیذ خاص مولانا خلیل احمدؒ سہارنپوری ومولانا شیخ الہندؒ خلیفہ اجل حضرت تھانویؒ) اور صحیح مسلم وابوداؤد شریف حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ بخاری شریف جلد ثانی، مولانا بدر عالم میرٹھی صاحبؒ نسائی شریف، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ محشی نسائی شریف اور اصول حدیث مولانا عبدالرشید نعمانیؒ صاحب کے پاس پڑھیں، پھر ۱۳۷۰ھ بمطابق ۱۹۵۰ء کو واپس آ کر تکمیل خیر المدارس میں کی اور یہاں حضرت مولانا جمال الدینؒ وحضرت مولانا محمد نورؒ صاحب اور حضرت مولانا بابا غلام محمدؒ صاحب جیسے اکابر اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ تکمیل کے سال ہی آپ کو دارالافتاء میں معین مفتی مقرر کر دیا گیا فراغت کے بعد آپ نے ابتداء حضرت مفتی عبداللہؒ صاحب کے ادارہ نشر واشاعت اسلامیات میں کام کیا اور ساتھ ساتھ خیر المدارس کے جزوقتی مدرس رہے اور پھر ۱۳۷۵ھ بمطابق ۱۹۵۵ء کو مکمل مدرس مقرر ہوئے۔ آپ ۱۳۷۰ھ سے جامعہ کے دارالافتاء سے منسلک ہوئے تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کا کام بھی مسلسل جاری رہا اور ۱۳۹۵ھ سے تادم زیست آپ رئیس الافتاء کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس پچاس سالہ خدمت افتاء میں دس ہزار سے زائد فتاویٰ آپ کے قلم سے اور تیس ہزار کے قریب فتاویٰ آپ کی نگرانی وصدارت میں آپ کی وتصدیق کے ساتھ جاری ہوئے ہیں۔ آپ کے فتاویٰ علم وتحقیق کے لحاظ سے پورے پاکستان میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ حضرت مولانا عبداللہ بہلویؒ حضرت مولانا عبدالعزیزؒ (چیچہ وطنی) سے رہا اور حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحبؒ اور حضرت مولانا علی مرتضیٰ ڈیرویؒ کی طرف سے بھی مجاز بیعت تھے۔ اللھم اغفر لھم وارحمھم

مختصر تعارف

ماہنامہ محاسن اسلام ملتان کے موجودہ سرپرست اعلیٰ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ'

ولادت:۔ ۵ شوال المکرّم ۱۳۶۲ھ اکتوبر ۱۹۴۳ء۔

تعلیم:۔ ۱۔ تکمیل درس نظامی دارالعلوم کراچی ۱۳۷۹ھ ۱۹۶۰ء۔

۲۔ فاضل عربی پنجاب بورڈ ۱۹۵۸ء امتیازی درجے کے ساتھ۔

۳۔ بی اے کراچی یونیورسٹی ۱۹۶۴ء۔

۴۔ ایل ایل بی کراچی یونیورسٹی ۱۹۶۷ء امتیازی درجے کے ساتھ۔

۵۔ ایم اے عربی پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷۰ء امتیازی درجے کے ساتھ۔

تدریس:۔ حدیث وفقہ کے علاوہ مختلف اسلامی علوم کی تدریس، دارالعلوم کراچی ۱۹۶۰ء سے تاحال۔

صحافت:۔ ادارت ماہنامہ ''البلاغ'' ۱۹۶۷ء سے تاحال۔

ادارت ماہنامہ ''البلاغ انٹرنیشنل'' (انگریزی) ۱۹۸۹ء سے تاحال۔

ماہنامہ محاسن اسلام ملتان کی سرپرستی ستمبر ۲۰۰۶ء سے تاحال۔

مناصب:۔ ۱۔ نائب صدر دارالعلوم کراچی ۱۹۷۶ء سے تاحال۔

۲۔ نگراں شعبہ تصنیف وتالیف۔ دارالعلوم کراچی۔

۳۔ جج شریعت اپیلیٹ بینچ، سپریم کورٹ آف پاکستان۔

۴۔ نائب رئیس ''مجمع الفقہ الاسلامی'' جدہ، سعودی عرب۔

۵۔ معاشیات اور بنکنگ پر قابل قدر کام کے باعث اسلامی ممالک کے مختلف بنکوں میں شریعت نگرانی بورڈز کے ممبر۔

فہرست عنوانات

قرآنیات

قرآن کریم کے فضائل

آداب، حقوق ومسائل

حافظِ قرآن کا مقام

قرآنی معجزات

قرآنِ کریم کے مطالبات

ترجمہ وتفسیر پڑھنے کیلئے اصول وہدایات

قرآن اللہ کا پیغام

قرآن کریم ایک عظیم ترین برکت اور سعادت ہے اگر غور کیا جائے تو ایک حیات ہے اور ایک زندگی، اس نے دنیا کو بھی زندہ کیا، اقوام کو بھی زندہ کیا اور عربوں کو بھی زندہ کیا اور ان میں زندگی کی روح ڈالی، حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا ما کنت تدری ما الکتٰب و لا الایمان ولکن جعلنٰہ نوراً نہدی بہ من نشاء من عبادنا آپ سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے، اس سے بھی آپ واقف نہیں تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے ہم نے اس وحی اور اس روح کو نور بنا کر آپ کے اندر ڈالا کہ جس سے تمام علوم آپ پر منکشف ہوئے تو قرآن کریم کے بارے میں دو باتیں فرمائی ہیں ایک یہ کہ وہ روح خداوندی ہے اور نوعیت اس کی علم اور کمال ہے تو دوسرے لفظوں میں علم کو روح بتلایا گیا ہے، ہم اور آپ اپنے عرف میں جانتے ہیں کہ روح باطنی چیز ہے اور وہی زندگی ہے بدن کی، بدن کی کوئی زندگی نہیں اصل میں زندگی روح کی ہے اور اس کی وجہ سے بدن بھی زندہ ہو جاتا ہے، جس دن روح نکل جاتی ہے اسی دن یہ بدن بھی پاش پاش ہو کر گندگی شمار ہوتا ہے تو حقیقۃً زندگی روح ہے اور بدن کی زندگی اس کی روح کے روپ میں اللہ کے کمال کی ہے تو قرآن کریم جس کو روح کہا گیا ہے وہ روح خداوندی ہے اور حقیقت میں ایک معدن حیات اور سرچشمہ زندگی ہے یہ روح خداوندی جب عربوں میں پہنچی تو وہ قوم زندہ ہوئی کہ جو پشتہا پشت سے مردہ چلی آرہی تھی، دنیا جس کو حقیر و ذلیل جانتی تھی لیکن جب یہ روح ان کے اندر بھر گئی تو وہ عالموں سے بڑھ کر عالم اور عارفوں سے بڑھ کر عارف باللہ بن گئے اور جن کا نام جہلاء عرب تھا ان کا نام صحابہ کرام ہو گیا پہلے ان کو نفرت سے یاد کیا جاتا تھا اب ان کو ''رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ'' کے اعزاز کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے، اس روح خداوندی سے پہلے جس زمانہ کا نام ''جاہلیت'' تھا اب اس کا نام ''خیر القرون'' ہے اور افراد بھی ایسے زندہ ہوئے کہ دنیا کو زندہ کیا اور مردہ قوم جو پہلے کروٹ نہیں لے سکتی تھی اب قوت پا کر بڑھی تو

اتنی بڑھی کے قیصر وکسریٰ کا کبر وغرور خاک میں ملا دیا اور اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں تھی کہ ان مقدس ہستیوں کو اپنی جوانمردی ثابت کرنی نہیں تھی بلکہ ان خرافات کو مٹانا تھا کہ جو دنیا کے اندر پھیلی ہوئی تھیں، قیصریت وکسرویت کا حاصل خدائی کرنا تھا۔

نہ مساوات تھی اور نہ عدل وعلم تھا ان ناگفتہ بہ حالات میں حضرات صحابہؓ کی جنگیں ملک گیری کے لئے نہیں تھیں وہ تخت شاہی کے خواہش مند نہیں تھے بلکہ اس اقتدار کو خاک میں ملانا تھا جو اللہ کے دین کی سربلندی اور اللہ کے بندوں میں عدل ومساوات کی راہ میں خارج تھا، اس وقت دنیا میں قیصر روم اور کسریٰ کی دو بڑی بڑی حکومتیں تھیں انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ جب تک یہ اقتدار ختم نہیں کیا جائے گا یہ اوصاف کمال عالم میں نہیں پھیل سکتے، انسانوں میں خدائی اور بندگی کی تفریق رہے گی، یہ مساوات اور عدل اسلام لے کر آیا ہے اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی قیصریت کسرویت ہے، اس لئے ان حضرات نے ملک قیصریت کسرویت کو مٹایا، بڑی بڑی حکومتوں اور سلطنتوں کا تختہ الٹا تب جاکر مساوات پیدا ہوئی، اسلام پھیلا، دین پھیلا، اور وہی لوگ جو انسانوں کے عبد بنے ہوئے تھے وہی عباد اللہ بنے وہ اللہ کے بندے بنے، سب میں مساوات آئی ان میں زندگی آئی تو قرآن کریم نے اپنے کو روح کہا ہے اور روح ہی معدن حیات ہے اس سے گویا واضح ہوگیا کہ قرآن زندگی ہے اور جس قوم میں یہ سرایت کر جائے گا وہ زندہ ہوجائے گی اور جس سے نکل جائے گا وہ مردہ ہوجائے گی خود اپنے اوپر غور کر لیجئے۔ (از: حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ شمارہ نمبر 56)

لذت قرآن

قرآن مجید کو پڑھنے کا اپنا ایک مزہ ہے لیکن ہر بندہ اس کے مزے سے واقف نہیں ہے، یاد رکھنا! جس طرح کسی کو نزلہ زکام ہوجائے اسے مشک کی خوشبو کا پتہ نہیں چلتا اسی طرح جس کو گناہوں کا نزلہ زکام ہوتا ہے اس کو بھی قرآن پاک کی لذت کا پتہ نہیں چلتا، وہ پڑھتا ہے، الفاظ اس کی زبان پر آتے ہیں مگر دل میں مزہ نہیں آتا، اگر کوئی چاہے کہ اس کا مزہ نصیب ہو تو وہ ذرا گناہوں کو چھوڑ کر دیکھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لا یمسهٗ الا

المطھرون ''اس قرآن کو نہیں ہاتھ لگا سکتے مگر وہی جو پاک ہوتے ہیں'' (سورۂ واقعہ) اس کے ظاہری معنی تو یہ کہ جو ظاہر میں پاک ہوں وہ اس کو ہاتھ لگائیں اور دوسرا معنی یہ کہ جو گناہوں سے پاک ہوتے ہیں وہ قرآن کے لطف اور مزے کو نہیں حاصل کر پاتے، جو گنہگار رہوتا ہے اور غفلت کی زندگی گزارنے والا ہوتا ہے وہ قرآن کے لطف سے ناآشنا ہوتا ہے، اس کو پتہ نہیں چلتا، اس کے مزے صحابہ کرام سے پوچھئے، ساری ساری رات تہجد کی نماز میں قرآن پڑھا کرتے تھے۔ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ نے دو رکعت کی نیت باندھی، قرآن پڑھتی رہیں، پڑھتی رہیں، دیکھا کہ اذان کا وقت ہے، لہٰذا دعا مانگنے کے لئے ہاتھ اٹھائے اور رونے بیٹھ گئیں کہ اے اللہ! میں نے تو دو رکعت کی نیت باندھی تھی تیری رات کتنی چھوٹی ہے کہ دو رکعت ہی میں ختم ہوگئی، ان کو راتوں کے چھوٹا ہونے کا شکوہ ہوتا تھا کہ رات چھوٹی ہوتی ہے، قرآن پڑھتے ہوئے گزار دیتے تھے، ایسا لطف اور مزہ ملتا تھا'' سبحان اللہ، اللہ کی عجیب ان پر رحمتیں تھیں، تہجد کے وقت اگر کوئی مدینہ طیبہ کی گلیوں میں چلتا تو ہر گھر میں سے قرآن پڑھنے کی آواز یوں محسوس ہوا کرتی تھی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی آواز ہوا کرتی ہے۔ (از: خطبات حضرت مولانا ذوالفقار صاحب مدظلہٗ شمارہ نمبر 50)

قرآن کریم، فضائل اور حقوق

قرآن عزیز مسلمانوں کی مقدس ترین کتاب ہے قرآن مقدس کی سب سے بڑی خوبی (وصف) یہ ہے کہ اسے ارض و سمٰوٰت کے خالق و مالک نے خود کلام کیا، کلام الٰہی کے سب سے پہلے سامع سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں، سید الملائکہ نے اس کلام الٰہی کی تلاوت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر اس مقدس کلام کو نازل کیا گیا، قرآن مقدس کی ایک آیت جیسی آیت دنیا بھر کی تمام مخلوقات ایک دوسرے کی مدد کر کے بھی نہیں بنا سکتی، قرآن مقدس وہ کتاب ہے جسے وضو کے بغیر ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا، اس مقدس کتاب کی تلاوت صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو پاک اور صاف ہو، قرآن مجید وہ کتاب ہے جس کی دنیا بھر میں سب سے زیادہ طباعت ہوتی ہے، قرآن شریف وہ کتاب ہے جس کی دنیا بھر میں ہر وقت تلاوت ہوتی ہے، قرآن

عزیز وہ کتاب ہے جس کی تلاوت تمام کتابوں سے بڑھ کر ہے، قرآن شریف ہی وہ کتاب ہے جس کو سمجھ میں نہ آنے کے باوجود پوری توجہ سے پڑھا جاتا ہے، قرآن شریف ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کو دنیا کی ہر زبان بولنے والا بآسانی پڑھ سکتا ہے، قرآن شریف ہی کا یہ معجزہ ہے کہ بار بار پڑھنے کے باوجود دوبارہ پڑھنے پر توجہ باقی رہتی ہے اور اکتاہٹ نہیں ہوتی، قرآن شریف ہی کا یہ اعجاز ہے کہ اسے زبانی (حفظ) مکمل طور پر یاد کیا جاسکتا ہے، قرآن شریف کا یہ بھی اعجاز ہے کہ اس کے الفاظ کی حفاظت، کم عمر، ناسمجھ، غیر ذمہ دار، سچ، جھوٹ اور کھرے کھوٹے میں تمیز نہ کرسکنے والے، جلد لالچ میں آجانے والے، فوراً خوف میں مبتلا ہوجانے والے، دباؤ برداشت نہ کرسکنے والے بچوں اور بچیوں سے کرائی جاتی ہے، قرآن مقدس کی تلاوت کرنے والے کی آواز پر خود اللہ تعالیٰ شانہ، توجہ دیتے ہیں، قرآن مقدس کی تلاوت پر ہر ہر حرف کے بدلے میں دس دس نیکیاں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ملتی ہیں، قرآن مقدس کی تلاوت کرنے والے پر اللہ تعالیٰ شانہٗ فرشتوں کے مجمع میں فخر فرماتے ہیں، قرآن مقدس کی تلاوت جہاں ہوتی ہے، فرشتے اس جگہ پر جمع ہوکر اس مجلس کو گھیر لیتے ہیں، قرآن مقدس کی تلاوت والی مجلس کو اللہ رب العزت کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے، قرآن مقدس کی تلاوت والی مجلس پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت (سکینہ) نازل ہوتی ہے، قرآن مقدس کی تلاوت کے بعد تلاوت کرنے والے کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا جاتا ہے، قرآن مقدس کی تلاوت دلوں کے میل کی صفائی کا اکسیر نسخہ ہے، قرآن مقدس کی تلاوت کے بعد تلاوت کرنے والے کی مغفرت کا اعلان کردیا جاتا ہے، قرآن مقدس کی تلاوت فتنوں سے بچنے کی ڈھال ہے، قرآن مقدس کی تلاوت قیامت کے دن تلاوت کرنے والے کے حق میں نور کی صورت میں ظاہر ہوگی قرآن مقدس آخرت میں بہت بڑا سفارشی ہوگا، قرآن مقدس کی سفارش وشفاعت قبول کی جائیگی، قرآن مجید کا یہ حق ہے کہ سال میں کم از کم دو مرتبہ شروع سے آخر تک مکمل تلاوت کی جائے، قرآن مقدس کی اشاعت کا، تبلیغ کا، پھیلانے کا ہر ہر مسلمان پر حق ہے، لہٰذا تلاوت قرآن کے اہتمام کے ساتھ قرآنی مکاتب کے قائم کرنے، باقی رکھنے کی اپنے قول وعمل سے رقم سے، قدم سے ہر ممکن کوشش تاحیات کی جائے۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین۔ (شمارہ نمبر 50)

9 منٹ میں 9 قرآن پاک پڑھنے کا ثواب

سورۂ فاتحہ: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب دو مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔
آیۃ الکرسی چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن کے برابر ہے۔
سورۃ القدر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔
سورۃ الزلزال: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔
سورۃ العادیات: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔
سورۃ التکاثر: ایک مرتبہ پڑھنے کا ثواب ہزار آیتوں کے برابر ہے۔
سورۃ الکافرون: چار مرتبہ کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔
سورۃ النصر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔
سورۃ الاخلاص: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن کے برابر ہے۔

اگر کوئی مسلمان اتنا پڑھ لے تو نو قرآن شریف اور ہزار آیتوں کے پڑھنے کا برابر ثواب مل سکتا ہے یعنی کم سے کم محنت اور زیادہ سے زیادہ انعام، یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اس امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ ان تمام سورتوں کو پڑھ کر آپ اپنے خاندان کے مرحومین اور تمام مسلمان مرحومین کی ارواح کو ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔

ہدایت: کوئی بھی نفلی عمل فرض کا بدل نہیں ہوسکتا اس لئے تمام فرائض اور بالخصوص نماز کا بہت اہتمام رکھیں اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ سے بچیں۔ اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائیں اور محض اپنے فضل وکرم سے ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائیں۔ آمین

اللھم اغفرلی وللمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات
الاحیاء منھم والاموات۔ (شمارہ نمبر 53)

حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ کا عشق قرآن

1953ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران ملتان میں جامع مسجد سراجاں (حسین آگاہی) کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ حضرت قاری صاحب پر ختم نبوت کا ایسا غلبہ عشق تھا

کہ تدریس کے ساتھ اس تحریک میں بھی آپ پیش پیش تھے، حتیٰ کہ جب حکومت کی طرف سے گرفتاریاں شروع ہوئیں تو قاری صاحب بھی گرفتار ہوکر لاہور جیل میں پہنچ گئے، اسی دوران رمضان المبارک شروع ہوا تو قاری صاحب نے تراویح میں قرآن مجید سنانا شروع کیا ابھی دس پارے ہی ختم ہوئے تھے کے حکام کی طرف سے اطلاع آئی کہ اگلے دن کچھ قیدی رہا کردیئے جائیں گے۔

ایک رکعت میں سترہ پاروں کی تلاوت: اسی رات قاری صاحب نے تراویح کی پہلی رکعت میں گیارہویں پارے کی تلاوت شروع فرمائی اور ستائیسویں پارے کے اختتام پر رکوع فرمایا اور اسی طرح پہلی دو رکعتوں میں سترہ پارے ختم فرمادیئے اور بقیہ اٹھارہ تراویح میں تین پارے سنا کر قرآن مجید کی تکمیل فرمائی اور فرمایا کہ بعض احباب نے رہا ہوجانا تھا اس لئے مجھے اندیشہ ہوا کہ ان کو قرآن کریم تراویح میں مکمل سننے کے لئے شاید ترتیب نہ ملے اور تراویح میں پورا قرآن سننا اور سنانا سنت ہے اس لئے میں نے سوچا کہ آج ہی قرآن کریم مکمل کرے یہ سنت ادا کردی جائے اور رہا ہونے والوں کا بھی اس سنت پر عمل ہوجائے ان ایام اسیری میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم (کندیاں) بھی حضرت قاری صاحبؒ کے ساتھ تھے اور آپ کو بھی حضرت قاری صاحب سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔

حضرت قاری فتح محمد صاحب رحمہ اللہ کی اہم نصیحت: حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ رہا ہوئے تو پھر وہی تدریس قرآن اور ختم نبوت کی ذمہ داریاں، ایک دفعہ شیخ القراء حضرت قاری فتح محمد رحمہ اللہ نے مجھے نصیحت فرمائی کہ دیکھو! تدریس قرآن بھی دین کا کام ہے اور ختم نبوت بھی دین کا کام ہے، لیکن ایک وقت میں ایک ہی کام ہوگا، اب یہ تم خود انتخاب کرلو کہ کونسا کام کرنا ہے؟

حضرت قاری صاحب نے استاد کی منشاء کے مطابق دیگر مشاغل سے خود کو مکمل فارغ کر کے تدریس قرآن کیلئے ایسا وقف کردیا کہ پورے دھن و دھیان سے اسی کام میں لگے کہ آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا گویا پوری زندگی تلاوت و تدریس قرآن سے عبارت تھی اور اللہ پاک نے بھی ایسی برکت وقبولیت سے نوازا کہ آپ کا انداز تدریس بلا مبالغہ پورے عالم اسلام کیلئے مثال اور قابل تقلید نمونہ ثابت ہوا۔

چار سو سال تک مسلسل تلاوت قرآن

10 ویں ہجری میں جب سلطان سلیم کو خلافت ملی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب تبرکات کو مصر سے استنبول لے آئے اور یہ اہتمام کیا کہ ''توپ کاپے سرائے'' میں ان کو محفوظ رکھنے کیلئے ایک مستقل کمرہ تعمیر کیا اور اس کمرے میں خود اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے تھے، اس کے علاوہ اس کمرے میں انہوں نے حفاظ قرآن کو مقرر کیا کہ وہ چوبیس گھنٹے یہاں تلاوت کرتے رہیں، حفاظ کی ڈیوٹیاں مقرر تھیں اور ایک جماعت کا وقت ختم ہونے سے پہلے دوسری جماعت آ کر تلاوت شروع کر دیتی تھی، اس طرح یہ سلسلہ بعد کے خلفاء نے بھی جاری رکھا، اس طرح دنیا میں شاید یہ واحد جگہ ہے جہاں چار سو سال تک مسلسل تلاوت قرآن ہوتی رہی ہے اور اس دوران ایک لمحے کے لئے بھی بند نہیں ہوئی، خلافت کے خاتمے کے بعد یہ مبارک سلسلہ بھی موقوف ہو گیا۔ (جہاں دیدہ شمارہ نمبر 59)

قرآن کریم کا ادب

قرآن کریم کو بغیر وضو اور بغیر طہارت کے ہاتھ لگانا باتفاق ائمہ ناجائز ہے اور اس مسئلہ سے قریب قریب ہر مسلمان باخبر ہے، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ نے اس پر جمہور امت اور ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ظاہری نجاست سے ہاتھ کا پاک ہونا، باوضو ہونا، حالت جنابت میں نہ ہونا سب اس میں داخل ہے، حضرت علی مرتضیٰؓ، ابن مسعودؓ، ابن ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؓ، عطاءؒ، زہریؒ، نخعیؒ، حکمؒ، حمادؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سب کا یہی مسلک ہے۔ (معارف القرآن جلد ۸، صفحہ نمبر ۲۸۷)

لیکن عمومی طور پر اس مسئلہ میں ایک غفلت دیکھنے میں آئی ہے کہ بہت سی دینی کتب کے صفحہ اول (ٹائٹل) پر کوئی نہ کوئی آیت لکھی ہوئی ہوتی ہے اور تاجر و خریدار دانستہ یا نادانستہ اس آیت کو مس کرتے ہیں اور اس امر کا لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ وہ باوضو ہیں یا نہیں، یہ درست ہے کہ ایسی کتاب جس میں قرآن کریم کی آیات و سورۃ لکھی گئی ہوں اسے بلا وضو چھوا اور پڑھا جاسکتا ہے مگر اس میں بھی قرآنی آیت کو بغیر وضو چھونا جائز نہیں، قرآن کریم کا اردو ترجمہ گو حقیقتاً قرآن نہیں لیکن قرآن کریم کی عظمت کا یہ تقاضا ہے کہ اسے بھی بلا وضو نہ چھوا جائے۔

ولو کان القرآن مکتوبا بالفارسیة یکرہٗ له مسهٗ عند ابی حنیفةؒ و کذا عندهما هکذا فی الخلاصه (فتاویٰ عالمگیری صفحہ نمبر ۲۴ جلدا)

ترجمہ: ''اگر قرآن پاک صرف فارسی (یا اردو) میں لکھا ہو تو اسے بلا وضو ہاتھ لگانا امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے''۔ فقہاء نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی کتاب میں قرآن کریم کی کسی آیت کی تشریح یا تفسیر کی گئی ہے تو خاص اس مقام کو جہاں قرآن کی آیت لکھی ہوئی ہے، بلا وضو نہ چھوا جائے، علامہ شامی لکھتے ہیں ان کتب التفسیر لایجوز مس موضع القراٰن منها۔ (درالمختار ص ۱۲۹، جلدا) ترجمہ: کتب تفسیر میں خاص آیات قرآن کے مواقع کو بلا وضو چھونا جائز نہیں۔

تفصیل بالا سے واضح ہوا کہ آج کل اس سلسلہ میں جو بے اعتنائی پائی جاتی ہے وہ قابل غور ہے اس کے تدارک کے لئے اولاً تو ناشرین کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ کتاب کے ٹائٹل پر قرآنی آیت طبع نہ فرمائیں تا کہ کوئی دکاندار یا خریدار اسے بلا وضو ہاتھ نہ لگائے، ثانیاً یہ احتیاط رکھی جائے کہ جن دینی کتب کے ٹائٹل پر قرآنی آیات درج ہوں ان کو بلا وضو ہاتھ نہ لگایا جائے، نیز خاص اس مقام کو جہاں آیت قرآن لکھی ہوتی ہے، بلا وضو ہرگز نہ چھوا جائے۔

ایک غفلت یہ بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض دکاندار حضرات قرآن کریم کا کیسٹ لگا دیتے ہیں اور پھر اپنے کام یا گفتگو خرید و فروخت میں مشغول ہو جاتے ہیں، اور اس کی طرف مطلق دھیان نہیں ہوتا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا عظیم کلام پڑھا جارہا ہے اور ہمیں اسے سننے، اس کی طرف کان لگانے اور خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ جس قدر وقت کے لئے بھی قرآن مجید ادب اور توجہ کے ساتھ سنا جا سکتا ہو اتنا ہی سنا جائے اور پھر اسے بند کر کے کسی اور کام میں مشغول ہوا جائے۔ نیز جن صفحات پر قرآنی آیات موجود ہوں ان کا احترام کریں اور ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق محفوظ کریں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کریم کے کامل ادب کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین (شمارہ نمبر 18)

قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے ضروری آداب

تلاوت قرآن کے بہت سے آداب ہیں کچھ ظاہری کچھ باطنی، مختصر یہ کہ جب قرآن

مجید پڑھے تو باوضو ہو، کپڑا پاک ہو، جگہ پاک ہو، وہاں بدبو نہ ہو، قبلہ رو ہو تو بہتر ہے، حروف صاف صاف پڑھے، جب پڑھنے میں بالکل دل نہ لگے تو اس وقت موقوف کردے (یعنی پڑھنا بند کردے) پڑھتے وقت دل حاضر ہو، اس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ تلاوت شروع کرنے سے پہلے یہ سوچ کے گویا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ فرمائش کی ہے کہ ہم کو کچھ قرآن سناؤ اور میں اس فرمائش کو پورا کرنے کیلئے پڑھتا ہوں اور ان کو سناتا ہوں، اور اس مراقبہ سے تمام آداب کی خود رعایت ہو جائے گی۔ (فروغ الایمان ص ۴۴) (شمارہ نمبر 22)

قرآن مجید کی برکت

حضرت انس و جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانو! اپنے گھروں میں اکثر قرآن مجید پڑھتے رہا کرو، کیوں کہ جس گھر میں قرآن مجید نہیں پڑھا جاتا اس میں خیر و برکت نہیں ہوتی۔ (دار قطنی فی السنن) (شمارہ نمبر 29)

تلاوت قرآن کے ضروری اصول

قرآن کریم کو صحیح تلفظ اور صحیح ادائیگی (تجوید ومخارج) کے ساتھ پڑھنا ہر مسلمان مرد وعورت پر لازم ہے لیکن اس وقت اس پر توجہ نہ ہونے کے برابر ہے، جس کے نتیجے میں تلاوت قرآن کریم کے باوجود اس کا صحیح حق ادا نہیں ہوتا بلکہ تلاوت کرتے وقت بیشمار ایسی غلطیاں بھی سرزد ہو جاتی ہیں جس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے سخت وعید آئی ہے۔

قرآن کریم، خواہ حفظ پڑھا جائے یا ناظرہ، تھوڑا پڑھا جائے یا زیادہ، مجمع میں پڑھا جائے یا تنہائی میں نماز کی تلاوت کی جائے یا خارج نماز، ہر حال میں حروف کی صحیح ادائیگی (تجوید ومخارج کے ساتھ) سخت ضروری ہے ورنہ بعض مرتبہ معانی بھی تبدیل ہو کر غلط ہو جاتے ہیں مثلاً

۱- ح - ھ: سورۃ الفاتحہ (ان الفاظ کو قراءت میں لحن جلی کہتے ہیں) الحمد ''ح'' سے ادائیگی کریں تو معنی سب تعریفیں ہیں اور اگر ''ھ'' سے ادائیگی کریں تو سب موتیں ہے، نعوذ باللہ۔

''الرحیم'' کے معنی ترس فرمانے والا۔ مگر ''ھیم'' کے معنی پیاسا اونٹ۔

۲- ق: سورۃ اخلاص: اگر قل کو ''ق'' سے ادا کریں تو ٹھیک معنی ''کہو'' اگر ''ک'' سے

ادا کریں تو معنیٰ ''کھاؤ'' کے ہیں ''قلب'' اگر ق سے ادا کریں تو معنیٰ ''دل'' اور اگر ''ک'' سے ''کلب'' ادا کریں تو معنیٰ ''کتا'' ہے۔

اسی طرح قرآن پاک پڑھنے میں زیر، زبر، پیش کی بڑی اغلاط ہوتی ہیں اور لاعلمی میں کتنا بڑا گناہ سرزد ہوتا ہے۔ قرآن کی صحیح تلاوت کے سلسلے میں لا پرواہی برتنا ایک جرم عظیم ہے، دلائل اور علماء کرام سے تحقیقاً یہ ثابت ہے کہ قرآن پاک میں ہر کلمہ صاف صاف اور صحیح ادا ہو جیسا کہ سردار دوعالم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ترتیل یعنی ٹھہر ٹھہر کر ادا فرمانا ثابت ہے۔

اگر ہم ایمان و یقین کے ساتھ غور کریں تو لاپرواہی، غیر ذمہ داری سے قرآن پاک کی حق تلفی کر رہے ہیں، چنانچہ اگر ہم سورۃ فاتحہ کسی اچھے قاری صاحب کے پاس بیٹھ کر یاد کرلیں تو کافی الفاظ کی ادائیگی صحیح ہوجائے گی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ نماز بامعنی پڑھنے کا بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ شوق نصیب فرماویں گے۔ نماز جنت کی کنجی ہے۔ (حدیث)

ہم جتنے دلی لگاؤ سے نماز کے الفاظ کی ادائیگی سیکھیں گے اور معنی سیکھیں گے اتنی ہی زیادہ برکات ہونگی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح وہ نازل ہوا ہے۔

چنانچہ علماء نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی تلاوت میں تجوید کے قواعد کا خیال نہ رکھے وہ نافرمانی کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

لہٰذا ہر مسلمان کو اپنی وسعت کے مطابق قرآن کریم کو تجوید اور اس کے صحیح مخارج کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے خصوصاً ''لحن جلی'' (''ق'' کی جگہ ''ک'' اور ''ح'' کی جگہ ''ھ'' پڑھنا) سے بچنا ضروری ہے۔ اللہ پاک سے گڑگڑا کر معافی مانگیں اور دعا کریں کہ اللہ پاک ہمیں معاف فرمائے اور آئندہ سے پختہ ارادہ کریں کہ ہم قرآن کریم صحیح پڑھنے کی کوشش کریں گے، لہٰذا کسی قاری صاحب کے پاس بیٹھ کر سیکھیں بھی اور قرآن پاک کو صحیح پڑھنے کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا بھی کریں۔ آمین۔

نوٹ: تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا ضروری ہے اور تجوید یہ ہے
کہ ہر حرف کو اس کے مخارج سے نکالنا۔ (شمارہ نمبر 57)

قرآنی احکام کا خلاصہ

نامۂ ہدایت: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں قولاً وفعلاً کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، ہر نفع و نقصان اللہ کی طرف سے سمجھو، مگر اسے اپنے اعمال حسنۂ وافعال سیۂ کا نتیجہ جانو، دل میں کوئی تشویش نہ آنے دو، نہ کسی سے خوف وامید رکھو، نعمت پر شکر، مصیبت پر صبر اور بدی سے توبہ کرو، ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہو، نماز باجماعت و باادب پڑھو، ماہ صیام کی برکتوں اور سعادتوں سے پورا فائدہ اٹھاؤ۔ صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ دو، صاحب استطاعت ہو تو حج کرو، جہاد کے لئے ہر وقت تیار رہو اور شہادت کے طلب گار رہو، اپنی حاجت سے جو بچے وہ فی الفور خیرات کردو اور صدقہ وخیرات کے وقت اپنے محتاج اقرباء و ہمسایہ کو ترجیح دو، مگر ان پر احسان مت جتاؤ، سائل کو سختی سے جواب نہ دو، ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے جویاں رہو، خواہ دنیا والوں کو ناراض بھی کرنا پڑے، اہل حقوق کو راضی کرو، مقروض کو آسانی دو، کسی سے لڑو جھگڑو نہیں، اکڑ کر مت چلو، راہ چلتے نظریں نیچی رکھو اور لڑکوں اور عورتوں کی صحبت سے اجتناب کرو، اس سے آنکھ، کان اور زبان کے زناء سے بچ جاؤ گے۔ وعدہ خلافی نہ کرو، قسمیں نہ کھاؤ، بلاضرورت ومصلحت دینی اغنیاء وامراء اور خلاف شرع فقراء سے صحبت نہ رکھو، غرباء ومساکین، صلحا، علماء وحق کی صحبت اختیار کرو، دنیائے فانی سے دل نہ لگاؤ، لوگوں سے بقدر ضرورت خلق سے ملو، سکوت وخلوت کو محبوب رکھو، غیر مشروع مجالس سے پرہیز کرو، خدمت خلق کیلئے وقف رہو، کسی کا دل نہ دکھاؤ، کسی کو ایذاء نہ پہنچاؤ، نرمی برتو، ترش روئی سے پیش نہ آؤ، خود کو سب سے کمتر سمجھو، نیت ہمیشہ نیک رکھو، خطا کا جواب عطا سے دو، عیب جوئی کی بجائے عیب پوشی کرو اور اپنے عیوب سامنے رکھو، رسوم جہل سے بچو، اوقات کو منضبط رکھو، زنا، حرص، غضب، جھوٹ، غیبت، بخل، حسد، رشوت، سود، ریا، خیانت، کبر وکینہ سے بچو، قناعت انصاف، علم یقین، تفویض، توکل رضا تسلیم کے خوگر بنو، شریعت پر چلو، امین وشرمگین، کم گو، کم رنج، صلح جو، نیکوکار، نیک گفتار، باوقار اور بردبار بنو، صدق مقال واکل حلال اپنا شعار بناؤ، مسافر ومہمان نواز بنو اور ان صفات پر مغرور نہ ہو، خورد ونوش میں اعتدال برتو، حد سے نہ بڑھو، عذاب الٰہی اور اس کی بے بنیادی سے لرزاں

رہو، ہرایک سے معاملہ صاف صاف و بے باق رکھو، موت کو ہر وقت قریب جانو، ہمیشہ عمل و استقامت کی دعا کرو، بستر پر جانے سے پہلے اپنے روزانہ اعمال کا ہدایت نامہ سے محاسبہ کرلواور کتب دینیہ کا مطالعہ رکھو۔ (شمارہ نمبر 44)

قرآن مجید............ایک آئینہ

''قرآن مجید'' ...... قوموں...... تاریخی ادوار...... مختلف مراحل حیات اور مختلف زندگیوں کے انواع واقسام کا......ایک بولتا ہوا مرقع......اور چمکتا ہوا صاف وشفاف آئینہ ہے، جس کا جی چاہے، فرد ہو یا قوم...... جماعت ہو یا انجمن...... خاندان ہو یا قبیلہ......اس میں پانی صورت دیکھ لے اور اپنے متعلق خود فیصلہ کرلے کہ...... ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ سے کسی کا رشتہ نہیں......! (حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، شمارہ 46)

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کا عصر و مغرب کے درمیان ختم قرآن

حکیم عبدالسلام صاحب فرماتے ہیں کہ میرے عقیقہ میں سید احمد بریلوی صاحب اور مولوی شاہ اسماعیل صاحب اور مولوی عبدالحئیؒ شریک تھے، مولوی عبدالحئیؒ صاحب نے وعظ فرمایا اور کہا اللہ اپنے نیک بندوں کے وقت میں بھی برکت عطا فرماتا ہے، اور جو کام کئی روز میں نہیں ہوسکتا وہ اس کو چند گھنٹوں میں کرلیتے ہیں، چنانچہ بعض لوگ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کرلیتے ہیں، اور یہ مضمون اس انداز سے بیان فرمایا کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ خود مولانا کو بھی یہ کرامت حاصل ہے اور مولانا اسماعیل صاحب کے متعلق تو صراحت کے ساتھ فرمایا کہ یہ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کرلیتے ہیں، اس پر لوگ مولانا شہید سے لپٹ گئے کہ حضرت ہم کو بھی اس کرامت کا مشاہدہ کرادیجئے، چنانچہ لوگ گومستی کے پل پر اکٹھے ہوئے اور حضرت شہید نے ہزاروں کے اس مجمع میں عصر سے مغرب تک قرآن مجید ختم کردیا۔ (ارواح ثلاثہ شمارہ نمبر 24)

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟

قرآن کی تعلیمات نے خلفائے راشدین، صحابہ کرام، سفیان ثوری، سفیان عینیہ، امام ابوحنیفہ، امام بخاری، عمر بن عبدالعزیز، البیرونی و ابن بطوطہ، رومی و شیرازی، رازی و غزالی جیسی

نابغۂ روزگار شخصیات تخلیق کیں اور دیگر وہ خاندان جنہوں نے دور اسلامی میں خلافت وبادشاہت کے منصب پر آکر انسانیت کی بے مثال خدمت کی وہ بھی تعلیمات قرآنی ہی کا معجزہ ہیں۔

آج دنیا چاند پر چلی گئی مگر ابوبکر وعمر کی سیرت وکردار تخلیق نہیں کر سکی، جنید بایزید پیدا نہ کرسکی کوئی عمر بن عبدالعزیز انسانیت کو نہ دے سکی، مگر اسلام نے ایسی خدا پرست وانسان دوست شخصیات تعمیر کر کے انہیں انسانیت کی خدمت کے لئے وقف عام کیا۔

اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ہی برصغیر میں مسلمانوں کا زوال شروع ہوا اسی دور میں ملت اسلامیہ کے عظیم مفکر ومجدد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے زوال کے مرض کا علاج یہی تجویز کیا کہ مسلم عوام کو قرآنی تعلیمات کی دعوت دی جائے، چنانچہ آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ اس وقت کی رائج زبان فارسی میں کیا اور مختصر تشریح بھی لکھی، پھر آپ کے صاحبزادوں نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا اور اردو تراجم لکھے، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے درس قرآن مجید کے حلقے قائم کیے اور اس پر اتنی محنت کی کہ ایک وقت ایسا آیا جب برصغیر میں جہاں کہیں بھی تعلیم قرآن کا کوئی حلقہ قائم تھا وہاں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کا کوئی شاگرد یا شاگرد کا شاگرد ہی اس کا روح رواں تھا، جنگ عظیم دوم خلافت عثمانی کے خاتمہ اور ملت اسلامیہ کے شیرازہ بکھرنے کے بعد کے حالات میں بھی شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ (حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی) نے اپنی پوری زندگی کے غور وفکر اور تجربات کا نچوڑ مالٹا کی قید سے واپسی کے بعد یہی بیان فرمایا کہ مسلمانوں کی پسماندگی کے دو اسباب ہیں قرآن کریم سے دوری اور فرقہ پرستی، چنانچہ آپ نے بھی حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن کی تجدید کی تاکہ عوام کو قرآنی مطالب تک رسائی میں آسانی ہو۔

اس پورے تحقیقاتی پس منظر کے علاوہ ایک جامع بات پہلے سے موجود ہے کہ ''ان اللہ یرفع بھذا قوما ویضع بہ آخرین'' اللہ تعالیٰ قرآن ہی کے ذریعہ کسی قوم کو ترقی عطاء فرماتے ہیں اور اسی کی نافرمانی کی وجہ سے کسی قوم کو پستی میں گراتے ہیں۔

آج قرآن کریم سے ہمارا سلوک یہی ہے جو درج ذیل اشعار میں بیان کیا گیا ہے۔

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں، دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے، قانون پر راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم مجھ کو بار نہیں کسی بزم میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

وقت کی پکار: موجودہ حالات کا اہم تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے گھروں میں، مسجدوں میں، دکانوں اور دفتروں میں درس کے حلقے بنائیں روزانہ کے درس کے لئے پندرہ منٹ کوئی زیادہ وقت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ادارہ کا شائع کردہ ''درس قرآن'' کافی مفید و عام فہم تفسیر پر مشتمل ہے جو دس پندرہ منٹ کے سبق وار دروس کا مجموعہ ہے اور ہر پارہ علیحدہ مجلد ہے۔

اس مبارک سلسلہ کے خوشگوار اثرات و برکات سے آپ بھی محروم نہ رہیں بلکہ روزانہ کے ایک سبق کے مطالعہ سے آپ اپنے اہل خانہ، دوست احباب، مساجد و مدارس، دفاتر و مجالس کے ہم نشین حضرات کو قرآنی تعلیمات کے قریب کر کے اپنی اور معاشرہ کی اصلاح میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ (شمارہ نمبر 53)

حافظ قرآن کا مقام

حفظ قرآن پر مغفرت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحب قرآن قیامت کے دن آئے گا تو قرآن کہے گا، اے رب اس کو جوڑا پہنا، تو اس کو کرامت کا تاج پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن کہے گا اے رب اور زیادہ کیجئے پھر اس کو کرامت کا جوڑا پہنایا جائیگا پھر قرآن کہے گا، اے رب اس سے راضی ہو جایئے، تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیں گے، پھر اس کو کہا جائے گا، قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات پر چڑھتا جا اور ہر آیت کے بدلے میں ایک نیکی کا اضافہ کیا جائے گا۔

اور حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحب قرآن کو کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور جنت کے درجات پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں پڑھا کرتا تھا، پس بے شک جنت میں تیرا مرتبہ وہاں ہوگا جہاں تو آخری آیت پڑھے گا۔ (ترمذی شریف ص ۱۱۵ ج ۲)

حافظ قرآن کی سفارش سے دس افراد کی مغفرت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پڑھا اور وہ قرآن میں ماہر ہے (یعنی اس کا حفظ پختہ ہے اور تلاوت عمدہ ہے) تو وہ شخص معزز ملائکہ کے ساتھ ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قرآن پڑھا پس خوب یاد کیا، پس اس نے قرآن کے حلال کو حلال سمجھا اور اس کے حرام کو حرام سمجھا اللہ تعالیٰ اس کو قرآن کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائیں گے، اور اس کے گھر والوں میں سے دس افراد کے بارے میں سفارش قبول فرمائیں گے، وہ دس افراد کہ جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی تھی۔ (ترمذی)

بچے کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے پر والد کی مغفرت کا واقعہ

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک قبر پر سے گذر ہوا، آپ نے بطور کشف دیکھا کہ عذاب کے فرشتے میت کو عذاب دے رہے ہیں، آپ آگے تشریف لے گئے، اپنے کام سے فارغ ہو کر جب دوبارہ آپ کا گذر اس قبر سے ہوا تو آپ نے دیکھا کہ اس قبر پر رحمت کے فرشتے جمع ہیں اور ان کے پاس نور کے طبق ہیں، آپ کو اس پر تعجب ہوا آپ نے نماز پڑھی اور اس واقعے کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے اللہ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی، فرمایا اے عیسیٰ یہ بندہ گناہ گار تھا اور جب سے مرا تھا عذاب میں گرفتار تھا، یہ مرتے وقت اپنی بیوی چھوڑ گیا تھا جو کہ حاملہ تھی، اس عورت نے اس کے بیٹے کو جنم دیا اور اسکی پرورش کی یہاں تک کہ وہ پڑھنے

کے قابل ہوگیا اس عورت نے اس بچے کو مکتب میں بھیجا استاد نے اسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھائی پس مجھے اپنے بندے سے حیاء آئی کہ میں اس کو آگ کا عذاب دوں زمین کے اندر اور اس کا بیٹا میرا نام لیتا ہے زمین کے اوپر۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۷۲)

فائدہ: مذکورہ بالا روایات اور واقعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید پڑھنا اور یاد کرنا انسان کے لئے مغفرت کا ذریعہ ہے، صرف اپنی ہی نہیں بلکہ حافظ قرآن کی وجہ سے اس کے خاندان کے دس افراد کی بھی مغفرت ہو جائے گی جن کے لئے جہنم کا فیصلہ ہو چکا ہو، اس لئے سب مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ خود بھی قرآن مجید پڑھے اور اپنی اولاد کو بھی اسی طرف لگا کر مغفرت کے اسباب مہیا کریں۔ اللھم اجعلنا من المغفورین۔ آمین (شمارہ نمبر 11)

حافظ قرآن کیلئے جنت کے دس پاسپورٹ

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت میں جانے کیلئے گیارہ پاسپورٹ ملیں گے، ایک پاسپورٹ سے تو حافظ قرآن باعمل خود جائے گا اور دس پاسپورٹ اس کو ملیں گے کہ کہ اپنے خاندان میں سے وہ ان لوگوں کا انتخاب کرے جن کے لئے دوزخ کا فیصلہ ہو چکا ہوگا، ان لوگوں میں سے جن لوگوں کو وہ چاہے گا اپنی مرضی سے منتخب کر کے جنت میں لے جائے گا جس کو چاہے انتخاب کر لے، اسی لئے بزرگوں نے فرمایا کہ حافظ قرآن بچوں کا ادب کرو تا کہ قیامت کے دن وہ تمہارا انتخاب کر سکیں، اگر آپ نے ان کا مذاق اڑایا، انہیں حقیر سمجھا ان کی تحقیر کی تو قیامت کے دن ایسے لوگوں کا یہ انتخاب نہیں کریں گے لہٰذا حافظ قرآن بچوں کا ادب بزرگوں کا مسلسل عمل رہا ہے اس سلسلہ میں ایک سچا واقعہ آپ کو سناتا ہوں۔

حفاظ کرام کے ادب کا خاص انعام: حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمہ اللہ کے بیٹے نے ان کے حالات میں بیان کیا کہ میرے والد کی قبر کو حکومت سعودیہ نے اپنے قانون کے مطابق چھ چھ ماہ کے بعد تین مرتبہ کھودا، تا کہ اس کی جگہ دوسرا مردہ دفن کیا جائے لیکن ہر مرتبہ دیکھا کہ بڑے میاں صحیح سلامت موجود ہیں، جسم میں ذرا بھی تغیر نہیں ہوا تھا جیسے ابھی کا ہے۔

ان کو یہ مقام کیسے ملا؟ ان کے صاحبزادے مولانا آفتاب عالم صاحب نے اپنا گمان ظاہر کیا کہ میرے والد کا ایک خاص عمل یہ تھا کہ وہ حافظ قرآن بچوں کی طرف پیر

نہیں کرتے تھے اگر چہ معمر تھے بڑے عالم تھے اور اس عمل کی وجہ وہ یہ بیان کرتے تھے کہ جس طرف قرآن شریف رکھا جاتا ہے ادھر پاؤں نہیں کرنے چاہئیں تو جس کے سینہ میں قرآن پاک ہے جو سینہ حامل قرآن ہے اس کی طرف پاؤں کرنا بھلا خلاف ادب نہ ہوگا؟

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ادب کی برکت سے مولانا پر یہ فضل عظیم ہوگیا کہ ان کا جسم بھی محفوظ کر دیا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن اٹھالانا، میں کہتا ہوں قرآن پاک، قرآن شریف یا قرآن مجید کہنا چاہئے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ساتھ مجید نازل فرمایا اور ہم بغیر القاب شرف و بزرگی کے نام لیں کتنی بے ادبی کی بات ہے، تو قرآن شریف کہئے مکہ شریف کہئے، مدینہ شریف کہئے خالی یوں کہنا کہ میں مدینہ گیا تھا، مناسب نہیں، مدینہ طیبہ، مدینہ منورہ، مدینہ پاک یا مدینہ شریف کہنا چاہئے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

میری امت کے بڑے لوگ حافظ قرآن ہیں۔

یعنی جو بچے حافظ ہو گئے یہ امت کے بڑے لوگ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کو بڑے لوگ فرمائیں آج ہم ان کو حقیر سمجھتے ہیں، نعوذ باللہ ایسے ایسے جملے کہتے ہیں کہ میاں حافظ قرآن ہو گئے، اب جمعرات کی روٹیوں کا انتظار کریں گے، ارے امریکہ کی ڈگری لے آتے تو کچھ ہو جاتے۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔**

حافظ قرآن باعمل اور اللہ والا ہو تو وہ روٹیوں کا انتظار نہیں کرتا، بڑے بڑے روٹیوں اور بریانیوں والے اس کا انتظار کرتے ہیں کہ کاش حافظ صاحب میری دعوت قبول کرلیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کی صحیح عظمت کرنیوالا بنادے، آمین۔

دل کی شریانیں کھولنے کیلئے مجرب قرآنی عمل

ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون (سورۃ الحجر)

صبح وشام ایک ایک تسبیح اول آخر درود شریف اس عمل سے بہت لوگوں کو فائدہ ہوا ہے۔

(عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کے وعظ ''عظمت حفاظ'' سے اقتباس شمارہ نمبر 58)

قرآن مجید کی عظمت وحفاظت کا تازہ اعجاز

آج سے تقریباً پانچ سال پہلے (غالباً 1995ء) اخبارات میں ایک سات سالہ عرفان الحق کے متعلق مندرجہ ذیل تعجب خیز اور حیرت انگیز کوائف شہ سرخیوں اور مستقل مضمون کی شکل میں طبع ہوئے، یہ بچہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور انڈیا میں 35 سال تک درس وتدریس کی خدمات انجام دینے والے جید عالم علامہ صدیق کشمیری کا نواسا ہے، عرفان الحق بالکل امی اوران پڑھ ہے سات سال کی عمر تک اردو کی الف ب تک بھی نہیں جانتا، نہ ہی کوئی دوسری زبان صرف اپنی مادری زبان کشمیری میں گفتگو کرتا ہے اس عمر تک اس بچہ کو اس کے ماں باپ نے نہ تو گھر میں ہی کوئی تعلیم دی ہے اور نہ ہی کسی مدرسہ یا اسکول میں داخل کرایا ہے، عرفان الحق کی والدہ کا نام طاہرہ اختر ہے، اس کے والد حکیم غلام رسول گوپال پورہ (کشمیر) میں ایک ٹیچر ہیں۔

اس بچہ کے متعلق اس کے والد نے کئی باتیں بتلائیں، مثلاً یہ کہ جب اس بچہ کا حمل سات ماہ کا تھا تو اس کی والدہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ان کو ایک سنہرا قلم دے رہے ہیں اس کے بعد جب بچہ پیدا ہوا تو گھر میں ایک عجیب اور سرور بخش روشنی سی محسوس ہوئی۔

جب یہ بچہ دس ماہ کا تھا تو ایک شب اس کی ماں نیند سے اچانک بیدار ہوئی اور چاروں جانب دیکھا مگر کچھ نظر نہ آیا، بچہ برابر میں سورہا تھا، باہر گھر کے دالان میں بچہ کے دادا تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے مگر وہ بھی حیران تھے کہ قرآن پاک پڑھنے کی آواز کہاں سے آرہی ہے، کافی غور وفکر کے بعد جب طاہرہ اختر یہ معلوم کرنے میں ناکام رہیں کہ آواز کہاں سے آرہی ہے تو واپس اپنے بستر پر آئیں مگر اس وقت ان کی آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں جب اپنے ہی بچہ کے منہ سے انہوں نے سورۂ یٰسین شریف کی آیات سماعت کیں، اس واقعہ کے گواہ بچے کے دادا بھی ہیں۔

اس معصوم بچہ کے والد نے بتایا کہ جب اس کی عمر چار سال تھی تو اس نے کئی بار قرآن پاک لکھنے کی ضد کی ایک بار جب عید کے موقع پر میں اس کے جوتے دلانے کی خاطر بازار لے گیا تو اس نے جوتے لینے سے انکار کردیا اور ان کے بدلے قلم کاغذ دلانے کے لئے کہا میں نے اس کی ضد کو دیکھتے ہوئے قلم اور کاغذ لے کر دیا اور جب گھر پہنچے تو عرفان الحق نے

باقاعدہ وضو کیا اور قرآن پاک سامنے رکھ کر آلم کا پارہ لکھنا شروع کردیا ہم نے اس کے اس انہماک کو دیکھ کر اس کی حوصلہ افزائی کی اور اس نے جون ۱۹۹۱ء سے شروع کر کے جون ۱۹۹۲ء میں پورا قرآن مکمل کرلیا، قرآن پاک کے اختتام پر جب اس سے میں نے ختم قرآن کی دعا لکھنے کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ میں یہ دعا لکھتے ہی کھیلنے چلا جاؤں گا اس نے دعا لکھی مگر دعاء کے جملوں پر اعراب اور نقطے لگائے بغیر ہی کھیلنے کے لئے چلا گیا یہ دعا ابھی تک بغیر نقطوں اور اعراب کے ہے کیونکہ عرفان الحق کی عادت یہ ہے کہ آیت یا سورت پوری کر کے ہی وہ نقطے اور اعراب لگاتا ہے (شاید اس خالی چھوڑنے میں بھی یہ قدرت خداوندی کارفرما ہو کہ دعاء قرآن نہیں اور اس بچہ کو صرف قرآن پاک ہی کے لئے معجزہ کا مظہر بنایا گیا)۔

اخبار لکھتا ہے: یہ بچہ قرآن پاک کی کسی بھی صورت یا آیات کو ہو بہو عربی رسم الخط میں مع حرکنات وسکنات کے نقل کردیتا ہے، لوگوں کو یہ سن کر حیرت ہوتی ہے مگر جب ملنے والے اس سے کسی آیت کو لکھ کردینے کی فرمائش کرتے ہیں تو بچہ لوگوں کی نظروں کے سامنے قرآن پاک کی مطلوبہ آیات جوں کی توں نقل کردیتا ہے، عام لوگ تو صرف بچہ کی شکل دیکھ کر ہی متاثر ہوجاتے ہیں اور اس سے مصافحہ کرنے کو ہی اپنے لئے باعث فلاح سمجھتے ہیں مگر تعلیم وتدریس کے شعبوں سے وابستہ مقتدر حضرات فنکار اور فن خطاطی کے ماہر لوگ اس کے ہاتھ سے لکھے ہوئے قرآن پاک کے نسخہ میں باریکیاں تلاش کرتے ہی اور جب کوئی غلطی باوجود کوشش بسیار کے نہیں ملتی تو اپنے سامنے لکھنے کے لئے درخواست کرتے ہیں اور جو سورت یا آیت بچہ کو لکھنے کے لئے کہتے ہیں وہ بڑے اعتماد سے سامنے لکھ دیتا ہے آخر کار اس نئے اور تازہ نمونہ میں بھی کوئی باریکی نہیں ملتی جس پر گرفت کی جاسکے، اس نامہ نگار نے بھی تازہ نمونہ ''سورۃ کوثر'' دیکھ کر یہی نتیجہ اخذ کیا کہ یہ خدا کی نوازش ہے اور قرآن پاک کا اعجاز ہے جو اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ اس کو جتنا مٹانے کی کوشش کی جائے گی اس کے محفوظ رہنے کی اتنی ہی نت نئی تدبیر عالم وجود میں آتی رہیں گی کیونکہ قرآن پاک میں خود صاحب قرآن نے فرمایا وانا لہٗ لحفظون برصغیر ایشیا کی عظیم ترین درسگاہوں میں سے ایک مدرسہ مظاہر العلوم (وقف) کے ناظم اعلیٰ مفتی مظفر حسین صاحب نے بچہ کو غیر

معمولی شخصیت کا حامل قرار دیا ہے انہیں جب شروع میں اس واقعہ پر یقین نہ آیا تو انہوں نے عرفان الحق سے اپنے سامنے چند آیات لکھوائیں اور فوراً ہی اس کے ہاتھوں کو چوم لیا مدرسہ مظاہر العلوم (رجسٹرڈ) کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب نے کہا کہ میں احادیث کا درس دیتا ہوں مگر ایسی تحریر آج تک میری بھی نہیں ہوسکی یہ بچہ اُمی اور ان پڑھ ہے مگر تمام رموز ونکات اور آداب کے ساتھ قرآن پاک لکھتا ہے تو ضرور یہ خدا کی جانب سے ایک واضح اشارہ ہے کہ وہ جس سے جو کام چاہتا ہے لے لیتا ہے۔فسبحان اللہ یصطفی من یشاء لما یشاء (حوالہ:فضائل حفاظ القرآن) (شمارہ نمبر 10)

قرآن کو بھلا دینے کی سزا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کے سینے میں کچھ بھی قرآن نہ ہو وہ ایسا ہے کہ جیسا اجڑا ہوا گھر اور جس نے قرآن پڑھا اور اس کو بھلا دیا اور اس کے حکموں پر عمل نہ کیا کہ یہ بھی ایک طرح کا بھلا دینا ہی ہے تو وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حال میں لایا جائے گا کہ وہ کوڑھی ہوگا۔(ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھنے کی بہت تاکید فرمائی ہے کہ وہ ہمیشہ پڑھنے سے یاد رہے گا ورنہ بھول جاؤ گے اور ایسی بے مثال نعمت جو بڑی محنت اٹھا کر حاصل کی تھی مفت میں برباد ہو جائے گی اے قرآن پاک کے حافظو! اس عالیشان نعمت کی قدر کرو اور خوب شوق سے پڑھا کرو، دیکھو! حافظ قرآن اگر ذہن وغیرہ کی خرابی سے حفظ نہ پڑھ سکے تو دیکھ کر آسانی سے اتنا زیادہ پڑھ سکتا ہے کہ دیکھ کر پڑھنے والا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو قرآن مجید فرقان حمید کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔(شمارہ نمبر 39)

؎ پڑھ کے تو قرآن کو کچھ جمع کر لے اب ثواب   قبر پر کون آئے پھر فاتحہ کے واسطے

قرآن پاک کا معجزہ

مدینہ منورہ میں ایک چھوٹے بچے کو قرآن یاد ہونے کا عجیب واقعہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے اور یہ اللہ کا کرم ہے اس مقصد کیلئے اپنے منتخب بندوں سے کام لیتا ہے اور بعض دفعہ اس انداز سے اس کا اظہار ہوتا ہے کہ آدمی دنگ رہ جاتا ہے اسی طرح کا واقعہ مدینہ منورہ رہنے والے ایک پاکستانی بچہ نے ہم نے دوسال کی عمر سے خود بخود قرآن کریم یاد کرنا شروع کردیا تفصیل ان کی والدہ صاحبہ محترمہ لکھتی ہیں۔

میری بیٹی جب میمونہ چھوٹی تھی میں اس کو قرآن پڑھاتی تھی میمونہ اپنا سبق یاد کرتی تو اس کی دیکھا دیکھی میرے بیٹے ولید کو بھی شوق ہوا کہ جس طرح امی میمونہ کو پڑھاتی ہیں مجھے بھی پڑھائیں، میمونہ جب اپنا سبق پڑھتی تو ولید اس کا سبق یاد کرلیتا پھر جب میمونہ کو سبق میں غلطی آتی تو میرے بتانے سے پہلے ہی میمونہ کو اس کی غلطی بتا دیتا میں آخری پارہ کی کیسٹ لگا دیتی میمونہ کیسٹ سن کر اپنا سبق یاد کرتی رہتی تو ولید بھی کیسٹ سن کر میمونہ کا سبق یاد کرلیتا جب مجھے سبق سناتے وقت میمونہ کو غلطی آتی تو ولید جلدی سے اسے اس کی غلطی بتا دیتا اس وقت اس کی عمر دوسال تھی پھر جب ولید اڑھائی سال کا ہوا تو میں نے اسے گھر میں قاعدہ پڑھانا شروع کیا ابھی وہ تین سال کا نہ ہوا تھا تو میں نے آخری سپارہ پڑھانا شروع کیا ولید روزانہ کی ایک سورت یاد کرلیتا تھا وہ سورت ایسے یاد کرتا تھا جیسے کوئی بھولا ہوا سبق یاد کرتا ہے، جب ولید آخری سورتیں یاد کرتا تھا تو اسے سورۃ طلاق خود بخود یاد ہوگئی مجھے سورۃ طلاق سناتا تھا بغیر غلطی کے (حالانکہ یہ سورۃ یاد کرنے کے لحاظ سے بہت مشکل سمجھی جاتی ہے) جب میمونہ دوسرا یا تیسرا سپارہ پڑھتی تھی تو غلطی آنے پر ولید بہن کو صحیح غلطی بتاتا تھا، اس وقت اس کی عمر چھ سال سے کم ہے اور اس نے ماشاء اللہ آٹھ سپارے حفظ کرلئے ہیں اور جامعہ خیریہ میں 5 سپاروں کا امتحان دیا ہے۔ نتیجہ آگیا ہے اول (فرسٹ) آیا ہے''۔

مدینہ جامعہ خیریہ کی جب دعوت ہوئی تو وہاں کے سربراہ نے ولید کو تلاوت کیلئے بلایا تھا اس واقعہ کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن پاک کی تعلیم کے لئے اگر بہت چھوٹی عمر سے بچوں پر توجہ دی جائے اور گھر میں ماحول بنایا جائے تو ان شاء اللہ بہت جلد وہ قرآن پاک کو یاد کرلیں گے اور والدین کیلئے دنیا وآخرت کی بہتری کا ذریعہ بنیں گے، جس بچہ کا آپ نے واقعہ پڑھا ہے اس میں بہت بڑا دخل گھر کے ماحول کا ہے اگر گھر کا ماحول ٹی وی،

ڈش وغیرہ اور دوسری فضولیات سے پاک ہو اور قرآنی تعلیم و تربیت کا ماحول ہو تو بچوں کی صلاحیت اسی طرف متوجہ ہوگی اور اسی میں وہ اپنے کمالات دکھائیں گے ورنہ تو آج کل چھوٹے چھوٹے بچوں کی توجہ اور صلاحیتوں کا رخ فضول اور غلط چیزوں کی طرف ہے ڈراموں کی کہانیاں اداکاروں کے نام، گانوں کے بول، گاڑیوں کے ماڈل اور نہ جانے کیا کیا غیر مفید کاموں میں ان کا حافظہ اور ذہنی طاقت ضائع ہوتی رہتی ہے خدا کیلئے اپنے بچوں کو ان فضولیت سے بچا کر قرآن پاک کی طرف لگا دیجئے۔ (شمارہ نمبر 33)

آج کل بچوں کو ماشاء اللہ حفظ قرآن کی نعمت سے بہرہ مند کرنے کا ذوق تو ہے لیکن قرآن فہمی سے بے بہرہ ہیں اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

؎ وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر اور ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

اعجاز قرآنی کے دو پہلو

جس کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے دنیا کی کوئی کتاب اس کثرت کیساتھ نہیں پڑھی جاتی، اس کا یاد کرنا جتنا آسان ہے اور جتنی جلد یہ یاد ہو جاتا ہے دنیا کی کسی کتاب کا یاد کرنا اتنا آسان نہیں اور نہ ہی کوئی دوسری کتاب اتنی جلدی یاد ہو جاتی ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ ہر رات ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔

''حضرت مولانا (الیاس صاحبؒ) کی والدہ محترمہ ''بی صفیہ'' بڑی جید حافظہ تھیں انہوں نے قرآن مجید شادی کے بعد مولانا یحییٰ صاحب کی شیر خوارگی کے زمانے میں حفظ کیا تھا اور ایسا اچھا یاد تھا کہ معمولی حافظ ان کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا تھا، معمول تھا کہ رمضان میں پورے قرآن مجید اور دس پارے مزید پڑھ لیا کرتی تھیں، اس طرح ہر رمضان میں چالیس قرآن مجید ختم کرتی تھیں۔ (جواہر پارے شمارہ نمبر 2)

حافظ قرآن کا مقام

حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے (کہ قیامت کے دن) صاحب قرآن سے کہا جاویگا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور

بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا بس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہنچے۔

قرآن کریم میں ۶۶۶۶ آیتیں ہیں، اس حدیث پاک میں ہے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جو حافظ قرآن کریم کو صحیح طور پر حروف کی ادائیگی کے ساتھ تلاوت کرتا ہے اس کو قیامت کے دن بلا کر کہا جائے گا کہ جس طرح دنیا میں قرآن کریم کو حسین آواز اور ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اسی طرح ایک ایک آیت کو پڑھتے جاؤ اور جنت کے ایک ایک درجہ پر چڑھتے جاؤ، قرآن کریم کی آخری آیت تمہارا آخری درجہ ہوگا۔

حدیث شریف میں قرآن کریم پڑھنے کے ساتھ ساتھ عمل کو لازم کہا گیا ہے اور اس حدیث شریف میں حسن آواز اور ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے، تو معلوم ہوا کہ جو حافظ قرآن قرآن کریم کو خوب اچھی طرح حروف کی ادائیگی کے ساتھ ترتیل کے ساتھ پڑھتا ہو اور اس پر عمل کرتا ہو اس کو ۶۶۶۶ درجات نصیب ہوں گے۔ (انوار ہدایت) (شمارہ نمبر 24)

30 سیکنڈ میں تین دفعہ سورۃ اخلاص مکمل قرآن کا ثواب

حدیث شریف: سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے (بخاری و مسلم) لاعلمی کی وجہ سے لوگوں نے ایصال ثواب کے غلط طریقے ایجاد کر رکھے ہیں جن کی وجہ سے خود ان کو ثواب نہیں ملتا تو وہ مردہ کو کیا ثواب بخشیں گے، ایک بات یہ بھی خیال میں رکھیں کہ جب اپنے مرحومین کا تذکرہ ہو تو ان کے ناموں کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا دینا ایک مستقل ایصال ثواب ہے۔ (شمارہ نمبر 8)

ایک عورت جو ہمیشہ قرآنی آیات سے گفتگو کرتی تھی

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کو گیا، ایک سفر کے دوران راستے میں مجھے ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی ملی جس نے اون کا قمیض پہنا ہوا تھا اور اون ہی کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی، میں نے اسے سلام کیا، تو اس نے جواب میں کہا:

سلام قولاً من رب رحیم۔

میں نے پوچھا: ''اللہ تم پر رحم کرے، یہاں کیا کر رہی ہو؟'' کہنے لگی:

''ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ''

میں سمجھ گیا کہ وہ راستہ بھول گئی ہے اس لئے میں نے پوچھا: کہاں جانا چاہتی ہو؟ کہنے لگی:

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ.

(پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی)

میں سمجھ گیا کہ وہ حج ادا کر چکی ہے اور بیت المقدس جانا چاہتی ہے۔

میں نے پوچھا: ''کب سے یہاں بیٹھی ہو؟'' کہنے لگی: ''ثلث لیال سویا'' (پوری تین راتیں) میں نے کہا: ''تمہارے پاس کچھ کھانا وغیرہ نظر نہیں آرہا، کیا کھاتی ہو؟ جواب دیا:

''ھو یطعمنی ویسقین'' (وہ اللہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے) ''میں نے پوچھا'' وضو کس چیز سے کرتی ہو؟'' کہنے لگی: ''فتیمموا صعیداً طیباً'' (پاک مٹی سے تیمم کرلو)، میں نے کہا: میرے پاس کچھ کھانا ہے کھاؤ گی؟'' جواب میں اس نے کہا:

''اتموا الصیام الی الیل'' (رات تک روزوں کو پورا کرو)، میں نے کہا: ''یہ رمضان کا تو زمانہ نہیں ہے'' بولی: ''ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم''. (اور جو بھلائی کے ساتھ نفلی عبادت کرے تو اللہ شکر کرنے والا اور جاننے والا ہے) میں نے کہا سفر کی حالت میں تو فرض روزہ نہ رکھنا بھی جائز ہے، میں نے کہا: ''میری طرح کیوں بات نہیں کرتیں؟'' جواب ملا:

''ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید'' (انسان جو بات بھی بولتا ہے، اس کے لئے ایک نگہبان فرشتہ مقرر ہے) میں نے پوچھا: تم ہو کون سے قبیلہ سے؟ کہنے لگی:

''لا تقف ما لیس لک بہ علم''۔ (جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو) میں نے کہا: مجھ سے غلطی ہوئی'' بولی: ''لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم''۔ (آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے) میں نے کہا: ''اگر تم چاہو تو میری اونٹنی پر سوار ہو جاؤ، اور اپنے قافلہ سے جا ملو'' کہنے لگی: ''وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ'' (تم جو بھلائی کرو، اللہ اسے جانتا ہے) میں نے یہ سن کر اپنی اونٹنی کو بٹھا لیا مگر سوار ہونے سے پہلے وہ بولی: ''قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم'' (مومنوں سے کہہ کہ وہ

اپنی نگاہیں نیچی رکھیں)۔ میں نے اپنی نگاہیں نیچی کرلیں اور اس سے کہا: ''سوار ہوجاؤ'' لیکن جب وہ سوار ہونے لگی تو اچانک اونٹنی بگڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی اور اس جدوجہد میں اس کے کپڑے پھٹ گئے، اس پر وہ بولی: **''ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم''** (تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب ہوتی ہے) میں نے کہا: ''ذرا ٹھہرو میں اونٹنی کو باندھ دوں پھر سوار ہونا''۔ وہ بولی:

''ففهمنا ها سلیمان'' (ہم نے اس مسئلہ کا حل سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا) میں نے اونٹنی کو باندھا، اور اس سے کہا: اب سوار ہوجاؤ وہ سوار ہوگئی اور یہ آیت پڑھی: **''سبحن الذی سخر لنا هٰذا و ما کنا له مقرنین وانا الیٰ ربنا لمنقلبون''**۔

(پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لئے رام کردیا، اور ہم اس کو کرنے والے نہیں تھے، اور بلاشبہ ہم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں) میں نے اونٹنی کی مہار پکڑی اور چل پڑا، میں بہت تیز تیز دوڑا جا رہا تھا اور ساتھ ہی زور زور سے چیخ کر اونٹنی کو ہنکا بھی رہا تھا، یہ دیکھ کر وہ بولی: **''واقصد فی مشیک واغضض من صوتک''** (اپنے چلنے میں اعتدال سے کام لو اور اپنی آواز پست رکھو) اب میں آہستہ آہستہ چلنے لگا اور کچھ اشعار ترنم سے پڑھنے شروع کیے، اس پر اس نے کہا:

''فاقرء وا ماتیسر من القرآن'' (قرآن میں سے جتنا حصہ پڑھ سکو وہ پڑھو) میں نے کہا: تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی نیکیوں سے نوازا گیا ہے، بولی:

''وما یذکر الا الوا الالباب'' (صرف عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں) کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا: ''تمہارا شوہر ہے؟'' بولی:

''لا تسألوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم'' (ایسی چیزوں کے بارے میں مت پوچھو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بری لگیں) اب میں خاموش ہوگیا اور جب تک قافلہ نہیں مل گیا، میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی، قافلہ سامنے آگیا تو میں نے اس سے کہا: یہ قافلہ سامنے آگیا ہے، اس میں تمہارا کون ہے؟'' کہنے لگی:

''المال والبنون زینة الحیوة الدنیا'' (مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت

ہیں) میں سمجھ گیا کہ قافلے میں اس کے بیٹھے موجود ہیں میں نے پوچھا: قافلے میں ان کا کام کیا ہے، بولی: ''وعلمٰت و بالنجم هم يهتدون'' (علامتیں ہیں اور ستارے ہی سے وہ راستہ معلوم کرتے ہیں) میں سمجھ گیا کہ اس کے بیٹے قافلے کے رہبر ہیں چنانچہ میں اسے لیکر خیمے کے پاس پہنچ گیا اور پوچھا: ''خیمے آگئے اب بتاؤ تمہارا (بیٹا) کون ہے؟ کہنے لگی: واتخذ الله ابراهيم خليلا و كلم الله موسىٰ تكليما، يا يحيٰ خذالكتب بقوة. یہ سن کر میں نے آواز دی: یا ابراہیم، یا موسیٰ، یا یحییٰ تھوڑی سی دیر میں چند نوجوان جو چاند کی طرح خوبصورت تھے، میرے سامنے آ کھڑے ہوئے، جب ہم سب اطمینان سے بیٹھ گئے تو اس عورت نے اپنے بیٹوں سے کہا:

فابعثوآ احدكم بورقكم هذه الى المدينة فلينظر ايها ازكىٰ طعاماً فلياتكم يرزق منه. (اب اپنے میں سے کسی کو روپیہ دیکر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ تحقیق کرے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے، سو اس میں سے تمہارے واسطے کچھ کھانا لے آئے) یہ سن کر ان میں سے ایک لڑکا گیا اور کچھ کھانا خرید لایا، وہ کھانا میرے سامنے رکھا گیا تو عورت نے کہا: كلوا واشربوا هنيأ بما اسلفتم فى الايام الخالية'' (خوشگواری کے ساتھ کھاؤ پیئو، یہ سبب ان اعمال کے جو تم نے پچھلے دنوں میں کئے ہیں) اب مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے لڑکوں سے کہا: تمہارا کھانا مجھ پر حرام ہے، جب تک مجھے اس عورت کی حقیقت نہ بتلاؤ، لڑکوں نے بتایا کہ: ہماری ماں کی چالیس سال سے یہی کیفیت ہے، چالیس سال سے اس نے قرآنی آیات کے سوا کوئی جملہ نہیں بولا اور یہ پابندی اس نے اپنے اوپر اس لئے لگائی ہے کہ کہیں زبان سے کوئی ناجائز یا نامناسب بات نہ نکل جائے جو اللہ کی ناراضی کا سبب بنے۔ میں نے کہا: ذلك فضل الله يوتيه من يشا والله ذوالفضل العظيم (دینی دسترخوان جلد دوم شمارہ نمبر 10)

ایک بچہ کی قرآنی آیات سے گفتگو

ایک ایسا بچہ جس نے صرف پانچ سال کی عمر میں پورا قرآن مجید صرف یاد ہی نہیں کیا بلکہ اتنی مہارت حاصل کی کہ گفتگو میں بھی قرآنی آیات استعمال کرتا ہے، اس واقعہ کو پڑھ کر ان شاء اللہ آپ میں بھی قرآن مجید پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا۔

جناب محمد حسین السلام علیکم!

جواب: **سلام قولا من رب رحیم** (سورہ یاسین، آیت ۵۸)۔ رب مہربان کی طرف سے سلام کا پیغام آئے۔

سوال: اپنا تعارف کروائیں۔

جواب: **انی عبدالله** (مریم،۳۰) (بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں) اپنا تعارف کروانے کی بجائے انہوں نے قرآن کریم کی آیہ کریمہ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو خدا کا بندہ کہا)

سوال: آپ کا مزاج کیسا ہے؟

جواب: **وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها**۔

(نحل،۱۸، ابراہیم،۳۴) اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کرسکو گے۔

سوال: آپ کی عمر کیا ہے؟

جواب: **ولا خمسة الا هو سادسهم** (المجادلہ،۷)

(کوئی پانچ افراد ایسے نہیں ہوتے مگر وہ، اللہ ان میں چھٹا ہوتا ہے) آیہ کریمہ کی مدد سے انہوں نے اپنی عمر ''چھ'' سال بتلائی۔

سوال: حفظ قرآن کریم کے علاوہ آپ کی دیگر مصروفیات بھی ہیں؟

جواب: **ولی فیها مآرب اخریٰ** (طٰہٰ،۱۸) (اور میں اس سے کچھ اور کام بھی لیتا ہوں) یعنی میں کچھ دوسرے کام بھی کرتا ہوں، مراد یہ ہے کہ حفظ قرآن کے علاوہ آیات کی مدد سے تکلم اور ان سے محاورے کا کام بھی لیتا ہوں)

وما علمناه الشعر وما ینبغی له (یٰسین ۶۹) ہم نے ہرگز (اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو شعر کی تعلیم دی اور نہ ہی ان کے لئے مناسب ہے) یہ آیت اس لئے بیان کی کہ گلستان سعدی و محتشم کاشانی کے اشعار بھی حفظ ہیں۔

والسماء بنینا ها باید (الذاریات،۴۷) (ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے یعنی اپنی قدرت سے بنایا) سید محمد حسین کی صلاحیتوں سے ایک حیران کن صلاحیت یہ بھی ہے کہ اپنے والد گرامی کے ہاتھ کے اشاروں سے مطلوبہ آیات کو سمجھ لیتے ہیں اس کے بغیر

کہ انہیں کوئی ایک لفظ بھی بتایا جائے۔

سوال: آپ قرآن کریم کو کتنا پسند کرتے ہیں؟

جواب: انی احببت حب الخیر (ص،۳۲) (اسے میں اپنے رب کی خاطر پسند کرتا ہوں یعنی میں اچھی چیزوں کو پسند کرتا ہوں)۔

سوال: شب وروز میں آپ قرآن کریم کی تلاوت کس وقت کرتے ہیں؟

جواب: فسبحان الله حین تمسون و حین تصبحون (الروم،۱۷) (اللہ تعالیٰ پاک ومنزہ ہے، اسی کی تسبیح وتنزیہ کرو، جس وقت شام کرتے ہو اور صبح کرتے ہو) مراد یہ ہے کہ میں رات کو بھی اور دن میں بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہوں۔

سوال: آپ حج کے لئے شرف یاب ہوئے تھے، وہاں کے سفر کا کوئی واقعہ بتایئے؟

جواب: ولبیوتھم ابواباً و سررا علیھا یتکون وزخرفا (الزخرف،۳۴) (یہاں آل سعود کے شہزادوں کے محلات کی طرف اشارہ ہے جہاں پر سید محمد حسین کا پروگرام منعقد ہوا، لا تنفذون الا بسلطان (الرحمٰن،۳۳) (یہاں بھی آپ نے آل سعود کے محلات کی طرف مزید اشارہ کیا ہے)۔

سوال: قرآن شریف کس عمر میں حفظ کرنا شروع کیا؟

جواب: اذ ارسلنا الیھم اثنین ،یعنی قرآن کا حفظ دو سال کی عمر میں شروع کیا (سورہ یٰسین)

سوال: آپ نے مکمل قرآن پوری خصوصیات کے ساتھ کتنی عمر میں حفظ کرلیا؟

جواب: یمددکم ربکم بخمسة الاف من الملائکة، تمہارا پروردگار ایسے پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا (سورہ آل عمران آیت ۱۲۵) یعنی پانچ سال کی عمر میں مکمل حافظ قرآن بن گیا، واضح رہے کہ جیسا کہ علم الہدیٰ کے والد نے بتایا کہ دو سال کی عمر میں قرآن کے حافظ بن گئے اور یہ سلسلہ مزید ارتقائی منزلیں طے کر رہا ہے۔

سوال: آپ نے کس طرح پانچ سال کی عمر میں پورا قرآن حفظ کرلیا؟

جواب: ان اشکر لی ولوالدیک (لقمان،۱۴) میرا شکریہ ادا کرو اور اپنے والدین کا، اس آیت سے بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے فضل وکرم سے اور والدین کی

کوششوں سے میں نے پورا قرآن حفظ کیا ہے۔

سوال: کیا آپ نے حفظ کے سلسلے میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے خوش ہیں؟

جواب: ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم (سورہ النور آیت ۵۵) اور جس دین کو اس نے اس کے لئے پسند فرمایا اس پر انہیں ضرور پوری قدرت دے گا۔

سوال: آپ اپنے باپ سے بہت محبت کرتے ہیں؟

جواب: وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا. (سورہ اسراء، آیت ۲۴) دعا کرو کہ اے میرے رب جس طرح ان دونوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

سوال: کیا باپ سے زیادہ محبت کرتے ہیں یا ماں سے؟

جواب: لا الیٰ ھٰؤلاء ولا الی ھٰؤلاء، نہ ادھر نہ ادھر (سورہ نساء، آیت ۱۴۳)

سوال: آپ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے کیا آپ اس سفر سے خوش ہیں؟

جواب: رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ (سورہ بینہ، آیت ۸) خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے خوش۔

سوال: شاہی (سعودی) خاندان کے لوگ آپ سے کیا کہتے تھے؟

جواب: ما نفقہ کثیرا مما تقول (سورہ ھود، آیت ۹۱) یعنی جو باتیں تم کہتے ہو ان میں اکثر تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں، یعنی جو کچھ وہ کہتے تھے زیادہ تر میں ان کی باتیں نہیں سمجھتا تھا کیونکہ وہ بدوی عربی (مقامی لہجہ) میں گفتگو کرتے تھے۔

سوال: آپ روزانہ قرآن مجید کے کتنے صفحے پڑھتے ہیں؟

جواب: وواعدنا موسیٰ ثلٰثین لیلۃ واتممنا ھا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ. (سورہ اعراف آیت ۱۴۲) اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا اور اس میں ہم نے اسے پورا کر دیا، دس روز سے غرض یہ کہ اس کے پرودگار کا وعدہ چالیس رات میں پورا ہو گیا، یعنی تیس سے چالیس صفحات روزانہ پڑھتا ہوں۔

سوال: کیا آپ تفسیر بھی پڑھنا پسند کرتے ہیں؟

جواب: بلیٰ و ربی (سورہ تغابن، آیت ۷) ہاں اپنے پروردگار کی قسم۔

سوال: قرآن کے بعد کس چیز میں آپ کا شوق ہے؟

جواب: **نحن نقص علیک احسن القصص** (سورہ یوسف، آیت ۳) ہم تم پر یہ قرآن نازل کرکے تم سے نہایت عمدے قصے بیان کرتے ہیں یعنی تاریخ سے لگاؤ ہے۔

سوال: آپ کی مجلّات کے ایڈیٹروں، اساتذہ اور بیرون ملک پڑھنے والے طلباء کے متعلق کیا وصیت ہے؟

جواب: **واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ** (سورہ بقرہ، آیت ۲۸۲) اور خدا سے ڈرو، خدا تم کو سکھاتا ہے (اور یہ کہ تم خدا کا تقویٰ اختیار کرو، خدا تمہیں علم عطا کرے گا)۔ (شمارہ نمبر 11)

آداب تلاوت

یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام ہے اس کلام کی نسبت جس ذات کی طرف ہے وہ احکم الحاکمین، بادشاہوں کا بادشاہ اور پوری کائنات کا مالک ہے، لہذا قرآن کریم کی تلاوت کے وقت وہی آداب ملحوظ ہونے چاہئیں جو اس کلام اور صاحب کلام کی عظمت کی شان کے لائق ہوں۔

چند آداب یہ ہیں: سب سے پہلے مسواک کے ساتھ وضو کرے، پھر کسی مناسب اور پاک جگہ پر قبلہ رو ہو کر بیٹھیں اور اپنے آپ کو کمزور عاجز جان کر دل و دماغ کو حاضر کر بیٹھیں، گویا اللہ رب العزت کے سامنے بیٹھ کر عرض و نیاز اور التجاء کر رہے ہیں، پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر تلاوت شروع کیجئے، دل کی تختی کو اس طرف مائل کریں کہ میں خدا کا کلام بغیر کسی واسطہ سے سن رہا ہوں، قرآن پاک کی آیتوں کو آہستہ آہستہ تدبر، تفکر اور ترتیل کے ساتھ پڑھے اور پھر جہاں بندوں کے حق میں وعدہ و رحمت کی آیت آئے مسرت اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنے لئے دعا مانگے، اور جہاں وعید اور عذاب کے متعلق آیت آئے تو خدا سے اس کی پناہ مانگے، جہاں اللہ رب العزت کی تسبیح پر کوئی آیت آئے تو تسبیح کرے یعنی جس آیت میں اللہ کی پاکی اس کی بڑائی اور بزرگی کا ذکر ہو اسے پڑھ کر سبحان اللہ کہے۔

دوران تلاوت الحاح وزاری اختیار کیجئے اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنا لیجئے،

حاصل یہ ہے کہ قرآن پڑھتے وقت اللہ رب العزت کی عظمت و رفعت کے احساس سے اپنے اوپر مکمل عجز و انکساری اور فروتنی طاری کیجئے، اس بات کی کوشش نہ کریں کہ قرآن جلدی ختم ہو اور اس کے لئے تیز تیز پڑھنا شروع کردیا جائے جس کی وجہ سے تلاوت میں بہت سی غلطیاں ہوں اور ثواب کی بجائے الٹا گناہ ہو بلکہ تدبر، ذوق، حضور قلب اور آداب تلاوت کی رعایت کرتے ہوئے جس قدر بھی تلاوت کر پائیں اسی کو غنیمت سمجھیں، جس مجلس میں لوگ دوسرے کاموں میں مشغول ہوں یا شور وغل ہوں وہاں تلاوت نہ کریں، لیکن اگر تلاوت کرنا ضروری ہو اور کوئی دوسری جگہ میسر نہیں تو پھر آہستہ اور دھیمی آواز میں تلاوت فرمائیں، لیکن اگر لوگ تلاوت سننے کے مشتاق ہوں اور مجلس خاموش اور پرسکون ہو تو بلند آواز سے تلاوت کرنا افضل ہے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے تلاوت کرنیوالا اور تلاوت سننے والا دونوں ثواب میں یکساں ہیں۔

قرآن کریم کو رحل یا کسی بلند جگہ پر رکھ کر پڑھیں، تاکہ قرآن پاک کی تعظیم وتکریم آشکارا ہو، تلاوت کے دوران دنیوی کلام وگفتگو، کھانے پینے اور دوسرے سب کاموں سے اجتناب کریں، اگر کوئی ضرورت آجائے تو قرآن پاک کو بند کرکے گفتگو کریں اس کے بعد پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر تلاوت شروع کریں، ترتیل وتجوید کے ساتھ بے تکلف و بے ساختہ پڑھیئے، غلط طریقے سے آواز ولہجہ بنانے کی ضرورت نہیں، ختم قرآن کے وقت اپنے اساتذہ، محسنین، بزرگان، والدین، عزیز واقارب وغیرہ کو دعا میں شامل رکھیں، کیونکہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے، قرآن ختم کرنے کے بعد سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آیت مفلحون تک پڑھیں یہ افضل ہے، ہر روز تلاوت کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اللهم اجعل القرآن لنا فی الدنیا قرینا وفی الأخرة شافعا وفی القبر مونسا و فی القیمة صاحبا و علی الصراط نورا و فی الجنة رفیقا ومن النار سترا۔

ترجمہ: اے اللہ قرآن پاک کو ہمارے لئے دنیا میں ہم نشیں، آخرت میں شافع، قبر میں غمخوار، قیامت میں مونس، پل صراط پر نور، جنت میں رفیق اور آگ سے پردہ بنا، اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پاک کو اس کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ (شمارہ نمبر 49)

قرآن مجیداور دینی اوراق کی بے ادبی ،ایک مہلک جرم

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے علاقے میں قرآن مجید لے کر سفر کرنے سے منع فرماتے تھے اس خطرے کی وجہ سے کہیں قرآن مجید دشمنوں کے ہاتھ نہ لگ جائے'' (مسلم جلد۲)

علامہ نوویؒ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ ''اس حدیث شریف میں کافروں کے علاقے میں قرآن مجید لے کر جانے کی مخالف اس وجہ سے ہے کہ کہیں قرآن مجید دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے اور وہ اس کی بے حرمتی نہ کرڈالے، یہ وجہ خود حدیث شریف میں مذکور ہے''۔

آگے چل کر علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی جگہ پر یہ وجہ (یعنی بے حرمتی کا خوف) موجود نہ ہو تو پھر اسلامی لشکر کیلئے قرآن مجید لے جانا جائز ہے مثلاً اسلامی لشکر کو اس قدر غلبہ حاصل ہو کہ دشمنوں کی طرف سے ۔بے حرمتی کا امکان ہی نہ باقی رہے، اس بحث کے آخر میں علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک اور بعض دوسرے حضرات نے کافروں کے ساتھ ان سکوں سے معاملہ کرنا مکروہ قرار دیا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا نام یا اس کا ذکر لکھا ہوا ہو'' حدیث شریف اور اس کی مختصر تشریح سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ مسلمانوں کیلئے قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی کا ذریعہ بننا بھی جائز نہیں ہے چہ جائیکہ وہ خود بے حرمتی کے مرتکب ہوجائیں وہ اسلامی دستہ جو کافروں سے لڑنے کیلئے جارہا ہے یقیناً اس کے دل میں قرآن مجید کا بے حد ادب واحترام ہوتا ہے لیکن اگر وہ اپنے ساتھ قرآن مجید لے کر چلا گیا اور لڑائی کے دوران یہ قرآن مجید کافروں کے ہاتھ لگ گیا اور نعوذ باللہ اس کی بے حرمتی کی گئی تو اس گناہ میں وہ مسلمان بھی شریک ہونگے جو اپنے ساتھ قرآن مجید لے کر گئے تھے حالانکہ اس بے حرمتی کے ساتھ ان کا براہ راست تعلق نہیں ہے، آج اگر ہم اس روایت مبارکہ پر غور کریں اور پھر اپنے عمل کو دیکھیں تو سر شرم سے جھک جاتا ہے اور دل خوف سے لبریز ہوجاتا ہے، آج گھر گھر میں جس طرح قرآن مجید اور دینی اوراق کی بے حرمتی کی جارہی ہے وہ بیان سے باہر ہے اور یہ غفلت اور بے حرمتی ہمارے لئے بہت

سارے نقصانات کا باعث بنی ہوئی ہے، اس موضوع پر گفتگو آگے بڑھانے سے پہلے یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ بعض لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے ان علماء اور اداروں کو اس جرم کا قصوروار قرار دیتے ہیں جو کتابوں یا رسالوں پر قرآنی آیات و احادیث شائع کرتے ہیں حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ دین کی دعوت کو عام کرنے کیلئے اس بات کی اجازت ہے کہ قرآن مجید کی آیات اور دینی علوم کو خوب پھیلایا جائے اور تو اور کافروں کو دین کی دعوت دینے کیلئے خطوط میں قرآنی آیات لکھ کر بھیجنا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے چنانچہ یہ تو ممکن بھی نہیں ہے کہ لوگوں کی غفلت کا بہانہ بنا کر دین کی دعوت و اشاعت کا کام ہی روک دیا جائے البتہ یہ بات بہت ضروری ہے کہ مسلمانوں میں اس بات کا شعور بیدار کیا جائے کہ وہ قرآنی آیات اور دینی اوراق کا احترام بجالائیں اور اس سلسلے میں دینی جرائد و اخبارات کو مسلسل محنت کرنی چاہئے، اس مختصر وضاحت کے بعد عرض یہ ہے کہ آج پڑھے لکھے دیندار گھرانوں میں بھی قرآن مجید اور دینی اوراق کا وہ احترام نہیں کیا جاتا جو ان کا حق ہے بلکہ اب تو معاملہ غفلت سے بڑھ کر مجرمانہ کوتاہی تک پہنچ گیا ہے اور حالت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ کئی گھرانوں میں دینی اخبارات کو نعوذ باللہ دسترخوان کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، بعض لوگ دینی اوراق کو کتابوں کی جلد بنا کر ان کتابوں کو بے ادبی سے پھینک دیتے ہیں اسی طرح کئی گھروں میں دینی اوراق جوتوں میں پڑے رہتے ہیں یا جھاڑوں کے ذریعے انہیں کوڑا کرکٹ میں ڈال دیا جاتا ہے، مسلمانوں میں پھیلنے والی اس مجرمانہ کوتاہی کے بے شمار نقصانات ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱-قرآنی آیات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے نام و کلمات کی توہین ایک سخت نقصان دہ گناہ ہے، ماضی کی کئی قومیں اس طرح کی گستاخیوں کی لپیٹ میں آکر تباہ ہو چکی ہیں کیونکہ توہین آہستہ آہستہ انسانوں کو کفر کی طرف لے جاتی ہے۔

۲-قرآن مجید اور دینی اوراق کی بے حرمتی سے انسان کا دل بے ادب بن جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اس دل میں قساوت اور سختی پیدا ہو جاتی ہے پھر گناہوں پر رونا نہیں آتا اور دل کی نرمی ختم ہو جاتی ہے۔

۳-عملیات کا فن جاننے والے لوگ جانتے ہیں کہ ناپاک جادو کرنے کا ایک طریقہ مقدس آیات وکلمات کی توہین ہے، چنانچہ ناپاک جادوگر اکثر نجس رہتے ہیں اور شیطان کو خوش کرنے کے لئے قرآنی آیات واوراق کی بے حرمتی کرتے ہیں، آج ہر گھر میں جادو کی شکایت ہے، باہر سے کوئی یہ حرکت کرے یا نہ کرے لیکن جب اپنے گھر میں دینی اوراق بچوں کے پیشاب کے ساتھ پڑے ہوں گے اور دینی کتابوں پر تصویروں والے ڈائجسٹ رکھے ہونگے تو اس گستاخی اور بے ادبی کی نحوست کیا جادو سے کم تماشہ دکھائے گی؟

۴-علم کی توہین کرنے کی وجہ سے ہر گھر سے علم نکلتا جارہا ہے اور اس کی جگہ جہالت قابض ہورہی ہے، علم ہمیشہ با ادب لوگوں کو نصیب ہوتا ہے اور بے ادب اس سے محروم رہتے ہیں، مراتب کا فرق کیے بغیر کتابوں کو ایک دوسرے پر رکھنے اور دینی اوراق کی بے حرمتی کرنے سے اور بھی بے شمار نقصانات ہوتے ہیں جس کا آئے دن ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اس لئے اس بات کی فوری ضرورت ہے کہ جس طرح اپنے کپڑوں، قیمتی جوتوں اور زیورات کی حفاظت کی جاتی ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر دینی اوراق کی حفاظت کی جائے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ کسی گھر کی چار دیواری کے اندر قرآن مجید کی کسی آیت، اللہ تعالیٰ کے نام اور دینی اوراق کی کوئی بے حرمتی نہ ہو، یہ کام مشکل نہیں البتہ تھوڑا سا توجہ طلب ضروری ہے، اسی طرح گھر میں دینی کتابوں کو رکھتے ہوئے ان کے مراتب کا خوب خیال رکھا جائے، ایسا نہ ہو کہ تفسیر وحدیث کی کتاب پر کوئی تاریخی ناول رکھا ہوا ہو یا فقہ کی کتاب پر کوئی باتصویر اخبار رکھ دیا جائے آج ہی سے اپنے گھر اور کمرے کا جائزہ لیجئے اور خود کو اس مہلک گناہ اور نقصان سے بچایئے جو دیمک کی طرح اندر ہی اندر ہمارے گھروں کے سکون اور دل کے ادب کو چاٹ رہا ہے۔ (شمارہ نمبر 29)۔

قرآنی معجزہ

حافظ قرآن کا مقام: حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، قرآن شریف کو قیامت کے دن ایک انسان کی شکل عطا کی جائیگی، پس ایک شخص لایا جائیگا جس نے باوجود حافظ قرآن ہونے کے قرآن

کی مخالفت کی ہوگی، پس اس کے مقابلہ میں قرآن جو انسانی شکل میں ہوگا، بحیثیت مدعی کے ہوگا اور عرض کریگا میرا اٹھانے والا بہت ہی برا ہے، میرے حدود سے اس نے تجاوز کیا، میرے فرائض کو ضائع کردیا، جن کو میں نے گناہ قرار دیا تھا یہ ان کو بجالایا اور جن کو میں نے طاعت اور نیکی قرار دیا تھا ان کو اس نے ترک کردیا تھا، پس یہ اسی قسم کی دلیلیں پیش کرتا رہیگا، یہاں تک کہ کہا جائیگا جو تیری شان اور تیرا حال ہو پس وہ اس کا ہاتھ پکڑ لے گا اور جب تک اس کو اوندھے منہ آگ میں نہ ڈال دے گا اس کا ہاتھ نہیں چھوڑے گا، اسی طرح ایک اور شخص کو لایا جائیگا، جس نے قرآن کو یاد کیا ہوگا اور اس کے احکام کی حفاظت کی ہوگی، اس کے سامنے بھی یہ قرآن جو انسانی شکل میں ہوگا آئیگا، اس کی حمایت کرتا رہے گا اور کہے گا کہ اس نے مجھ کو حفظ کیا، میری حدود کا خیال رکھا، اور میرے فرائض کو بجالیا، میری نافرمانی سے اس نے پرہیز کیا، یہ برابر اس کی حمایت میں دلائل پیش کرتا رہے گا، یہاں تک کہ کہا جائیگا اچھا جو تیری شان ہو، پس قرآن اس کا ہاتھ پکڑ لے گا اور جب تک اس کو اچھے لباس سے آراستہ نہ کرلے گا اور شراب طہور سے سیراب نہ کردیگا، اس کا ہاتھ نہیں چھوڑے گا۔ (ابن ابی شیبہ)

امام شافعی رحمہ اللہ کا حفظ قرآن: امام شافعیؒ نے ایک ماہ میں قرآن حفظ کیا اور ہر روز ایک ختم کرتے تھے، نیز رات کو تراویح میں قرآن پڑھا کرتے تھے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کا کم عمری میں حفظ: جب علامہ ابن حجرؒ پانچ سال کی عمر میں مدرسہ میں بیٹھائے گئے تو سورۂ مریم ایک دن میں حفظ کرکے لوگوں کو حیران کردیا، صرف نو سال کی عمر میں حافظ قرآن ہوگئے، خود فرماتے تھے کہ میں نے 80 سال لوگوں کو تراویح پڑھائی۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا حفظ قرآن: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے جب پہلا حج کیا تو کراچی کے راستے کیا تھا، اس زمانے میں اسٹیمر نہیں تھی، بادبانی جہاز تھے، تو حضرت بھی بادبانی جہاز میں سوار ہوئے اور رمضان شریف آگیا، گویا شعبان میں چلے تھے، کشتی کے اندر رمضان آگیا اور اتفاق سے کوئی حافظ نہیں، تراویح سورۂ فیل سے ہوئی تو حضرت کو بڑی غیرت آئی، کہ اڑھائی تین سو آدمی جہاز میں موجود اور تراویح میں قرآن کریم نہ سنا جائے، ایک بھی حافظ نہیں، اسی دن قرآن یاد کرنے بیٹھے، روز ایک پارہ

حفظ کرتے اور رات کو تراویح میں سنا دیتے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا حفظ قرآن

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کو انگریزوں نے ۱۳۶۲ء میں گرفتار کیا تو جیل میں کوئی اور مشغلہ نہیں تھا قرآن کریم یاد کرنا شروع کر دیا اور تقریباً دو ثلث یاد کیا اور روز اسے تراویح میں پڑھا کرتے تھے تو مولانا کی عمر ۷۰، ۷۵ سال کی تھی، جبکہ اس عمر میں یادداشت کمزور ہو جاتی ہے، مگر یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے کہ جو اس کی طرف متوجہ ہو وہ خود اس کے قلب کے اندر آجاتا ہے، خود بے اعتنائی کرے تو وہ ایک طرف ہو جاتا ہے۔ (تحفۂ حفاظ) (شمارہ نمبر 60)

ترجمۂ قرآن پڑھنے کیلئے ضروری ہدایات

حضرت حکیم الامت تھانویؒ اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں: ایک ملا جی میرے پاس مترجم قرآن لائے (جس کو عام لوگ مترجم کہتے ہیں جیسے میرے ایک عزیز دیوان متنبی کو متبنی کہتے تھے) وہ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا تھا جس میں محاورہ کی زیادہ رعایت کی گئی ہے اس میں **فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق وامسحوا برء و سکم وارجلکم** کا یوں ترجمہ کیا گیا ہے کہ دھوؤ اپنے مونہوں کو اور ہاتھوں کو اور ملو اپنے سروں کو اور اپنے پیروں کو ''جس میں لفظ'' اپنے پیروں کو واقع میں مونہوں اور ہاتھوں کے ساتھ لگتا ہے جو کہ نزدیک ہے مگر وہ ملا جی قریب کے سبب یہی سمجھے کہ قریب ہے متصل ہے تو اب وہ ترجمہ دکھلا کر پوچھنے لگے کہ قرآن سے تو پاؤں کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے میں بڑا گھبرایا کہ اس جاہل کو کیونکر سمجھاؤں نہ یہ عطف کو سمجھے نہ اعراف کو تو میں نے اس سے کہا کہ ملا جی تم نے یہ کیونکر معلوم کیا کہ یہ قرآن ہے اور خدا کا کلام ہے، کہا علماء کے کہنے سے، میں نے کہا اللہ اکبر علماء اس میں تو ایماندار ہیں کہ وہ ایک عربی عبارت کو قرآن کہہ دیں اور اس میں ایماندار نہیں کہ وہ پاؤں دھونے کو فرض کہیں، بس علماء نے فرمایا ہے کہ پیروں کا دھونا فرض ہے اور مسح کرنا جائز نہیں اور نیز یہ بھی کہا ہے کہ تم جیسوں کو قرآن کا ترجمہ دیکھنا جائز نہیں، خبردار جو تم نے کبھی آئندہ ترجمہ دیکھا، بس قرآن کی تلاوت کیا کرو، ترجمہ ہرگز نہ دیکھو۔

ایک بڑے میاں کا واقعہ: اس سے بھی بڑھ کر ہمیں ایک بڑے میاں ملے جو بڑے تہجد گزار اور پابند اوراد تھے مگر قرآن کا ترجمہ دیکھ کر گمراہ ہوئے تھے، وہ مجھ سے کہنے لگے کہ جب میں قرآن پڑھا کروں تو لفظ راعنا چھوڑ دیا کروں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یا یھا الذین اٰمنوا لا تقولوا راعنا جس کا ترجمہ یہ لکھا ہے کہ اے ایمان والو ''راعنا'' مت کہا کرو، تو کیا تلاوت کے ساتھ راعنا کو نہ پڑھا کروں، میں نے ان سے کہا کہ راعنا کو تو مت چھوڑو مگر آج سے قرآن کا ترجمہ دیکھنا چھوڑ دو، کیونکہ تم کو سمجھنے کی قابلیت نہیں۔

صاحبو! ایسے ہی لوگوں نے شریعت کا ناس کیا ہے جو ترجمہ قرآن وحدیث کا دیکھ کر مجتہدین بن گئے ہیں اب اگر کیا ان کی کم لیاقتی کے سبب ان کے شبہات کا جواب نہ دیا جائے بلکہ ان لوگوں کو ترجمہ دیکھنے سے منع کیا جائے تو بعض یوں کہتے ہیں کہ علماء کو ہمارے سوالات کا جواب نہیں آتا جواب تو ہر سوال کا ہے کہ مگر یہ بتلاؤ کہ اس کا سمجھنے والا کون ہے۔

صاحبو! آپ یہ اعتراض علماء پر نہیں کرتے بلکہ خود اپنی عقل پر اعتراض کر رہے ہیں مگر آپکو خبر نہیں۔

یہی حال ان جہلاء کا ہے جو علماء پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے سوال کا جواب نہیں دیتے بلکہ ان کو اپنی عقل کی خبر نہیں کہ اس میں جواب کے سمجھنے کی اہلیت نہیں بھلا اگر کوئی سائنس کالج کے پروفیسر سے کہے کہ مجھے اقلیدس کے پہلے مقالے کی پانچویں شکل سمجھا دو اور وہ اس کی تقریر کرے اور یہ نہ سمجھ سکے اور کہے نہ معلوم یہ کیا بکتا ہے تو بتلایئے قصور کس کا ہے یقیناً سائنس کی عقل کا قصور ہے مگر جاہلوں کے نزدیک تو وہ پروفیسر ہی بکتا ہے۔

جیسے ہمارے یہاں ایک دفعہ زنانے میں وعظ ہوا ایک جولاہی بھی وعظ سننے آئی وہ کچھ دیر تو خاموش رہی جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو کہتی ہے جانے کیا کیا بھونکے ہے واقعی اس کے نزدیک تو سارا بھونکنا ہی ہوا فرمایئے اس نے یہ اعتراض اپنے اوپر کیا یا وعظ پر کیا اسی طرح اگر میں ان ملاجی کو علمی قاعدہ سے نہ سمجھا سکا تو قصور کس کا ہے ان کی عقل کی تو یہ حالت تھی کہ مہتمم مسجد نے ان سے یہ کہہ رکھا تھا کہ تاریکی کے وقت پاخانہ میں چراغ رکھ دیا کرو ایک دن آپ چراغ لے کر گئے تو پاخانہ میں کوئی طالب علم تھا آپ اس سے کہتے ہیں میاں مولوی صاحب آنکھیں بند کر لینا میں چراغ رکھونگا جی ہاں وہ تو آپ کو کپڑا پہنے ہوئے بھی نہ

دیکھیں اور آپ اس کو ننگا دیکھ لیں، اب ایسے کم عقل کو کوئی کس طرح سمجھائے۔

بس یہ ایسے شخص کا جواب یہی ہے کہ تم جس طریقہ سے قرآن کا قرآن ہونا معلوم ہوا اسی طریقہ سے اس کے احکام بھی معلوم کرو تم کو خود معانی سمجھنے کا کوئی حق نہیں یہ تفصیل میں نے اس لئے کی تا کہ آپ ترجمہ قرآن دیکھ کر اپنے کو ماہر نہ سمجھیں جو لوگوں میں بڑا مرض ہے (تواصی بالحق)

درس قرآن وحدیث کے آداب

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے وعظ ''دعوت وتبلیغ'' میں فرماتے ہیں کہ ہر شخص کو تقریر اور وعظ نہیں کرنا چاہئے ہاں اگر وعظ کہنے کیلئے کوئی بڑا کسی جگہ بٹھا دے تو اس وقت بڑوں کی سرپرستی میں اگر کام کرے اور اللہ تعالیٰ سے مدد بھی مانگتا رہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس فتنے سے محفوظ رکھتے ہیں۔ وعظ اور تقریر بھی ذرا ہلکی بات ہے، لیکن اب تو درس قرآن اور درس حدیث دینے تک نوبت پہنچ گئی ہے، جس کے دل میں بھی درس قرآن دینے کا خیال آیا، بس اس نے درس قرآن دینا شروع کر دیا حالانکہ قرآن کریم وہ چیز ہے جس کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص قرآن کریم کی تفسیر میں علم کے بغیر کوئی بات کہے تو وہ شخص اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ جل شانہ کی کتاب میں اپنی رائے سے کرے اگر صحیح بھی کرے تو بھی اس نے غلط کام کیا کیا اتنی سنگین وعید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے اس کے باوجود آج یہ حال ہے کہ اگر کسی شخص کو کتابوں کے مطالعے کے ذریعے دین کی کچھ باتیں معلوم ہو گئیں تو اب وہ عالم دین بن گیا، اور اس نے درس قرآن دینا شروع کر دیا، حالانکہ یہ درس قرآن اور درس حدیث ایسا عمل ہے کہ بڑے بڑے علماء اس سے تھراتے ہیں چہ جائیکہ عام آدمی قرآن کریم کا درس دے اور اس کی تفسیر بیان کرے۔

حضرت مفتی صاحبؒ اور تفسیر قرآن کریم

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عمر کے ستر پچھتر سال دین کے علوم پڑھنے پڑھانے میں گزارے، آخر عمر میں جا کر ''معارف القرآن'' کے

نام سے تفسیر تالیف فرمائی، اس کے بارے میں آپ مجھ سے بار بار فرماتے تھے کہ معلوم نہیں کہ اس قابل تھا کہ یہ قلم اٹھاتا، میں تو حقیقت میں تفسیر کا اہل نہیں ہوں، لیکن حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کو میں نے آسان الفاظ میں تعبیر کر دیا ہے ساری عمر یہ فرماتے رہے، بڑے بڑے علماء تفسیر پر کلام کرتے ہوئے تھراتے رہے۔

اپنے عمل سے اچھی مثال قائم کرنی چاہیے

ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک رئیس کے یہاں کوئی تقریب تھی اس میں بڑے بڑے لوگ مدعو تھے، اہل محفل کو کھانا رکھا جارہا تھا کہ ایک بھنگی آیا آکر عرض کیا کہ میاں سلام، میاں میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں، رئیس صاحب نے سب کام چھوڑ کر اسے مسلمان کیا اور خدمت گار کو حکم دیا اس کو حمام میں لے جا کر غسل کراؤ اور ہمارے جوڑوں میں سے ایک جوڑہ پہنا کر لاؤ تمام حاضرین کو حیرت ہوئی خدمات گار نے غسل دلا کر جوڑہ پہنا کر حاضر کر دیا حکم دیا کہ دستر خوان پر بٹھلاؤ دستر خوان پر بڑے بڑے لوگ تھے یہ دیکھ کر لوگوں کے تیور بدل گئے رئیس صاحب نے فرمایا کہ آپ صاحبان پریشان نہ ہوں آپ کے ساتھ اس کو نہ کھلاؤں گا اس کے ساتھ میں کھاؤں گا یہ اس قدر پاک صاف ہے کہ اس وقت تمام مجلس میں کوئی ایسا پاک صاف نہیں ہے یہ ابھی مسلمان ہوا ہے اس کے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں اس کے ساتھ کھانے کی دولت میں نے اپنے لئے تجویز کی ہے آپ حضرات کی قسمت ایسی کہاں کہ ایسے شخص کے ساتھ کھا کر برکت اور شرف حاصل کریں، آپ گھبراؤ نہیں میں اس کے ساتھ کھاؤں گا غرض کہ اس نومسلم کے ساتھ اسی وقت بیٹھ کر کھانا کھالیا کس قدر بے نفسی اور حق پرستی کی بات ہے ایک مرتبہ ساری عمر میں مجھ کو بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا میں کالپی گیا تھا، ایک شخص نہایت صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے جامع مسجد میں نماز پڑھنے آیا، بعض لوگوں نے مجھ سے کہا یہ نومسلم ہے، پہلے بھنگی تھا اب مسلمان ہوگیا، یہاں کے چودھری ساتھ کھلانا تو بڑی بات ہے اس کی چھوئی ہوئی ہاتھ کی چیز کو بھی قبول نہیں کرتے، میرا وہاں پر جانا ایک جلسہ کی وجہ سے ہوا تھا، اس جلسہ میں بڑے بڑے لوگ جمع

تھے اور وہ نومسلم بھی تھا بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اس موقعے پر ان لوگوں کو سمجھا دو کہ ایسا بچاؤ اور پرہیز مسلمان ہوجانے کے بعد نہیں کرنا چاہئے اس میں اس کی دل شکنی ہے میں نے دل میں خیال کیا کہ دل شکنی بھی نہیں اس میں تو دین شکنی کا بھی اندیشہ ہے مگر تیرے سمجھانے اور زبان سے کہہ دینے سے کیا کام چلے گا، یہ لوگ پرانی وضع کے ہیں کیا اثر قبول کریں گے میں نے کہا کہ بہت اچھا میں سمجھاتا ہوں ایک لوٹے میں پانی منگاؤ غرض کہ پانی آیا میں نے اس نومسلم سے کہا کہ اس کی ٹونٹی سے منہ لگا کر پانی پیو اس نے پیا اس کے ہاتھ سے لوٹا لے کر اور اسی طرح منہ لگا کر اس کا بچا ہوا پانی جھوٹا میں نے پیا پھر میں نے اس مجمع کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم بھی پیو اس وقت سوائے مان لینے کے اور پینے کے کسی کو کوئی عذر نہ ملا سب نے طوعاً و کرہاً پیا، اس کے بعد میں نے ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو اب اس نومسلم سے پرہیز نہ کرنا کہنے لگے جب اب پرہیز کرنے کا ہمارا منہ ہی کیا، تدبیر ہی ایسی اختیار کی کہ ہمارا سارا دھرم ہی لے لیا اب اطمینان رکھئے اس کو تو ہم ساتھ کھلا پلا بھی لیا کریں گے۔

(از افادات حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ شمارہ نمبر 31)

اور...... ستم یہ بھی تو ہے!

ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ کے دوسرے ہفتہ کے ''ضرب مؤمن'' میں رنگین صفحہ پر ایک مضمون ''ستم یہ بھی تو ہے'' دیکھا، مضمون پڑھ کر صاحب مضمون حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہ العالی کے لئے دل سے بے ساختہ دعائیں نکلنے لگیں کیونکہ یہ مضمون اس دور کی بہت بڑی علمی خیانت اور ظلمت کے خلاف ایک مدلل احتجاج تھا۔

قرآن کریم پوری انسانیت کیلئے ہدایت کا سرچشمہ ہے، مسلمان اس کتاب کے حق سچ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور یقیناً اس صحیفۂ الٰہی پر کوئی آدمی اپنی اجارہ داری کا دعویدار نہیں بن سکتا، ہر مسلمان اپنی اپنی جگہ اس سے اپنی محبت اور عقیدت کی دولت پر بجا طور پر نازاں ہے، کوئی کسی کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کتاب پر میرا ایمان معتبر ہے تیرا نہیں ہے۔ مگر قرآن کریم کے حوالہ سے مذکورہ بالا مضمون میں جس اہم پہلو پر گفتگو کی گئی ہے وہ جذبات و

احساسات کے تلاطم کا میدان نہیں ہے بلکہ ایک سنجیدہ اور اصولی پہلو ہے وہ ہے قرآن کریم کی تفسیر کی اہلیت واستحقاق کا موضوع۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس لئے اپنے اندر بے پناہ تاثیر، جامعیت، گہرائی اور ہمہ گیریت رکھتا ہے اس میں وعظ ونصیحت بھی ہے اور ترغیب وترہیب بھی، اقوام گذشتہ کے واقعات بھی ہیں اور موجودہ زمانہ کیلئے رہنمائی بھی ہے، مابعد الطبیعاتی حقائق کا بیان بھی ہے اور انسانی سماج میں پیش آمدہ روزمرہ کے مسائل کا حل بھی ہے، انسانی زندگی کو کامیاب بنانے کے اصول بھی ہیں اور جزئیات کی وضاحت بھی ہے ایشیاء کیلئے بھی اس میں راہنمائی ہے اور یورپ کیلئے بھی، جس طرح چودہ سو سال قبل کے دور میں ایک زوال پذیر معاشرہ کو اوج ترقی پر لے گیا اسی طرح آج بھی اقوام عالم کی نجات اسی کی پیروی میں ہے اور قیامت تک کیلئے ہے۔

قرآن کریم کی تاثیر اور وعظ ونصیحت کا پہلو تو ایسا ہے کہ کسی بھی وقت اور کوئی بھی آدمی اس سے متاثر ہو کر اپنی زندگی کا رخ بدل سکتا ہے اور اس کے بے شمار واقعات موجود ہیں۔

لیکن جہاں تک قرآن کریم کی تفسیر کا تعلق ہے وہ ایک اصولی میدان ہے اس کے لئے مخصوص علمی صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے، تفسیر کا حق وہی رکھتا ہے جو اس موضوع پر کام کرنے کی شرائط پوری کر چکا ہے، کسی ریٹائر اور بے کار آدمی کا یہ کام نہیں ہے جس آدمی نے ساری زندگی فوج میں، میڈیکل میں، زمینداری میں، یا زندگی کے کسی اور شعبہ میں گذار دی اور ایک دم اسے مفسر قرآن بننے کا شوق ہوا اور اس نے تفسیر قرآن لکھنا شروع کر دی اس طرح تو نیم ملا خطرہ ایمان والی بات ہے، یہ قرآن کریم کی خدمت نہیں بلکہ نعوذ باللہ قرآنی تعلیمات کو مسخ کرنے والی بات ہے۔

افسوس کہ اب یہ وباء عام ہو رہی ہے جیسا کہ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب نے لکھا ہے:

یہاں تک کہ ہم نے پنجاب کی فلم انڈسٹری سے تعلق رکھنے والے ایک مشہور گلوکار و اداکار کے بارے میں اخبارات میں پڑھا کہ اس نے بھی قرآن کی تفسیر لکھی ہے۔

ہمارے مشاہدے میں بھی ایک صاحب ہیں جن کے والد صاحب حکیم تھے اور وہ خود وکیل، جب والد صاحب کا انتقال ہوا تو انہوں نے والد صاحب کا مطب سنبھال لیا، ایک دن ہمارے پاس آئے تو فرمانے لگے میں قرآن کریم کی تفسیر لکھ رہا ہوں جو لغت کے

عین مطابق ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حالانکہ یہ تو ایسا نازک ومحتاط موضوع ہے کہ بڑے بڑے عبقری علماء بھی ڈرتے گئے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معارف القرآن کے بارے میں فرمایا کہ میں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر اور شیخ العالم حضرت مولانا محمود حسن دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کی تسہیل کی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ تفسیر قرآن لکھنے کے لئے پندرہ علوم میں مہارت ضروری ہے اور اب حالت یہ ہے کہ بعض ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو عربی زبان کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں اور وہ جگہ جگہ درس قرآن دیتے پھرتے ہیں اور قرآن وسنت کے انقلاب کے لیڈر بنے پھرتے ہیں اور پھر اپنا بھرم رکھنے کیلئے نہ جانے کس قدر دور از کار حیلہ طرازیوں سے کام لے رہے ہیں ایسے لوگوں کی یہ جدوجہد فتنہ سے کم نہیں ہے، بعض دفعہ اس طرح کی غیر مستند کاوشیں کرنے والے ایمان کے ڈاکو ثابت ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت مولانا شیخوپوری نے ڈاکٹر غلام احمد پرویز کی تحریف قرآن پر مشتمل تحریروں کے اقتباسات پیش کئے ہیں، مگر اب یہ فتنہ انگیزی پرویزیوں تک محدود نہیں رہی پرویزیوں کے اندر کی کالک تو کافی حد تک طشت ازبام ہو چکی ہے، پرویزیوں کے علاوہ کئی دوسرے مراکز سے یہ جسارت ہو رہی ہے کہ اسلامی تاریخ کے چودہ سو سالہ سرمایہ قرآنیات پر غلبۂ اسلام کے دور کے علمائے راسخین کے کام کو خصوصاً ہر آنے والے دور کی ضروریات کے تحت علمائے مجتہدین کے قرآن وحدیث سے استنباط واجتہاد کے خالص دینی کام اور قرآن وحدیث کی لازوال خدمت کو جھٹلا کر سادہ لوح عوام کو قرآن و حدیث کے عنوان سے جمع کر کے اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ اور اکابر راسخین علماء سے کاٹا جا رہا ہے اور مادر پدر آزاد بے سند علم کے دعویدار عام لوگوں کو اپنی خود رائی کا شکار کر رہے ہیں، اس کا سد باب بھی از حد ضروری ہے، قرآن کا لفظی ترجمہ سکھانے کے بہانے سے اور نہ معلوم غلط فہمیوں اور خوش فہمیوں میں ڈال کر اتارنے کی کوشش کی جا رہی ہے، ہم نے ایک کوشش ان فتنوں کے سد باب کیلئے یہ کی ہے کہ اردو میں دستیاب تمام مستند تفاسیر کے اہم

مضامین کو یکجا اقتباس کرکے قرآن کریم کے متن اور ترجمہ کے تحت ''گلدستہ تفاسیر'' کے نام سے شائع کیا ہے تاکہ عوام الناس مستند علماء کی تفاسیر کا مطالعہ کرسکیں، مرتب نے اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں لکھا، مصروفیت کا دور ہے اس لئے ہم نے اکابر علماء کی راہنمائی میں یہ کام سرانجام دیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عوام وخواص میں مقبولیت عطا فرمائی ہے۔

ہم بھی آخر میں حضرت مولانا شیخوپوری والی درخواست انہیں کے الفاظ میں علمائے کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کہ ''کہیں ان چوہدریوں، ڈاکٹروں اور پروفیسروں کا درس قرآن اور تفسیر قرآن کے میدان پر تسلط اس لئے تو نہیں کہ آپ نے اپنی ''بے پناہ مصروفیات'' کی وجہ سے یہ میدان ان کیلئے خالی چھوڑ دیا ہے؟ جو گھر خالی ہوں گے وہاں جن اور بھوت ڈیرہ جما ہی لیں گے، پھر وہ ستم ڈھائیں یا تباہی مچائیں، سب کچھ دیکھنا ہی پڑے گا!''۔ (شمارہ نمبر 42)

دوازدہ کلمات

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے خدائے تعالیٰ کی کتاب (توریت شریف) سے بارہ کلمات منتخب کئے ہیں اور ہر روز میں ان میں تین بار غور کرتا ہوں وہ کلمات حسب ذیل ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو ہرگز کسی شیطان اور حاکم سے نہ ڈر جب تک کہ میری بادشاہت باقی ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو کھانے پینے کی فکر نہ کر جب تک میرے خزانے کو تو بھرپور پاتا ہے اور میرا خزانہ ہرگز خالی نہ ہوگا۔

۳- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان جب تو کسی امر میں عاجز ہوجائے تو مجھے پکار تو البتہ مجھے پائے گا اس لئے کہ تمام چیزوں کا دینے والا اور نیکیوں کا دینے والا میں ہوں۔

۴- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تحقیق کہ میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں، پس تو بھی میرا ہی ہوجا اور مجھ ہی کو دوست رکھ۔

۵- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو مجھ سے بے خوف نہ ہو جب تک کہ تو پل صراط سے نہ گذر جائے۔

۶- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان میں نے تجھ کو خاک، نطفہ، علقہ اور مضغہ سے پیدا کیا اور بکمال قدرت پیدا کرنے میں عاجز نہیں ہوا، تو پھر دو روٹی دینے میں کس طرح عاجز ہوں، پس تو دوسرے سے کیوں مانگتا ہے؟

۷- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان میں نے تمام چیزیں تیرے لئے پیدا کی ہیں اور تجھ کو اپنی عبادت کے لئے لیکن تو اس چیز میں پھنس گیا جو تیرے ہی لئے پیدا کی تھی اور غیر کی وجہ سے مجھ سے دوری اختیار کر لی۔

۸- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تمام چیزیں اور ہر شخص اپنے لئے کوئی چیز طلب کرتا ہے اور میں تجھ کو تیرے لئے چاہتا ہوں اور تو مجھ سے بھاگتا ہے۔

۹- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو خواہشات نفسانی کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہو جاتا ہے اور کبھی میری وجہ سے اپنے نفس پر ناراض نہیں ہوتا۔

۱۰- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تجھ پر میری عبادت ضروری ہے اور مجھ پر تجھے روزی دینا مگر تو اپنے فریضے میں اکثر کوتاہی کرتا ہے اور میں تجھے روزی دینے میں کبھی کمی نہیں کرتا۔

۱۱- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو آئندہ کی روزی بھی آج ہی طلب کرتا ہے اور میں تجھ سے آئندہ کی عبادت نہیں چاہتا۔

۱۲- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان جو کچھ میں نے تجھ کو دے دیا ہے اگر تو اس پر راضی ہو جائے تو ہمیشہ آرام و راحت میں رہے گا اور اگر تو اس پر راضی نہ ہو تو میں تجھ پر دنیا کی حرص مسلط کر دوں گا کہ وہ تجھ کو در بدر پھرائے کتے کی طرح دروازوں پر ذلیل کرائے اور پھر بھی تو شے مقدر کے علاوہ کچھ نہ پائے گا۔ (شمارہ نمبر 8)

سجدۂ تلاوت کا طریقہ اور مسائل

سجدہ تلاوت بھی نماز وتر کی طرح واجب ہے قرآن پاک میں حنفیہ کے نزدیک کل چودہ ۱۴ سجدے ہیں ہر سجدہ کی آیت پڑھنے یا سننے پر ایک سجدہ کرنا واجب ہے۔

ماشاء اللہ ماہ رمضان میں تلاوت کی توفیق ہوتی ہے، مگر تلاوت والے سجدے کرنا بعض

لوگ بھول جاتے ہیں اور بعض اس کو اتنا اہم نہیں سمجھتے اس لئے کچھ ضروری مسائل ملاحظہ ہوں۔

طریقہ سجدہ تلاوت: سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کریں، اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائیں، سجدہ میں کم از کم تین دفعہ سبحان ربی الاعلیٰ کہہ کر پھر اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھالیں، بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہوکر پہلے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائیں پھر اللہ اکبر کہہ کر کھڑے ہوجائیں اور اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلے گئے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر اٹھ کر بیٹھیں، سجدہ ادا ہوگیا، اسمیں سلام نہیں پھیرتے۔

مسائل سجدہ تلاوت: (۱) اگر ایک جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی کئی آیتیں پڑھیں تو بھی جتنی آیتیں پڑھیں اتنے سجدے کرنے ہونگے۔

(۲) ایک آیت اگر ایک جگہ بار بار پڑھی ایک مرتبہ بیٹھ کر دوسری مرتبہ کھڑے ہوکر پڑھی مگر چلے پھرے نہیں تو ایک ہی سجدہ واجب ہوتا ہے، اگر اٹھ کر چلے گئے دوبارہ آکر وہیں وہی آیت پھر پڑھی تو اب نیا (دوسرا) سجدہ واجب ہوگا۔

(۳) اگر کمرہ یا گھر بڑا ہو تو دوسرے کونے میں جا کر دہرانے سے دوسرا سجدہ واجب ہوگا اور تیسرے کونے پر تیسرا سجدہ۔

(۴) اگر سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرلیا پھر اسی جگہ نماز کی نیت باندھ لی اور وہی آیت نماز میں دہرائی تو نماز میں پھر سجدہ کرنا لازمی ہے۔

(۵) ساری سورت کو پڑھنا اور سجدہ کی آیت کو چھوڑ دینا مکروہ اور منع ہے۔

(۶) بعض عورتیں قرآن پاک پر ہی سجدہ کرلیتی ہیں اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا اور ذمہ سے نہیں اترتا۔

(۷) اگر حیض یا نفاس کی حالت میں کسی سے سجدہ کی آیت سن لی تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوا، اور اگر ایسی حالت میں آیت سنی کہ عورت پر نہانا واجب تھا تو نہانے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔ (بہشتی زیور)

(۸) اگر گذشتہ بہت سے سجدے (تلاوت) رہ گئے ہیں تو موت سے پہلے پہلے ادا کرنے صروری ہیں ورنہ گنہگار ہوگا۔

اس لئے بہتر ہے کہ جلد از جلد ہر بالغ مرد وعورت اپنے سجدہ تلاوت کا غالب گمان کے حساب سے کل شمار کر کے ادا کرنا شروع فرمادیں اور بہت بڑی ذمہ داری سے سبکدوش ہوں، آگے اولاد اور بچوں کو شروع ہی سے اس کی فکر رکھنے کی تاکید کرتے رہیں۔شکریہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ تلاوت میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ سجد و جھی للذی خلقه وشق سمعه و بصره بحوله وقوته (ابوداؤد) (شمارہ نمبر 51)

قرآن ہم سے کیا چاہتا ہے؟

بسم الله الرحمن الرحيم انا نحن نزلنا الذكر و انا له لحفظون.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' بے شک ہم نے الذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی یقینی طور پر اس کی حفاظت کرنیوالے ہیں''۔ ''یہ قرآن مجید کی بہت مختصر سی آیت ہے جو چند لفظوں پر مشتمل ہے''۔

وانا له لحفظون کے اندر پچاس اعلانات ہیں، اس کے اندر اعلان ہے کہ ہم اس کتاب کو، اس کتاب کے اندر جو مطالب ہیں ان مطالب کو بھی زندہ رکھیں گے، ہم اس پر عمل کرنے کے سلسلہ کو بھی باقی رکھیں گے، ہم اس کتاب کی حفاظت کرنے والوں کی بھی حفاظت کریں گے، اس کتاب کو یاد کرنے والوں کی بھی عزت کرائیں گے اس کتاب کا علم حاصل کرنے والوں کے سلسلہ کو بھی ہم باقی رکھیں گے ہم اس زبان کو بھی محفوظ رکھیں گے جس زبان میں یہ نازل ہوئی ہے اس زبان کے ان علوم کو بھی باقی رکھیں گے جو اس زبان کے سیکھنے کے لئے ضروری ہیں ان مقامات کی بھی حفاظت کریں گے، اس ملک کی بھی حفاظت کریں گے جہاں کی اور جس ملک کی یہ زبان ہے۔

مٹ نہیں سکتا کبھی مرد مسلماں: میں ایک قدم اس سے آگے بڑھ کے یہ کہتا ہوں کہ مختلف ممالک کے مسلمان بھی اسی حالت میں محفوظ اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہمارے ساتھ ہیں، جب کہ ہم قرآنی علوم اور قرآنی تعلیمات کو سینے سے لگائے رکھیں، ان کی نشر و اشاعت، ان کی خدمت، ان کے درس وتدریس، ان کے تعلیم وتعلم کا اہتمام کریں گے، آج

ہم مسلمانوں کی حفاظت کی سب سے بڑی ضمانت یہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ **وانا له لحفظون** ہم اس قرآن کے محافظ ہیں تو اس کے حاملین کے بھی محافظ ہیں، یہ نہیں ہوسکتا کہ اذان رہے، مؤذن نہ رہے۔

مٹ نہیں سکتا کبھی مرد مسلمان کہ اس کی اذانوں سے فاش سر کلیم وخلیل

اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ''ہم نے الذکر کو نازل کیا، اور ہم اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں، اس کی حفاظت کر کے رہیں گے، ساری دنیا ایک طرف ہو تو کچھ نہیں **انما امره اذا اراد شيا ان يقول له كن فيكون** اس کا تو بس کن کہہ دینا کافی ہے۔

ہمارے تحفظ کا راز: اس **وانا له لحفظون** میں ساری حفاظتیں اور ضمانتیں ہیں، اس لئے مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے کو اس سلسلہ میں داخل کریں، اس کشتی نوح علیہ اسلام میں اپنے کو بٹھادیں، کشتی نوح علیہ السلام کہتا ہوں کہ **لاعاصم اليوم من امر الله الا من رحم** ایک ہی جگہ تھی طوفان نوح علیہ اسلام سے بچنے کی، اس وقت بھی اگر کوئی جگہ ہوسکتی ہے، جب کہ ایک سیلاب اڈا چلا آرہا ہے، ساری دنیا پر مادیت کا، نفس پرستی کا، خواہش پرستی کا، قوت پرستی کا، طاقت پرستی کا یہ سب کو لے ڈوبے گا، اس وقت پناہ کی کوئی جگہ نہیں پناہ کی جگہ تو اس وقت کشتی نوح علیہ السلام تھی اور اس وقت کشتی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کشتی اسلام ہے، کشتی قرآن ہے جو اس میں جگہ حاصل کرلے گا، بچے گا، مسلمانوں کی حفاظت کی دنیا میں کوئی جگہ نہیں سوائے اس کے کہ ہم قرآن مجید کے سائے کے نیچے آجائیں، جس کی حفاظت کا اللہ نے وعدہ کیا ہے، اس کے سائے میں جو آجائے گا وہ محفوظ ہوجائے گا، ہمارے تحفظ کا راز، ہماری صیانت وحفاظت کا راز قرآن کی بقاء میں ہے، قرآن مجید کی تعلیمات کی بقاء میں ہے اور اس پر عمل کرنے میں ہے اپنی طرف سے اس کی حفاظت واشاعت میں ہے یہ ضمانت اللہ کی طرف سے ہے۔ (از افادات: مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ شمارہ نمبر 54)

منکر قرآن سے مفسر قرآن تک (مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ)

آپ اردو کے مشہور صاحب طرز ادیب، دسیوں کتابوں کے مصنف، مفسر قرآن، ماہنامہ ''صدق'' کے مدیر تھے جنہیں اس دور میں ادب وانشاء کے قلمرو کی حکمرانی ملی تھی ان

کی زندگی عجائبات کا مجموعہ تھی، مغربی مصنفین اور اونچی ڈگریوں اور اسناد کے حامل مدبرین فن کی تحقیقات عالیہ سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے شرمانے لگے، مولانا کے والد کی وفات نومبر ۱۹۱۲ء مکہ مکرمہ میں دوران حج ہوئی، وفات سے قبل مرحوم نے غلاف کعبہ کو تھام کر، اشک بہا کر، گڑگڑا کر اپنے لخت جگر کی ہدایت و بازیابی کی دعائیں قلب کی گہرائیوں سے کیں اور یہ دعائیں رنگ لا کر رہیں، یکا یک دس برس کے ارتداد والحاد کے مد میں جزر کے آثار ظاہر ہونے لگے، مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ کی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زخمی دل پر مرہم رکھا، نامور ظریف شاعر حضرت اکبر الہ آبادی نے اپنے میٹھے انداز میں دل کو متاثر کیا، مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ کے سوز اور درد نے خاموش دل پر چوٹیں لگائیں، مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ نے تو کایا ہی پلٹ دی اور شکوک وشبہات کافور کردیئے، مکتوبات مجدد سرہندی رحمہ اللہ نے منزل کا تعین کردیا، پہلی بیعت حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے کی لیکن بالآخر عقیدت ومحبت کی دولت حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی چوکھٹ پر نثار کردی، اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حضرت کے فیض صحبت سے کل کا ملحد، مفسر قرآن و مفکر اسلام اور خادم ملت بن کر رہا۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے بیعت ہونے کے بعد یہ کیفیت تھی کہ جتنی دیر حضرت تھانویؒ کی خدمت میں بیٹھتے آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور ان کے قلب کی عجیب کیفیت ہوتی، اس مجلس سے فارغ ہوکر جب یہ گھر تشریف لے گئے تو مولانا عبدالماجد صاحب نے حضرت تھانویؒ کو خط لکھا کہ میں تو آپ کے کشف (باطنی آنکھ) کا قائل ہوگیا، اس لئے کہ جتنے سوالات ذہن میں لے کر گیا تھا، آپ کی مجلس میں انہیں کے جواب میں آپ کی تقریریں ہوئیں، میں آپ کے کشف کا قائل ہوگیا۔

حضرت تھانویؒ نے اس کے جواب میں لکھا کہ بھائی مجھے کبھی کشف نہیں ہوا اور نہ میرے اندر کشف کی صلاحیت ہے اس لئے کہ کشف سادہ طبیعت میں زیادہ ہوتا ہے اور میں متحرک ہوں اور جس کی طبیعت میں فکر رہی ہے اس کے اندر یکسوئی نہیں رہتی جو کشف کے

لئے ضروری ہے تو مجھے نہ کبھی کشف ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوسکتا ہے یہ تو آپ کا حسن ظن ہے، اس پر مولانا نے لکھا کہ اب تو میں اور زیادہ قائل ہو گیا اس لئے کہ صاحب کشف یہ تھوڑے ہی کہا کرتا ہے کہ مجھ کو کشف ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ آپ ضرور صاحب کشف ہیں تو حضرت تھانویؒ نے پھر لکھا کہ اگر آپ کے ذہنی سوالات کے جواب میری زبان پر آئے تو اس کا تعلق کشف سے نہیں، زیادہ سے زیادہ اسے فراست کہیں گے کہ آپ کے دل میں جو سوال تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب میری زبان سے ادا کردیا، اس کو فراست ایمانی کہیں گے، کشف نہیں کہیں گے، تو مولانا عبدالماجد صاحب نے لکھا کہ اگر اس کو فراست مانا جائے تو ایک دو بات میں ہو، چالیس سوال لے کر گیا تھا، سب کے سب فراست میں کیسے آگئے؟ یہ امر اتفاقی نہیں ہے، کشف ہے تو حضرت تھانویؒ نے پھر جواب میں لکھا کہ مجھے تو کشف ہوتا نہیں لیکن جب تم میرے کشف کے قائل ہو تو مجھے بھی انکار کی ضرورت نہیں، ہوتا ہوگا"۔

اس کے بعد لکھا کہ کشف کمالات مقصودہ میں سے نہیں اگر آدمی دعویٰ بھی کرے کہ مجھے کشف ہوتا ہے تو وہ متکبر نہیں کہلائے گا، اس لئے کہ کشف مقصود نہیں جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ الحمدللہ میری آنکھیں ہیں اس سے دیکھتا ہوں اسے کوئی فخر وغرور نہیں۔ کہے گا تو کشف ایک باطنی آنکھ ہے، اگر کسی کو ہوجائے تو یہی کہیں گے کہ باطنی آنکھ کھل گئی اور وہ مقصود کمال نہیں۔

اگر میں دعویٰ بھی کروں کہ مجھے کشف ہوتا ہے تو وہ کبر میں داخل نہ ہوگا، لہٰذا جب آپ نہیں مانتے تو میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ ضرور کشف ہوتا ہوگا اور میری آپ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص دکان پر جائے اور کوئی چیز خریدے اور دکاندار وہ چیز سامنے رکھ کر یوں کہے کہ یہ چیز ہے اس کے اندر فلاں فلاں عیب ہیں اگر عیب نہ ہوتا تو میں آپ کو دس روپیہ پر دیتا لیکن عیب کی وجہ سے صرف ۶ روپیہ میں دے رہا ہوں، گاہک کہنے لگا کہ یہ تو آپ کے کہنے کی بات ہے یہ تو بارہ روپیہ کی ہے مگر دکاندار کہہ رہا ہے کہ یہ کم قیمت ہے اس میں عیب ہیں مگر گاہک نہیں مانتا تو دکاندار کہتا ہے کہ بھائی تم ۱۲ روپیہ میں خرید لو جب نہیں مانتے تو ہمارا کیا نقصان اس میں تو ہمارا فائدہ ہی ہے تو یہی مثال ہے کہ میں تو انکار کرتا ہوں کہ مجھے کشف نہیں ہوتا لیکن آپ نہیں مانتے تو اب میں بھی کہتا ہوں کہ ہوتا ہوگا۔

ایک مرتبہ مولانا عبدالماجد صاحب اور مولانا عبدالباری صاحبؒ ندوی کا خط پہنچا اس وقت مولانا عبدالباری صاحبؒ حیدرآباد جامعہ عثمانیہ میں پروفیسر تھے، دوڈھائی مہینہ کی چھٹیاں ہوئیں تو انہوں نے حضرت کو لکھا کہ حضرت چھٹی ہورہی ہے اور جی چاہتا ہے کہ یہ وقت ہم وہیں گذاریں تو آیا دیوبند میں رہ کر یہ وقت گزاریں یا تھانہ بھون میں جو آپ کا مشورہ ہو! حضرت نے بڑا عجیب اصولی جواب دیا فرمایا کہ اگر جامعیت مقصود ہے تو دیوبند چلے آؤ اور اگر جمعیت مقصود ہو تو تھانہ بھون چلے آؤ مولانا ندوی نے لکھا کہ مجھے جمعیت مقصود ہے اس لئے تھانہ بھون ہی حاضر ہوں گا، چنانچہ یہی کیا۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے ملاقات کے بعد سید اکبر حسینؒ نے کہا کہ اگر تم ان سے وابستہ ہوجاؤ تو کچھ اور کیفیت پیدا ہوجائے گی، چنانچہ مولانا عبدالماجد صاحب اور مولانا عبدالباری صاحب ندوی دیوبند تشریف لائے اور مولانا مدنیؒ سے بیعت کی درخواست کی تو مولانا نے فرمایا کہ جب جماعت کے سب سے بڑے بزرگ موجود ہیں تو تم یہاں کیوں آئے، حضرت تھانویؒ کے پاس کیوں نہیں گئے؟

ان حضرات نے کہا کہ وہاں کے قواعد وضوابط بڑے سخت ہیں، شاید ہم برداشت نہ کرسکیں، حضرتؒ نے فرمایا کہ کیسے قواعد وضوابط؟ مولانا مدنیؒ ان حضرات کو خود لے کر تھانہ بھون گئے، حضرت تھانویؒ کے یہاں صبح کو چار گھنٹہ کی مجلس ہوتی تھی اس میں مخصوص حضرات شامل ہوتے تھے اس مجلس میں گئے تو حضرت تھانویؒ نے اس مجلس میں بہت علوم بیان فرمائے، ان کا دل بالکل وابستہ ہوگیا، جب مجلس ختم ہوگئی تو مولانا مدنیؒ نے فرمایا کہ حضرت میں ان کو لے کر حاضر ہوا ہوں۔ بیعت فرمالیں، حضرت نے فرمایا کہ آپ نے خود کیوں بیعت نہ کرلی؟ تو حضرت مدنیؒ اپنی عادت کے مطابق فرمانے لگے کہ حضرت میں ناکارہ ہوں نااہل ہوں کسی کام کا نہیں ہوں وغیرہ۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ دیکھئے میں نہ کوئی متکبر ہوں نہ متواضع، ایک سادہ سا آدمی ہوں، نہ آپ اتنے نالائق ہیں کہ ان کی خدمت نہ کرسکیں اور نہ میں اتنا نالائق ہوں کہ ان کی خدمت نہ کرسکوں، لیکن فائدہ آپ سے ہی پہنچے گا، کیونکہ ماشاء اللہ آپ بھی خادم قوم

ہیں اور یہ بھی خادم قوم ہیں تو پیر مرید میں توافق ہو جائے گا، تو آپ لوگ نادم قوم ہیں اور میں نادم قوم ہوں تو یہ میرے ساتھ وابستہ نہ ہوں گے اور ان کو فائدہ بھی نہ ہوگا، فائدہ آپ سے پہنچے گا، کیونکہ جب تک پیر مرید میں طبیعتوں کا تفاوق نہ ہوافادہ اور استفادہ نہیں ہوتا، حضرت مولانا مدنیؒ نے پھر وہی فرمایا کہ حضرت میں ناکارہ ہوں وغیرہ وغیرہ۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اب میں درمیانی بات کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بیعت تو آپ کرلیں اور تلقین ہمارے ذمہ کردیں، پھر حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ حضرت میں اس لائق نہیں تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اب میں حکم کرتا ہوں تو حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ جب آپ حکم کرتے ہیں تو میں حکم کی تعمیل کروں گا اور ان کو الگ لے جا کر بیعت فرمایا اور تعلیم سپرد کردی۔

(مجالس حکیم الاسلام مولانا عبدالماجد دریا آبادی کا مختصر تعارف شمارہ نمبر 57)

منکر قرآن سے مفسر قرآن تک

گذشتہ اقساط میں آپ نے مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے ابتدائی حالات اور پھر حکیم الامت کی صحبت اور برکت سے زندگی میں رونما ہونے والی خوشگوار تبدیلیوں سے متعارف ہو چکے ہیں، مولانا نے اپنے مرض وفات میں ایک تفصیلی خط حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے نام لکھا جس میں اپنی کوتاہیوں، لغزشوں، وساوس اور اپنے گناہوں پر بیقراری کا اظہار فرمایا تھا اور حسن خاتمہ کے لئے دعا کی درخواست کی تھی، حضرت حکیم الاسلام نے اس پر جو حکیمانہ جواب تحریر فرمایا حاضر خدمت ہے، جواب پڑھئے اور سوچئے نیک صحبت نے کس طرح ان کی زندگی میں انقلاب برپا کیا اور یوں ایک منکر قرآن مفسر قرآن بن گیا۔

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کا جواب۔ سلام مسنون نیاز مقرون

حق تعالیٰ جناب کو صحت کامل عطا فرما کر مسلمانوں کے سروں پر قائم رکھے۔

جناب محترم نے غایت تواضع سے اپنی قلبی کیفیت اور فکر کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس سے جناب کو پریشانی لاحق ہے لیکن اپنا ناقص فہم یہ ہے کہ یہ فکر ہی ان شاء اللہ منبع سکون اور حسن انجام کی غمازی کر رہا ہے رہیں لغزشیں تو انبیاء علیہم السلام کے سوا ان سے کون خالی ہے، باقی حق تعالیٰ کے یہاں اعمال سے زیادہ قلبی رخ پر نظر ہے ''ان اللہ لا ینظر الیٰ

صورکم ولکن ینظر الیٰ قلوبکم '' فکر مند قلوب ہی ان شاءاللہ مقام قبولیت پر ہوں گے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک فکر مند فرمائی گئی ہے۔

یہ فکر آخرت اللہ تعالیٰ جب ہی دیتے ہیں جب صاحب دل کے لئے نجات ودرجات مقصود ٹھہرا لیتے ہیں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو بعد از وفات کسی عارف نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ کیا گذری؟ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بخش دیا اور یہ فرمایا کہ اے محمد اگر تجھے بخشنا نہ ہوتا تو میں اپنا علم ہی تیرے سینے میں کیوں ڈالتا، باقی لغزشیں تو خاصۂ بشریت ہیں، جن سے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی مستثنیٰ نہیں اگر عدل محض سے کام لیا جاتا تو انبیاء اور اجل اولیاء کے سوا کوئی بھی نہ بچ سکتا اس لئے سب ہی مغفرت اور عفو کے محتاج ہیں اور یہ فضل سے تعلق ہے۔

آپ بحمداللہ اونچے مقام پر فائز ہیں حق تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں اپنے کلام پاک کی تفسیر مکمل کرائی ہے جسے ہم فخر کے ساتھ اغیار کے سامنے پیش کرتے ہیں، ''صدق'' کے کالموں میں آپ نے بمقابلہ اغیار اسلامی تدین تمدن کی حفاظت فرمائی یہ خدمات رائیگاں نہیں جائیں گی، ان شاءاللہ باقی یہ صحیح ہے کہ کیا ہم اور کیا ہماری خدمات بجز اظہار عجز و ندامت کے اور ہم لوگوں کے پاس ہے کیا، مگر کار بفضل است نہ بمحض عدل، جو پارے جناب کو یاد تھے اور آج وہ مرض کی وجہ سے یادداشت کی گرفت میں نہیں آرہے ہیں اور نہ طاقت ہی رہ گئی ہے کہ پھر سے یاد کئے جائیں تو حق تعالیٰ تو عالم الغیب والشہادۃ ہیں وہ جانتے ہیں کہ کس بندہ نے تساہل سے کس نعمت کو کھودیا ہے اور کون سماوی عذر سے مجبور ہے وہ نہ صرف یہ کہ ایسی حالت کے نقصان کا مواخذہ ہی نہیں فرماتے بلکہ سابق اجر کو بھی مسلسل جاری رکھتے ہیں، حدیث صحیح میں ہے کہ بعض لوگوں نے عمر بھر تہجد نہیں پڑھا ہوگا مگر محشر میں ان کے لئے ارشاد ہوگا کہ ان کے نامہ اعمال میں لکھ دو کہ یہ تہجد گزار رہے ہیں۔ کیونکہ رات رات کو ان کی نیت یہی ہوتی تھی کہ آج ضرور تہجد پڑھیں گے مگر آنکھ نہ کھلتی تھی تو اس میں ان کا قصور نہیں اس لئے تہجد گزار سمجھا جائے۔ ''نیۃ المرء خیر من عملہ''۔ پھر بھی ہماری جو لغزشیں ہیں وہ خاصہ بشریت ہیں سو وہ توبہ کے بعد ان کی رافت ورحمت کے سپرد ہیں ان سے زیادہ کون ہے اپنے بندوں پر ترس کھانے والا، اللہ تعالیٰ آپ کی مجبوری اور دل کی نیت کو جاننے

والے ہیں وہاں قلوب ہی دیکھے جائیں گے، کہ اس میں کیا لے کر آئے ہیں۔

ذکر وفکر رفیق سفر: میرا منہ تو نہیں ہے چھوٹا منہ بڑی بات لیکن ایک جرات رندانہ ہے کہ ان شاء اللہ آپ مقبول ہیں اور خیر ہی خیر ہے یہ فکر ہی اس کی دلیل ہے، الحمدللہ کوئی مایوسی نہیں ہے اور مایوس ہونا مومن کی شان بھی نہیں ہے وہ صرف کفارہ کی خاصیت ہے جس سے مسلمان بری ہے آپ جیسے حضرات سے تو ہم جیسوں کو نجات کی توقع ہے جناب ذرہ برابر بھی تشویش قلب گرامی میں نہ لائیں صرف فکر وذکر کو رفیق سفر رکھ لیا جائے ان شاء اللہ کافی ہے، البتہ ایک جرات اور گستاخی جناب کے اخلاق کریمانہ پر اعتماد کرتے ہوئے ضرور کر رہا ہوں جسے عرض کئے دیتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں کہ اگر شیطان بہکانے آئے اور وسوسہ اندازی کرے خواہ بحالت صحت یا بحالت مرض خواہ بحالت حیات یا بقرب ممات تو اس سے نہ مناظرہ کا جذبہ رکھا جائے نہ اپنے دلائل پر کوئی زعم کیا جائے وہ ملعون تمام کتب سماوی کو دیکھے ہوئے اور اپنی تلبیہات کو موجہ کئے ہوئے ہے، ہمارا علم تو اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اس قلت علم پر اس کے مقابلہ میں ہمارے دلائل ہی کیا ہوں گے اور ہوں گے تو کس کام کے اور زبان کھل بھی جائے گی یا نہیں، اس لئے شیطان کا علاج مناظرہ نہیں۔ لاحول ہے اور صرف ایک ہی جواب ہے کہ ہم بے دلیل اپنے خدا اور رسول اور دین کو مانتے ہیں اور تجھے ملعون سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تجھے ہمیشہ کیلئے ملعون قرار دیا ہے اس لئے تو بھی جھوٹا اور تیری ساری دلیلیں بھی جھوٹی اور نا قابل التفات ہیں تو دور ہو تجھ پر لعنت ہو، ہم تجھ سے مخاطب ہی نہیں ہونا چاہئے، بہرحال شیطان کا سیدھا جواب یہی ہے نہ بحث ومباحثہ یا عزم مناظرہ یہ بات اپنے ایک بزرگ کے سامنے عرض کرنا یقیناً گستاخی ہے کہاں میں اور کہاں جناب کی ذات گرامی۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

لیکن خورد کی بات بھی کبھی کبھار کارآمد ہو جاتی ہے اور نافع ثابت ہوتی ہے، ایک طالب علمانہ مشورہ دل میں آیا جسے بے تکلف عرض کر دیا گیا، معافی کا خواستگار ہوں۔

حضرت گرامی میں چیز ہی کیا ہوں کہ دستگیری کا لفظ اس نابکار کی نسبت استعمال فرمایا جاوے یہ جناب کی محض بزرگانہ شفقت ہے میرا وظیفہ تو یہ ہے کہ جہاں اپنے بزرگوں کی

دعاء ترقی درجات کرتا ہوں جناب محترم بھی انہیں میں شامل ہیں، جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک امتی دعاء ترقی فضل وفضیلت کرسکتا ہے کہ جہاں کوئی نسبت ہی نہیں سوائے غلامی اور آقائی کے تو ایک حقیر خورد کو اپنے ایک بزرگ کے لئے بھی دعا کی جرات ہوسکتی ہے میری دعا تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ میری اور جناب کی دستگیری فرماوے اور ہمیں جنت رضوان میں جمع فرمائے تو وہاں ان شاء اللہ تفصیلی باتیں ہوا کریں گی، بمطابق حدیث اہل جنت کو دنیا کی تمام باتیں نہ صرف یاد ہی ہوں گی بلکہ ہمہ وقت مستحضر بھی ہوں گی علمت نفس ما قدمت واخرت (اور وہ اس میں باتیں کریں گے کہ فلاں وقت کی بات یاد ہے جو ہم میں تم میں ہوا کرتی تھی) اس وقت اخوانا علی سرر متقابلین کا ظہور ہوگا اور دنیا کے بچھڑے ہوئے سب مل جائیں گے، اللہ تعالیٰ جناب کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے اور زندگی کو مستفیدین کے لئے اور تھامے رکھے اور ہم سب کو حسن خاتمہ کی دولت سے نوازے۔ آمین

(از مکتوبات حکیم الاسلام) (شمارہ نمبر 58)

قرآن کی مظلومیت

ایک صاحب نے سورہ نصر کی بالکل جدید تفسیر لکھ کر حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کی خدمت میں آپ کی رائے معلوم کرنے کے لئے بھیجی، اس جدید تفسیر کو پڑھنے کے بعد حکیم الاسلام کا جواب پڑھیے۔

جدید تفسیر کا نمونہ: لکھتے ہیں کہ......اذا جاء نصر اللہ سے مراد مفید ہوا اور بارش ہے جس کو دیکھ کر لوگ فوج در فوج مسرت کے ساتھ اللہ کے دین و کام میں جو "زراعت" ہے جس کو خدا نے نحن الزارعون کہہ کر اپنا کام اور دین قرار دیا ہے خوشی کے ساتھ لوگ اس میں داخل ہوجاتے ہیں اور مسرت کا اظہار لفظ افواجاً سے ہوتا ہے اس جگہ دین اللہ سے زراعت مراد ہے اور نصر اللہ سے مفید ہوا مراد ہے اور فتح سے مناسب بارش مراد ہے اس لئے نصر اللہ سے فوجی مدد اور فتح سے مکہ کا فتح مراد لینا مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں خونریزی ہوکر لوگوں کو کچھ جانی نقصان پہنچتا ہے جو خدا کی عام مدد کے خلاف ہے فوج کی مدد سے جو ملک فتح

ہوتا ہے اس کے متعلق خدا کا فرمان ہے ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا و جعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ الخ اور فسبح بحمد ربک واستغفرہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ استغفار کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہے بلکہ عام انسانوں خصوصاً کاشتکاروں کو ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشتکاری سے عدم واقفیت کا اظہار فرمادیا تھا۔

حکیم الاسلام کا حکیمانہ جواب

محترمی، زید مجدکم سلام مسنون

گرامی نامہ پہنچا بوجہ کثرت کار وہجوم اسفار جواب میں تاخیر ہوئی معذرت پیش کرتا ہوں۔

آپ نے سورہ نصر کی جو کاشتکارانہ تفسیر فرمائی ہے اس کی سند اور ماخذ کیا ہے؟ اور اگر یہ بلا سند محض تخیل ہے تو اگر کوئی لوہار اس کی لوہارانہ تفسیر لکھے اور کہے دین اللہ سے مراد فولاد سازی ہے اور نصر اللہ سے مراد لوہا بنانے کی بھٹی اور دھونکنی ہے اور یدخلون فی دین اللہ سے مراد فولادی فیکٹریوں میں مزدوروں اور کاریگروں کا داخلہ ہے اور فتح سے مراد فیکٹری کے آہنی مال کی دنیا میں سپلائی ہے جس سے مالی فتوحات کا دروازہ کھل جاتا ہے اور استغفار کا حکم لوہاروں اور آہنی فیکٹریوں کے کاریگروں کو ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں یا اسی طرح ایک نجار اس سورت کی ایک نجارانہ تفسیر لکھے کہ دین اللہ سے مراد لکڑی کی صنعت ہے اور نصر اللہ سے مراد آرہ مشین اور نہانی و بسولہ اور دخول افواج سے مراد فرنیچر کے کارخانوں میں کاریگروں کا داخلہ اور استغفار کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ بڑھئیوں کو ہے تو کیا اپنے تخیل کے نقطہ نظر سے اس کو قبول فرمائیں گے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر قبول فرمائیں گے درآں حالیکہ آپ کی تفسیر کی نفی ہوگی تو آپ نے خود ہی اپنی تفسیر کی نفی کردی اور اسے رد کردیا اب اگر اسی طرح دوسرے سارے لوگ بھی اس صورتحال کے ہوتے ہوئے اسے رد کردیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ اور جب یہ تفسیر اسی رد و نفی کے کنارہ پر ہے تو اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ایسی ردی چیز تفسیر نہیں ہوسکتی تحریف ہوگی تو اس میں کیا قباحت ہے؟ مقصد یہ ہے کہ آپ کے نزدیک تفسیر کا معیار کیا ہے اور تفسیر کے معنی کیا ہیں جسے پیش نظر رکھ کر آپ کی اس تفسیر کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جاسکے۔

والسلام محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند (از مکتوبات حکیم الاسلام)

علامہ اقبال اور پروفیسر مفسر

ایک کالج کے پروفیسر کو شوق ہوا کہ میں قرآن پاک کی تفسیر لکھوں، خوب بکے گی، پیسے اچھے آئیں گے لکھنی شروع کر دی اب دل میں سوچ رہا ہے کہ بکے گی کیسے؟ مجھے تو کوئی جانتا نہیں، کوئی بڑے مولوی صاحب لکھیں کہ یہ تفسیر بہت اچھی ہے، پھر تو بکے گی لیکن مولوی صاحب ایک ایک صفحہ میں بیس بیس غلطیاں نکال لیں گے، ہوسکتا ہے کہ مجھے ویسے ہی برا بھلا کہنا شروع کر دیں، لکھتا رہا، سوچتا رہا، آخر ایک دن دل میں خیال آیا کہ علامہ اقبالؒ شاعر ہے دین کا درددل میں رکھتا ہے لیکن مولوی تو نہیں ہے ناں، اسے تفسیر دکھاؤں گا، ویسے ہی دیکھ کر خوش ہو جائے گا کہ تفسیر اچھی ہے، علامہ اقبالؒ مشہور آدمی ہے دو سطریں لکھ دے گا میرا کام بن جائے گا، یہ آدمی تفسیر کا ایک حصہ لے کر علامہ اقبالؒ کے پاس چلا گیا کہ جی میں نے تفسیر لکھنا شروع کی ہے، جو عقلی شبہات کالجی لڑکوں میں پھیلائے جاتے ہیں ان کو سامنے رکھ کر تفسیر لکھی جائے تاکہ ان فتنوں کا انسداد ہو جائے، بہت اچھا کام ہے، کہنے لگا میں ساتھ بھی لایا ہوں، آپ اس پر کچھ لکھ دیں کہا اچھا رکھ دو، میں پڑھوں گا پھر بعد میں آنا اب کوئی دو ماہ بعد پروفیسر صاحب ہو گئے، پروفیسر صاحب کا خیال تھا کہ ڈاکٹر صاحب خود ہی تفسیر کا ذکر چھیڑیں گے، انہوں نے کوئی بات ہی نہیں کی، پروفیسر نے اٹھتے وقت کہا میں آپ کو تفسیر دے کر گیا تھا۔

فرمایا کہ آپ کی تفسیر میں نے پڑھی، آپ کی تفسیر سے میری ایک بہت بڑی غلط فہمی دور ہوگئی کہ آج تک میں اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ تاریخ اسلام میں سب سے زیادہ مظلوم ہستی حضرت حسینؓ کی ہے کہ پردیس میں چھوٹے چھوٹے بچے ذبح کر دیئے گئے، لیکن آپ کی تفسیر پڑھ کر میری غلط فہمی دور ہوگئی کہ نہیں حسینؓ سے بھی زیادہ مظلوم خدا کا قرآن ہے کہ جو بھی اٹھتا ہے اس کی تفسیر لکھنا شروع کر دیتا ہے۔ (از خطبات امین)

لمحہ فکریہ: حکیم الاسلام اور علامہ اقبالؒ کے حکیمانہ جواب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن کی تفسیر کرنا کوئی بازیچہ اطفال نہیں کہ ہر کس وناکس خود کو اس عظیم کام کا اہل سمجھے۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے اپنے خطبات میں قرآن مجید کے ترجمہ اور

تفسیر لکھنے کیلئے ایسی دس شرائط لکھی ہیں جو اس میں پائی جانی ضروری ہیں اور اس زمانہ میں ان شرائط پر پوری اترنے والی شخصیات کمیاب ہی ہیں، ان شرائط و آداب کو ملحوظ خاطر رکھ کر اگر کوئی قرآن کی خدمت کرنا چاہے تو ان شاء اللہ مخلوق خدا اس کے ترجمہ وتفسیر سے ہدایت پائے گی، بصورت دیگر اس عظیم الشان ٹھوس علمی کام کیلئے اگر غیر مستند قسم کے لوگ میدان میں اتریں گے جیسا کہ اب اتر رہے ہیں تو خود بھی حیراں وسرگرداں رہیں گے اور قوم کو بھی صراط مستقیم سے بھٹکا دیں گے اور ایسے لوگوں کی تفسیر بقول ان کے تفسیر تو ہوگی لیکن اس کا انجام وہی ہوگا جیسے کسی مدرسہ کے شیخ الحدیث صاحب کو پکڑ کر آپریشن تھیٹر میں لے جائیں کہ ہمارے مریض کے دل کا آپریشن کردیں، ظاہری بات ہے کہ یہ حساس قسم کا کام ماہر سرجن کا ہے کسی شیخ الحدیث کا نہیں اسی طرح قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر لکھنا بھی ماہر علماء میں سے بھی ان حضرات کا ہے جن میں اس کام کی متعلقہ شرائط پوری پائی جائیں، یہی وجہ ہے کہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے تفسیر معارف القرآن کے بارے میں فرمایا کہ میں نے اپنی تفسیر میں کچھ نہیں لکھا بلکہ اپنے شیخ حکیم الامتؒ کی تفسیر بیان القرآن کی تسہیل کی ہے اسی طرح دیگر اکابر اپنی پوری اہلیت کے باوجود لرزاں وترساں رہے۔

اس عظیم الشان علمی کام میں جب پروفیسر، ڈاکٹر، وکیل، دانشور اور اسکالر قسم کے لوگ خود کو دخیل کریں گے اور ترجمہ وتفسیر لکھنے بیٹھیں گے تو پھر یہی کہا جائیگا کہ:

روئے زمین پر سب سے مظلوم............قرآن مجید ہے

ایمانیات

کلمہ طیبہ کی حقیقت وفضیلت

دولت ایمان کی اہمیت

حسن خاتمہ کیلئے وظائف

تکمیل ایمان کیلئے ضروری امور

ایمان کی کسوٹی

حیا......ایمان کا اہم تقاضا

لا الہ الا اللہ کی حقیقت اور فضیلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث شریف میں ہے: **من قال لا اله الااللّٰه دخل الجنة**

جس نے کلمہ توحید کا دل سے اقرار کرلیا وہ جنت میں داخل ہوگا

اس حدیث شریف کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ کلمۂ توحید کا قائل جنت میں ضرور جائے گا لیکن کب جائے گا اس کا کوئی ذکر حدیث میں نہیں ہے، اسلئے اس کا مطلب سمجھنا کہ فوری نجات کے لئے صرف کلمۂ توحید کافی ہے بالکل غلط ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کلمہ کا پڑھنے والے اگر نیک عمل ہی کرتا ہے تو پہلی مرتبہ یعنی ابتداء ہی میں جنت کا وارث بنادیا جائے گا لیکن اگر کلمہ توحید کے ساتھ فسق وفجور کا بھی مرتکب تھا تو اول اپنے اعمال کی پاداش میں عذاب کا مزا چکھے گا اور ایک عرصہ تک دوزخ میں رہے گا اور سزا بھگتنے کے بعد پھر کلمہ توحید کے باعث جنت میں داخل کیا جائے گا، کلمہ **لا اله الا اللّٰه** جنت کے تالے کی چابی ہے لیکن ہر چابی کے لئے دندانوں کا ہونا ضروری ہے، اگر چابی میں دندانے نہ ہوں تو تالا کھل نہیں سکتا، اسی طرح کلمہ توحید کے ساتھ اعمال صالحہ نہ ہوں تو جنت کا تالا بھی کھلنا مشکل ہے۔ (بخاری)

جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے تو سب سے پہلے یہ سات لفظ دہراتا ہے جسے کلمہ طیبہ کہا گیا ہے۔ **لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه**۔ یعنی اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس جس نے کلمہ **لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه** کا اقرار زبان اور تصدیق دل سے کردی وہ اسلامی برادری میں شامل ہوگیا، خواہ وہ مصری ہو یا نائجیریا کا حبشی ہو، اب جبکہ وہ مسلم ہے تو ایک خاندان توحید کا فرد ہے جس کا گھرانہ کسی خاص وطن اور مقام سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ تمام دنیا اس کا وطن ہے یہی وہ بنیاد جس نے ابوجہل اور ابولہب کے خاندانی............ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے توڑ دیا اور بلال حبشی اور صہیب رومی کا رشتہ جوڑ دیا۔

اسلام کے برگ وبار اگرچہ بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں مگر ان سب کی جڑ صرف ایک کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ انہی دو جملوں میں تمام اسلامی عقائد کا خلاصہ اور لب لباب

نکل آتا ہے یہی کلمہ اسلام کا جوہر ہے یہی کلمہ ایمان کی روح ہے، یہی کلمہ راستی کا نشان ہے، یہی کلمہ ہدایت کی زندہ تصویر ہے۔ اسی کلمہ سے دائمی راحت نصیب ہوتی ہے، اسی کلمہ کی بدولت مسلمان خیر الامم کے لقب سے سرفراز کئے گئے ہیں، اور اسی کے چھوڑنے سے آج ان کو قصر ذلت میں گرادیا گیا ہے، دینا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے، حدیث میں آتا ہے کہ جب تک لا الہ الا اللہ کہنے والا کوئی ایک بھی زمین پر ہوگا، قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی، یہی کلمہ جنت کی کنجی ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت لا الہ الا اللہ ہے۔ یہی وہ کلمہ ہے جسکے باعث زمین وآسمان قائم ہیں، اسی کلمہ کے ردوقبول کے لئے میزان نصب کی گئی، اسی کلمہ کے باعث جنت ودوزخ کا بازار لگے گا، یہی وہ کلمہ ہے جس کے بارے میں اگلوں اور پچھلوں سے پرسش ہوگی، بندہ جب تک دس سوالوں کا جواب نہ دے لے اس وقت تک اس کے پاؤں زمین سے جنبش نہ کرسکیں گے، پہلا سوال یہ ہوگا کہ تم کسے پوجتے تھے؟ دوسرا سوال یہ کہ انبیاء کی دعوت کا تم نے کیا جواب دیا۔ پہلے سوال کا جواب لا الہ الا اللہ ہے اور دوسرے کا جواب محمد رسول اللہ ہے۔ (کلید بہشت شارہ نمبر 45)

ایمان............بڑی دولت

حق تعالیٰ فرماتے ہیں: قد افلح المؤمنون۔ تحقیق مومن لوگ کامیاب ہوگئے۔

دنیا میں سب سے بڑی دولت ایمان ہے آج اس نعمت کی قدر نہیں کی جاتی، اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو یہ دولت بغیر کسی کاوش کے عطا فرمادی اب اس کو باقی رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا اس کا شکر ادا کرتے رہنا ہم پر لازم ہے۔

کتنے ہی انسان ایسے ہیں جن کو وراثت میں ہی باطل مذہب ملا اگر کوئی ہندو ہے تو اس لئے کہ اس کے ماں باپ یہودی تھے، ایمان کی دولت وراثتاً ملنے پر ہم جتنا بھی شکر کریں کم ہے، اس کا حق تب ہی ادا ہوگا جب ہم اس کو مضبوطی سے تھام لیں اور اس کی فکر کرتے رہیں اور ایمان حاصل ہونے پر شکر کرتے رہیں تو یہ بڑھتا رہے گا۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ کے پاس جو کوئی ملاقات کیلئے آتا حضرت عموماً انہیں ایمان پر خاتمہ کی دعا کے لئے فرماتے، یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی یہی فرمایا کرتے۔

اکثر بزرگ اپنے وعظوں اور نصیحتوں میں ایمان پر خاتمہ کی دعا کی تلقین فرمایا کرتے تھے کیونکہ یہی مراد ہے آنے والی زندگی کے لئے، خدانخواستہ پوری عمر نیکیاں کرتے گذری لیکن موت کے وقت ایمان پر خاتمہ نہ ہوا تو اس کی ساری کمائی ضائع گئی کچھ ہاتھ نہ رہے گا اور اگر پوری عمر خدانخواستہ خدانخواستہ گناہ کئے ہوں لیکن مرتے وقت توبہ کی توفیق ہوگئی اور خاتمہ بالخیر ہوا تو یہ شخص کامیاب ہے۔

ہمارے حضرت، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ کا واقعہ ہے کہ آخر عمر میں معذوری کی حالت میں ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے پاس تشریف لے گئے آپ جب گاڑی پر روانہ ہوئے تو حضرت لاہوریؒ کو اطلاع ملی تو وہ استقبال کے لئے پہلے سے پہنچے ہوئے تھے، ملاقات ہوئی حضرت لاہوریؒ نے عرض کیا کہ حضرت کیسے تکلیف فرمائی۔ فرمایا کہ خاتمہ ایمان پر ہونے کی دعاء کرانے آیا ہوں اور وہیں دعا کرائی اور واپس تشریف لے آئے۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا تمہاری ڈاڑھی اچھی ہے یا بکرے کی؟

بزرگ نے فرمایا کہ میں ابھی اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوا تو میری داڑھی اچھی ہے اور اگر خاتمہ ایمان پر نہ ہوا تو پھر اس بکرے کی ڈاڑھی اچھی۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ یزید پر لعنت کرنا کیسا ہے؟ حضرت نے جوابدیا کہ اس شخص کے لئے جائز ہے جس کو معلوم ہو کہ میرا خاتمہ اس سے اچھا ہوگا۔

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ بیماری کی حالت کے وقت چبوترے پر تھے کسی نے عرض کیا کہ اگر یہاں موت ہوگئی تو آپ کو نیچے کیسے اتارا جائیگا، آپ نے فرمایا کہ ابھی تو ایمان کے خاتمہ کی فکر ہے اگر وہ ہوگیا تو لاش گھسیٹ کر بھی نیچے لے جانی پڑے تو کچھ پرواہ نہیں۔

ایک بزرگ خاتون فرماتی تھی کہ اگر خاتمہ ایمان پر ہو تو ابھی مرنے کے لئے تیار ہوں۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے خواب دیکھا کہ ایک ہندو لالہ جی جنت میں گھوم پھر رہے ہیں، حضرت نے پوچھا! کہ لالہ جی تم جنت میں کیسے پہنچ گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مرتے وقت ایمان کی دولت نصیب ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمادی۔

وضاحت: ہمیں ایمان پر خاتمہ کی دعا کرتے رہنا چاہئے، جب بڑے بڑے اولیاء

اللہ اس قدر ڈرتے تھے تو ہمیں تو خصوصاً فکر کرنی چاہئے خوف اور امید کے درمیان کی حالت رکھنی چاہئے اور پھر گمان اللہ تعالیٰ سے اچھا ہی رکھیں۔ (شمارہ نمبر 44)

کیا خدا ہے؟...... ہاں خدا ہے

آج کل جدید تعلیم یافتہ حضرات کو خدا نظر نہیں آتا، درج ذیل واقعہ سے جو حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے اپنے خطبات میں نقل فرمایا ہے کہ اس کے پڑھنے سے ان شاء اللہ ان حضرات کو خدا تعالیٰ نظر آ جائیگا۔

یہ کائنات از خود نہیں بنی، بلکہ ایک حکیم نے بنائی ہے جو اسے چلا رہا ہے، بہت سے دہریوں نے انکار کیا کہ خدا کا وجود ہی نہیں ہے، یہ کائنات از خود بن گئی یہ بالکل جہالت ہے اور فطرت کے خلاف ہے، دلیل سے آدم اللہ کو نہیں پہچانتا، بلکہ دل پر ایک دباؤ ہے کہ مجبور ہو کر ماننا پڑتا ہے کہ ہے کوئی ذات..................

امام ابوحنیفہؒ کا واقعہ ہے کہ ان کے زمانے میں مہدی جو اموی خلیفہ تھا، اس کے دربار میں ایک دہریہ آیا، جو خدا کی ذات سے انکار کرتا تھا، اس نے کہا میں نہیں مانتا کہ خدا موجود ہے، یہ کائنات طبعی رفتار سے خود بنی ہے اور خود چل رہی ہے۔ لوگ مر رہے ہیں اور پیدا ہو رہے ہیں وغیرہ۔ یہ سب ایک طبعی کارخانہ ہے کوئی بنانے والا نہیں ہے یہ اس کا دعویٰ تھا اور اس نے چیلنج کیا کہ مسلمانوں میں جو سب سے بڑا عالم ہو، اس کو میرے مقابلے میں لایا جائے، تاکہ اس سے بحث کروں اور لوگ غلطی میں مبتلا ہیں کہ اپنی طاقتوں کو خواہ مخواہ ایک غیبی طاقت کے تابع کر دیا ہے، جو سارے جہان کو چلا رہی ہے، تو اس زمانے میں سب سے بڑے عالم امام ابوحنیفہؒ تھے، مہدی نے امام صاحبؒ کے پاس آدمی بھیجا، رات کا وقت تھا، رات ہی کو خلیفہ کا دربار منعقد ہوتا تھا، آدمی بھیجا کہ وہ آکر اس دہریئے سے بحث کریں اور اسے سمجھائیں اور راہ راست پر لائیں۔ چنانچہ آدمی پہنچا، بغداد میں ایک بہت بڑا دریا ہے، اسے دجلہ کہتے ہیں، اس کے ایک جانب شاہی محلات تھے، ایک جانب شہر، تو امام ابوحنیفہؒ شہر میں رہتے تھے اس لئے دریا پار کر کے آنا پڑتا تھا۔ اس نے کہا اصل میں دربار میں ایک دہریہ آگیا ہے اور وہ دعویٰ کر رہا ہے

کہ خدا کا وجود نہیں ہے، کائنات خود بخود چل رہی ہے، آپ کو مناظرہ کیلئے بلایا ہے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا، اچھا، آپ جا کے کہہ دیں کہ میں آرہا ہوں، وہ آدمی واپس گیا اور کہا کہ امام صاحبؒ کو میں نے خبر کردی ہے اور آپ آنے والے ہیں۔

اب دربار لگا ہوا ہے۔ خلیفہ، امراء، وزراء بیٹھے ہوئے ہیں اور دہریہ بھی بیٹھا ہوا ہے، امام صاحبؒ کا انتظار ہے مگر امام صاحب نہیں آرہے۔ رات کے بارہ بج گئے امام صاحبؒ ندارد۔

دہریے کی بن آئی، اس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ ڈر گئے ہیں اور سمجھ گئے ہیں کہ کوئی بڑا فلسفی آیا ہے، میں اس سے نمٹ نہیں سکوں گا، اس واسطے گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے اور آپ یقین رکھیں وہ نہیں آئیں گے، میرے مقابلے میں کوئی نہیں آسکتا۔

اب خلیفہ بھی متامل ہے، درباری بھی حیران ہیں اور دہریہ بیٹھا ہوا شیخی دکھا رہا ہے۔

جب رات کا ایک بجا تو امام صاحبؒ پہنچے، دربار میں حاضر ہوئے، خلیفہ وقت نے تعظیم کی، جیسے علماء ربانی کی کی جاتی ہے، تمام دربار کھڑا ہو گیا۔

خلیفہ نے امام صاحبؒ سے کہا کہ آپ اتنی دیر میں کیوں آئے؟ آدمی رات کے آٹھ بجے بھیجا گیا تھا، اب رات کا ایک بجا ہے، آخر اتنی تاخیر کی کیا وجہ پیش آئی؟ شاہی حکم تھا، اس کی تعمیل جلد ہونی چاہئے تھی، نہ یہ کہ اس میں اتنی دیر لگائی جائے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک عجیب وغریب حادثہ پیش آگیا، جس کی وجہ سے مجھے دیر لگی اور عمر بھر میں، میں نے ایسا واقعہ کبھی نہیں دیکھا تھا، میں حیران ہوں کہ کیا قصہ پیش آیا، اس شدومد سے بیان کیا کہ سارا دربار حیران ہو گیا کہ کیا حادثہ پیش آگیا۔

فرمایا بس عجیب وغریب ہی واقعہ تھا اور خود مجھے بھی ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا، کہ کیا قصہ تھا؟ جب سارے دربار کو خوب شوق دلا دیا اور سب سراپا شوق بن گئے، حتیٰ کے خود امیر المؤمنین نے کہا کہ فرمایئے کیا قصہ پیش آیا...... فرمایا!

قصہ یہ پیش آیا، جب میں شاہی محل میں اترنے کے لئے چلا ہوں تو دریا بیچ میں تھا دریا کے کنارے پر جو پہنچا تو اندھیری رات تھی، نہ کوئی ملاح تھا نہ کشتی تھی، آنے کا کوئی راستہ نہ تھا، میں حیران تھا کہ دریا کو کس طرح پار کروں، اس شش و پنج میں کھڑا ہوا تھا کہ میں نے یہ

حادثہ دیکھا کہ دریا کے اندر سے خود بخود لکڑی کے نہایت عمدہ بنے بنائے تختے نکلنے شروع ہوئے اور ایک کے بعد ایک نکلتے چلے آرہے ہیں، میں تحیر سے دیکھ رہا تھا کہ یا اللہ! دریا میں سے موتی نکل سکتا ہے، مچھلی نکل سکتی ہے، مگر یہ بنے بنائے تختے کہاں سے آئے؟ ابھی میں اسی حیرت میں تھا کہ اس سے زیادہ عجیب واقعہ پیش آیا کہ تختے خود بخود جڑنے شروع ہوئے، جڑتے جڑتے کشتی کی صورت ہوگئی، میں نے کہا یا اللہ! یہ کس طرح سے کشتی بن گئی، آخر انہیں کون جوڑ رہا ہے کہ اوپر نیچے خود بخود تختے لگے چلے جارہے ہیں۔

ابھی میں اسی حیرت میں تھا کہ دریا کے اندر سے لوہے کی کیلیں نکلنی شروع ہوگئیں اور خود بخود اس کے اندر ٹھکنے لگیں اور جڑ جڑا کے بہترین قسم کی کشتی بن گئی۔

میں حیرت میں کہ یہ کیا ماجرا ہے، یہ تختے جو جڑے ہوئے تھے، ان کی درجوں سے پانی اندر گھس رہا تھا کہ دریا کے اندر سے خود بخود ایک روغن نکلنا شروع ہوا اور ان درجوں میں وہ بھرنا شروع ہوا جس سے پانی اندر گھسنا بند ہوگیا۔

ابھی میں اسی حیرت میں تھا کہ وہ کشتی خود بخود میری طرف بڑھنی شروع ہوئی اور کنارے پر آکر ایسے جھک گئی، گویا مجھے سوار کرانا چاہتی ہے، میں بھی بیٹھ گیا، وہ خود بخود چلی اور مجھے لے کر روانہ ہوگئی، دریا کی دھار پر پہنچی۔ پانی ادھر کو جارہا تھا کشتی خود بخود ادھر کو جارہی تھی، کیونکہ شاہی محلات ادھر کو تھے۔

میں حیران تھا کہ یا اللہ! آخر پانی کے بہاؤ کے خلاف کون اسے لے جارہا ہے؟ یہاں تک کہ شاہی محل کے قریب کنارے پر پہنچ گئی اور آخر جھک کر پھر کنارے پر کھڑی ہوگئی کہ میں اتر جاؤں تو میں اتر گیا، پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ کشتی غائب بھی ہوگئی، گھنٹہ بھر اس کنارے اور گھنٹہ بھر اس کنارے سوچتا رہا کہ یہ کیا قصہ تھا؟

یہ سانحہ جس کی وجہ سے تحیر میں کئی گھنٹے لگ گئے، اب تک سمجھ میں نہیں آیا، کیا ماجرا تھا؟ اور میں امیر المؤمنین سے معافی چاہتا ہوں کہ آٹھ بجے بلایا گیا اور ایک بجے پہنچا ہوں۔

دہریے نے کہا، امام صاحب! میں تو یہ سنا تھا کہ آپ بڑے عالم ہیں، بڑے دانش منداور فاضل مند آدمی ہیں مگر بچوں کی سی باتیں کررہے ہیں، بھلا یہ ممکن ہے کہ پانی میں سے خود بخود تختے

نکل آئیں، خود ہی جڑنے لگیں، خود ہی کیلیں ٹھک جائیں، خود ہی روغن لگ جائے، خود آ کے کشتی اپنے آپ کو جھکا دے، آپ اس پر بیٹھ جائیں اور خود ہی لے کے چل دے، خود ہی وہ کنارے پر پہنچادے، یہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے؟ میں نے سمجھا تھا کہ آپ بڑے دانش مند، فاضل اور عالم ہیں، امام آپ کا لقب ہے اور باتیں کررہے ہیں آپ نادانوں اور بچوں جیسی؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی کشتی بنانے والا نہیں، خود بخود بن گئی، کوئی کیلیں ٹھونکنے والا نہیں، خود بخود ٹھک گئیں، کوئی روغن بھرنے والا نہیں، خود ہی بھر گیا، کوئی چلانے والا ملاح نہیں، خود ہی چل پڑی، کوئی سمجھانے والا نہیں، خود ہی سمجھ گئی کہ مجھے شاہی محل کے اوپر جانا ہے، یہ عقل میں آنے والی بات ہے؟

امام صاحبؒ نے فرمایا، اچھا یہ بات نادانی اور بے وقوفی کی ہے؟

اس نے کہا، جی ہاں! فرمایا: ایک کشتی بغیر بنانے والے کے بن نہ سکے، بغیر چلانے والے کے چل نہ سکے، بغیر کیلیں ٹھونکنے والے کے اس کی کیلیں ٹھک نہ سکیں اور یہ اتنا بڑا جہان جس کی چھت آسمان ہے، جس کا فرش زمین ہے، جس کی فضا میں لاکھوں جانور ہیں، یہ خود بخود بن گیا، خود ہی چل رہا ہے، سورج بھی، چاند بھی، خود ہی چل رہے ہیں، یہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے؟ ایک معمولی کشتی جسے انسان بنا سکتا ہے، یہ تو بغیر بنانے والے کے نہ بنے اور اتنا بڑا جہان ہو، انسان کے بس میں نہیں وہ خود بخود بن جائے، تو تمہاری عقل بچوں جیسی ہے یا میری عقل بچوں جیسی؟ میں نادان ہوں یا تم نادان ہو؟

مناظرہ ختم ہوگیا اور بحث تمام ہوگئی اور دہریہ اپنا سا منہ لے کر واپس ہوگیا، اب کیا بحث کرے، جو اس کی بنیاد تھی وہ ساری کی ساری ختم ہوگئی۔ (شمارہ نمبر 11)

ایمان کامل کی چار علامتیں

ایک حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من اعطیٰ للہ و منع للہ، و احب للہ، و ابغض للہ فقد استکمل ایمانہ

یعنی جو شخص کسی کو کچھ دے تو اللہ کے لئے دے اور اگر کسی کو چیز سے روکے اور منع کرے تو اللہ کے لئے منع کرے اور اگر کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لئے کرے اور اگر کسی سے بغض رکھے تو اللہ کے لئے رکھے تو اس کا ایمان کامل ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایسے شخص کے ایمان کے کامل ہونے کی گواہی دی ہے۔

پہلی علامت: اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار چیزوں کو ایمان کی کامل علامت بتائیں، پہلی علامت یہ ہے کہ جب دے تو اللہ کے لئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نیکی کے موقع پر کچھ خرچ کر رہا ہو تو وہ خرچ کرنا اللہ کے لئے ہو، آدمی اپنی ضروریات میں بھی خرچ کرتا ہے، اہل وعیال پر بھی خرچ کرتا ہے، صدقہ خیرات بھی کرتا ہے، ان تمام مواقع پر خرچ کرتے وقت اللہ کو راضی کرنے کی نیت ہو صدقہ خیرات میں بھی آدمی یہ نیت کرے کہ یہ صدقہ میں اس لئے دے رہا ہوں تا کہ اللہ راضی ہو جائیں اور اپنے فضل وکرم سے اس کا ثواب مجھے عطا فرمائیں اور صدقہ دینے سے احسان جتلانا یا نام ونمود اور دکھاوا مقصود نہ ہو تو اس وقت یہ صدقہ دینا اللہ کے لئے ہوگا۔

دوسری علامت: دوسری علامت یہ ہے کہ منع للہ یعنی اگر روکے تو اللہ کیلئے روکے مثلاً کسی جگہ پر کسی موقعہ پر پیسہ خرچ کرنے سے بچایا وہ بچانا بھی اللہ کے لئے ہو اس لئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضول خرچی مت کرو تو اب فضول خرچی سے بچنے کے لئے میں اپنا پیسہ بچا رہا ہوں، یہ روکنا بھی اللہ کیلئے ہوگیا یہ بھی ایمان کی علامت ہے۔

تیسری علامت: تیسری علامت یہ ہے کہ واحب للہ یعنی اگر کسی سے محبت کرے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کیلئے کرے مثلاً کسی اللہ والے سے جو محبت ہو جاتی ہے تو یہ محبت پیسہ کمانے کے لئے نہیں ہوتی بلکہ ان سے محبت اس لئے ہوتی ہے کہ ان سے تعلق رکھیں گے تو ہمارا دینی فائدہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ راضی ہو جائینگے یہ محبت صرف اللہ کے لئے ہے یہ بھی ایمان کی علامت ہے۔

چوتھی علامت: چوتھی علامت یہ ہے کہ وابغض للہ یعنی بغض اور غصہ بھی اللہ کے لئے ہو جس آدمی پر غصہ ہے یا جس آدمی سے بغض ہے وہ اس کی ذات سے نہ ہو بلکہ اس کے کسی برے عمل سے ہو یا اس کی کسی ایسی بات سے ہو جو مالک حقیقی کی ناراضگی کا سبب بنے تو یہ غصہ اور ناراضگی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوا۔ (اصلاحی خطبات ج ۸) (شمارہ نمبر 46)

اللہ کی پہچان

معرفت کیلئے تین چیزیں ضروری ہیں: (۱) صحبت اہل اللہ (۲) کثرت ذکر اللہ (۳) تفکر فی خلق اللہ۔

صحبت اہل اللہ: کو مقدم اس لئے رکھا جاتا ہے کہ اللہ والوں کی صحبت ہی سے اللہ تعالیٰ کی یاد کا شوق پیدا ہوتا ہے ان کی صورت دیکھ کر اللہ یاد آجاتے ہیں ان کی نورانی گفتگو سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت سے ذکر کی توفیق ہوتی ہے۔

فقر خواہی آں بصحبت قائم است............نہ زبانت کاری آید نہ دست

یعنی حق تعالیٰ کا راستہ صحبت ہی سے طے ہوتا ہے نہ محض زبان کام آتی ہے نہ ہاتھ کام آتا ہے اسی واسطے حق تعالیٰ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ ''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو'' اب سوال پیدا ہوا کہ ڈریں کیسے ڈرنے کا طریقہ کیا ہے اس کا جواب بھی حق تعالیٰ نے اسی آیت میں آگے دیدیا کہ **کونوا مع الصادقین** کہ سچوں کے ساتھ رہ پڑو جن کا ظاہر اور باطن دونوں خدا کے خوف سے سچے ہوں ان کی صحبت کی برکت سے ان کا صدق فی الاعمال اور ان کا صدق فی المقال تمہارے اندر بھی آجائے گا، یعنی ان کا اندر باہر ایک ہو جو کہتے ہوں اس پر عمل پیرا ہوں۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ
اے اسیران قفس تو میں گرفتاروں میں ہوں

تو حق تعالیٰ نے کیسا پیارا قانون بتادیا کہ اللہ والوں کے ساتھ رہو خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑ لیتا ہے اللہ والوں کے ساتھ رہنے اور ان سے تعلق اور رابطہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ سے تعلق پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

کثرت ذکر اللہ: دوسری چیز ہے یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ کو بہت یاد کرنا اللہ تعالیٰ کے ذکر کو **تفکر فی الخلق** (یعنی اللہ کی مخلوق میں غور وفکر) کے انوار سے نفس کے ظلماتی پردے ہٹتے چلے جاتے ہیں ذکر کے انوار جب دل میں آتے ہیں تو دل کی تاریکیاں انوارات سے بدل جاتی ہیں، پہلے جب دل تاریک تھا تو افکار (سوچیں) بھی تاریک ہوتے تھے اب نورانی دل میں افکار بھی نورانی پیدا ہوتے ہیں، ذکر سے فکر کا جمود (بجھنا) دور ہو جاتا ہے، چوتھے پارہ میں حق تعالیٰ نے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت کاملہ اور عبدیت کاملہ کا ذکر کیا ہے وہاں بھی پہلے **یذکرون اللہ** ذکر فرمایا کہ وہ لیٹے بیٹھے چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں پھر بعد میں فکر ارشاد فرمایا کہ **ویتفکرون فی خلق السموات والارض** کہ وہ

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ ''اے ہمارے پروردگار! یہ آسمان بے ستون آسمان میں چاند اور سورج اور اتنے بے شمار ستارے اور زمین کے اتنے بے شمار ذرات کا اکٹھا کر دینا آپ ہی کی قدرت کاملہ کی صفت گری ہے''۔

بہر حال کثرت ذکر کے انوارات سے ان کی سمجھ ایسی نورانی ہوگئی جس سے اپنی غلامی اور بندگی کا اور حق تعالیٰ کی عظمت شان کا استحضار پختہ ہوگیا یہی وجہ ہے کہ عارفین باوجود کثرت ذکر وفکر کے عجب اور خود بینی میں مبتلا نہیں ہوتے بلکہ ڈرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''یارب! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا'' کثرت ذکر سے طالب کے اندر جو نور پیدا ہوتے ہیں وہ شیخ کے انوار و برکت کو جذب کر لیتے ہیں یعنی نور کھینچنے کی صلاحیت ذکر کے اہتمام سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

تفکر فی خلق اللہ: (۱) صحبت اہل اللہ سے کثرت ذکر اللہ کی توفیق ہوتی ہے۔ (۲) اور کثرت ذکر اللہ کی برکت سے فکر حرکت میں آتی ہے۔ (۳) پھر ذاکر حق تعالیٰ کی مصنوعات اور مخلوقات میں غور کرتا ہے اور جہان کا ہر ذرہ ہر پتہ اس کے لئے معرفت کا دفتر بن جاتا ہے۔

ذکر سے زیادہ فکر سے قرب بڑھتا ہے مگر فکر میں نورانیت ذکر ہی سے آتی ہے، حدیث میں ہے کہ ''فکر کا اجر ذکر سے دس درجہ زیادہ ملتا ہے'' اس کی تائید سورہ قمر کی آخری آیات سے بھی ہوتی ہے کہ ''بے شک متقین بندے باغوں میں ہونگے یا عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس'' بیان القرآن میں ہے کہ جنت کے ساتھ قرب بھی نصیب ہوگا، جب تقویٰ کی یہ برکات ہیں تو تقویٰ (ڈر) کیسے پیدا ہو، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فکر ہی سے پیدا ہوتا ہے، اس کی تائید سورہ نازعات کی آیت سے بھی ہوتی ہے، حق تعالیٰ جل شانہ ہمیں ان تینوں چیزوں پر عمل کی توفیق دے آمین ثم آمین یارب العلمین۔ (یکے از مضامین حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ۔ شمارہ نمبر 34)

ایمان بالغیب کی چند مثالیں اور نمونے

اللہ والے اسباب کے پردے میں مسبب الاسباب کو پہچان لیتے ہیں کیونکہ ان کے پاس نور معرفت سے نورانی بصیرت ہوتی ہے، جس کو باطنی نگاہ کہتے ہیں اسی لئے کافروں کے متعلق فرمایا ہے۔ آیت: **فانها لا تعمیٰ الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور** مگر

مؤمنین کاملین کے دل بینا ہوتے ہیں اس عارف صوفیاء کو ''دور بینان بارگاہ الست'' کہتے ہیں۔

چشم ظاہر بین اور عقل کا فرق ادراک:

۱: سیاہ نمرے پر کوئی چیونٹی دانہ گندم کے لئے ہوئے چلتی ہے تو ظاہر میں دانے کو متحرک سمجھتا ہے اور عاقل دانے کی حرکت سے دانہ چیونٹی کے منہ میں سوچ کر چیونٹی کی حرکت کا علم حاصل کر لیتا ہے۔

۲: اسی طرح انسان کو اس کی روح ادھر ادھر لئے ہوئے چلتی پھرتی ہے اور روح جسم کے اندر اور بالکل قریب ہے مگر آنکھوں سے مخفی ہے۔

ایک فارسی کے شعر کا خلاصہ یہ ہے کہ جسم کی حرکت سے جان کے وجود کو پہچان لیا کہ چہرہ آنکھوں سے کس قدر قریب ہے لیکن انسان اپنا چہرہ دیکھنے کے لئے آئینہ کا محتاج ہے **المسلم مرأة المسلم** (ایک مسلم کامل دوسرے مسلم ناقص کے امراض اور عیوب کا آئینہ ہے، اسی واسطے مسلم ناقص کو مسلم کامل (مصلح) سے اصلاح تعلق اور محبت کی ضرورت ہے کہ اس کی محبت کے بغیر امراض کا پتہ نہیں چلتا، روح کے علاوہ اور بہت سے نظائر ہیں کہ آثار و نشانات تسلیم کرتے ہیں، تاکہ اہل عقل اور اہل نظر ان سے عبرت حاصل کریں۔

۳: خاک رابینی بہ بالا اے علیل — ید رانے جز بہ تعریف و دلیل

(مٹی اڑتی دیکھ کر ہوا کو تسلیم کرتے ہو بغیر دیکھے)

پس یقین در عقل ہر دانندہ است — ایں کہ جنبیدہ جنبا نندہ است

(ہر عاقل یقیناً اس بات کا جاننے والا ہے کہ حرکت والی چیز کا کوئی متحرک ہے)

۴: تم اپنی آنکھوں سے تیر اڑتا ہوا دیکھتے ہو اور کمان نظر سے غائب ہے مگر کمان پر دلالت کرتا ہے۔

۵: ہاتھ پوشیدہ ہو قلم کی حرکت سامنے ہو تو عاقل جانتا ہے کہ قلم کسی زندہ کے ہاتھ میں نہ ہو تو حرکت ہو نہیں سکتی پس قلم کی حرکت سے ہاتھ کا وجود بدون دیکھے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

۶: میدان میں جب گھوڑا تیز دوان ہوتا ہے تو تیز رفتاری کے سبب گرد و غبار میں سوار مخفی ہو جاتا ہے، لیکن گھوڑا دوڑتا ہوا دیکھ کر بدون سوار کو دیکھے سوار دوڑانے والے کا یقین کر لیا جاتا ہے۔

۷: پھول کی خوشبو سونگھ کر بدون پھول دیکھے ہوئے پھول کا وجود خوشبو کے آنے سے تسلیم کر لیتے ہیں۔

۸: شرابی کے جوش اور نشے سے بدون شراب دیکھے ہوئے مان لیتے ہو۔

بوئے گل دیدی کہ آنجا گل نبود جوش مل دیدی کہ آنجا مل نبود

۹: صورت دیوار سقف ہر مکان سایۂ اندیشہ معمار دان

یعنی دیوار کی صورت اور ہر مکان کی چھت دیکھ کر اس کے معمار کی سوچ وفکر کا نتیجہ سمجھنا چاہئے اس ظاہری تعمیر سے معمار کی استعداد باطنی اور تشکیل ذہنی پر استدلال کر لیتے ہو، اسی طرح دنیا میں اور بھی مثالیں ہیں کہ سبب پوشیدہ ہوتا ہے مگر مسبب کو دیکھ کر مخفی سبب پر یقین کرتے ہیں۔

۱۰: مثلاً گریہ وزاری یا چہرہ کی افسردگی کسی مخفی خیال غم کے تابع ہوتی ہے۔

۱۱: چہرے کی بشاشت و تازگی کسی باطنی حسرت کی مخبری کرتی ہے۔

۱۲: اسی طرح یہ غذائیں جو باعتبار وجود کے ظاہر ہیں انسان کے اندر بینائی شنوائی وغیرہ پیدا کرتی ہے جن کو ہم دیکھنے سے قاصر ہیں، اس قدر نظائر کے بعد اب سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں بہت سے مغیبات یعنی مخفی موجودات کو ہم بدون دیکھے ہوئے محض ان کے آثار اور ان کی نشانیوں سے تسلیم کرتے ہیں یہ سب ایمان بالغیب کے نمونے ہیں، پس وہ ذات پاک کہ جس کے وجود پاک پر تمام عالم کا ہر ایک ذرہ ایک ایک پتہ نشان دہی کرتا ہو جس کی نشانیوں کو ہم شمار تک نہیں کر سکتے ایسی ذات پاک پر ایمان نہ لانا ان بے شمار نشانیوں کے ہوتے ہوئے سخت نادانی اور کھلی گمراہی ہے اس لئے حق تعالیٰ نے کافروں کو اکثر جگہ **لا یعقلون** فرمایا ہے اور **لفی ضلال مبین** فرمایا ہے۔ (کے از مضامین حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ شمارہ نمبر 28)

اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کا طریقہ

آج کل کون مسلمان ہے جو اللہ پاک کا محبوب بننے کا شوق نہ رکھتا ہو، درج ذیل مضمون اگر غور سے پڑھ لیا جائے تو ان شاء اللہ یہ بات کافی حد تک نصیب ہو جائے گی۔

تبلیغ دین میں ایک روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا کو چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کو محبوب بنا لیتے ہیں اور جو شخص گناہوں کو ترک کر دے اس کو فرشتے محبوب بنا لیتے ہیں اور

جوشخص مسلمانوں سے اپنی امیدیں منقطع کرلے تو تمام مسلمان اس کو اپنا محبوب سمجھتے ہیں۔

حضرت صدیقؓ فرماتے ہیں کہ جس زاہد شخص کو اللہ کی محبت کا مزا آجاتا ہے اس کو دنیا کی طلب بالکل نہیں رہتی اور وہ آدمیوں سے وحشت کھانے لگتا ہے۔

خدا تک پہنچنے کا طریقہ:

سید احمد کبیر رفاعیؒ نے فرمایا کہ زاہد عاشق اپنے محبوب کے پاس اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے دشمن سے دور نہ ہوجائے، (اب سن لے، دنیا خدا کی دشمن ہے اور تو اس میں پھنسا ہوا ہے پھر تو خدا کا مقرب اور اللہ والا کیونکر ہوسکتا ہے)۔

ایک مرید نے پانی نکالنے کے لئے اپنا برتن کنویں میں ڈالا تو وہ سونے سے بھرا ہوا نکلا، اس نے برتن کو کنویں ہی میں لوٹا دیا اور (حق تعالیٰ سے) عرض کیا میرے محبوب تیرے حق کی قسم! میں تیرے سوا کسی چیز کو نہیں چاہتا، اللہ والے ایسے ہوتے ہیں اگر ایسا نہ بن سکے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ حرام طریقہ سے دنیا نہ کمائے، مریدوں کے مال پر نظر رکھنا اور لوگوں سے نذرانے وہدایا وصول کرنے کے لئے اللہ والوں کی صورت بنانا حرام ہے، جس کو توکل کامل حاصل نہ ہو اس کو اپنے ہاتھ سے مزدوری کر کے غذا حاصل کرنا چاہئے۔

دل میں صرف ایک کی محبت سما سکتی ہے:

لہٰذا دل میں حقیقی محبت یا تو اللہ تعالیٰ کی ہوگی یا دنیا کی ہوگی، دونوں محبتیں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتیں، اسی وجہ سے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں   ایں خیال است ومحال است وجنوں

یعنی دنیا کی محبت بھی دل میں سمائی ہوئی ہو اور اللہ تعالیٰ کی محبت بھی سمائی ہوئی ہو، یہ دونوں باتیں نہیں ہوسکتیں اس لئے کہ یہ صرف خیال ہے اور محال ہے اور جنون ہے اس واسطے اگر دل میں دنیا کی محبت سما گئی تو پھر اللہ کی محبت نہیں آئے گی، جب اللہ کی محبت نہیں ہوگی تو پھر دین کے جتنے کام ہیں وہ سب محبت کے بغیر بے روح ہیں، بے حقیقت ہیں ان کے ادا کرنے میں پریشانی، دشواری اور مشقت ہوگی اور صحیح معنی میں وہ دین کے کام انجام نہیں پاسکیں گے بلکہ قدم قدم پر آدمی ٹھوکریں کھائے گا، اس لئے کہا گیا کہ انسان دل میں

دنیا کی محبت کو جگہ نہ دے اسی کا نام ''زہد'' ہے۔

ایک یہ کہ دنیا کے تعلقات کو ختم کیا جائے اور غیر اللہ کی محبت دل سے نکالی جائے کیونکہ اللہ کی محبت کے کمزور ہونے کا سبب دنیا کی محبت کا غلبہ ہے، جتنا دل دنیا سے مانوس ہوگا اتنا ہی اس کا انس اللہ سے کم ہوگا، مشہور مقولہ ہے کہ دنیا اور آخرت آپس میں دوسوکنیں ہیں، دنیا کو دل سے نکالنے کا واحد طریقہ زہد کے راستے پر چلنا ہے جو عبارت ہے صبر اختیار کرنے، خوف اور امید کے خلاف جہاد کرنے اور اللہ کی کامل فرمانبرداری سے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اپنے خطبات میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے:

حضرت جنید بغدادیؒ کی مجلس خوب جمی ہوئی تھی اور دین کی باتیں ہورہی تھیں، اچانک ایک عورت آئی اور اس نے آواز دی کہ حضرت مجھے کچھ کام ہے تو حضرت جنیدؒ نے ایک طرف ہو کر اس سے پوچھا کہ بتاؤ کیا کام ہے؟ تو اس نے کہا کہ حضرت مجھ جیسی حسین وجمیل عورت شاید ہی کوئی اور ہو پھر بھی میرا شوہر مجھے پسند نہیں کرتا اور مجھے چھوڑ کر غیروں کی طرف دیکھتا ہے، یہ کہہ کر اس نے اپنا نقاب ہٹادیا۔ جیسے ہی اس نے نقاب ہٹایا، حضرت جنیدؒ نے ایک چیخ ماری اور وہیں بے ہوش ہوگئے، تھوڑی دیر کے بعد جب افاقہ ہوا تو متعلقین نے پوچھا کہ حضرت کیا واقعہ ہوگیا ہے؟ فرمایا کہ اس عورت نے کہا کہ میں اس وقت دنیا کی حسین ترین عورت ہوں اور اس کو یہ غم ہے کہ میرے حسن بے مثال کے ہوتے ہوئے میرا شوہر غیر عورتوں کی طرف کیوں دیکھتا ہے، تو فوراً مجھے خیال آیا کہ قیامت کے دن اگر حق تعالیٰ شانہٗ نے مجھ سے پوچھ لیا کہ مجھ جیسے جمیل اور مجھ جیسے پیارے مالک کے ہوتے ہوئے تم نے غیروں کی طرف دیکھا تو ہمارا کیا حال ہوگا؟

میرے دوستو! اس دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بنایا ہے نہ کہ غیر اللہ کے لئے حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے، فرمایا اہل سلوک کا یہ مذہب ہوتا ہے اولیاء اور انبیاء میں سے جو شخص محبت الٰہی کا دعویٰ کرے اور غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو اور غیر کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دے تو جان لو کہ وہ شخص سخت مصیبت میں مبتلا ہوگا، اس کی واضح مثال یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور اس کا دعویٰ کیا اور بعد میں یوسف علیہ السلام سے بھی محبت کی تو چالیس سال رونا پڑا اور جدائی برداشت کرنا پڑی۔ (شمارہ نمبر 12)

ایمان کا بچاؤ............کان اور دل ودماغ کی حفاظت

کان کی حفاظت: کان کی حفاظت بہت ضروری ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آخر اس میں کیا حرج ہے کہ دوسرے کی بات سن تو لینی چاہئے، حالانکہ یہ نہایت خطرناک بات ہے کہ بعض دفعہ کان میں کوئی ایسی بات پڑ جاتی ہے جس سے ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے، کان کے راستہ سے جو بات جاتی ہے وہ بھی دل میں جاتی ہے، آنکھ سے دیکھ کر جو تاثرات مرتب ہوتے ہیں وہ دل پر مرتب ہوتے ہیں اور کان کی سنی ہوئی بات وہ بھی دل میں پہنچتی ہے اس کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔

حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے بعض آدمی کہتے ہیں کہ ہم تو اس کان سے سنتے ہیں اس کان سے نکال دیتے ہیں فرمایا: یہ بھی کوئی عقل مندی کی بات ہے؟ کہ اس کان سے سنا اور اس یہاں سے اس بات کو گزارتے گزارتے پھر یہاں سے اس کو نکالا، ارے! سننے ہی کی کیا ضرورت ہے، کیسی عجیب بات ارشاد فرمائی کہ کان میں داخل ہی کیوں ہونے دیا جائے یہاں سے وہاں تک گذاری تو سہی، گزرنے ہی کیوں دیا جائے؟

آپ فرمایا کرتے تھے جس طرح سننا اختیاری ہے اسی طرح نہ سننا بھی اختیاری ہے، بہر حال کان کی حفاظت بہت ضروری ہے، حضرت حاجی محمد فاروق صاحبؒ نے اپنے مواعظ میں ایک عبرت انگیز واقعہ بیان فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے زمانہ میں گمراہ ملنگوں کا ایک ٹولہ تھا دہلی کے قریب، اور جو بھی ان کے پاس جاتا کم بخت اس کو ایسا مسخر کرتے تھے کہ وہ چار ابرو کا صفایا کر لیتا تھا، سر بھنویں، داڑھی، مونچھ ان کو چار ابرو کہتے ہیں ایک مولوی صاحب نے کہا کہ میں جا کر ان کو تہس نہس کر دوں گا، ایسی بات سناؤں گا کہ سب توبہ کر لیں گے ورنہ میں ان کا ڈٹ کر مقابلہ کروں گا، شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے منع فرمایا کہ تم نہ جاؤ تمہارا کام نہیں ہے، بڑوں کی بات مان لینی چاہئے، دیکھئے بڑوں کی بات ماننے میں بڑی بھلائی ہے اب بتایئے اس زمانہ کا بھی مولوی نہیں ہے بلکہ اس وقت کا جب کہ دہلی میں خانوادہ ولی اللہ ہی غالب تھا کیسے کیسے حضرات اس وقت تھے لیکن وہ مولوی صاحب نہیں مانے چلے گئے وہاں پہنچے اور دیکھتے ہی اس گمراہ ملنگ نے کہا اچھا تو بھی آ گیا ہے چل چار ابرو کا صفایا کر، اور بیٹھ ان کے ساتھ، بس اتنا کہا اس کی آواز

کان میں پہنچی اور وہ مولوی صاحب سب کچھ بھول گئے اور وہاں ان کے یہاں جو نائی اس گمراہ ملنگ کی طرف سے بیٹھا رہتا تھا اس کام کیلئے، اس نے ان کی داڑھی مونڈھی، مونچھیں مونڈھیں، بھنویں مونڈھیں، سر کے بال مونڈھ کر چار ابرو کا صفایا کرے ان ملنگوں میں شامل کر دیا، شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کو عین اس وقت کشف ہوا اور اپنے درس میں فرمایا کہ میں نے منع کیا تھا ان مولوی صاحب کو کہ تم نہ جانا، تمہارے بس کی بات نہیں ہے، ایسا نہ ہو کہ تم بھی انہیں میں شامل ہو جاؤ مجھے ابھی ابھی منجانب اللہ معلوم ہوا ہے کہ چار ابرو کا صفایا کر کے وہ مولوی صاحب بھی گمراہ ملنگوں میں شامل ہو گئے ہیں۔

اسی طرح ہر کس و ناکس کی کتاب بھی نہیں دیکھنی چاہئے، بعض دفعہ تو ایسی ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں جو دل میں اتر جاتی ہیں اور شکوک و شبہات دل و دماغ کو ستاتے ہیں، بعض لوگ مطالعہ کے شوقین ہوتے ہیں، ہر کس و ناکس کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیتے ہیں اور خیال ہوتا ہے کہ کوئی بات نہیں ہر کتاب کو دیکھنا چاہئے تاکہ معلوم ہو کہ کون کیا لکھتا ہے؟ اور اپنے پاس صحیح اسلامی معلومات ہوتی نہیں تو پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسلام پر اعتراضات شروع ہو جاتے ہیں۔ الامان والحفیظ۔

ہمارے ایک بزرگ حضرت صوفی بشیر محمد صاحب رحمہ اللہ جنہوں نے اکابر اولیاء کی طویل صحبت اٹھائی تھی، ان کو اخیر عمر میں کسی ملنے والے نے ایک گمراہ شخص کی تصنیف بھجوادی تھی جو بظاہر اسلامی کتاب تھی، حضرت صوفی صاحبؒ فرماتے تھے کہ گھر میں آ گئی تھی اس لئے کہیں کہیں سے دیکھ لیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخری دنوں میں فرماتے تھے کہ ان پڑھی ہوئی باتوں کا یہ اثر ہوا کہ غلط غلط وساوس آتے ہیں، اسی لئے حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے اپنی خاص نصیحتوں میں فرمایا:

(۱) غیر مسلک، غیر مشرب لوگوں کی مجالس میں نہ جایا کریں اور نہ غیر کی کتابیں دیکھیں۔

(۲) آپ نے فرمایا اسلام کی تعریف میں لکھی ہوئی کسی غیر مسلم کی کتاب بھی نہ دیکھو کیونکہ اس کی تحریر میں اس کے کفر کی ''ظلمات'' بھری ہوئی ہوتی ہیں۔

(۳) بعض لوگ اسلامی تعلیمات جدید انداز میں اسلاف کی تعبیروں سے ہٹ کر خود رائی کرتے ہیں ان کے متعلق آپ ارشاد فرماتے ہیں ''ایسے لوگوں کی تحریریں جو بظاہر بہت خوبصورت ہوتی ہیں لیکن ان کی مثال ایسی ہے جیسے گوبر کے اوپر مٹھائی'' اس لئے ایسی

کتابوں سے بچیئے، اوراپنے بزرگوں کے مشورہ سے کتاب کا مطالعہ کیجئے ان شاء اللہ برکت ہوگی اور دور حاضر کے فتنوں سے حفاظت ہوگی''۔ اللہ پاک ہم سب کو اسلاف کے طریقوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین) (شمارہ نمبر 28)

دین بھی اپنے خزانے سے ملتا ہے

ہر چیز اپنے خزانے سے ملتی ہے آگ اپنے خزانے سے پانی اپنے خزانے سے اسی طرح دین بھی اپنے خزانے (انعام یافتہ بندوں) سے ملے گا، یعنی انعام یافتہ چار طبقے ہیں، انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین ان کی تابعداری سے دین ملتا ہے، جب تک کسی منعم علیہ بندہ سے تعلق نہ ہو دین حاصل نہیں ہوتا وجہ یہ ہے کہ انعام یافتہ چار طبقے صراط مستقیم پر ہیں اور صراط مستقیم ہی ایک راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک گیا ہے، منعم علیہ لوگوں کی تفصیل۔

نبی: جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آوے یعنی فرشتہ ظاہر میں پیغام لادے۔

صدیق: جو وحی آئے ان کا جی آپ ہی اس پر گواہی دے (صدیق آئینہ نبوت ہوتا ہے)

شہید: پیغمبر کے حکم پر ایسا صدیق (اور یقین آیا) کہ اس پر جان دیدی۔

الصالحین: جن کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے اور اسی طرح جو لوگ ان کی حکم برداری پر لگ جاتے ہیں اللہ ان کو ہی صالحین اور نیک طبقہ میں شمار فرمائیں گے، جن کے پیچھے لگنا ہے ان کی تحقیق کرلے کہ واقعی وہ صالحین میں سے ہے بھی کہ نہیں کہیں دھوکہ نہ کھالیں (یعنی جعلی پیروں کے ہتھے نہ چڑھ جائیں)۔

قرآنی ہدایت: **فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون.**

(ترجمہ) کہ اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو، یعنی اس بات کی تعلیم فرمادی کہ جو لوگ علم والے بھی ہوں اور غلبہ ذکر سے ذکر میں ڈوبے ہوئے ہوں ان سے پوچھ کر چلتے رہو دین معلوم ہوتا جائے گا، عمل کرتے رہیں گے تو سرایت کرتا جائیگا یعنی پختہ ہوگا۔

اولیاء کی رفاقت کے بغیر دین نہیں ملتا

وحسن اولئک رفیقا، حق تعالیٰ جل شانہ نے رفیق فرما کر بتادیا کہ دین ان سے اس

وقت ملے گا جب ان کو رفیق بنالو گے، یعنی نیکوں کی صحبت اور ان کے پاس کثرت سے آنا جانا اور پوچھ پوچھ کر دین پر چلتے رہنا اور دین میں ان کی بات مکمل مانتے رہنا یہی ان کی رفاقت ہے۔

اس آیت میں جس رفاقت کا وعدہ ہے وہ دراصل آخرت کیلئے مدعو ہے لیکن وہ رفاقت اس دنیا کی رفاقت کا ثمرہ اور نتیجہ ہوگی یعنی جس نے انعام والوں کو دنیا میں اپنا رفیق اور ساتھی بنالیا ہوگا اس کو آخرت میں ان کی رفاقت ملے گی، حدیث شریف میں ہے کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس نے محبت کی ہوگی۔

سوال: وہ نورانی افراد یعنی انعام یافتہ نیک لوگ بہت سے انسانوں میں کیسے پہچانے جائیں؟

جواب: قرآن پاک میں ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ جسے ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتے ہیں، اس کی علامت پوچھنے پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ التجا فی عن دار الغرور والانابة الی دارلخلود والاستعداد للموت قبل نزوله، (۱) دنیا سے دل اچاٹ ہوجانا (۲) آخرت کی طرف دل کا متوجہ رہنا (۳) موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔

اسلئے نیک صحبت اختیار کرنا ضروری ہے اور بری صحبت سے پرہیز لازمی ہے، کل قیامت میں کافر حسرت کرے گا کہ اے کاش میں نے پیغمبر کو دوست بنایا ہوتا یعنی اس کی بات مان کر اس کے طریقہ پر چلا ہوتا ہے اور بعضے حسرت کے کلمات یوں کہیں گے کہ افسوس کہ ہم نے فلاں کو دوست بنایا کاش ہم (بے دین اور شیطان کو) دوست نہ بناتے، بعض روایات میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب سے اچھا وہ ہے جس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجاویں اور وہ عمل کرے تو آخرت کا شوق ہو اور جو بات کرے علم دین میں ترقی ہو۔

انسان کب بالغ ہوتا ہے: شیخ کامل کی محبت اور مجاہدہ کی برکت سے جب خواہشات نفسانیہ مرضیات الٰہیہ کے بالکل تابع ہوجاتی ہیں اس وقت اس کی عقل درحقیقت بالغ ہوتی ہے کیونکہ اب نفس پر عقل حاکم اور حکمران ہوگئی اس لئے اب یہ شخص اللہ والا ہوگیا۔

قلب انسانی کب محل نور ربانی ہوتا ہے: جب بندہ گناہوں کے تقاضوں کو تقوے کے حمام میں جلا دیتا ہے تو جو بری خواہشات پہلے ظلمت اور تاریکی کا سبب تھیں وہ تقویٰ کے حمام

میں جا کر تقوے کا نور پیدا کرتی ہیں اور جس دل میں تقوے کا نور آ جاتا ہے وہ شاہی محل ہو جاتا ہے جس میں پھر نور حق آ تا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ' ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور اس پر عمل کی توفیق اور نیک صحبت عطا فرماویں، آمین ثم آمین۔ (یکے از مضامین حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ شمارہ نمبر 33)

تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے...... سمجھنا فرض نہیں

حکما سورج کو ٹکٹکی لگا کر دیکھنے سے روکتے ہیں، آخر سورج کو اس طرح دیکھنے کو کیوں منع کرتے ہیں کیا آپ کے اندر دیکھنے کی قوت نہیں بلکہ وہ اس لئے منع کرتے ہیں کہ اگر سورج کو ٹکٹکی لگا کر دیکھو گے تو آنکھ کی بینائی ختم ہو جائے گی کیونکہ تمہاری آنکھ میں آفتاب کو دیکھنے کی تحمل نہیں ہے، اسی طرح بعض علوم اتنے دقیق ہوتے ہیں کہ ہر کس وناکس کی سمجھ میں نہیں آ سکتے، اس لئے ان میں پڑنے سے روکا جاتا ہے، انہیں میں مسئلہ تقدیر ہے اگر اس میں پڑو گے تو ایمان کا خطرہ ہے، بالاجمال تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے مگر اس کی تفصیل معلوم کرنا شرعاً مطلوب نہیں ہے، بالاجمال تقدیر کا مسئلہ عقلی ہے اسلام کے علاوہ کون سا مذہب ہے جو تقدیر پر بحث نہیں کرتا، تقدیر کے معنی ربط حادثات بالقدیم کے ہیں، یعنی مخلوق کو اللہ کے ساتھ کیا ربط ہے، دوسرے ادیان نے اس ربط کو بیان نہیں کیا یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ اسلام نے اس ربط کو معقول کر کے دکھلایا مگر دوسروں نے دباؤ سے منوایا، لہٰذا جب یہ مسئلہ مشکل ہے تو اس میں کیوں پڑتے ہو اس میں پڑنے سے اسلام نے ممانعت کر دی ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ تقدیر کا مسئلہ سمجھ اور عقل میں نہیں آتا ہم کہتے ہیں کہ تمہاری عقل ہی کتنی بڑی ہے جو یہ مسئلہ سمجھ سکے مثلاً ہزار آدمیوں میں نوسو پچاس تو نابینا ہیں اور پچاس بینا یعنی آنکھ والے ہیں اب اگر سارے بینا کسی کے بارے مین اتفاق کر لیں کہ یہ چیز تو ہے ہی نہیں کیونکہ ہماری نظر میں نہیں آ رہی ہے تو کیا ان کا یہ کہنا صحیح ہو گا ہرگز نہیں بلکہ یہی کہا جائے گا کہ پہلے اپنی اپنی نظروں کا علاج کر لو خرابی تو اپنے اندر ہو اور اس کو ڈال دیں سائل پر یہ کون سی انصاف کی بات ہے۔

تقدیر کا مسئلہ عقلی ہے: سائل کو تو اس طرح سوال کرنا چاہئے کہ اگر تقدیر کا مسئلہ عقلی ہے تو وہ کس درجے تک عقلی ہے کیونکہ عقلی مسئلہ تو ہم بھی سمجھ سکتے ہیں تو پھر سائل کو سمجھایا جائے گا کہ جب آپ خالق سے رابطہ قائم کریں گے تو اس رابطے کو سمجھنے کی کوشش کریں گے

اسکے سمجھنے کی ایک صورت تو یہ ہے جس کو فلاسفہ نے سمجھا ہے کہ حق تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر کے فارغ ہو گئے اب آپ مختار کل ہیں اب ان کا کوئی واسطہ نہیں رہا اور نہ ان کے اندر یہ قدرت ہے کہ آپ کے افعال میں تصرف کر سکیں، آپ خود ہی اپنے افعال کے خالق ہیں اگر آپ نے ایسا ہی سمجھا تو حق تعالیٰ کی ذات میں ایسا نقص مانا کہ جس سے توحید باقی نہیں رہتی اور اگر آپ نے یوں سمجھا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے بندے کو تو کسی قسم کا اختیار اللہ تعالیٰ نے دیا ہی نہیں تو اس سے عدل خداوندی میں تہمت لازم آئے گی اور ذات حق پر اعتراض ہوگا کہ جب بندہ مجبور ہے اور اس کو کوئی اختیار ہی نہیں ہے تو گناہ پر سزا دینا یہ بندے کو مجبور کرنا ہے گناہ بھی وہی کرائیں اور سزا بھی وہی دیں یہ کون سا عدل ہے تو اس عدل خداوندی میں تہمت لازم آئے گی اور وہ اس سے بری ہے تو اسلام سے ہٹ کر جس مذہب والے کی لائن اختیار کر کے جو بھی شکل بناؤ گے اس میں مشکلات پیدا ہوں گی اس لئے کہا جائے گا کہ ہر مذہب والوں کی لائن الگ الگ ہے، البتہ اسلام نے اس کے بارے میں یہی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو پیدا فرمایا اور اس کو اختیار دیا لیکن وہ قدرت و اختیار خود اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس لئے یہ اس کی مخلوق ہے مگر جتنا اختیار دیا اس میں اس کا حق ہے اس لئے بندے کو جتنا اختیار اور قدرت اللہ تعالیٰ نے دی ہے اسی کے متعلق سوال ہوگا اور حکم خداوندی کو اپنے اختیار کے مطابق پورا نہ کرنے پر سزا ملے گی رہا خالق اور مخلوق کے درمیان جو دقیق روابط ہیں وہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اس لئے اس کا تعلق حقائق الٰہیہ سے ہے اور حقائق الٰہیہ کی کنہہ اور حقیقت تک رسائی محال ہے، بندے اس قابل ہی نہیں ہیں کہ حقائق الٰہیہ کی کنہہ تک پہنچیں اور جب یہ محال ہے تو پھر اس کے سمجھنے کی بندے کو تکلیف بھی نہیں دی گئی تو حقائق الٰہیہ کو اتنا ہی سمجھو جو تمہاری سمجھ میں آسکے اس لئے اسلام میں تقدیر میں آسانی کردی اور فرمایا گیا **لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا** یعنی کسی نفس کو وہ تکلیف نہی دی گئی ہے جو اس کی وسعت اور طاقت سے باہر ہو نہ عقل میں نہ فعل میں نہ عمل میں لہذا تقدیر کا مسئلہ اگر دقیق ہے تو اس کے معلوم کرنے کی تکلیف ہی کہاں دیگئی کہ جس سے آدمی پریشان ہو جائے بس خدا کی یکتائی مانو اس میں کیا اشکال ہے جو سمجھ میں نہیں آتا اس کو چھوڑ دو۔ (ازافادات: حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ شمارہ نمبر 47)

اصل دولت......ایمان پر خاتمہ ہے

آج کل ناگہانی اموات کثرت سے ہونے لگی ہیں، روزانہ خبریں سنی جاتی ہیں کہ فلاں صاحب اچانک انتقال کر گئے، ابھی کل شام ہی ایک وکیل صاحب نے سنایا کہ کل ایک کیس میں ہم دو وکیلوں نے شہادتیں کرائیں، شہادت کی کارروائی سے فارغ ہوکر عدالت سے باہر نکلتے تو میں نے اپنے ساتھی وکیل سے کہا آؤ ملک صاحب نماز پڑھ لیں، انہوں نے کہا نہیں میں گھر جاکر پڑھوں گا، کیونکہ ایک جنازہ میں شرکت کیلئے پہنچنا ہے دیر ہورہی ہے میں سلام کہہ کر اپنی سیٹ کی طرف چلا، سیٹ تک پہنچا ہی تھا کہ پیچھے سے کسی نے آواز دیکر کہا ملک شبیر صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، میں حیرت زدہ ہوکر واپس لوٹا کہ ابھی تو وہ ٹھیک ٹھاک تھے اور کسی کے جنازہ کے لئے روانہ ہورہے تھے وہاں پہنچا تو پتہ چلا جی کہ وہ آپ سے سلام کے بعد اپنی موٹر سائیکل کی طرف آئے منشی نے موٹر سائیکل انہیں پکڑائی انہوں نے موٹر سائیکل کو کک لگائی اور پھر نیچے گر پڑے، گرتے ہی روح پرواز کرگئی سارے لوگ حیرت کا مجسمہ بنے دیکھ رہے تھے کہ دیکھو جی انہیں کسی اور کے جنازہ میں شرکت کی جلدی تھی اس سے پہلے خود رخصت ہو چلے۔

اسی طرح ایک اور دوست کے بارے میں بتایا گیا کہ گھر سے بچی کی دوائی لینے نکلے ڈاکٹر کے پاس پہنچے تو اچانک اپنے سینہ پر ہاتھ رکھا کہ درد ہے اور وہیں گر پڑے ڈاکٹر کے سنبھلنے سے پہلے ہی روانہ ہو چلے، نہیں معلوم کہ اس طرح کی اموات کے پیچھے کیا وجوہ واسباب ہیں، واللہ اعلم۔ لیکن اس طرح کی اموات ہمارے لئے نشان عبرت ضرور ہیں۔

لطیفہ مشہور ہے کہ ایک صاحب کی کہیں عزرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور دوستی ہوگئی انہوں نے ملک الموت سے کہا جب میری موت قریب ہو تو مجھے ذرا پہلے اطلاع کر دینا انہوں نے کہا ٹھیک ہے لیکن اس آدمی کی موت کا وقت آپہنچا اور عزرائیل نے پہلے کوئی اطلاع نہ دی تو اس آدمی نے کہا آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ پہلے اطلاع کروں گا عزرائیل نے کہا ارد گرد تمہارے علاقے میں جو موتیں ہوتی رہی ہیں وہ تیرے لئے اطلاع تھیں۔

ہمیں فوراً سے بھی پہلے اپنی موت کی تیاری اور اپنے خاتمہ بالخیر کی فکر کرنی چاہئے، اتنا بھی بھروسہ نہیں ہے کہ کسی عزیز دوست کے جنازہ یں جارہے ہیں تو یقیناً خود واپس آجائیں

گے، یہ ممکن ہے کہ اس کا جنازہ پڑھنے سے پہلے ہمارے جنازہ کی تیاری شروع ہو جائے۔

اس لئے اپنے خاتمہ کی فکر میں لگن سب سے بڑی دانائی ہے، ایک بزرگ اپنی ساری زندگی نہیں ہنسے، کسی نے پوچھا تو فرمایا مجھے اپنے خاتمہ کا علم نہیں کہ کیسا ہوگا اسی لئے اب میں کیسے ہنسوں؟ جب فوت ہوئے تو ہنس رہے تھے گویا بزبان حال بتلا رہے تھے کہ اب میں خوش ہو رہا ہوں کہ میرا خاتمہ ایمان کے ساتھ ہو گیا ہے، اعتبار خاتمہ کا ہے حدیث پاک میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **انما الاعمال بالخواتیم** کہ اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے اور انسان کا خاتمہ اس کی زندگی بھر کے مشغلہ اور دلچسپیوں کے مطابق ہوتا ہے اسی کو حدیث پاک میں بتلایا گیا ہے **المرء مع من احب**، انسان کا انجام اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ شغف رکھتا ہے اور یہ بھی ارشاد ہے **من کثر سواد قوم فھو منہ** جس نے جس گروہ کی کثرت بڑھائی وہ اسی کے ساتھ ہوگا یعنی زندگی میں اگر اس نے اپنے آپ کو اچھے لوگوں کی صحبت میں رکھا تو اس کا انجام بھی اچھا ہوگا بروں کے ساتھ شامل رہا اور ان کا ووٹ بڑھایا تو انجام بھی برا ہی ہوگا۔ اور اس بات کی دلیل کئی مشاہدات بھی ہیں۔ ہمارے عم محترم حاجی فدا حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دعوت و تبلیغ کے حریص تھے کوئی موقع خالی نہ جانے دیتے تھے چنانچہ ان کی موت بھی تبلیغ و نصیحت کرتے ہی آئی، اپنے عزیز کی تعزیت کے لئے گئے اور انکے لئے طویل دعاء مانگی، دعاء کے بعد نیکی و بھلائی کی نصیحتیں کرنے لگے اتنے میں فرمایا چلو جمعہ کی نماز پڑھیں بس نماز کے لئے اٹھنے لگے اور بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھا اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔

قاری عبداللطیف صاحبؒ ملتان والے جو حال ہی میں مدینہ منورہ میں ٹریفک کے حادثہ میں شہید ہوئے ہیں چونکہ ساری زندگی کا مشغلہ قرآن پڑھنا پڑھانا تھا اس لئے آخر وقت بھی قرآن کریم پڑھتے ہوئے جان دی **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی مصروفیات و مشغولیات کا جائزہ لیں کہ کہیں ہماری مصروفیات گناہ و نافرمانی کی تو نہیں ہیں؟ خدانخواستہ اگر ایسا ہے تو پھر خاتمہ بالخیر کی فکر کریں، آج ہی ہمیں ہر قسم کے گناہ سے توبہ کر کے اپنی مصروفیات کو اچھائی کی طرف بدل لینا

ضروری ہے، اگر ہم آج اپنے آپ کو نیکیوں میں مشغول رکھنے میں کامیاب ہوگئے تو انشاء اللہ خاتمہ بالایمان کی قوی امید ہے۔

نماز کی پابندی، تلاوت کی پابندی، اپنے دفتر و کاروبار میں کسی سے بدمعاملگی نہ کریں، جھوٹ نہ بولیں، رشوت نہ لیں، خیانت نہ کریں، ہرایک کی خیرخواہی کرتے رہیں اور استغفار کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیڑہ پار ہے۔

حسن خاتمہ کیلئے سات نسخے

1۔ ہر فرض نماز کے بعد الحاح (آہ وزری) سے یہ دعا پڑھنا: **ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب (پ ۳ ال عمران)**

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے استقامت اور حسن خاتمہ کی درخواست کا بندوں کے لئے سرکاری مضمون نازل فرمایا ہے اور جب شاہ خود درخواست کا مضمون عطا فرمائے اس کی قبولیت یقینی ہوتی ہے، لہذا اس دعاء کی برکت سے استقامت اور حسن خاتمہ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور عطا ہوگا۔

2. اس دعا کا معمول بنالیں جو حدیث پاک میں ہے، استقامت اور حسن خاتمہ کے لئے کثرت سے پڑھتے رہیں۔ **یا حی یا قیوم برحمتک استغیث (مشکوۃ)**

3۔ مسواک کرنا: علامہ شامی ابن عابدین ج ا ص ۸۴ پر رقم طراز ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: سنت مسواک کی برکت سے موت کے وقت کلمہ شہادت یاد آجائے گا۔

4۔ ایمان موجودہ پر شکر ہے۔ یعنی ہر روز موجودہ ایمان پر شکر ادا کرنا اور وعدہ ہے کہ:

لئن شکرتم لا زیدنکم (سورۃ ابراہیم) اگر تم لوگ شکر ادا کرو تو ہم اپنی نعمتوں میں ضرور ضرور اضافہ کریں گے، پس ایمان پر شکر ایمان کی بقاء بلکہ ترقی کا ذریعہ ہے۔

5۔ **بدنظری سے حفاظت:** بدنظری سے حفاظت پر حلاوت ایمان عطا ہونے کا وعدہ ہے، حلاوت ایمان جب دل کو ایک بار عطا ہو جائے گی پھر کبھی واپس نہ لی جائے گی۔

پس حسن خاتمہ کی بشارت اس عمل پر بھی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
تحقیق نظر ابلیس کے تیروں میں سے زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ہے جس بندے نے میرے خوف سے اپنی نظر کو (نامحرم لڑکی سے حسین لڑکے سے) محفوظ رکھا اس کو ایسا ایمان

عطا کروں گا جس کی حلاوت وہ قلب میں محسوس کرے گا۔

یہ دولت حسن خاتمہ آج کل سڑکوں پر تقسیم ہورہی ہے، نظر کی حفاظت کیجئے اور یہ دولت حاصل کیجئے۔

6۔ اذان کے بعد کی دعاء: جس کو دعائے وسیلہ بھی کہتے ہیں اذان کے کلمات کا جواب دے دیجئے، پھر جب اذان ختم ہو، آپ درود شریف پڑھ کر دعائے وسیلہ پڑھئے:

اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة ات محمدن الوسيلة و الفضيلة وابعثه مقاماً محمودا ن الذی وعدته (بخاری)

انک لا تخلف الميعاد یہ آخری جملہ مسند امام بیہقی میں ہے۔

اس دعا پر وعدہ ہے کہ **حک له شفاعتی**۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو اس دعاء کو پڑھے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوجائے گی اور جب اس دعاء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہوگی تو ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں:

اس میں حسن خاتمہ کی بشارت موجود ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا، کیونکہ شفاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کافر کو نہیں مل سکتی (مرقاۃ، باب الاذان)

7۔ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا۔ بخاری شریف کی دو روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس عمل مذکور سے حسن خاتمہ کا فیصلہ مقدور ہوجاتا ہے۔

روایت ا: اہل ذکر یعنی صالحین اور اہل اللہ کی شان میں حدیث وارد ہے کہ ایک شخص مجلس ذکر میں صالحین اور اہل اللہ کے مجمع میں کسی حاجت کیلئے جاتے ہوئے تھوڑی دیر کیلئے بیٹھ گیا اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے ان ذاکرین کی مغفرت کا اعلان کیا تو ایک فرشتے نے کہا کہ فلاں شخص تو کسی ضرورت سے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا اور وہ خطا کار بھی ہے، ارشاد ہو **لهم القوم لا يشقى بهم جليسهم** یہ ایسے مقبولان حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم اور شقی نہیں رہ سکتا **وله قد غفرت** میں نے اس کو بھی بخش دیا۔

۲: بخاری ومسلم ہے کہ تین خصائل جس میں ہونگے وہ ان کی برکت سے ایمان کی حلاوت پائے گا۔

ا۔ جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات سے محبوب ہوں۔

۲- جو کسی بندہ سے محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے۔

۳- اور جو ایمان عطاء ہونے کے بعد کفر میں جانا اتنا ناگوار سمجھے جیسا کہ آگ میں جانا۔

ایمان پر خاتمہ کے لئے اللہ تعالیٰ کیلئے کسی سے محبت کرنا ایک عظیم ذریعہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ محبت اللہ والوں ہی کے ساتھ اعلیٰ اور کامل درجہ کی ہوتی ہے پس اس کا کامل نسخہ کسی اللہ والے سے محبت کرنا ہے (قرآن وحدیث کے انمول خزانے) (شمارہ نمبر 42)

اللہ اکبر

چاند پر سب سے پہلے قدم رکھنے والا ''نیل آرم سٹرانگ'' مصر گیا، وہ صبح تڑکے بستر پر ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا، کمرے سے باہر نکل کر پریشانی کے عالم میں لان پہنچا ہوٹل کے اسٹاف نے پریشان دیکھ کر اس سے وجہ پوچھی اس نے کہا ''میں کہاں ہوں'' اور جب اسے بتایا گیا کہ ''آپ مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں ہیں، تو کہنے لگا ''قاہرہ میں یہ آوازیں کہاں سے آرہی ہیں؟'' اسے کہا گیا کہ قاہرہ کی مسجد سے صبح کی اذانیں بلند ہو رہی ہیں تب اس نے اپنی بدحواسی کی وجہ بتائی کہ میں نے چاند پر اس طرح کی آوازیں سنی تھیں، یہاں دوبارہ سن کر مجھے شک ہوا کہ ''میں چاند پر ہوں یا زمین پر''......خاک سے اٹھ کر گردوں پر گذر رکھنے اور جھوٹے خداؤں کی خدائی پر ضرب لگانے والی ''اللہ اکبر'' کی یہ ایمانی صدا، مومن کی حوصلہ بخشی، سرمدی جذبوں کو حرارت عطا کرتی، مخالف سمتوں کے سامنے ڈٹ جانے اور انجام سے ظالم کے دو چار ہونے تک اس میں صبر کی قوت پیدا کرتی ہے۔ (شمارہ نمبر 48)

آج کے دن کس کی حکومت ہوگی؟

قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے **لمن الملک الیوم للہ الواحد القھار۔**

یعنی آج کے روز کس کی حکومت ہوگی بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا اور غالب ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قیامت قائم ہونے کے وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ لوگو! قیامت آگئی اس ندا کو مردے زندے سب سنیں گے، پھر فناء خلق کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرمائیں گے اور ارشاد ہوگا **لمن الملک الیوم** آج کس کی

حکومت اور بادشاہی ہے، اس سوال کا جواب کوئی نہ دے سکے گا، سب پر ہیبت چھائی ہوگی، جب کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا تو خود ہی حق تعالیٰ فرمائیں گے لله الواحد القهار۔

آج حکومت صرف واحد قہار اللہ کی ہے۔ اس موقع پر ایک تاریخی واقعہ قابل ذکر ہے کہ سامانی خاندان کے فرمانروا نصر بن احمد جب نیشاپور میں داخل ہوئے تو انہوں نے ایک دربار منعقد کیا اور تخت پر بیٹھنے کے بعد فرمائش کی کہ دربار کی کارروائی قرآن کریم کی تلاوت سے ہو، چنانچہ ایک بزرگ آئے اور انہوں نے یہی رکوع تلاوت کیا، جس وقت وہ اس آیت پر پہنچے:

لمن الملک الیوم لله الواحد القهار.

تو بادشاہ پر ہیبت طاری ہوگئی، لرزتے ہوئے تخت سے اترے، تاج سر سے اتار کر سجدے میں گر گئے اور بولے کہ اے رب بادشاہی تیری ہی ہے نہ کہ میری، اللہ اکبر! (شمارہ نمبر 27)

اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑیئے

ایک دوست نے بتایا کہ ایک دفعہ مجھے عملیات وتعویذات کی طرف رغبت ہوئی، ایک صالح دوست سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ جب لوگوں کو تعویذ وغیرہ دیا کریں گے تو آپ کے اس عمل سے لوگ اللہ تعالیٰ سے نہیں بلکہ آپ سے جڑنے لگیں گے، مثلاً کسی آدمی کو رزق کے بارے میں پریشانی ہے وہ آپ کے پاس آگیا آپ نے اسے تعویذ دے دیا یا کوئی عمل بتلا دیا اس نے جا کر وہ تعویذ وغیرہ استعمال کیا اور اس کی پریشانی دور ہوگئی پھر جب کبھی اسے کوئی پریشانی آئے گی تو وہ فوراً آپ کے پاس بھاگے گا، اب اس کی توجہ آپ کی طرف ہی ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہوگی، نتیجہ یہ کہ آپ نے ایک مسلمان کو اللہ سے جوڑنے کی بجائے اپنے آپ سے جوڑا۔

اس کی یہ بات مجھے سمجھ میں آئی اور میں نے اپنا یہ ارادہ ترک کر دیا۔

واقعتاً بڑے پتے کی بات ہے کہ ایک مسلمان کا کام تو یہ ہے کہ وہ خود بھی اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط تر کرے اور دوسروں کو بھی غیر اللہ سے کاٹ کر اللہ تعالیٰ سے جوڑے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت یہی ہے، قرآن کریم میں ہے قل هذه سبیلی ادعوا الی الله علیٰ بصیرة انا ومن اتبعنی

(یوسف: ۱۰۷) کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہوں بصیرت کے ساتھ میں بھی اور جو میرے پیروکار ہیں وہ بھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ حضرت مولانا روم رحمہ اللہ نے مثنوی میں نقل کیا ہے آپ نے ایک چرواہے سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں نادانی پر مبنی جملے سن کر اسے سختی سے تنبیہ کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا ''ہم نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے تا کہ آپ لوگوں کو مجھ سے جوڑیں، توڑنے کے لئے نہیں بھیجا''

تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی

کسی زمانہ میں اللہ والوں نے یہ درود وظیفہ کا طریقہ ان پڑھ اور دین سے ناواقف لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنے اور انہیں دین پر عمل کرنے کی دعوت کیلئے حکمت عملی کے طور پر اختیار کیا اور اس کا منشاء خالصۃً دین کی اشاعت اور خلق خدا کی خدمت تھا کہ کسی مریض کو پریشان حال مصیبت کے مارے کو، قرآن کریم کی کسی آیت یا سورۃ کی تلاوت کا وظیفہ بتلا دیا، کوئی بالکل ہی ان پڑھ ہے تو اسے کوئی آیت لکھ کر دیدی کہ اس کو اپنے پاس رکھ لینا اس کو یاد کرنے کی کوشش بھی کرتے رہو اللہ تعالیٰ فضل کریں گے، اس طرح دن کو وہ اللہ تعالیٰ کی بھولی مخلوق کو اس طرح دین کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے اور رات کو اللہ کے حضور الحاح و زاری کرتے کہ یا اللہ جو ہم سے ہوسکا ہم نے کردیا اب دلوں کا پھیرنا تیرے قبضہ میں ہے۔

جس دور میں مبلغین اسلام نے تبلیغ اسلام اور اصلاح عوام کا فریضہ انجام دیا ہے وہ دور کوئی پریس اور میڈیا اور دیگر سائنسی روابط ورسد کے ذرائع قطعاً نہیں تھے اور دور دراز کے علاقوں میں جہالت کا دور دورہ تھا تو اس ورد وظیفہ ودم اور تعویذ کو گویا دور دراز کی عوام سے رابطہ کا ذریعہ بنایا گیا اللہ تعالیٰ کے کلام اور مسنون دعاؤں میں اثر شفاء، اللہ تعالیٰ نے رکھ دیا ہے اس لئے اس طریقہ سے ایک طرف تو دکھی انسانیت کو راحت ملتی ہے اور دوسری طرف ان میں دین اسلام کی تعلیمات کی روح بھی پھونکی جارہی تھی ورنہ اس سادہ اور غیر سائنسی دور میں لوگوں سے رابطہ اور ان تک اپنی دعوت کی رسائی کا اور کوئی ذریعہ موجود نہیں تھا۔ (شمارہ نمبر 45)

غیر مستند پیروں سے بچئے

ضلع میانوالی تحصیل عیسیٰ خیل میں ایک قصبہ ہے ''مندہ خیل'' وہاں ایک عالم دین رہتے تھے، جن کا نام تھا ''مولانا محمد حیات صاحب'' آپ حدیث میں محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے شاگرد تھے۔

آپ نے اپنے قصبہ میں ہی درس وتدریس کی مصروفیات اختیار کیں، آپ کی علمی مہارت اور خلوص وحیثیت اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر مقبول ہوئی کہ خلق خدا دور دراز سے آپ کے پاس دعاء کرانے، مسائل پوچھنے اور اپنے بچوں کو پڑھانے کیلئے آتی تھیں بعض دفعہ دور افتادہ پہاڑی علاقوں سے بڑی بوڑھی خواتین آجاتیں اور کہتیں مولوی صاحب! ہمارا حساب کرو ہم فلاں پریشانی میں مبتلا ہیں، آپ جس کتاب کا بھی بچوں کو درس دے رہے ہوتے اس پر تھوڑی دیر غور سے دیکھتے رہتے اور پھر انہیں کسی آیات یا مسنون دعاء کا وظیفہ بتلا دیتے اور فرماتے اسے یاد کرلو اور صبح کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد پانچ دفعہ پڑھ لینا اور ظہر کے بعد بھی اسی طرح اور اسی طرح پانچوں نمازوں کا بتلاتے اور دعا بھی کرتے، ایک دن شاگرد نے پوچھا استاد جی! یہ حساب کیا ہوتا ہے اور آپ ہر کتاب پر حساب کرتے ہیں، فرمایا بیٹے! حساب کچھ بھی نہیں ہے، یہ ان پڑھ خواتین آتی ہیں ان کے ذہن میں یہ جاہلانہ خیال سمایا ہوا ہے کہ حساب ہوتا ہے اس لئے وہ کہتی ہیں مولوی جی حساب کرو، اب اگر میں پہلی ہی دفعہ انہیں یہ بتانے لگ جاؤں کہ یہ تمہارا غلط خیال ہے وغیرہ وغیرہ تو وہ یہاں سے اٹھ کر موچھ شہر میں چلی جائیں گی وہاں جاہل پیر بیٹھے ہیں جو ان کے ایمان کے بھی ڈاکو ہیں اور ان کی عزت کے بھی اور ان کے مال کے بھی، اس لئے میں ابتداء حکمت کے طور پر ان کو کچھ نہیں کہتا بس نماز وتلاوت وغیرہ کا عمل بتلا دیتا ہوں، اس طرح اللہ کے فضل سے وہ نماز وتلاوت کی پابندی کرنے لگتی ہیں اور ادھر سے پریشانی بھی اللہ کے فضل سے دور ہونے لگتی ہے، تو اگلی دفعہ جب آتی ہیں تو میں انہیں دین کے ایک دو مسئلے بتا دیتا ہوں اور آہستہ آہستہ ان کے عقیدہ کو بھی غلط توہمات وخیالات سے پاک کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور انہیں نماز، روزہ تلاوت کی عادت ڈالنے کی بھی کوشش کرتا ہوں۔

ہمارے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے پاس ایک نوجوان آیا اور بڑی لجاجت سے کہا کہ میں اپنی چچازاد سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس کے گھر والے مانتے نہیں ہیں لہذا آپ مجھے کوئی تعویذ دیں آپ نے اسے بڑا سمجھایا کہ یہ کام تعویذوں کا نہیں تم اللہ سے مانگو اور اپنے والدین سے کہو کہ کوشش کریں، نوجوان نے کہا نہیں جی آپ سے تعویذ ضرور لینا ہے، آخر آپ نے مجبور ہوکر کاغذ کے ایک ٹکڑے پر لکھا کہ ''یا اللہ! تیرا یہ بندہ مانتا نہیں اور میں کچھ جانتا نہیں، تو اپنے فضل سے اس کا کام بنادے'' یہ لکھ کر اسے تھمادیا کہ یہ تیرا تعویذ ہے، اللہ پاک نے اس کا کام بنادیا یہ تھی اس سادہ دور کے علماء اور اہل اللہ کی حکمت عملی کہ اس طرح وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑے تھے۔

لیکن افسوس کے اب آہستہ آہستہ تعویذ، گنڈے کو ایک نفع بخش کاروبار وفن بنادیا گیا ہے، دنیا پرست اس کے ذریعہ سادہ لوح عوام کو لوٹتے ہیں انہیں تعویذ وجادو کے ایسے چکر میں ڈالتے ہیں کہ وہ بے چارے دین سے بھی گئے اور دنیا سے بھی۔

آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑیں۔

ہر حال میں اسے اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری و عاجزی کی طرف متوجہ کریں، انسان کی سب سے بڑی توہین اور ذلت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق نہ ہو اور وہ بندوں کے سامنے جھکتا پھرے، اپنی امیدیں اللہ کی بجائے مخلوق سے وابستہ کرے۔

جو قصد منزل حق ہے تو پھر کتاب مبیں کو ہجوم تیرہ شبی میں چراغ راہ بناؤ
یہی ہے درس اخوت یہی پیام وفا ہے کہ آدمی کے ستم سے تم آدمی کو چھڑاؤ

(شمارہ نمبر 46)

حیا اور غیرت ایمانی

اجزاء ایمان میں ایک بڑا اور اہم جزو شرم وحیا ہے، یہ ایک بڑا شعبہ ہے ایمان کا حدیث شریف کا مضمون ہے کہ حیا ایمان کا نصف ہے جب یہ ختم ہوجاتا ہے کہ تو دوسرا حصہ خود بخود ختم ہوجاتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ اس زمانے میں مسلمانوں کے پاس حیا کہاں ہے کس کے پاس ہے، معاشرہ کی لعنتوں نے حیا کا مفہوم ہی ہمارے ذہنوں سے نکال دیا ہے اور ہم کو اس کا ذرا احساس نہیں نصف ایمان کو تو ڈھایا جاچکا ہے پھر نصف کی بقاء کی کیا صورت

ہو گی؟ کبھی آپ نے اس بات پر غور کیا ہے؟

اب ڈھونڈیئے چل کر حیا کہاں ہے؟ کس جگہ ہے سب سے پہلے اپنی طرف نظر ڈالیئے آپ کے نفس نے آپ کو اس چکر میں ڈال رکھا ہے کہ آپ تھوڑے بہت دیندار آدمی ہیں، نماز روزہ فرائض واجبات ادا کر لیتے ہیں لیکن اس کے باوجود کیا آپ نے غور کیا ہے کہ آپ کہاں کہاں حیا سے کام لیتے ہیں؟ کہاں کہاں آپ کی نظر بہکتی ہے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی صریح خلاف ورزی دیکھ کر کب آپ کو غیرت آتی ہے خلاف شرع کام کرنے میں کب خود آپ کو شرم محسوس ہوتی ہے؟ بلکہ اس کے برخلاف جانتے بوجھتے غیر شرعی باتوں میں کتنی رغبت اور دلکشی محسوس کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی جتنی غیرت ایمانی ہمارے پاس ہونی چاہئے وہ نہیں ہے، اب ہم اس کی کیا تشریح کریں؟ ہر شخص خود اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھ لے اپنی ہی ذات کو پہلے دیکھ لیں پھر اپنے اہل وعیال پر نظر کریں، کیا ہمارے لڑکوں میں حیا ہے؟ کیا ہماری لڑکیوں میں حیا و شرم ہے، حیا تو کہیں بھی نہیں ہے، شرم و حیا سے سب کے سب بیگانہ اور آزاد ہیں نفس و شیطان نے سب سے پہلے ہماری حمیت اور غیرت ایمانی پر ڈاکہ ڈالا ہے، آدھا ایمان تو جا چکا ہے، اب اعمال و طاعات میں جان آئے کہاں سے؟ عورت کا سب سے بڑا شرف نسوانیت حیا ہے جس عورت میں حیا نہیں ہے اس میں نسوانیت ہی باقی نہیں سارے جسم کا پردہ اب تو قریب قریب اتر گیا ہے عقلوں پر پڑ گیا ہے اب لباس پوشاک ہی دیکھ لیجئے، کھلا ہوا سر اور سینہ، غیر محرموں سے بے محابہ ملنا جلنا، حیا کا تو نام بھی باقی نہیں رکھا اور یہ بے حیائی کے مناظر آج اچھے خاصے دیندار اور شریف گھرانوں میں بھی عام ہیں۔ الا ماشاء اللہ

اس کثرت کی بے حیائی نے ہمیں بے حس بنا دیا ہے، نہ گھروں میں حیا و شرم دکھائی دیتی ہے، نہ گھروں کے باہر، عورت کے منہ پر آج یہ الفاظ ہیں کہ وہ دن ختم ہوئے جب عورت گھروں کی چار دیواری میں چھپی بیٹھی رہتی تھی اب ہم بیدار ہو گئے ہیں، گھروں سے باہر نکلیں گے، ہر کام میں مردوں کے شانہ بشانہ حصہ لیں گے، ہم ہر طرح آزاد ہیں، ہم ترقی کی راہ میں مردوں سے آگے بڑھ کر اپنا مقام پیدا کر لیں گے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اسکولوں کالجوں میں مخلوط تعلیم:

جوان لڑکے جوان لڑکیاں سر کھلا، سینہ کھلا، نیم برہنہ لباس شرم وحیا سے بے نیاز بے باکانہ آپس میں ملتے جلتے ہیں اس طرح تمام تعلیم گاہیں ایمانی واسلامی حمیت وغیرت سے بیگانہ ہوچکی ہیں اور اس کو تہذیب حاضر کا سرمایہ ناز سمجھا جاتا ہے کوئی ان سے پوچھے کیا تم مسلمان ہو اور کیا اسلام کا یہی تقاضہ ہے؟ تجارت گاہوں پر نظر ڈالو ناقص اشیاء چور بازاری، ملاوٹ ذخیرہ اندوزی کا بازار گرم ہے ان لوگوں میں انسانی محبت وغیرت کا شائبہ تک نہیں، دفاتر میں جا کر دیکھ لو؟ دھڑلے کے ساتھ بہ بانگ دہل رشوتیں لی جارہی ہیں، مخلوق خدا کوستایا جارہا ہے، کیا ان کے پاس شرم وغیرت کا نام بھی ہے؟ جو محکمے عوام الناس کی فلاح و حفاظت کے لئے تھے چاہے وہ ہسپتال ہوں، میونسپل ادارے ہوں، عدالتیں ہوں، ان سب میں حقوق تلفی ستم رانی اور ظلم کا دور دورہ ہے، شرم وحیا سب مٹ گئی ہے نہ شرافت ہے نہ انسانیت، نہ ایمان ہے نہ اسلام۔

ہمارا آدھا ایمان تو ماؤف ہو چکا ہے: ہم بڑے دھوکے میں ہیں اگر کچھ عبادات طاعات کا موقع خدا نے دیدیا تو سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہے اس میں تو شک نہیں کہ اس زمانے میں اتنا کچھ بھی بہت کچھ ہے مگر بندہ نواز! ذرا سوچئے تو سہی آپ کو ایک سو روپے کا نوٹ دیدیا جائے اس کے ایک طرف سارے نقش ونگار نوٹ کی تمام تر خصوصیات موجود ہوں اور دوسری طرف آپ پلٹ کر دیکھیں تو کورا کاغذ جناب اس نوٹ کا کیا کریں گے؟ اس نوٹ کی کیا قیمت ہے؟ کیا یہ ردی کی ٹوکری کی زینت بننے کے قابل نہیں؟ کیا یہ پھاڑ ڈالنے اور جلا دینے کے مطلب نہیں؟ تو صاحبو! پھر ہمارے اس ایمان کی کیا قیمت ہوگی جس کا نصف حصہ یعنی شرم وحیا ہم سے بالکل ہی حذف ہو چکا ہو ہم دوسری طرف سے بالکل کورے ہوں تو ان اعمال کا کیا وزن ہوگا؟ خدائے پاک کے سامنے کیا لے کر جاؤ گے کیا منہ دکھلاؤ گے اس پر بھی غور کیا؟ دنیا میں جتنی بھی بری چیزیں ہیں جتنی بھی گمراہیاں ہیں ساری کی ساری شروع ہوتی ہیں بے حیائی اور بے شرمی سے، ہم کیسے غافل ہیں کہ نہ ہم کو ان اعمال سے ڈر معلوم ہوتا ہے

کہ جس میں ہم مبتلا ہیں نہ ان اعمال سے جس میں ہمارے اہل وعیال، ہمارا ماحول سب مبتلا ہیں کیا وزن ہوگا ہمارے اس آدھے ایمان کا جس میں سے شرم وحیا کا بنیادی جز ونکل گیا ہو، ارے کچھ اعمال ہماری زندگی میں ایسے ہوں گے جن کی وجہ سے اللہ پاک کے فضل وکرم سے ہم اعلانیہ عذاب میں مبتلا نہیں ہوئے مگر وبال اور شامت اعمال کیا کچھ کم ہیں۔

آپ نے جائزہ لے لیا، متذکرہ بالا باتوں کا اب اس کو سنکر اور دیکھ کر ہی رہ جانا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ اس کو اپنے اوپر ڈھالنا ہے کچھ نہ کچھ تغیر کرنا ہے اپنی زندگی میں، یہ کہہ دینا کہ ہمارا ماحول اور معاشرہ شیطانی ہے یہ کیسے بدلے گا یہ خود ایک شیطانی وسوسہ ہے یہ بڑی کم ہمتی کی بات ہے تم خود اپنی ذات میں تغیر پیدا کرلو، کیوں فکر میں پڑتے ہو سارے جہان کی بس ذرا ہمت سے کام لو اللہ پاک ایسی راہیں کھول دیں گے جنکا وہم وگمان بھی ہم کو نہ ہو، یہ تصور سامنے رکھ کر مانگو کہ ہمارا اعمال کا سکہ ایک طرف سے بالکل کورا ہے اس کی کیا قدر و قیمت ہوگی حالات کیسے ہی ناگفتہ بہ ہوں اللہ پاک ایسے ہی غفور ورحیم اور قادر مطلق ہیں کہ حالات کو بدلنے کیلئے ان کو ذرا دیر نہیں لگتی ان کی بارگاہ میں عرض کرو مناجات کرو ندامت کے ساتھ مانگو، یا اللہ ہماری بے غیرتی کو معاف فرما دیجئے اور ہمارے اہل و عیال تمام مسلمان بھائیوں کو معاف فرما دیجئے ہماری قوم کو اس بے حسی اور غفلت کا احساس عطا فرما دیجئے یا اللہ جن لعنتوں میں ہم گرفتار ہیں ان سے ہم کو رہائی دلا یئے ہم کو شامت اعمال سے بچا لیجئے، معاشرہ کی ہلاکت خیزیوں سے ہم کو بچا لیجئے دنیا وآخرت کی ہلاکت و بربادی سے بچا لیجئے ہمارے ایمان کی حفاظت فرمایئے ہماری قوم کے غیور جوانمرد جو ہماری بے حمیتی اور بے غیرتی کی وجہ سے کافروں کی قید و بند میں سختیاں برداشت کر رہے ہیں ان کو رہائی عطا فرما دیجئے ہمارے ہر طبقے کے لوگوں کو ہدایت فرما دیجئے ہماری زندگیوں کو خوشگوار بنا دیجئے ہم کو حیات طیبہ عطا فرما دیجئے، ہماری جملہ حاجات کو پورا فرما دیجئے ہم کو اسلام پر قائم اور خاتمہ ایمان پر فرمایئے۔ آمین (عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارف رحمہ اللہ شمارہ نمبر 49)

ایمان......سب سے بڑی دولت

فرمایا: کوئی آدمی ٹرین میں سفر کر رہا ہے اور اس کے پاس ٹکٹ نہیں ہے تو فرسٹ کلاس

میں موٹے گدے پر ہونے کے باوجود وہ بے چینی محسوس کرے گا اور اگر اس نے دیکھا کہ کوئی کالا سوٹ پہن کر آیا تو اس کی بے چینی اور بڑھ جائے گی اور دھڑ دھڑ کی کیفیت شروع ہوجائے گی پھر بیت الخلاء میں پہنچنے کے بعد ہی اس کو سکون نصیب ہوگا اور وہاں سے نکلنا ہی نہیں چاہے گا، سمجھ لے گا کہ عافیت اسی مقام پر ہے تو ٹکٹ نہ ہونے کی وجہ سے ٹرین کے ائیر کنڈیشنڈ ڈبے میں بھی اسے اطمینان نصیب نہیں ہے اور اگر ٹکٹ آپ نے لیا ہے تو پھر چاہے دروازے پر لٹکنا پڑے اور پھر ایک گارڈ نہیں بلکہ پوری پولیس پارٹی چیکنگ کے لئے آجائے تب بھی آپ کو اطمینان رہے گا اس لئے کہ آپ کے پاس ٹکٹ موجود ہے، اسی طرح ایمان کی حیثیت ٹکٹ ہی کی ہے جس سے اس دنیا میں اطمینان وسکون وابستہ ہے اور آخرت میں بھی۔

ایک قصہ: عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک نواب کا انتقال ہوگیا اس کا چھوٹا بیٹا تھا ایک وزیر چاہتا تھا کہ بچے کو بادشاہ کی جگہ بٹھائے اور دوسرے لوگ چاہتے تھے کہ کوئی اور بیٹھ جائے، ان میں اختلاف ہوا پھر یہ طے پایا کہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاکر مشورہ کریں گے راستہ میں وزیر بچے کو مختلف سوالات کے جوابات سمجھاتا رہا، جب قریب پہنچ گئے تو بچے نے کہا کہ آپ نے جتنے سوالات کے جوابات سکھائے ہیں اگر بادشاہ ان کے علاوہ کوئی اور سوال کرلے تو کیا جواب دوں اس نے کہا جس نے یہ سوال تمہارے ذہن میں ڈالا ہے وہی عین وقت پر تمہارے ذہن میں اس کا جواب بھی ڈال دے گا خیر! وہاں پہنچے تو عالم گیر حوض میں پیر ڈالے ہوئے بیٹھے تھے، وزیر نے صورتحال بیان کی تو بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے لاؤ بچے کی آزمائش کرلیں، بچے کو بلایا اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر حوض کے اوپر لٹکا دیا اور پوچھا کہ تجھے ڈبودوں؟ تو بچے نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ صرف ہنسا تو بادشاہ نے بچے کو ہٹالیا، پھر بچہ سے پوچھا تم نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہنسے، تو بچے نے جو جواب دیا، وہ چاندی کی تختی پر آب زر سے نہیں بلکہ لوح قلب پر نقش کرنے کے قابل ہے، بچے نے کہا حضور جہاں پناہ! آپ اتنے بڑے بادشاہ ہیں کہ اگر کسی کا ایک ہاتھ پکڑ لیں تو وہ ڈوب نہیں سکتا جبکہ آپ نے تو میرے دونوں ہاتھ پکڑ رکھے تھے میں کیسے ڈوب سکتا تھا، کاش! ہم بھی اللہ تعالیٰ کی دست گیری پر ایسا ہی اعتماد پیدا کریں اور ایمان لے آئیں، جیسا کہ بچہ کو بادشاہ کی دست گیری پر

حاصل تھا، اگر حق تعالیٰ کی رحمت کسی کی دست گیری کرے تو وہ کیسے ڈوب سکتا ہے؟

ایک ایمان افروز بات

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی نے کہا کہ حضرت! ایک شخص نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں حج کے لئے بھیجوں گا اب وہ انکار کرتا ہے سنتے ہی خفا ہو کر فرمایا کہ شرک کی باتیں مت کرو، مطلب یہ تھا کہ بھلا اس آدمی سے کیا ہوسکتا ہے اس کا دل حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے اسی لئے بزرگوں نے لکھا ہے کہ تکلیف و خوشی کے سارے ڈورے حق تعالیٰ کے اختیار میں ہیں لہٰذا مخلوق سے جس نے نظر ہٹائی وہ عافیت میں ہے اور جس نے مخلوق پر نظر جمائی وہ پریشانی کا شکار ہے، تو جس کی نظر اس پر جم گئی وہ بہت اطمینان میں ہے، ایک شعر یاد آیا بہت سادہ، بہت چھوٹا مگر اتنا جاندار شعر ہے کہ اگر اللہ نے سمجھ سے کچھ حصہ دیا ہو تو آدمی جھوم جائے، شاعر توحید کی ترجمانی کر رہا ہے، عموماً آدمی کہتا ہے یہ میرا بیٹا ہے، یہ میری ماں ہے، یہ میری دکان ہے، یہ میرا بنک بیلنس ہے، یہ میری کار ہے، یہ میری پوزیشن ہے، یہ میرے ساتھی ہیں تو شاعر کہتا ہے ؎

جو نظر آتے ہیں وہ نہیں اپنے　　　جو ہے اپنا وہ نظر نہیں آتا

اس لئے کہ حقیقت میں وہی اپنا ہے جو آنکھوں سے نظر نہیں آتا، جو نظر آتے ہیں وہ اپنے نہیں ہیں، اسی لئے جنہوں نے ایک غم اپنا لیا ان کے لئے کوئی پریشانی اور حیرانی نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ دلوں کی دنیا حضرت حق کے ہاتھ میں ہے۔ (فیض ابرار شمارہ نمبر 52)

ایمان سب سے بڑی دولت

مسلمان کی زبان پر یہ دو جملے بڑے ثقیل ہیں ''ایک تو یہ کہ ہم بڑے گنہگار ہیں اور دوسرے یہ کہ ہم دنیا دار ہیں''۔ یہ جملے صاحب ایمان کے لئے بہت ہی نامناسب ہیں تم صاحب ایمان ہو، تمہارا اللہ تبارک وتعالیٰ سے براہ راست تعلق ہے، اس نے اپنے فضل و کرم سے ایک ایک بات تمہیں بتا دی ہے، جو تمہارے دنیا میں بھی کام کی ہے اور آخرت میں بھی، تمہارے پاس بہت بڑا سرمایہ ہے عالم امکان میں تم سے بڑا سرمایہ دار کوئی نہیں۔

سرمائے کی اقسام: دیکھئے سرمائے مختلف قسم کے ہیں، صاحب منصب ہیں،

وزارت ہے، صدارت ہے یہ سرمایہ ہے مال ودولت روپیہ پیسہ کا جو صاحب علم ہیں ان کے پاس علم کا سرمایا ہے، الغرض سرمائے مختلف قسم کے ہیں، لیکن سب سے گراں قدر سرمایہ جس سے بڑا سرمایہ عالم امکان میں نہیں وہ صاحب ایمان کے پاس ایمان کا سرمایا ہے، اس کے آگے سارے سرمائے ہیچ ہیں، حقیر اور ناقص ہیں، آنکھ بند ہوتے ہی سارے سرمائے یہیں رکھے رہ جاتے ہیں، بس یہی ایمان کا سرمایا ہے جو دنیا میں بھی کام آتا ہے اور آخرت میں بھی، بھائی قدر کرو اپنے ایمان کی اور حفاظت کرو اس سرمایہ ایمان کی یہ کہنا کہ ہم بڑے گنہگار ہیں، ہم بڑے دنیادار ہیں، یہ الفاظ بڑے ہی ناقدری کے ہیں، بلکہ گستاخانہ ہیں، ایسا نہ کہو، دیکھو تم صاحب ایمان ہو اور جس پر ایمان لائے ہو اس نے اپنی شان کریمی سے اور شان رحیمی سے اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہر مومن کا ہر گناہ معاف فرمادینے کا وعدہ فرما لیا ہے، صاحب ایمان کے لئے ہمہ وقت توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، جس غفور الرحیم اور خداوند کریم پر تم ایمان لائے ہو اور جس سے تمہارا براہ راست تعلق ہے ذرا اس کے ارشاد کریمانہ اور رحیمانہ پر ور کرو وہ اپنے بندوں سے کن الفاظ سے خطاب فرماتے ہیں۔

(اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو، بالیقین اللہ تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا، واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے) تو اس اعلان مغفرت ورحمت کے ہوتے ہوئے تم کیسے ناامید ہوسکتے ہو؟

بشری لغزش کا تدارک:

اب رہا یہ کہ نفسانی اور شیطانی وساوس کا آنا، لغزشیں ہوجانا اور گناہوں کا ہوجانا یہ بھی ہماری بشریت ہے، لیکن صاحب ایمان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی حفاظت کا سامان عطا فرمادیا کہ چاہے تم سے کچھ بھی ہوجائے لغزش ہوجائے، گناہ ہوجائے، آنکھ بہک جائے، دل بہک جائے، عمل خراب ہوجائے تم صاحب ایمان ہو ایک نہ ایک دن ضرور احساس ہوگا اور پچھتاؤ گے کہ یہ بات ناحق کی، بہت برا کیا یہ گناہ ہوگیا یہ غلطی ہوگئی، جس دن یہ ندامت قلب میں پیدا ہوئی اور آنکھوں سے ندامت کے چند آنسو ٹپک پڑے تو سمجھ لو کہ وہ غلطی معاف ہوگئی، وہ گناہ مٹ گیا، ندامت کے آنسوؤں نے

اعمال نامہ سے بداعمالی کی سیاہی کو دھو دیا، اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان پر ایسا احسان عظیم ہے کہ ایمان کی سلامتی کے لئے اور اس کے تحفظ کے لئے استغفار کا تحفہ عطا فرما رکھا ہے ارے جو کچھ بھی ہو چکا اس پر استغفار کرلو، توبہ کرلو، ہر ایک سے کیوں کہتے پھرتے ہو کہ ہم گنہگار ہیں، جب تدبیر موجود ہے، تدارک موجود ہے تو پھر کیوں اپنی گنہگاری کا اعلان کرتے ہو؟ اس اعلان سے کیا فائدہ، ارے جس کا گناہ کیا ہے اسی سے ندامت اور شرمندگی کے ساتھ کہو کہ یا اللہ ہم سے فلاں گناہ ہوگیا ہے معاف فرما دیجئے، معافی ہو جائے گی دوسرے سے ناپاکی کا اظہار کرنا کوئی اچھی بات ہے؟ یہ بھی کوئی فیشن ہے، یا تواضع کہ ہر ایک سے کہا جائے کہ ہم بڑے گنہگار ہیں، اچھا اگر تم گنہگار ہو تو کس کے ہو؟ گندہ آدمی کسی کام کا نہیں ہوتا، اس کی کوئی وقعت اور عزت نہیں تم نے یہ کیا محاورہ اختیار کر رکھا ہے کہ بڑے گنہگار ہیں، بھائی اگر گنہگار ہیں تو کیوں توبہ استغفار نہیں کرلیتے؟ کون سی چیز مانع ہے؟

توبہ اور اس کی قوت

اس کیلئے تو آسان کی ترکیب ہے کہ رات کو سوتے وقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استحضار کر کے اس پر شکر ادا کرلیا کرو اور اپنی دن بھر کی کوتاہیوں، لغزشوں کا جائزہ لو، جہاں جہاں دل بہکا، زبان بہکی ان پر استغفار کرلو پاک ہو جاؤ گے، پھر کلمہ شہادت سے ایمان کی تجدید کرلو اور پڑھو:

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله. استغفر الله ربی من کل ذنب و اتوب الیه.

بس پاک ہوگئے، جب اتنا آسان نسخہ پاکی کا موجود ہے تو اپنے اس اعلان سے کہ ہم گنہگار ہیں کیا فائدہ؟ یہ بڑی ناشکری کی بات ہے اگر اسی پر پکڑ لئے گئے کہ کہتے پھرتے ہو ہم بڑے گنہگار ہیں اور توبہ استغفار نہیں کرتے تو یقیناً سزا ملے گی، سزا سے چھوٹ نہیں سکتے تو عافیت اسی میں ہے کہ گناہ ہو جائے توبہ کرو، پھر گناہ ہو جائے توبہ کرو، پھر گناہ ہو جائے پھر توبہ کرو، عمر بھر یہی کرتے رہو، ارے توبہ واستغفار میں بڑی قوت ہے، اس کی عادت ڈال کر تو دیکھو، گناہوں سے خود بخود نفرت ہو جائے گی۔

سلامتی ایمان

اگر اپنے ایمان کو سلامت رکھنا چاہتے ہو اور اپنے ایمان کا تحفظ کرنا چاہتے ہو تو کثرت سے استغفار کیا کرو اور اپنے ایمان پر شکر ادا کیا کرو کہ یا اللہ آپ نے اپنی کروڑوں مخلوق میں سے ہم کو ممتاز فرمایا کہ نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔

(از عارف باللہ حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ شمارہ نمبر 53)

ایمان کامل کے لئے چار اہم کام

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کی اور جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض رکھا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے (کسی کو کچھ ہدیہ) دیا اور اللہ تعالیٰ کی خاطر محروم رکھا تو اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔

حب فی اللہ: اللہ تعالیٰ جل شانہ کی خاطر محبت رکھنا عبادت ہے اور یہ محبت نیکی کی وجہ سے دین ہوگی سنت کی پیروی کرتے ہوئے دیکھ کر ہوگی اور علم اور عمل کی وجہ سے ہوگی، رشتہ دار ہونا ضروری نہیں رشتہ داری امیری غریبی سب برابر ہے، بندہ نیک ہونا چاہئے، اس کیساتھ محبت کسی بھی دنیاوی غرض کے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہونی چاہئے، ایک حدیث میں آتا ہے، بندہ اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اسے چاہئے کہ سوچ سمجھ کر دوست بنائے مال ودولت وحسن جمال دیکھ کر دوستی نہیں لگانی چاہئے بلکہ دینداری اور اتباع سنت کو ترجیح دینی چاہئے۔

بغض فی اللہ: یعنی اللہ جل شانہ کی خاطر کسی بندے میں گناہ کی بات دیکھ کر دلی محبت نہ رکھنا یہ بھی دین کی خاطر بغض فی اللہ کہلاتا ہے جو کہ عبادت ہے اس مسئلہ کو عام طور پر بہت کم لوگ سمجھتے ہیں دنیا کی خاطر کسی سے لڑائی کرنا گناہ ہے یہ قطع تعلقی اور بدسلوکی میں شامل ہے جس کی قرآن وحدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں بغض فی اللہ اور چیز ہے اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر کوئی شخص بدعتی ہے یا گناہ کا عادی ہے یا دوسروں کو گناہ میں مبتلا کرنے کا قوی اندیشہ ہے ایسے شخص سے اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض رکھنا یعنی دلی محبت نہ رکھنا ضروری ہے جو کہ عبادت ہے بغض فی اللہ کا یہ معنی نہیں کہ وہ ہمارا دشمن بن گیا یا اس سے جنگ حلال ہو گئی ہے بلکہ اس کا مطلب صرف گناہ سے نفرت

ہے اور وہ گناہ جس میں پایا جاتا ہے اس سے دلی محبت نہ رکھنا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ گار کی ذات بری نہیں اس کا گناہ برا ہے۔

اعطیٰ للہ: اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی کو کوئی ہدیہ یا تحفہ از روئے محبت یا بطور صدقہ دینا عبادت ہے، حدیث شریف میں آتا ہے غریب قریبی رشتہ دار کو خیرات کرنے کا ثواب دگنا (ڈبل) لکھا جاتا ہے اس لئے غریب قریبی رشتہ دار کو خیرات وصدقات میں ترجیح دینی چاہیے بہر صورت کسی کو ہدیہ دینا یا تعاون کرنا اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رضا کیلئے ہو تو عبادت ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں صدقہ ہے، اس لئے صدقہ دیتے رہنا چاہیے، اس سے مصیبتیں بھی دور ہوتی ہیں درجات بھی بلند ہوتے ہیں اور گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔

منع للہ: کسی کو نہ دینا، روک رکھنا اگر تو یہ کنجوسی کی وجہ سے ہے تو گناہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رضا کی خاطر ہے تو عبادت ہے، مثلاً کوئی مانگنے والا مانگتا ہے جبکہ اس کے پاس ایک دن رات کے کھانے پینے کا سامان ہے پھر اس کو دینا جائز نہیں کیونکہ اس کا غلط پیشہ اس سے بڑھتا ہے، اس کے مانگنے سے پہلے اس کو دے دیں یا اس کی غربت معلوم ہونے کی وجہ سے اس کو خود پہنچا دیں تو ثواب ہوگا اسراف اور شرعی ضرورت کے بغیر خرچ کرنا گناہ ہے، ایسی جگہ سے روک رکھنا منع للہ میں داخل ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رضا کی نیت سے روکے یہ چار کام جو کوئی برضائے حق کرے گا اس کا ایمان کامل اور مکمل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین (شمارہ نمبر 59)

ایمان کی کسوٹی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"، اس ارشاد گرامی سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت ہونا" اگر اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت درجہ عشق میں ہو تو ایمان کا دعویٰ قبول ہوگا ورنہ نہیں۔

اب عشق ومحبت کے معیار سے متعلق قرآن کریم کا فیصلہ سنئے، سورۂ عنکبوت کی پہلی آیت کا ترجمہ ہے ''کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ اور ہم تو ان لوگوں کو آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان کر رہے گا جو سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا''۔

اس دستور الٰہی کے متعلق کبھی آپ نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا کیا امتحان لیا اور اس امتحان میں ہم کیسے رہے؟ یا ہر امتحان میں فیل ہی ہوتے رہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دعویٰ کیسے قبول ہوگا؟

ایمان کا معیار:

یہ کیسے معلوم ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ پوری دنیا کی بہ نسبت زیادہ محبت ہے یا نہیں؟ یہ معلوم کر لینا بہت آسان ہے اس کا معیار اور کسوٹی سمجھ لیجئے، وہ معیار یہ ہے کہ جب دو محبوبوں کا حکم آپس میں متضاد ہو، یعنی ایک پر عمل کرتے ہیں تو دوسرے کے خلاف ہوتا ہے، دوسرے پر عمل کرتے ہیں تو پہلے کے خلاف ہوتا ہے، ایک محبوب کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو دوسرا محبوب ناراض ہوتا ہے تو ایسے موقع پر انسان جس کے حکم کی تعمیل کرے گا اور جس کی رضا کو مقدم رکھے گا، گویا اس کو اس کے ساتھ زیادہ محبت ہے۔

ذرا اپنے قلوب کو اس معیار پر لائیے، تجسس کیجئے ٹٹولئے اور پھر انصاف سے بتائیے کہ کیا واقعۃً آپ کو پوری دنیا کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مقابلہ میں بیوی کا تقاضا کچھ اور ہے؟ والدین کا، بہن بھائیوں کا، بہنوں کا دوسرے اعزہ واقارب، احباب اور حکام کے مطالبے کچھ اور ہیں، ان حالات میں اگر آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں تو ان کے ساتھ محبت اور ان پر ایمان کا دعویٰ قابل قبول ہوگا ورنہ نہیں، پوری دنیا راضی ہے یا ناراض کچھ بھی ہو جائے ہر حال میں دل کا تقاضا یہ رہے فکر اس بات کی رہے کہ کہیں محبوب حقیقی ناراض نہ ہو جائے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا پر دنیا بھر کی رضا کو قربان کر دے اور کسی ناراضی کی کوئی پرواہ نہ کرے۔

اسی طرح جو گناہوں کے تقاضے پیدا ہوتے ہیں ان کا بھی یہی حال ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ایک طرف اور اس کے مقابلہ میں نفس کا حکم دوسری طرف، نفس یہ مطالبہ کرتا ہے کہ فلاں گناہ کرو، فلاں گناہ کرو، مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے کہ کبھی ان گناہوں کے قریب بھی نہ جاؤ، اس موقع پر اگر آپ نفس کا تقاضا پورا نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں، محبوب کو راضی رکھنے کے لئے مجاہدہ کرتے ہیں اور نفس کے تقاضے کو پورا نہیں کرتے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ محبت اور ایمان کا دعویٰ صحیح ہے ورنہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن الناس من يتخذ من دون الله انداداً يحبونهم كحب الله

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انسانوں کی تقسیم کردی، بعض وہ ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی بہ نسبت غیر سے زیادہ محبت ہے اور دوسرے وہ ہیں کہ ان کو پوری دنیا کی بہ نسبت اللہ سے زیادہ محبت ہے، بس صرف دو ہی قسمیں ہیں، اب ہم سوچ لیں کہ ہم کس قسم میں داخل ہیں، قرآن وحدیث سے ثابت ہو گیا کہ ایمان وہی قبول ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ سب سے زیادہ محبت ہو، ایمان بنانے کے لئے درج ذیل نسخوں کا استعمال بہت مفید ہوگا۔

1- غور وفکر ومحاسبۂ نفس: روزانہ اس معیار پر لاکر اپنے نفس کو دیکھتے رہنا چاہئے محاسبہ کرتے رہیں سوچتے رہیں کہ کیا واقعۃً آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے نفس کے تقاضوں کو قربان کر رہے ہیں؟ اگر ایسا ہو رہا ہے تو یہ ایمان قبول ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے اور اگر اس کے برعکس آپ نفس کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر ترجیح دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ دیتے ہیں تو ایمان قابل قبول نہیں، اس کو صحیح کرنے کی کوشش کیجئے۔ کبھی کبھی نفس کو مخاطب ہو کر کہیں، ارے کمبخت! تو کیسے برے برے تقاضے کر رہا ہے، میں تیری خاطر مالک کو ناراض کردوں، تیری خاطر جنت کی نعمتیں چھوڑ دوں؟ تیری خاطر جہنم میں جاؤں، میں تیری خاطر اپنی عاقبت برباد نہیں کرسکتا، جب تک آپ نفس کے محاسبے کی عادت نہیں ڈالتے اصلاح نہیں ہوسکتی۔

2- ایک مختصر دعا: ہر نماز کے بعد تین بار مانگ لیا کریں۔ اللھم انا نستعینک علی طاعتک

''یا اللہ ہم تیری اطاعت پر تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں جب تک تیری دستگیری نہیں ہوگی ہمارے اندر ہمت پیدا نہیں ہوسکتی، ہم کمزور ہیں، ہمارے مقابلے میں نفس و شیطان اور معاشرہ و ماحول غالب ہے، یا اللہ ان کے مقابلہ میں تیری اطاعت پر، تیری نافرمانیوں سے بچنے پر تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں۔

3-اصلاحی اشعار: جہاں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی آنے لگے تو اللہ کی طرف متوجہ ہو کر انہیں پڑھنا شروع کر دیجئے۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

خطرہ ہو تو اس وقت ان اشعار کو پڑھنا شروع کر دیں۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہئے
مدنظر تو مرضی جاناں چاہئے

بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا نہ چاہئے

اسی طرح جب غیر اللہ کی طرف دل متوجہ ہونے لگے تو یہ شعر پڑھئے۔

دور باش افکار باطل دور باش اغیار دل
سج رہا ہے ماہ خوباں کیلئے دربار دل

یعنی اس دل میں غیر کیلئے کوئی جگہ نہیں، یہ دل تو صرف اللہ کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی محبت عطا فرمائے جو تمام محبتوں پر غالب آجائے۔ آمین بحق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بسلسلۂ انوار الرشید شمارہ نمبر 59)

اسوۂ حسنہ

صلی اللہ علیہ وسلم

نبوی جواہر پارے مسنون دعاؤں کی تشریح

حلیہ مبارک' حضور علیہ السلام کے مبارک معمولات

عادات واخلاق' سیرت طیبہ کا تقاضا

حضور علیہ السلام بحیثیت سُسر

اسوہ حسنہ کی روشنی میں معاشرتی وگھریلوزندگی کیلئے زریں ہدایات

حضرات صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین

صحابہ کرام کے ایمان افروز واقعات اوران خوش نصیب صحابہ کا تذکرہ جنہیں

حضور علیہ السلام کی طرف سے فرداً فرداً جنتی ہونے کی بشارت کا تمغہ دیا گیا

اللہ کی باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو اللہ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہوئے راستوں میں گھومتے پھرتے ہیں، جب وہ کسی ایسی جماعت کو پاتے ہیں جو اللہ کے ذکر میں مصروف ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں کہ ادھر آؤ، یہاں تمہاری حاجت (مطلوبہ چیز) ہے، پس وہ ان کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں (جب وہ وہاں سے فارغ ہوکر اللہ کے پاس جاتے ہیں تو) اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں (حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں) میرے بندے کیا کہتے تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں، وہ آپ کی تسبیح وتکبیر اور آپ کی تحمید وتمجید کررہے تھے، اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں، کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں، اللہ کی قسم، انہوں نے آپ کو دیکھا تو نہیں، پس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، اگر وہ آپ کو دیکھ لیں تو وہ آپ کی بزرگی اور اس سے بھی زیادہ آپ کی پاکیزگی بیان کرتے، تو اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں وہ کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں وہ آپ سے جنت مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، نہیں، اللہ کی قسم، اے رب! انہوں نے جنت تو نہیں دیکھی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اگر وہ جنت دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ فرشتے کہتے ہیں، اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو اس کیلئے ان کی حرص اور طلب اور زیادہ شدید ہوجائے اور اس میں ان کی رغبت اور زیادہ بڑھ جائے اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں، وہ کس چیز سے پناہ مانگتے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، نہیں، اللہ کی قسم، انہوں نے اسے دیکھا تو نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس سے کہیں زیادہ دور بھاگیں اور اس سے کہیں زیادہ ڈریں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، پس میں تمہیں اس بات کا گواہ

بنا تا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا، فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے، ان میں فلاں آدمی ان میں سے نہیں تھا، وہ تو صرف ایک کام کیلئے آیا تھا (کہ ان کی مجلس ذکر میں بیٹھ گیا) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔ (بخاری ومسلم)

انوکھا صدقہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک آدمی نے کہا میں ضرور صدقہ کروں گا، پس وہ (ایک رات) اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک شخص کے ہاتھ پر رکھ آیا پس صبح کے وقت لوگ باتیں کر رہے تھے کہ آج رات کوئی ایک چور پر صدقہ کر گیا ہے، تو صدقہ کرنے والے نے (سن کر) کہا، یا اللہ! تیرا شکر ہے، ایک چور پر صدقہ ہو گیا میں دوبارہ صدقہ کروں گا، وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا تو اس نے ایک عورت کے ہاتھ پر رکھ دیا (کہ یہ عورت کہاں گذارا کرتی ہوگی) صبح کے وقت لوگ باتیں کر رہے تھے کہ آج رات ایک بدکار عورت پر صدقہ کیا گیا ہے، تو صدقہ کرنے والے نے (سن کر) کہا، یا اللہ! تیرا شکر ہے، بدکار عورت پر (صدقہ ہو گیا ہے) میں (آج رات) پھر ضرور صدقہ کروں گا، وہ پھر اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک شخص کے ہاتھ پر رکھ دیا، صبح کے وقت لوگ باتیں کر رہے تھے کہ آج رات ایک مال دار پر صدقہ کیا گیا ہے، تو اس نے کہا، اے اللہ! تیرا شکر ہے، ایک چور پر، ایک بدکار عورت پر، اور ایک مال دار آدمی پر (صدقہ ہو گیا) پس رات کو اسے خواب آیا اور اسے بتلایا گیا (کہ تیرا صدقہ بے کار نہیں گیا ہے، بلکہ) تیرا صدقہ جو چور پر ہوا تو شاید اس کی وجہ سے وہ چوری کرنے سے باز آجائے اور بدکار عورت، شاید وہ بدکاری سے تائب ہو جائے اور مال دار آدمی، شاید وہ عبرت حاصل کرے اور اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے، صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے اور صحیح مسلم میں بھی اس کے ہم معنیٰ روایت ہے۔

صدقہ مصیبت کو دور کرتا ہے: سالم بن ابی الجعد کی روایت ہے کہ صالح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص تھا جو لوگوں کو بہت تکلیف پہنچایا کرتا تھا، لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے شکایت کی اور درخواست کی کہ آپ اس کے لئے بددعا کریں، صالح علیہ السلام نے جواب دیا کہ جاؤ تم اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے، وہ شخص روزانہ لکڑیاں

چننے جایا کرتا تھا، چنانچہ وہ اس روز بھی اس ارادہ سے نکلا، اس روز اس کے پاس دو روٹیاں تھیں اس نے ایک کو کھالیا اور دوسری کو صدقہ کر دیا، غرض وہ لکڑیاں چن کر شام کو صحیح وسالم واپس لوٹ آیا، حضرت صالح علیہ السلام کو تعجب ہوا، انہوں نے اس شخص کو بلوایا اور اس سے دریافت کیا کہ تم نے آج کون سا عمل کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں آج لکڑیاں چننے نکلا تھا اور میرے پاس دو روٹیاں تھیں، میں نے ایک کو صدقہ کر دیا اور دوسری کو کھالیا تھا، حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اس لکڑی کے گٹھڑی کو کھولو، لوگوں نے اسے کھولا تو اس میں ایک سیاہ سانپ تھا کسی درخت کے تنے کی مانند موٹا پڑا ہوا تھا اور اپنا دانت لکڑی کے ایک موٹے تنے پر گاڑے ہوئے تھا تو صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے اسی عمل یعنی صدقہ کی وجہ سے اللہ نے تجھے اس سے بچالیا۔ (شمارہ نمبر 14)

خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب: فرمایا کہ دیکھو حق تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ دین کے کاموں میں خرچ کرنے کو فی سبیل اللہ یعنی خدا کی راہ میں خرچ کرنا کہا معاذ اللہ کیا اس میں کوئی خدا کا نفع ہے ہرگز نہیں یہ خرچ واقعی میں **فی سبیل اللہ انفسکم** ہے اس لحاظ سے تو اگر یہ قانون کر دیا جاتا کہ صدقہ اس شخص کا قبول ہوگا جو پہلے اتنی فیس داخل کرے تو ہم کو فیس دے کر خرچ کرنا چاہئے تھا کیونکہ ہمارے نفع کا کام تھا مگر افسوس آج کل مسلمانوں کو بنکوں میں تو پیسہ داخل کرانے کی ہوس ہے اور خدا کے پاس جمع کرنے کی ہوس نہیں۔ (دوائے دل) (شمارہ نمبر 48)

سنہری باتیں

دوسروں کے حقوق ادا کرتے رہو اور اپنے حقوق کا مطالبہ اللہ سے کرو: میں نے اپنے بڑوں سے ایک اصول سنا ہے جو درحقیقت حدیث پاک سے مستنبط ہے آدمی کو یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ دوسرے ہمارے ساتھ کیا کر رہے ہیں بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ مجھے شریعت عرف وعقل وبصیرت کے اعتبار سے کیا معاملہ کرنا چاہئے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم**

الامور (اور جس نے صبر کیا اور معاف کیا بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے)

حدیث میں آیا ہے: رشتہ جوڑو، جو تم سے کاٹے اور جو تم پر ظلم کرے اس سے درگزر کرو اور جو تم سے برائی کرے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو''۔

ایک حدیث میں ہے: رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں جو بدلے کے طور پر رشتہ جوڑتا ہے بلکہ وہ ہے جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو اس کو جوڑے۔

ہمارے بزرگوں نے قرآن و حدیث سے مستنبط کرکے جو بات دو فقروں میں فرمادی ہے اس پر عمل کرنے سے دنیا وآخرت دونوں جگہوں میں چین ہوگا اگر کوئی شخص تم کو گالیاں دے رہا ہے تمہاری غیبتیں کررہا ہے وہ تمہیں اپنی نیکیاں دے رہا ہے اگر ان کے پاس اپنی نیکیاں نہیں تو تمہارے گناہ اپنے سر لے رہا ہے حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ جو شخص کسی کو گالیاں دے اور مارے اس کا قصاص ضرور لیا جائے گا حتیٰ کے بے سینگ والی بکری سے قصاص لیا جائے گا۔ تمہارے ذمہ جو دوسروں کے حقوق ہیں ان کو ادا کرنے کی کوشش کرو، جہاں سے تمہیں بھی زیادہ ملے گا تمہارے ذمہ اگر کسی کا ایک دانق ہوگا تو اس کے عوض میں سات سو مقبول فرض نمازیں آخر میں کاٹ لی جائیں گی۔ (شامی)

صرف چار احادیث انسان کیلئے کافی ہیں: ارشاد فرمایا: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ لاکھ احادیث کے مجموعہ میں سے صرف چار کا انتخاب فرمایا کہ انسان کو اپنے دین پر عمل کرنے کے لئے کافی ہیں، چار تو وہی ہیں جن کو امام اعظمؒ نے منتخب فرمایا ہے اور ایک کو نہیں لیا ہے کیوں کہ اس کا مضمون ان میں آگیا ہے، امام صاحبؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی اور امام ابی داؤد کی ولادت ۲۰۲ھ میں ہوئی گویا امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ان چار حدیثوں میں سارا دین آگیا ہے، وہ چار حدیثیں حسب ذیل ہیں:

حدیث ۱: انما الاعمال بالنیات (تمام اعمال کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے) جو کرو اللہ کو راضی کرنے کے لئے کرو، اگر کوئی نماز دکھاوے کے لئے پڑھے گا کہ لوگ بزرگ سمجھیں تو یہی نماز منہ پر ماردی جائے گی۔

اگر یہی سجدہ اللہ کی رضا کے لئے ہو تو بہترین عبادت ہے، صاحب مظاہر حق نے

انما الاعمال کی حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے اسی کے ساتھ اعتکاف کی نیت کرے، وغیرہ وغیرہ تو اس کو ثواب میں نیت کے لحاظ سے بہت زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔

حدیث۲: لا یکون المومن مومنا حتی یرضیٰ لا خیه ما یرضیٰ لنفسه۔

مومن حقیقی مومن نہیں ہوسکتا، جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے اگر اس حدیث پر آدمی عامل بن جائے تو سارے باہمی جھگڑے ختم ہو جائیں، خود تو چاہے سواسیر اور دوسروں کے لئے سیر تو جھگڑے کیسے ختم ہوں، اس حدیث میں حقوق العباد آگئے چونکہ (المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده) کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان و ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں) اس حدیث کا مضمون اوپر والی حدیث میں آگیا ہے اس کو امام اعظمؒ نے مستقل شمار کیا ہے امام ابوداؤد نے ترک کردیا ہے۔

حدیث۳: ''من حسن اسلام المرء ترکه، مالا یعنیه''

انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے، لایعنی میں مشغول ہونے سے نہ دین کا نفع ہے نہ دنیا کا، ایک صاحب کا میرے پاس خط آیا، انہوں نے اپنے بعض معاصرین کے بارے میں بے جا استفسار کیا تھا میں نے ان کو جواب دیا تھا کہ کیا ان سوالات کا قبر میں جواب دینا ہے؟ کیا منکر ونکیر سوال کریں گے؟ اس دھندے میں خواہ مخواہ کیوں پھنس گئے ہو؟ صوفیاء کے یہاں پاس انفاس، کی مشق اسی لئے کرائی جاتی ہے کہ اگر آدمی کچھ نہ کرسکے تو کم از کم ہر سانس میں اللہ کا ذکر تو کرے۔

حدیث۴: الحلال بین و الحرام بین.

حلال وحرام واضح ہیں مگر ان کے درمیان بعض مشتبہ ومشکوک چیزیں ہیں جو ان سے بچے گا وہ اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کرلے گا۔ اس کا نام تقویٰ ہے جس میں کھٹک ہو بعض علماء جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز کہتے ہیں، انکو چھوڑ دینا چاہئے کیوں جھگڑے میں پڑے۔ (از افادات: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدنی نور اللہ مرقدہٗ شمارہ نمبر 46)

نبوی جواہر پارے

دین کیا ہے: دین نام ہے اللہ کی کتاب، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے اسلام اور عام مسلمانوں سے خیر خواہی کرنے کا۔ (مسلم)

غصے کی ممانعت: ایک صحابیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کی خواہش کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، غصہ نہ کیا کرو۔ (بخاری)

شفقت ومہربانی: خدا نے ہر چیز پر شفقت واجب کی ہے، یہاں تک کہ ذبح کرو تو اس جانور پر بھی شفقت کرو۔ (بخاری)

دنیا کی بے ثباتی: دنیا کیلئے ایسا عمل کرو گویا ہمیشہ رہو گے اور آخرت کیلئے ایسا کرو گویا کل مرو گے۔ (دارمی)

بلند ہمتی: علوہمت ایمان ہے۔ (ترمذی)

عمل ونسب: جس کا عمل اس کو آگے نہ بڑھا سکا اس کو نسب آگے نہ کر سکے گا۔ (ترمذی)

امانت وعہد: جس کے پاس امانت نہیں اس کا ایمان کامل نہیں جس کے پاس وفا نہیں اس کا دین کامل نہیں۔ (بخاری)

دھوکہ دہی: جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (بخاری)

مجلسی گفتگو: مجلسوں کی باتیں امانت ہونی چاہئیں۔ (بخاری)

مشورہ طلب کرنے والا: اور مشورہ چاہا ہوا امانت دار ہے۔ (مسلم)

معاہدہ: اچھا معاہدہ ایمان کا ایک جزو ہے۔ (ترمذی)

منافق کی علامتیں: منافق کی تین علامتیں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب لڑے تو گالی دے، جب امانت سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔ (بخاری)

ادائے حق: مالدار کا (کسی کا حق دینے میں) حیلہ بہانہ کرنا ظلم ہے۔ (ابن ماجہ)

مزدوری: مزدوروں کی مزدوری مارنا بڑے گناہوں میں سے ایک ہے۔ (ترمذی)

ادائے امانت: جو امانت سپرد کرے اس کی امانت دے دو اگر چہ اس نے خیانت کی ہو۔ (مسلم)

اخلاقی بلندی: ہر نیک سلوک صدقہ ہے۔

☆ جو تجھ سے الگ ہو اس سے مل جا، جو تجھ سے برائی کرے تو اس سے بھلائی سے پیش آ۔ (ترمذی)

اھل خانہ سے سلوک: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے بہتر ہے اپنے اہل خانہ کیلئے۔

رفع شر خلائق: کامل مسلمان وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے لوگ بچے رہیں۔ (بخاری)

☆ وہ مومن کامل نہیں جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔

☆ بدترین شخص وہ ہے جس کے ڈر سے لوگ اس کی عزت کریں۔

مخلوق سے محبت: بہترین عقلمندی ایمان کے بعد لوگوں سے محبت ہے۔

☆ تمام مخلوق خدا کا خاندان ہے، پس خدا کا محبوب وہ ہے جو اس کے خاندان کو محبوب ہے۔

☆ بد خلقی عمل کو اس طرح برباد کرتی ہے جیسے شہد کو سرکہ (جامع صغیر)

☆ بد خلقی نحوست ہے اور تم میں سب سے بدتر وہ ہے جو سب سے بد خلق ہے۔ (ترمذی)

پانچ اہم امور: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جان، جوانی بڑھاپے سے پہلے، تندرستی بیماری سے پہلے، مالداری فقیری سے پہلے، زندگی موت سے پہلے اور فرصت مشغولیت سے پہلے۔ (منبہات ابن حجر)

پہلوان کون ہے: پہلوان وہ نہیں جو پچھاڑ دے پہلوان وہ ہے جس نے غصے کے وقت اپنے کو قابو میں رکھا۔ (بخاری کتاب البر)

محبت کا ذریعہ: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتادوں کہ جب اس پر عمل کرو تو آپس میں محبت زیادہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ آپس میں اسلام کا طریقہ شائع کرو۔ (ترمذی شمارہ نمبر 32)

☆ مؤمنوں میں سب سے کامل وہ ہے جو اخلاق میں سب سے کامل ہو۔ (طبرانی)

☆ ایک اور موقع پر فرمایا کہ اچھے اخلاق خدا کا سب سے بڑا تحفہ ہیں۔

☆ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں دو عورتوں کی بابت سوال ہوا ایک با اخلاق تھی مگر نوافل کی پابند نہ تھی، دوسری بد اخلاق تھی اور رات دن عبادت میں مصروف رہتی تھی، لوگوں نے پوچھا کہ ان میں سے پہلے جنت میں کون جائے گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ''اچھے اخلاق والی''۔(مستدرک حاکم)

نجات کا وعدہ: فرمایا جس نے چھ باتوں کی ذمہ داری لی، میں اس کے جنتی ہونے کی ذمہ داری لیتا ہوں، نماز، زکوٰۃ، ؟، شرم گاہ کی حفاظت، حلال کی کمائی، زبان کی نرمی۔ (طبرانی اوسط عن ابو ہریرہؓ)

اصلاح قلب: خدا تمہارے جسموں اور مالوں کی طرف نگاہ نہ کرے گا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھے گا۔(مسلم عن ابی ہریرہؓ)

دل کی سختی: تم لوگ خدا کے ذکر کے علاوہ زیادہ بات نہ کیا کرو، کیونکہ اس سے دل سخت ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ خدا سے دور سخت دل ہے۔(ترمذی)

کمال ایمان: جس نے اللہ کیلئے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کی اور اللہ ہی کے لئے دیا اور اللہ ہی کے لئے روکا اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔(بخاری)

شوہر کا حق: جس عورت کا شوہر آخر دم تک اس سے راضی رہا وہ جنتی ہے۔

صلہ رحمی کا زیادہ حق دار کون ہے: حضرت حکیمؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! صلہ رحمی کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری ماں۔(ترمذی)

☆ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ ایمان کو اس طرح برباد کردیتا ہے، جس طرح کے ایلوا شہد کو برباد کردیتا ہے۔(مشکوٰۃ)

مسلمان کا احترام: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور اس کا قتل کرڈالنا کفر ہے۔(متفق علیہ)

☆ سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ اپنے بھائی سے تو ایسا جھوٹ بولے جسے وہ سچ سمجھ جائے۔(حدیث)

☆ جس نے میری خاطر اپنی زبان کو بری باتوں سے روکا اور شرمگاہ کو زنا سے بچایا تو میں اس کا ضامن ہوں، خدا سے کہہ کر اس کو جنت دلواؤں گا۔(حدیث)

☆ جس نے کام میں دیر کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے جلدی کی وہ خطاکاری کے بہت قریب ہوگیا۔ (حدیث)

☆ عرب کے کسی باشندے کو عجم کے کسی باشندے پر، عجم کے کسی شخص کو عرب کے کسی شخص پر گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں ہے، فضیلت کا دارومدار صرف خداترسی پر ہے۔ (حدیث)

☆ خدا کی رحمت بہت وسیع ہے اس کے دامن میں دوست اور دشمن پرورش پارہے ہیں، اگر اس کی رحمت آڑے نہ آئے تو کوئی بڑے سے بڑا عبادت گزار اپنی عزت وآبرو اور اپنے دین کی عظمت کو نہیں سنبھال سکتا۔ (حدیث)

☆ کمال اس چیز کا نام ہے کہ باوجود قدرت کے اپنے کمزور بھائی پر رحم کرے اپنے ہمسایہ کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ (حدیث)

☆ اسلام کے اندر ایک ایسی قوت پوشیدہ ہے جو سب کو ایک کردیتی ہے اور سینکڑوں برس کی نفرتوں کو مٹا دیتی ہے۔ (حدیث)

☆ دنیا میں نصیحت کرنے کے واسطے زمانہ اور جدائی کے لئے موت بہترین یادگار ہے۔ (حدیث)

مصوری کا انجام: جس گھر میں کتا اور تصویر ہوتی ہے اس میں ملائکہ داخل نہیں ہوتے۔ (بخاری)

☆ اللہ تعالیٰ صرف تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کو تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں کی بھی خوب خبر ہے۔ (حدیث) (شمارہ نمبر 33)

شوق علم حدیث

ا: حضرت جابرؓ ایک ماہ کی مسافت طے کر کے ایک حدیث ایک صحابی سے بالمشافہ (خود) سننے کیلئے تشریف لے گئے حالانکہ وہ حدیث آپ کو پہلے معلوم تھی۔

۲: حضرت ابوایوبؓ (جن کا نام خالد ہے) حضرت عقبہ بن عامرؓ سے ایک حدیث تازہ کرنے کیلئے مصر گئے تھے محمد بن مسلمہ وہاں کے حاکم تھے ان سے حضرت عتبہ کا گھر معلوم کیا اور وہاں جاکر نہ بیٹھے نہ آرام کیا حدیث سن کر واپس آگئے حضرت عقبہؓ نے عرض کیا کہ یا آپ اوپر

آئیں یا میں نیچے آؤں فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں آپ مجھے حدیث سنادیں میں واپس جاؤں گا۔

۳: یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے اپنے استاد محمد بن فضل رحمہ اللہ سے کہا مجھے فلاں حدیث سنادیں جب وہ سنانے لگے تو فرمایالو من کتابک وہ کتاب لینے کیلئے جانے لگے تو ان کا دامن پکڑ لیا فرمایا زبانی تو سنادیں زندگی کا بھروسہ نہیں ہے پھر کتاب سے بھی سنادیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ (شمائل ترمذی)

۴: ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بغداد تشریف لے گئے تو بغداد کے ہزاروں لوگ استقبال کے لئے باہر نکلے ہارون رشید کی بیوی اپنے محل پر چڑھی تو خلقت کا ہجوم دیکھا شوہر سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں اس نے کہا یہ ایک محدث کے استقبال کے لئے جارہے ہیں پوچھا وہ محدث یہاں رہتا ہے کہا یہاں سب اس کے شاگرد ہیں کہا کہ یہاں بار بار آتا ہے؟ کہا نہیں کہنے لگی پھر دلوں پر اس کی حکومت ہے تمہاری (ہارون رشید) نہیں استقبال میں آنے والے حدیث سنتے تھے نعرہ بازی اور ہلڑ بازی نہ ہوتی تھی عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے درس حدیث دیا جب درس ختم ہوگیا تو لکھنے والے اس میدان میں جو دواتیں چھوڑ گئے ان کی تعداد ۲۷ ہزار تھی (بروایت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ) بعض سے یہ بھی سنا ہے کہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کو چھینک آئی تو انہوں نے الحمدللہ کہا حاضرین نے یرحمک اللہ کہا جس سے اس قدر شور برپا ہوا کہ بادشاہ کی بیوی سن کر حیران ہوئی۔

۵: یحییٰ بن معین کے والد نے ترکہ میں دس لاکھ پچاس ہزار درہم چھوڑا یحییٰ صاحب نے سب کا سب حدیث حاصل کرنے میں خرچ کردیا۔

۶: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ اس امت کے مصائب کو طلباء حدیث کے اشغال سے زائل فرمادیتے ہیں۔ (مقدمہ ابن الصلاح)

مشغلہ حدیث کے فضائل: ا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ کریں جو میری بات سنے اور یاد کرے اور آگے پہنچائے۔

۲: طبرانی کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللھم ارحم خلفائی فرماکر حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کو دعا دی صحابہ نے پوچھا کہ آپ کے خلفاء سے مراد کون ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری باتیں (حدیثیں) سمجھ کر آگے لوگوں تک پہنچائیں۔

۳: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دینی معاملہ میں میرا امتی اگر چالیس حدیثیں زبانی یاد کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کو عالم شمار فرمائیں گے اور اس کو شہید لکھ دیا جاتا ہے۔

۴: حدیث میں آتا ہے کہ سب سے زیادہ قریب میرے وہ لوگ ہونگے جنہوں نے مجھ پر زیادہ درود بھیجا ہوگا اور محدثین سب سے زیادہ درود پڑھنے والے ہوتے ہیں۔ (اوجز المسالک)

۵: محدث کبیر امام مسلم رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا گیا اور حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جنت کو میرے لئے مباح (جائز) قرار دے دیا یعنی جہاں چاہوں چلا جاؤں۔

امام مالکؒ کا ادب حدیث: ۱: سولہ مرتبہ بچھو نے کاٹا مگر حدیث کو منقطع نہ کیا۔

۲: بیماری یا عذر کے بغیر مدینہ منورہ پیشاب پاخانہ نہیں کرتے تھے۔

۳: مدینہ منورہ میں کبھی گھوڑے پر سواری نہیں کی فرماتے کہ جس سرزمین میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چلے پھرے مجھے حیاء آتی ہے کہ اس میں گھوڑے پر سواری کروں۔

۴: اور اسی وجہ سے مدینہ منورہ میں جوتے بھی نہ پہنتے تھے۔ **اللھم انی اسئلک رزقاً طیباً و علماً نافعاً و عملا متقبلا آمین ثم آمین۔**

یکے از مضامین: حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ (شمارہ نمبر 31)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹیں

حضرت عائشہؓ کی بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکرانا: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقیع سے لوٹے تو میرے سر میں درد تھا، میں کہہ رہی تھی ہائے میرا سر، ہائے میرا سر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہؓ میرا سر (یعنی بطور مزاح فرمایا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے کہا کوئی بات نہیں اگر تو اس سر درد میں مرگئی تو میں تجھ کو کفن دوں گا اور تیری نماز جنازہ پڑھا کر تجھے دفن کردوں گا، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ آپؐ میرے بعد میرے گھر میں اور بیوی لائیں گے؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرادیئے۔

ایک بوڑھی عورت سے خوش طبعی: حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت جس کا نام حضرت صفیہ بن عبدالمطلب تھا تشریف لائیں (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور میرے والد کی پھوپھی تھیں) اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمادے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں کی ماں جنت میں بوڑھیاں داخل نہیں ہوں گی وہ سن کر روتی ہوئی واپس چلی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کہا جاؤ اس کو خبر دو کہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوں گی (بلکہ جوان ہو کر داخل ہوں گی) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے ان کو جوان باکرہ بنایا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمرؓ کو دیکھ کر مسکرانا: حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف دیکھا اور مسکرائے پھر فرمایا اے ابن خطاب تجھے معلوم ہے کہ میں تیری طرف دیکھ کر کیوں مسکرایا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عرفہ کی رات تیری طرف شفقت اور رحمت سے دیکھا ہے اور تجھے اسلام کی چابی بنادیا ہے۔ (شمارہ نمبر 21)

اللہ پاک کو ہنسا دینے والے تین کام!

حدیث میں ہے کہ چند باتیں ایسی ہیں ان سے اللہ کو ہنسی آتی ہے، جیسی ہنسی اس کی شان کے مناسب ہے۔ حدیث میں ہے کہ تین موقعوں پر حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے۔

پہلا موقع: ایک میدان حج میں جب ننگے سر، ننگے پاؤں، گرد پڑا ہو، بال بکھرے ہوئے، ناخن بڑھے ہوئے، نہ خوشبو اور نہ زینت اور لبیک لبیک کہتے ہوئے بندے پھر رہے ہیں، حق تعالیٰ کو اس موقع پر ہنسی آتی ہے کہ کیا چیز ان کے گھروں سے نکال کر لائی ہے، بیوی بچے چھوڑے، وطن چھوڑا، آخر یہ کیوں فقیروں کی طرح بے وطن ہوئے ہیں؟ میری محبت میں ہی تو پھر رہے ہیں حق تعالیٰ ہنستے ہیں اور ملائکہ سے کہتے ہیں کہ تمہیں گواہ کرتا ہوں، میں نے ان سب کی مغفرت کی، یہ میری محبت میں گھر بار، بیوی بچوں کو چھوڑ کر آئے

ہیں، میں کریم ہوں یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ گھر بار چھوڑیں اور میں توجہ نہ کروں، میں نے ان سب کی مغفرت کی، تو خوش ہوکر مغفرت فرماتے ہیں، اس خوشی کو ہنسی سے تعبیر کیا گیا۔

دوسرا موقع: جب مکبر تکبیر کہے اور لوگ دوڑ دوڑ کر آرہے ہیں کہ صف اولیٰ میں جگہ ملے، ہر ایک کہتا ہے مجھے ملے، گویا ایک قسم کا جھگڑا ہے اور آگے پیچھے کی دوڑ ہے، حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے، کہ یہ جو اپنا گھر چھوڑ کر میرے گھر آئے ہیں ان میں سے ہر ایک آگے بڑھنے کی کوشش کررہا ہے، یہاں کوئی مٹھائی روٹی نہیں مل رہی؟ یہ آخر کیوں دوڑ رہے ہیں؟ یہ میری محبت میں دوڑ رہے ہیں، یہ ہمارا دربار جان کر آئے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے جتنا بھی قریب ہوجائیں گے اتنے ہی ہمارے درجات بلند ہوں گے، اس سے خوش ہوکر اللہ تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے۔

تیسرا موقع: فرمایا گیا کہ خاوند اور بیوی پڑے ہوئے سو رہے ہیں، اچانک خاوند کی آنکھ کھلی اور جی چاہا کہ تہجد پڑھوں، اس نے بیوی کے منہ کے اوپر چھینٹا مارا وہ ہڑ بڑا کر اٹھی، اس نے کہا کیا مصیبت آئی ہے، خاوند نے کہا دو رکعت نفل پڑھ لے تہجد کا وقت ہے، حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے کہ یہ اس کی محبوبہ ہے اس کے پاس لیٹی ہے، آرام سے میٹھی نیند سو رہی تھی، ایک دم گھبرا کے اٹھی کہ بارش تو نہیں آگئی، خاوند نے کہا، بارش تو نہیں، مگر دو رکعت پڑھ لے، تو یہ آگے سے کہتی ہے کہ میں شکریہ ادا کرتی ہوں کہ مجھے دو رکعت پڑھنے کی توفیق ہوگئی، اس نے بھی کھڑے ہوکر دو رکعتیں پڑھیں، یا بیوی نے خاوند کے منہ پر چھینٹا مار دیا اور وہ ہڑ بڑا کے اٹھا، تو یہ موقع بھی حق تعالیٰ کی ہنسی کا ہوتا ہے، چونکہ یہ تینوں چیزیں درجات کے بلند ہونے کا باعث ہیں اور اللہ کی انتہائی رضاء کا وقت ہے، اس واسطے اس کو ہنسی سے تعبیر کیا گیا، تو یہ جو فرمایا گیا کہ: **والذین یبیتون لربھم سجداً و قیاما۔**

کہ جب رات تنہائی میں گزارتے ہیں تو کبھی سجدہ و رکوع میں اور کبھی تلاوت میں ہیں، اس پر حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے کہ کوئی دیکھنے والا نہیں، کسی کو یوں نہیں کہہ سکتے کہ دیکھو میں بڑا عابد زاہد ہوں، کسی کو دکھلانے کیلئے نہیں اٹھا، یہ صرف مجھے دکھلانے اور میری رضا کے لئے اٹھا ہے، میں کریم ہوں، بخشتا ہوں اور مغفرت کرتا ہوں۔

اب گویا تین باتیں ہوئیں، گھر سے نکلو تو تواضع کی چال چلو، قال ہو تو سلامتی کا کلمہ

ہو برے کلمات نہ ہوں، جاہلانہ باتیں نہ ہوں اور رات گزار و تنہائی میں جب کہ کسی انسان سے سابقہ نہیں تو سجود وقیام اور اللہ کے ذکر واطاعت کرو۔ (خطبات حکیم الاسلام ۳) (شمارہ نمبر 9)

اللہ کی پناہ میں آیئے!

تنگی سے، برے خاتمہ سے، بری تقدیر سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ معلم انسانیت، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری امت سے فرمایا **تعوذوا بالله من جهد البلاء و درک الشقاء وسوء القضاء و شماتة الاعداء** (متفق علیہ) "اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگو آزمائش کی مشقت سے، برے خاتمہ سے، بری تقدیر سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے"۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان (مذکورہ بالا) چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے (سنن النسائی)

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ میں آنے کی دعا مانگنے کا حکم بھی فرمایا اور یہ دعا مانگ کر عملاً تعلیم بھی فرمادی۔ اب جو بھی امتی اس دعا کو مانگے گا اسے سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کی تعمیل کی برکت واجر، سنت پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا اور ساتھ ہی وہ جامع دعائے استعاذہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی بھلائی وکامیابی بھی پائے گا، آیئے ہم علمائے محدثین رحمۃ اللہ علیہم کی تشریحات کی روشنی میں مذکورہ حدیث میں بتائی گئی چار چیزوں کے مفہوم کو سمجھ کر ذرا غور کریں کہ ان سے پناہ مانگ کر ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا اور جب فائدہ معلوم ہو گیا تو ان شاء اللہ عمل کی توفیق بھی ملے گی۔

۱: **جهد البلاء**: سب سے پہلی چیز جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کا حکم ہوا ہے وہ ہے **جهد البلاء** اس کا لفظی ترجمہ تو ہے آزمائش ومصیبت کی مشقت وسختی مگر اس کے معنی ومفہوم کی وسعت کے احاطہ میں حالات کی جو نوعیتیں آتی ہیں وہ علماء کرام نے واضح کی ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ اس سے مراد ایسی حالت ہے جس میں آدمی زندگی سے تنگ آجائے اور موت کو پسند کرنے لگے یعنی ایسی مشکل وآزمائش کی حالت کہ اگر انسان کو زندگی وموت

میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کا حکم ہو جائے تو وہ موت کو اختیار کر لے، بعض علماء نے کہا کہ اس سے مراد وہ حالت ہے کہ جس میں آدمی کی عیالداری کثیر ہو اور آمدنی کم ہو۔

انسانی زندگی کی مشکلات کی یہ دو نوعیتیں وصورتیں ہیں جو اس لفظ کے مفہوم کے ضمن میں علماء نے ذکر کی ہیں ورنہ یہ لفظ صرف انہیں دوصورتوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر مشکل صورتحال اس کے تحت داخل ہے، لہٰذا جو مسلمان اللہ تعالیٰ سے جهد البلاء سے بچنے کی دعا مانگے وہ زندگی کی ہر مشکل سے محفوظ رہے گا یا تو مشکل آئے گی نہیں یا آئے گی تو ایمان و جان وآبرو کی سلامتی کے ساتھ اسے نکلنے کی راہ مل جائے گی۔

۲: **درک الشقآء**: درک کا معنی ہے لاحق ہونا، شقاء کا معنی ہے بدبختی ومحرومی یعنی محرومی کے لاحق ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرو، علماء نے لکھا ہے کہ یہاں بطور خاص سوء خاتمہ مراد ہے کہ خدانخواستہ جس کا خاتمہ بالخیر نہ ہو تو وہ ابدی محرومی وبدنصیبی میں جاگرا اب اس کے بخت جاگنے کی امید نہیں رہی، باقی دنیا کی زندگی میں جو اتار چڑھاؤ رہتا ہے وہ عارضی ہے، معلوم ہوا جو درک الشقاء سے بچنے کی دعا مانگنے کا معمول رکھے گا اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا (اللہ تعالیٰ کے فضل سے)

۳: **سوء القضاء**: تیسرا نمبر سوء القضاء سے بچنے کے لئے اللہ سے دعا مانگنے کا حکم فرمایا گیا ہے، سوء کا معنی تو ہے بری، تکلیف دہ خواہ وہ حالت ہو یا چیز۔ قضاً اصل میں اللہ تعالیٰ کے اس ازلی فیصلہ کو کہا جاتا ہے جو اس نے امور کلیہ سے متعلق اجمالاً نازل کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ایک لفظ ہوتا ہے قدر اللہ تعالیٰ نے کلیات کے لئے اجمالی فیصلے ازل میں فرما دیئے ہیں ان میں سے ہر ایک کی جزئیات کے اپنے وقت پر واقع ہونے کا نام ہے، یہاں سوء القضاء سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی امر ایسا ہمیں پیش نہ آئے جو ہمارے دین ودنیا کے معاملے میں نقصان دہ ہو۔

۴: **شماتة الاعداء**: دشمنوں کی خوشی، یہ بھی دنیا کی زندگی میں بہت بڑی تکلیف دہ صورتحال ہوتی ہے کہ آدمی کو کوئی ایسی صورت پیش آجائے جس سے اس کے دشمن خوش ہو جائیں، شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ ایک تاجر کو تجارت میں نقصان ہو گیا تو اس نے رات کو اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا ہمارے اس نقصان کا کسی کو بتانا نہیں ہے، بیٹے نے کہا

اب جان اس پابندی کی کیا وجہ ہے؟ کہا بیٹا یہ اس لئے تا کہ ہماری مصیبت دوگنا نہ ہو جائے، مال کا نقصان ایک دکھ ہے اور اگر اس کی خبر دشمنوں تک پہنچ گئی تو وہ خوش ہوں گے اور یہ ہمارے لئے دوسری مصیبت ہوگی۔

کافر مسلمانوں کے دشمن ہیں، اگر خدانخواستہ کوئی مسلمان آخرت میں اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوا تو کافر اس پر طعنہ ماریں گے کہ ہم تو کافر تھے تمہیں کس چیز نے عذاب کا منہ دکھایا تم تو ماننے والے تھے یہ بھی **شماتۃ الاعداء** ہے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس سے بچائے۔ (آمین)

آئیں آج سے ہم حضور اکرم کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے اس دعا کو اپنے معمولات میں شامل کرلیں۔

اللھم انی اعوذبک من جھد البلاء و درک الشقاء و سوء القضاء و شماتۃ الاعداء

علامہ کرمانیؒ نے لکھا ہے کہ یہ دعا بہت ہی جامع ہے کیونکہ ایک آدمی کو جو نقصان پہنچ سکتا ہے وہ یا تو دینی ہوگا یا دنیاوی، اگر دینی ہے تو یا وہ مبداء کی جہت سے ہوگا جس سے بچنے کی دعا **سوء القضاء** میں آگئی ہے یا آخرت کی جہت سے ہوگا اور اس سے تحفظ کی دعا **درک الشقاء** میں ہوگئی اور اگر دنیا کی کوئی تنگی و پریشانی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں یا وہ اپنے گھر کے حالات میں ہوگی اس سے حفاظت **جھد البلاء** میں مانگی گئی یا وہ باہر کے معاشرے سے ہوگی تو اس سے بچنے کیلئے **شماتۃ الاعداء** کا لفظ آگیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو دنیا و آخرت کے خسارہ سے محفوظ رکھے۔ آمین (شمارہ نمبر 59)

کرومہربانی تم اہل زمین پر

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء ''یعنی مخلوق خدا پر رحم وشفقت کرنے والوں پر رحمٰن کی رحمت نازل ہوتی ہے، لہٰذا تم زمین والوں پر رحم وشفقت کرو تا کہ تم پر وہ رحم کرے جو آسمان میں ہے''۔

رحمت کی اہمیت: رحیم کوطبعی طور پر ہر شخص اچھا جانتا ہے تو حسب قاعدہ شریعت کو اہتمام کے ساتھ اس کی ترغیب دینے کی ضرورت نہ تھی مگراس حدیث میں بڑے اہتمام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ترغیب دی ہے، معلوم ہوا کہ یہ بڑی چیز ہے، فرماتے ہیں الراحمون یرحمھم الرحمن کہ رحم کی بڑی خاصیت یہ ہے کہ رحم کرنے والے پر حق تعالیٰ رحم فرماتے ہیں یہ تھوڑی فضیلت نہیں، خدا کی رحمت سے زیادہ کوئی چیز نہیں اللہ تعالیٰ کی صفات دوطرح کی ہیں۔

بعض صفات کے آثار کی تمنا تو بعض میں ہوتی ہے ہر وقت نہیں ہوتی، مثلاً عدل یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے، جس کے معنی ہیں کہ ہر کام کے مقتضاء پر پورا حکم ظاہر کرنا، ظاہر ہے کہ گناہگار آدمی کو عدل سے ڈر لگے گا، اس کو عدل کی تمنا کب ہوگی لیکن یہ صفت رحمت ایسی ہے کہ اس کی تمنا ہر وقت اور ہر شخص کو ہے، طاعت میں بھی اور گناہ میں بھی بلکہ گناہ میں تو اس کی بہت ہی ضرورت ہے، کیونکہ یہ رحمت ہی ہے کہ باوجود اس قدر نافرمانی کے پھر بھی مؤاخذہ نہیں ہوتا، دنیاوی حکام ذرا ذرا سی بات پر مؤاخذہ نہیں ہوتا، دنیاوی حکام ذرا ذرا سی بات پر مؤاخذہ کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ بڑے بڑے بڑے گناہوں پر بھی انعامات بند نہیں فرماتے۔

رحمت حاصل کرنے کا طریقہ: ایسی راحت کی چیز (رحمت) کے حاصل ہونے کا طریقہ بتاتے ہیں کہ: ''اگر تم رحم کروگے اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا''۔ یہاں اللہ پاک کی جگہ رحمٰن فرمایا جس کے معنی ہیں بہت رحم کرنے والا جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑی رحمت ہے تو وہاں سے رحمت کامل جانا بعید نہ سمجھو، یہ ایسا کلام ہے جیسا کہ کسی سے کہیں کہ اگر تم یہ کام کروگے تو فلاں کروڑ پتی تمہیں انعام دے گا، مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ انعام یقینی ہے، اس میں شک نہیں کہ وہ بڑے مالدار ہے، ویسے ہی یہاں رحمٰن کا لفظ اختیار کرنے میں اشارہ ہے، جزا کے یقینی ہونے کی طرف اللہ کی رحمت بہت بڑی ہے تم کو دینے سے بھی کمی نہ آئے گی۔

رحم کرنا واجب ہے: چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ بعض لوگ ایسے ہوں گے جو ثواب کی پرواہ نہ کریں گے اس لئے اول بصیغہ امر حکم فرماتے ہیں ارحموا من فی الارض کہ تم زمین والوں پر رحم فرمایا کرو، اس لفظ سے رحم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہمارے ذمہ واجب فرما دیا اس کے بعد ترغیب دیتے ہیں یرحمکم من فی السماء کہ آسمان والا یعنی اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔

حق تعالیٰ شانہٗ زمین وآسمان سے پاک ہے اس کے لئے کوئی مکان نہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لفظ من فی السماء استعمال فرمانا بغرض اظہار عظمت ہے۔

سب کیلئے رحم: ارحموا من فی الارض سے حکم رحم تمام ذوی العقول کو عام ہو گیا، مسلمان ہوں یا کافر اور دوسری حدیث میں جانوروں تک کے ساتھ بھی رحم کرنے کا حکم وارد ہے۔

دوسرے اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اگر کافروں پر رحم کرنا واجب ہے تو ان سے قتال کیوں جائز کیا گیا کیونکہ اول تو قتال ان کے شر کی سزا ہے ترک رحم کرنا مقصود نہیں بلکہ جن مستحقین رحم پر وہ بے رحمی کرتے تھے ان پر رحم ہے۔ (موالاۃ المصابین ص ۱۴ شمارہ نمبر 42)

جامع نصیحتیں

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا! ابو ہریرہؓ! متقی بن جاؤ، تمہارا شمار سب سے زیادہ عبادت کرنیوالوں میں ہوگا، قانع بن جاؤ، سب سے زیادہ شکر گزار مانے جاؤ گے، جو اپنے لئے پسند ہو اسی کو دوسروں کیلئے بھی پسند کرو، مؤمن بن جاؤ گے، پڑوسیوں سے بہتر سلوک کرو، مسلمان بن جاؤ گے، کم ہنسا کرو زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

احنف بن قیسؒ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: (۱) جو زیادہ ہنستا ہے اس کی ہیبت کم ہو جاتی ہے۔ (۲) جو مذاق کرتا ہے وہ حقیر ہو جاتا ہے۔ (۳) جو جس کام کو زیادہ کرتا ہے وہ اسی کے ساتھ مشہور ہو جاتا ہے۔ (۴) جو باتیں زیادہ کرتا ہے وہ ذلیل اور بدنام ہو جاتا ہے (۵) جو بدنام ہو جاتا ہے وہ بے غیرت ہو جاتا ہے (۶) جو بے حیا ہو جاتا ہے اس کا تقویٰ کم ہو جاتا ہے (۷) جس کا تقویٰ کم ہو جاتا ہے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے (۸) جس کا دل مر جائے اس کے لئے جہنم کی آگ ہی مناسب ہے۔ (شمارہ نمبر 47)

ایک صحابیہؓ کی بے مثال محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک انصاریہ عورت کے باپ بھائی اور شوہر غزوۂ احد میں تینوں شہید ہو گئے، باری

باری تین سخت حادثوں کی آواز اس کے کانوں میں پڑتی تھیں لیکن ہر بار صرف یہ پوچھتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟

لوگوں نے کہا بخیریت ہیں اس نے پاس آ کر چہرہ مبارک دیکھا اور بے اختیار پکار اٹھی آپ کے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی اور برادر بھی فدا

اے شہ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم (شمارہ نمبر 22)

حدیث شریف

☆ ایک صحابی نے پوچھا کہ بہترین اور بدترین لوگ کونسے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن کی عمر لمبی اور عمل اچھے ہوں وہ بہترین ہیں اور جن کی عمر لمبی اور عمل برے ہوں وہ بدترین ہیں۔ (احمد دارمی)

☆ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ جس نے جمعہ کی نماز پالی اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس سو شہیدوں کا اجر وثواب ہے۔ (ابوداؤد نسائی)

عورتوں کو گھر بیٹھے رشک کرنے کی وجہ سے اس کا پورا ثواب مل جائے گا۔ ان شاء اللہ (بحوالہ علم وعمل) (شمارہ نمبر 46)

دنیا سے دلی محبت کرنے والے کیلئے تین مصیبتیں

حضرت ابوعبیدہ اسدیؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کے قلب میں دنیا سما جاتی ہے تو اس میں تین چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔

۱- ایسی مصروفیت جس کی مشقت سے کبھی نجات نہیں ملتی۔

۲- ایسی امیدیں جن کا منتہیٰ نہیں۔

۳- ایسی حرص جس کا خاتمہ نہیں۔ (تنبیہ الغافلین) (شمارہ نمبر 12)

ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان

اپنے مال کو فخر سے کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال اور حقیقت یہ ہے کہ اس کا مال اس کے جمع شدہ مال سے صرف تین چیزیں ہیں، ایک تو جس نے کھالیا اور ختم کر دیا، دوسرے وہ جو اس نے پہن لیا اور پرانا کر کے پھاڑ دیا اور تیسرے وہ جو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور ذخیرہ آخرت کا بنالیا، ان تینوں چیزوں کے علاوہ جو مال اس کا ہے وہ دوسروں کے لئے چھوڑنے والا ہے، وہ اس کا نہیں ہے۔ (شمارہ نمبر 12)

شرعی پردہ کی اہمیت

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہؓ ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ اچانک عبداللہ بن ام مکتوم سامنے آ گئے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے لگے چونکہ عبداللہؓ نابینا تھے، اس لئے ہم دونوں نے ان سے پردہ کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور اسی طرح اپنی جگہ بیٹھی رہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان سے پردہ کرو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو تو وہ نہیں دیکھ رہے ہیں اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا تم دونوں (بھی) نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)

نابینا سے پردہ کرنے کا حکم: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں بھی جہاں تک ممکن ہو سکے مردوں پر نظر نہ ڈالیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نابینا تھے، پاکباز صحابی تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیویاں نہایت پاک دامن تھیں، اس کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں بیویوں کو حکم دیا کہ حضرت عبداللہؓ سے پردہ کریں، یعنی ان پر نظر نہ ڈالیں۔

دیکھو! جہاں بدنظری کا ذرا بھی احتمال نہ تھا وہاں سے اس قدر سختی فرمائی گئی تو آج کل کی عورتوں کیلئے اس حکم کی کیوں اجازت ہو سکتی ہے کہ مردوں کو جھانکا تانکا کریں، یوں اگر کوئی عورت کسی مجبوری سے سفر میں نکلی اور راستہ میں چلتے ہوئے بلا اختیار راہ گیروں پر نظر پڑ گئی تو وہ دوسری بات ہے لیکن قصد وارادہ سے مردوں پر نظر ڈالنا منع ہے، سورہ نور کی آیت میں مردوں اور عورتوں کو نظریں پست کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اسی سے بیاہ شادی کی اس قبیح رسم کی ممانعت بھی معلوم ہوئی کہ جب دولہا دلہن کو لے کر رخصت ہونے لگتا ہے تو اس کو سلامی کیلئے گھر کے اندر بلایا جاتا ہے اور جو عورتیں کنبہ یا پاس پڑوس کی یا مہمانی میں دور دراز سے آنے والی موجود) ہوتی ہیں سب دولہا کو دیکھتی ہیں اور سالیاں اس سے مذاق کرتی ہیں، کوئی اس کا جوتا چھپاتی ہے اور کوئی اس کے منہ پر چونا لگاتی ہے، اس طرح عورتوں کے بھرے مجمع میں ایک غیر محرم مرد کا آجانا جو جوانی سے بھرپور اور بہترین لباس و پوشاک پہنے ہوئے ہے، کسی طرح درست نہیں خصوصاً جب کہ عورتوں کا مقصد ہی دولہا کو دیکھنا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے سلامی مجلس برخواست ہونے کے بعد عورتیں بڑی بے باکی سے دولہا کی شکل وصورت پر تبصرہ کرتی ہیں۔ (از خواتین کے شرعی احکام)

جن رشتہ داروں سے پردہ فرض ہے

چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد، دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی، پھوپھا، خالو، شوہر کا چچا، شوہر کا ماموں، شوہر کا پھوپھا، شوہر کا خالو، شوہر کا بھتیجا، شوہر کا بھانجا۔ (از شرعی پردہ شمارہ نمبر 60)

پانچ لاکھ حدیثوں کا خلاصہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اپنے شاگرد حضرت امام ابو یوسفؒ کو فرمایا: ''بیٹا ان پانچ احادیث پر پورا اعتماد و عمل کرو جن کو میں نے پانچ لاکھ احادیث کے ذخیرہ سے منتخب کیا ہے'' وہ احادیث یہ ہیں:

۱- انما الاعمال بالنیات اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

۲- من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه آدمی کے اسلام کی اچھائی اور خوبی سے یہ بات ہے کہ وہ لایعنی (اور فضول) باتوں کو ترک کردے۔

۳- لا یومن احدکم حتی یحب لا خیه ما یحب لنفسه تم میں سے کوئی شخص مکمل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کیلئے بھی وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۴- المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده (حقیقت میں)

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

۵- **الحلال بين والحرام بين** سنو: حلال بھی بالکل ظاہر ہے اور حرام بھی اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں، جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو شخص ان مشتبہ باتوں سے بچ گیا تو اس نے اپنے دین اور عزت وآبرو کو بچالیا اور جو شخص ان مشتبہ باتوں میں پڑ گیا تو وہ حرام میں جا پڑے گا جیسا کہ کوئی شخص چراگاہ کے گرد جانور چراتا ہو تو قریب ہے کہ وہ کسی وقت چراگاہ میں جا پڑے گا، سنو ہر بادشاہ کی کوئی نہ کوئی چراگاہ ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ (جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے) اس کی بھی چراگاہ ہے اور وہ چراگاہ محرمات ہیں۔ (وہ باتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے حرام قرار دیا ہے) سنو انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہو (یعنی تندرست ہو) تو سارا جسم صحیح اور تندرست ہوتا ہے اور جب وہ ٹکڑا بگڑا ہوا ہو (یعنی فاسد اور خراب ہو) تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، خبردار کہ وہ دل ہے۔ (انتخاب لاجواب) شمارہ نمبر 55۔

ماہتاب عرب کی نظر کیمیا اثر

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خدمت کا ثبوت تو اس درجہ کھلا ہوا ہے کہ نصاریٰ اور یہود کی تاریخیں بھی ان سے لبریز ہیں، خدا جانے وہ کونسا کیمیاوی اثر تھا جو ہر شخص کو ایمان لاتے ہی ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم مقدار میں صرف ایک نظر سے اس انتہائی مرتبہ پر پہنچا دیتا تھا جو ہزار سال کی ریاضت ومجاہدہ سے بھی حاصل ہو جائے تو ارزاں ہے، آج سطح زمین پر کون شخص ہے جو اس کا انکار کرے کہ آپ جس وقت وحشت میں ڈال دینے والے دعوے کو پکارنے کے لئے تن تنہا مکہ میں کھڑے ہوئے خود آپ کے لئے بھی ایسا خوفناک منظر تھا کہ دیکھنے والوں کے دل دہلے جاتے تھے، اور ہاتھ پاؤں کپکپائے جاتے تھے، پھر آپ پر ایمان لانے والوں کی مصیبت کا تو پوچھنا ہی کیا، اس پر ان حضرات کی پختگی وثبات قدم درے کھائے، بالو کی ریت پر عین دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں لٹائے گئے، بدن پر تیل ملا جانا برداشت کیا، گرم پتھروں پر جھلسنا گوارا کیا، زخم کھائے، خون کے فوارے بہے مگر ''احد احد'' کا کلمہ جس کی مٹھاس دل میں بیٹھ چکی تھی زبان سے نہ ہٹا پر نہ ہٹا،

خود سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بے بس تھے اور کسی قسم کی اعانت نہ کر سکتے تھے، اپنے طفل نو آموز کی یہ تکلیف دیکھتے اور یوں فرما کر چلے جاتے کہ اے بلال "صبر، صبر"۔

عورتیں نظر کیمیاوی اثر سے متاثر ہوئیں تو زنجیروں میں جکڑنا پسند کیا، برہنہ کی گئیں، سر اور پیشانی کے بال پکڑ کر سنگریزوں پر گھسیٹی گئیں، شرم گاہوں پر نیزے اور برچھیاں ماری گئیں، آخر جاں بحق تسلیم ہوئیں، مگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر نہ ہوسکا پر نہ ہوسکا۔

حضرت صہیبؓ گرفتار کر کے غلام بنائے گئے، بکنا قبول کیا، مشکیں کسی گئیں، کال کوٹھڑی میں رکھے گئے، کھانا بند کر دیا گیا، فاقوں پر فاقے برداشت کئے مگر یہ نہ ہوسکا کہ جو کلمہ زبان سے پڑھ لیا تھا، ایذا رساں دشمنوں کے پنجہ ظلم سے صرف بچنے کے لئے اس کا ظاہری محض بصورت توریہ انکار کر جائیں، آخر سولی پر لٹکائے گئے اور کہا گیا کہ اپنے اسلام سے باز آؤ تو نجات و راحت ملے، مگر اس پاک نفس کو تو راحت اسی میں تھی کہ جس کیمیا اثر نے اپنا بنالیا ہے اس کی عظمت کے خلاف بات زبان پر نہ آنے پائے، اس لئے ہنسے اور کہہ دیا کہ اس خیال سے درگذر کرو جو کچھ کرنا ہے آخر سولی پر چڑھ کر یہ کلمات کہتے ہوئے کہ: "یا اللہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا آخری پہنچا دیجیو"

دنیا سے سدھارے اور انکار و کفر کا کلمہ زبان پر لانا بھی گوارہ نہ کیا۔

ایک دو نہیں بلکہ ہزارہا واقعات ہیں جنہوں نے اس بات کا ثبوت دیدیا ہے کہ آپ کی نظر میں وہ اثر تھا کہ جس پر پڑی اس کو کمال اطاعت کے انتہائی مرتبہ پر پہنچا کر ہٹی، ایک جوان شخص نے صد آرزو نکاح کیا اور جب تمناؤں کی پوری کرنے والی گھڑی آئی کہ پہلی شب میں وصال کا وقت قریب پہنچا تو کان میں آواز پڑی کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لوگوں کو جنگ میں لے جانے کے لئے بلا رہے ہیں، اس آواز کا سننا تھا کہ موت کا خوفناک میدان اور خون کی ندیوں اور نالوں کا جنگل اس پیاری بی بی کے نظارہ سے زیادہ پیارا معلوم ہونے لگا، جس کو ہجر پر ہجر کی تکلیفیں جھیل کر آج حاصل کیا تھا، چنانچہ فوراً تیر کمان اور تلوار و نیزہ سنبھال کر احد کی وادی میں آپہنچے اور دو چار وار کے بعد شربت شہادت پی کر میٹھی نیند سو رہے ہے۔

جنگ بدر کا ہولناک منظر نظر کے سامنے تھا اور سرداران قریش کا عشرت و نشاط میں

ڈوبا ہوا مست لشکر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر قلیل جماعت کو ڈرارہا تھا کہ ایک انصاری نونہال جس کی نوجوانی پر دشمن کو بھی ترس آنا چاہئے، خورجی (توشہ دان) میں چھوارا نکال کر کھاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں لڑتا لڑتا مر جاؤں تو کیا انعام ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جنت''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس لفظ کا نکلنا تھا کہ اس ہونہار کے قلب پر بجلی کوند گئی، خدا جانے اس کو کس قدر آپ کی سچائی کا اعتماد تھا جس نے اس کو حصول جنت میں بیتاب بنادیا، نہ اس کو اپنی جوانی کا لحاظ ہوا کہ ابھی دیکھا ہی کیا ہے؟ نہ ماں باپ کا خیال آیا کہ مجھ بغیر ان کا کیا حال ہوگا؟ نہ نیزہ کی سنان یا تلوار کی دھار سے ڈر معلوم ہوا کہ چھبنے سے کیا تکلیف ہوگی؟ سب کچھ اس کے ذہن سے محو ہوگیا اور جنت جس کا نام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا تھا گویا اس کے سامنے آکھڑی ہوئی، کہ اس کو منہ میں پڑی ہوئی کھجور کا نگلنا دشوار پڑ گیا، آخر اس کو تھوکا اور یہ کہہ کر کہ: ''بخ بخ اس کے کھانے میں دیر ہوتی ہے''

آگے بڑھا اور شہید ہوکر جنت کو سدھارا۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ جنہوں نے کسی وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہؓ کے سینہ کو چاک کرکے کلیجہ نکالا اور اس کو دانتوں سے چبا کر یہ کہتے ہوئے تھوکا تھا کہ ''آج میرے کلیجہ میں ٹھنڈک پڑ گئی''۔

جس وقت مسلمان ہوئیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگیں کہ: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل آپ کے منہ سے زیادہ مجھے کوئی مبغوض منہ نہ معلوم ہوتا تھا اور آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے زیادہ دنیا بھر میں کوئی چہرہ محبوب نہیں آتا''۔

غرض دس بیس واقعات ہوں تو کوئی نظیر میں پیش کرے یہاں تو جو حالت ہزاروں نو مسلم صحابہ اور نو آمیز طلبہ علم رسالت کی ہوئی وہ سب کو معلوم ہے کہ ناز پروردہ شاہزادوں اور امن وعافیت کی زندگی گزارنے والے نبی زادوں، یعنی قریش اور اہل عرب نے مسلمان ہو کر کیا کیا کچھ تکلیفیں نہیں اٹھائیں؟ گھر چھوڑے، بے وطن ہوئے، دولت چھوڑی، ثروت چھوڑی، مال چھوڑا، حکومت چھوڑی، کنبہ سے منہ موڑا، بی بی بچوں سے علاقے توڑے، بچپن کے یاروں اور مدت کے احباب وآشناؤں سے ناآشنا ہوئے، عزت کو خیر باد کہا،

راحت بالائے طاق رکھی، تلواروں کی چھاؤں میں آئے، فاقوں کے بستر پر لیٹے، مزدوریاں کیں، کئی کئی فاقوں پر شکم سیری کے لئے پانی کے بھاری ڈول کنوؤں سے کھینچے اور ایک ایک ڈول پر ایک ایک چھوارا لے کر پیٹ بھرا، غرض ہر قسم کی مصیبتوں میں جو کچھ پڑا سب ہی برداشت کیا، مگر ایمان کی حلاوت جس سے زبان وقلب آشنا ہو چکی تھی نہ چھوٹی پر نہ چھوٹی، آخر وہ کونسی داب تھی جس نے ان کو تھام رکھا تھا اور وہ کونسی لذت تھی جس کو ان تمام دشواریوں پر غلبہ حاصل ہو رہا تھا۔

ابو جندلؓ جو ایمان لانے کی سزا میں مکہ کے اندر پابہ زنجیر اور اندھیری کوٹھڑی میں قید تھے موقع پا کر عین اس وقت جب کہ میدان حدیبیہ میں صلح نامہ کی تکمیل ہو رہی تھی کسی تدبیر سے بھاگ آئے اور یوں سمجھ کر کہ مسلمان مجھے ضرور اپنی پناہ میں لے لیں گے اسلامی لشکر میں آ کر گر پڑے، مگر قریش کے اصرار پر کہ ابو جندلؓ کو واپس کر دو، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندلؓ کا ہاتھ ان کے باپ کے ہاتھ میں پکڑا دیا یہ وہ وقت تھا کہ ایمان کی آزمائش کے لئے اس سے دشوار گھاٹی شاید مشکل سے ملے کہ خود مسلمان ہی ابو جندلؓ کو کفار کا تختۂ مشق بنانے کے لئے کافروں کے حوالے کر رہے ہیں مگر اللہ رے خداوندی سفر کی نظر کیمیا اثر کہ ابو جندلؓ روتے ہیں اور دہائی دیتے ہیں کہ میں بڑی مصیبت سے بھاگا ہوں اب مجھے دشمنوں کے حوالے نہ کرو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ''اے ابو جندلؓ! صبر کرو خدا تمہارے لئے کوئی دوسری سبیل نکالے گا''۔

چنانچہ ابو جندلؓ بہ ہزار یاس پھر زندان مصیبت میں داخل ہوئے مگر وہ کلمہ توحید جس کی حلاوت وشیرینی سے زبان قلب ایک دفعہ آشنا ہو چکی تھی نہ چھوٹا پر نہ چھوٹا وائے حیف کہ ان واقعات کو دیکھتے ہوئے کسی چھوٹے منہ سے یہ بہتان کا کلمہ نکلے کہ: ''اسلام بزور شمشیر پھیلا'' (مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ شمارہ نمبر 9)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صبح وشام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل اور سچی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل ہے اور کچھ بھی نہیں

حضور کی عادات کھانے کے بارے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے پہلے

ہاتھ دھوتے اور سیدھے ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھانا نوش فرماتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ پینے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی چوس کر بغیر آواز کے نوش فرماتے، غٹ غٹا کر کے آواز کی گھونٹوں سے کبھی نہیں پیتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوق سلیم لباس میں: تمام لباسوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتہ زیادہ پسند فرماتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ، ٹوپی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ باندھتے تھے اور سفید ٹوپی اوڑھا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اور جوتا مبارک: حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاندی کی انگوٹھی پہنتے اور جوتا، چپل نما، یا کھڑاؤں نما جوتا پہنا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سونے اور جاگنے میں: اول رات آرام فرماتے آخر اور نصف آخر کے اول حصہ میں اٹھ جاتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت خوشبو کے بارے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر رات میں خوشبو لگایا کرتے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کنگھا کرنے اور تیل لگانے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت مسواک کرتے، وضو کرتے اور سر کے بالوں اور ڈاڑھی مبارک میں کنگھا کرتے۔

حضور کا معمول ناخن کٹوانے میں: ہاتھ کے ناخن کٹوانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ترتیب ذیل ملحوظ فرماتے، سیدھا ہاتھ، شہادت کی انگلی، بیچ کی انگلی، بیچ کی انگلی کے برابر والی انگلی، چھنگلی، الٹا ہاتھ، چھنگلی اس کے برابر والی انگلی، بیچ کی انگلی، شہادت کی انگلی، انگوٹھا، سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات سفر میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے لئے خود روانہ ہوتے یا کسی اور کو روانہ فرماتے تو جمعرات کے روز کو روانگی کیلئے مناسب خیال فرماتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مبارکہ قضائے حاجت کے بارے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو بایاں قدم پہلے اندر رکھتے اور جب باہر نکلتے

تو دایاں قدم پہلے باہر رکھتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مبارکہ چھینک کے بارے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھینک لیتے تو الحمد للہ فرماتے، اگر کوئی ہم جلیس جواب میں یرحمک اللہ کہتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یھدیکم اللہ ویصلح بالکم سے اس کا جواب دیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ گفتگو میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو الفاظ اتنے ٹھہر ٹھہر کر ادا فرماتے کہ سننے والا بآسانی یاد کر لیتا بلکہ اگر کوئی گننے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ گننا چاہتا تو گن بھی سکتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں دعاء کے بارے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دعائیں سبحان ربی الاعلیٰ الوھاب کے الفاظ سے شروع کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک عادات وعظ میں وتقریر میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں وعظ فرماتے تو عصائے مبارک پر ٹیک لگا کر قیام فرماتے اور اگر میدان جہاد میں نصیحت فرماتے تو کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مجلس کے بارے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم وعظ وتلقین کی مجالس ناغہ دے کر منعقد فرماتے کہ لوگ اکتا نہ جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مبارکہ عیادت میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کیلئے تشریف لے جاتے تو بیمار کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے اس سے کھانے کے لئے پوچھتے اگر وہ کچھ مانگتا تو اس کے لئے وہ چیز منگواتے اور فرماتے کہ مریض جو مانگے وہ اس کو دو۔ (نبوی، لیل ونہار) (شمارہ نمبر 44)

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا تذکرہ!

اہمیت ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: فرمایا...... صاحبو! حضور کا ذکر مبارک تو وہ شے ہے کہ اگر اس پر اجر کا بھی وعدہ نہ ہوتا تو حضور کی محبت بمقتضائے من احب شیأً اکثر ذکرہ اس کو مقتضی ہے کہ آپکا ہر وقت ذکر کیا کرتے اور چونکہ حضور کا ذکر عین عبادت ہے، اسی واسطے حق تعالیٰ نے خود اسقدر مواقع آپ کے ذکر کے مقرر فرمائے ہیں کہ مسلمان

سے لامحالہ ذکر ہو ہی جاتا ہے دیکھئے نماز کے اندر ہر قعدہ میں **السلام علیک ایھا النبی** موجود ہے اور قعدہ ظہر میں اور عصر اور مغرب اور عشاء میں دو دو ہیں اور فجر میں ایک، تو کل نو قعدے ہوئے اور سنن موکدہ اور وتر میں لیجئے ظہر میں تین، مغرب میں ایک، عشاء میں تین اور صبح میں ایک تو کل ۷ اقعدے ہوئے، پس یہ سترہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا، پھر پانچوں وقت فرائض اور سنن و وتر کے قعدے اخیرہ میں کل گیارہ مرتبہ درود شریف بھی پڑھا جاتا ہے پس سترہ اور گیارہ کل اٹھائیس بار تو لامحالہ ہر مسلمان کو آپ کا ذکر کرنا روزانہ ایسا ضروری ہے کہ اس سے کسی طرح مفر ہی نہیں۔

پھر پانچوں وقت اذان اور تکبیر ہوتی ہے اس میں **اشھد ان محمدا رسول اللہ** موجود ہے جس کو موذن اور سننے والا دونوں کہتے ہیں، پھر ہر نماز کے بعد دعا بھی سبھی مانگتے ہیں اور دعا کے آداب میں سے کر دیا گیا ہے کہ اس کے اول وآخر درود شریف ہو غرض اس حساب سے اٹھائیس سے بھی زیادہ تعداد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف کی ہوگی اور یہی تو وہ مواقع ہیں کہ ان میں پڑھے بے پڑھے سب شامل ہیں اور جو طالب علم حدیث شریف پڑھتے ہیں وہ تو ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں رہتے ہیں اس لئے ہر حدیث کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ درود شریف موجود ہے، چنانچہ احادیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھئے اور ان میں جابجا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقع ہے اور درمیان میں بھی جہاں کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آیا ہے وہاں بھی درود شریف موجود ہے، گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو ایسا گوندھ دیا ہے کہ بغیر ذکر کے مسلمان کو چارہ نہیں۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ ذکر ولادت آپ کے نزدیک جائز ہے یا ناجائز؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم تو ہر وقت ذکر ولادت کرتے ہیں اس لئے کہ ہر وقت کلمہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** پڑھتے ہیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہ ہوتے تو ہم یہ کلمہ کہاں پڑھتے۔

معیار محبت: پس محبت کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ آپ کا ہر وقت ذکر ہو اور اس کے لئے اس کی

ضرورت نہیں کہ اس کی مجالس منعقد کی جاویں اور مٹھائی منگائی جاوے، تب ذکر ہو، عاشق اور محبت کو اتنی دیر کیسے صبر آ سکتا ہے، دیکھو کسی سے اگر محبت ہو جاتی ہے تو محبّ کی کیا حالت ہوتی ہے کہ ہر وقت اس کی یاد میں بے قرار رہتا ہے اگر اس میں کوئی کہے کہ میاں ذرا ٹھہر جاؤ ہم مجلس آراستہ کر لیں اور مٹھائی منگا لیں اس وقت ذکر کرو وہ کہے گا معلوم ہوتا ہے تمہاری محبت کاذبہ ہے جو اتنی دیر تک ذکر محبوب سے صبر کرتے ہو، محبت تو وہ شے ہے جیسے مجنوں کی حالت تھی۔

اور ہم نے تو اکثر مجالس میں میلا د والوں کو یہی دیکھا ہے کہ یہ محبت سے بالکل خالی ہوتے ہیں اس لئے کہ بڑا معیار محبت کی اطاعت ہے کسی نے خوب کہا ہے:

تعصی الرسول وانت تظهر حبه　　هذا لعمری فی الفعال بدیع

لو كان حبک صادقا لا طعته　　ان المحب لمن یحب مطیع

''یعنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اور ان کی محبت کو ظاہر کرتا ہے اپنی جان کی قسم! یہ امر افعال عجیبیہ میں سے ہے کہ اگر تیری محبت صادق ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا اس لئے کہ محبت محبوب کا مطیع ہوتا ہے۔

مولد پرستوں کو دیکھا ہے کہ مجلس میلاد کا اہتمام کرتے ہیں، بانس کھڑے کر رہے ہیں، ان پر کپڑے منڈھ رہے ہیں اور سامان روشنی کا فراہم کر رہے ہیں اور اس درمیان میں جو نمازوں کے وقت آتے ہیں تو نماز نہیں پڑھتے اور داڑھی کا صفایا کرتے ہیں کیوں صاحبو! کیا محبین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہی صورتیں اور یہ ان کی حالت ہوتی ہے؟ کیا بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حق ہے کہ پانچ روپیہ کی مٹھائی منگا کر تقسیم کر دی اور سمجھ لیا کہ ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کر دیا؟ کیا آپ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ کوئی پیشہ ور پیرزادہ سمجھ لیا ہے؟ کہ تھوڑی سی مٹھائی پر خوش ہو جاویں، تھوڑے سے نذرانے پر راضی ہو جاویں، توبہ توبہ نعوذ باللہ، یاد رکھو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے محبین سے خوش نہیں ہوتے سچے محبّ وہ ہیں جو اقوال وافعال، وضع انداز ہر شے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور اطاعت کرتے ہیں۔

تائید رسول صلی اللہ علیہ وسلم: میں ایک دوست حافظ اشفاق رسول نامی ہیں وہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فریفتہ ہیں وہ کبھی کبھی محبت کی وجہ سے ذکر ولادت مروج

طریق سے کیا کرتے تھے انہوں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم اس کی شفاعت نہ کریں گے جو ہماری بہت تعریف نہ کرے، مطلب اس کا یہی ہے کہ جو شخص نرا دعویٰ کرتا ہو اور نعتیہ اشعار پڑھتا ہو لیکن اطاعت کرتا نہ ہو تو اس کی شفاعت نہ کریں گے۔

میں نے جو ''اصلاح الرسوم'' کتاب لکھی ہے اس میں ایک فصل ذکر میلاد کے متعلق بھی ہے چنانچہ وہ فصل طریقہ مولد کے نام سے علیحدہ طبع ہوگئی ہے تو جب یہ کتاب لکھی گئی تو مجلس میلاد کے متعلق کانپور میں لوگوں نے بہت شور کیا، اسی اثناء میں ایک شخص صالح نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس اختلاف کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس میں صحیح کیا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اشرف علی نے جو لکھا ہے وہ سب صحیح ہے۔

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں جو کتاب ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب'' لکھی ہے اسکے آخر میں ان دونوں خوابوں کو مفصلاً درج کر دیا ہے لیکن میری عرض ان خوابوں کے ذکر کرنے سے مدعا کا اثبات نہیں ہے، اثبات مدعا کیلئے تو مستقل دلائل ہیں۔

الحاصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باوجود اصل ہے تمام نعمتوں کی اور اس پر شکر اور فرحت مامور بہ ہے، چنانچہ جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں اسی نعمت کا ذکر اور اس پر فرح کا امر ہے۔ (از افادات: حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ شمارہ نمبر 9)

اخلاق نبوی

ایک مرتبہ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ان کے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ملنے کیلئے آئے دونوں بہن بھائیوں میں بہت زیادہ محبت تھی اور آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ (ام حبیبہ رضی اللہ عنہا) سے مخاطب ہو کر فرمایا ''ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا)! کیا معاویہ (رضی اللہ عنہ) تمہیں بہت پیارا ہے؟'' ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ''ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے بھائی سے بہت پیار ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر یہ تمہیں بہت پیارا ہے تو مجھے بھی بہت پیارا ہے''۔ (رہبر کامل)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرما رہے تھے دوران تلاوت کہیں کوئی سہو ہو گیا حضرات صحابہ میں سے کسی صحابی نے تصحیح فرما دی بعد نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے استفسار فرمایا کہ کس نے لقمہ دیا تھا؟ حضرات صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ میرا بھی گمان یہی تھا کہ یہ ابی بن کعبؓ ہی ہوں گے۔ (رضی اللہ عنہم)

(حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خطبات سے انتخاب شمارہ نمبر 60)

سیرت طیبہ کا تقاضا............اتباع و عمل

اتباع سنت بھلائی کا راستہ: حضرت ابن عطاء اللہ اسکندری بڑے بزرگ اور حکیم ہیں ان کا ایک ملفوظ ہے ''جب تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو گے اتنا ہی بھلائی کی طرف چلو گے، جتنا اتباع سے دوری ہوگی اتنی ہی ہلاکت ہوگی'' فرمایا اللہ کے نزدیک آج قبولیت کے دروازے بند ہیں بجز اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آج کوئی نجات نہیں پا سکتا بغیر کامل اتباع کے۔

اتباع سنت دو قسم پر ہے: متابعت دو طرح کی ہے ایک ظاہری اعمال میں نماز، روزہ، معاشرت، معاملات، اخلاق میں اس کے جتنا قریب ہوں گے اتنا ہی اس کا وزن بڑھے گا، باطن کے انوار جن پر ظاہر ہوتے ہیں وہ اس کو جانتے ہیں اتباع سنت کی برکات کے انوار کیا ہیں، آج لوگ نئی چیز کو پوچھا کرتے ہیں کوٹ پتلون جوتا، وغیرہ میں کہتا ہوں آج ساری دنیا اس بلا میں مبتلا ہے ہم اس کو ناجائز تو نہیں کہتے مگر جو انوار و برکات اس سادہ لباس میں ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے استعمال کئے وہ ان میں ہرگز نہیں ہو سکتی، اسی طرح وضع و قطع عادات و خصائل، صورت و سیرت میں جتنی قربت ہوگی اتنا ہی وزن ہوگا آپ کی محبت کا مدار ہے ساری چیزوں کا جتنا اس سے دور ہوں گے اتنا ہی نحوست آئے گی۔

اور دوسری چیز ہے باطنی متابعت کہ ہم اپنا دل لگائیں خدا کی یاد میں ہم نے سینکڑوں

تعلقات باندھ رکھے ہیں، دنیا بھر کے جھگڑے اپنے دل کے ساتھ باندھ رکھے ہیں، بس یہ نہ ہو، حقوق تو سب کے ادا ہوں، خیال سب کا ہو مگر دل ہمیشہ خدا کی یاد میں لگا رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی شان تھی، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا ظاہری اعمال تو ہم دیکھتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے اندر کیا اعمال تھے؟ آپ نے فرمایا گھر کو صرف عبادت خانہ نہیں بنایا تھا، ہنسی مزاح گھر کے دھندے سب میں ہاتھ بٹاتے تھے مگر کوئی کام دین کا آ گیا تو سب چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے، یا دین کے خلاف کوئی بات کہتا تو آپ کو غصہ آ جاتا باطنی کیفیات یہ ہیں کہ قلب کو مشغول رکھیں اللہ کی یاد میں۔

جیسے ہم کو نماز میں خشوع حاصل نہیں ہوتا تو اس مرض کو پہچانو مختلف علاج ہیں اس کے ابن عطاء فرماتے ہیں اللہ پاک متوجہ ہوں بندے کی طرف اور بندہ متوجہ نہ ہو اس میں کوئی بیماری ہے، اللہ کے ذکر سے زیادہ لذت کسی چیز میں نہیں ہے، اگر اس میں لذت نہ آئے تو یہ بیماری ہے اس کا علاج کرو۔

تکبر اور خود پسندی کا مرض: قلب کی حضوری نہ ہونا بیماری ہے، یہ قرآن سے پوچھو کیا بیماری ہے قرآن کریم میں ہے میں اپنی آیات سے پھیر دیتا ہوں ان کے قلوب کو جو تکبر کرتے ہیں لیجئے بیماری کی تشخیص ہو گئی اس سے کون خالی ہے، ان لوگوں کو اپنی بیماری کی تشخیص ہو گئی، اس سے کون خالی ہے، لوگوں کو اپنی بیماری کی اطلاع نہیں ہوتی، ایک شخص جماعت کی پابندی کرتا ہے اچھی بات ہے مگر دوسرے اور عیوب ہیں اس پر نظر نہیں یہ تکبر ہے اپنے عمل کو اچھا سمجھنا، اور اسی عمل میں دوسرے کو کمزور دیکھے اور تکبر کرے یہ معصیت سے زیادہ برا ہے یہ تمام اعمال ضائع کر دیتا ہے اس لئے نماز میں خشوع نہ ہونا تکبر ہے اس کو تلاش کرو کس جگہ چور ہے، مدار سارا متابعت پر ہے ظاہر اور باطن دونوں میں اتباع ہو دل اللہ کیلئے خالص رکھو اس میں کسی کو نہ گھسنے دو اور اگر یہ روگ دور نہیں ہوتا تو نیک بندوں کی مجالست اختیار کرو محبت سے یہ روگ جائے گا اور کوشش کرو کہ اپنے اعمال کی پسندیدگی نہ آئے اس سے یہ مطلب نہیں کہ نماز کو اچھا نہ سمجھے یا صدقہ کو اچھا نہ کہے لیکن اس اچھے کو اپنی طرف سے منسوب نہ کرے، توفیق اسی نے دی ہے ورنہ میں کہاں اس قابل تھا کہ یہ عمل

مجھ سے ہو جاتا، اللہ ہی دل میں یہ ارادہ دیتا ہے، ہاتھ پاؤں میں طاقت اس نے دی میں نے کیا کیا، اسے اپنی طرف منسوب نہ کرے اسی کو عجب کہتے ہیں، عجب کا تعلق اپنے عمل کو اپنی طرف منسوب کرنا ہے اور تکبر کہتے ہیں دوسروں کو حقیر سمجھے اپنے مقابلہ میں، یہ فرق ہے عجب اور تکبر میں یہ دونوں روگ ہیں بڑے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا اولیاء اللہ کے دل سے سب سے بعد جو رذیلہ نکلتا ہے وہ تکبر اور خود پسندی ہے اس میں بڑے بڑے اولیاء مبتلا ہیں حالانکہ آپ میں اتباع سنت کی تمام حدود موجود تھیں، فرماتے میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں، اب تک یہ رذیلہ نہیں گیا اس کا علاج یہ ہے کہ اس کو پاس نہ پھٹکنے دیا جائے۔

اتباع سنت تمام نیکیوں کی کنجی ہے: اللہ نے ساری نیکیاں ایک مکان میں جمع کر دیں اور اس کی کنجی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اب اتباع کیا ہے متابعت کرو، قناعت میں، حرص میں نہ پڑو، رزق کی زیادہ فکر نہ کرو، دنیا بقدر ضرورت بھی آپ نے جمع نہ کی، تم بقدر ضرورت تو جمع کر لو لیکن ضرورت سے زیادہ جمع نہ کرو، بھیک بھی مانگنا نہ پڑے اور فضولیات میں بھی نہ پڑ جاؤ، یہ عام مسلمانوں کو حکم ہے کسی کو کچھ دو تو کچھ روک کر بھی رکھو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کا ایک تہائی سے بھی کم قبول کیا، باقی واپس کر دیا اور ایک شخص کو بالکل واپس کر دیا جو اپنا سارے کا سارا لایا تھا، اس سے خفگی بھی ظاہر کی یہ تو عام معمول تھا اور اپنے لئے اور خاص صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے خصوصیت تھی کہ ابو بکرؓ کا سارا مال قبول کر لیا، ان کے درجات اور ہیں، غرض اعتدال سے جمع کرنے کا حکم ہے، آج دل کو پکڑتے پھرتے ہیں، کھانا ہضم نہیں ہوتا، مگر دنیا کی زیب و زینت حاصل کرنے کا روگ ہو گیا ہے بغیر فرنیچر کے چین نہیں آتا۔

اور متابعت کرو فضول باتوں، فضول مجلسوں، فضول کاموں، فضول کھانے، غرض ہر فضولیات سے بچو جہاں چار آدمی بیٹھتے ہی غیبت اور لایعنی ہوتا ہے، یہ بڑا عذاب لگ گیا ہے قوم کے متقی لوگ بھی اس سے نہیں بچتے۔

فضولیات سے بچو: فرمایا مومن کا اسلام جب کامل ہوتا ہے جب لایعنی کو

چھوڑے اس دروازہ پر سب سے سخت پہرہ بٹھایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کوئی جاننا چاہے کہ مجھ سے خدا ناراض ہے یا راضی تو دیکھ لے اگر لایعنی میں لگا ہے تو ناراض ہے، کمزوروں کے لئے یہ بڑا اچھا نسخہ ہے لایعنی کو چھوڑ دو، تقویٰ اختیار کرو، سارا دین اسی میں ہے، متابعت کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں کی غیبت زبان سے یا دل سے نہ کرو، ایذارسانی سے بچو، جس پر اتباع کا دروازہ کھل گیا وہ اللہ کو محبوب ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں جان ومال قربان: صحابہ کرام کا حال یہ تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیلئے اپنی جان ومال اور جذبات وخواہشات کو ہر آن قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے، اپنی ہر ہر نشست وبرخاست کو آپ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھالنے کی فکر میں رہتے تھے اور اس معاملہ میں ان کے جذبہ اطاعت کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دینے کیلئے تشریف لائے اور جب منبر پر بیٹھ گئے تو کھڑے ہوئے لوگوں سے فرمایا ''بیٹھ جاؤ'' اتفاق سے حضرت عبداللہ بن مسعود مسجد کی طرف تشریف لا رہے تھے اور ابھی دروازے تک ہی پہنچے تھے کہ آپ کی یہ آواز کان میں پڑی، حضرت ابن مسعودؓ نے یہ حکم سن کر ایک قدم آگے بڑھانا گوارا نہ کیا اور وہیں دروازے کے پاس بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ جان نثارانہ جذبہ اطاعت دیکھا تو اس کی تعریف فرمائی اور پھر اندر بلالیا۔ (کنزالعمال ص ۳۳۸ ج ۷)

صحابہ کرامؓ کو سیرت طیبہ کی اتباع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا کی نقل اتارنے کا اس قدر شوق اور اتباع سنت کا اس قدر اہتمام تھا کہ وہ اس معاملہ میں غیروں کے استہزاء سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے بلکہ مخالف سے مخالف ماحول میں اپنی وضع اور اپنے طرز زندگی پر ثابت قدم رہے، حضرت عمرؓ نے حضرت جثامہ بن مساحقؓ کو ہرقل بادشاہ روم کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا وہ ہرقل کے دربار میں پہنچے تو ان کے اکرام کے لئے ہرقل نے انہیں سونے کی کرسی پر بٹھایا، حضرت جثامہؓ فرماتے ہیں کہ میں شروع میں بے خیالی کے عالم میں اس کرسی پر بیٹھ گیا، لیکن جب احساس ہوا کہ یہ سونے کی کرسی ہے تو اس سے فوراً اتر کر کھڑا ہو گیا، ہرقل نے میرے اس عمل پر ہنس کر پوچھا کہ ہم نے تو اس کرسی کے

ذریعہ تمہارا اکرام کیا تھا، تم کیوں اتر گئے؟ میں نے جواب میں کہا کہ: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آپ نے اس جیسی (سونے کی چیز) پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے''۔ (کنز العمال ص۱۵ ج ۷ اولا صابہ ص ۲۲۷ ج ۲)

حضرت عثمانؓ کا سنت کی پیروی کرنا: اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت عثمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کی حیثیت سے مکہ مکرمہ پہنچے اور مکہ مکرمہ کے سرداروں سے ملنے کیلئے جانے لگے تو ان کا ازار طریق سنت کے مطابق ٹخنوں سے اوپر تھا، مکہ مکرمہ کے سرداروں کے عام رواج کے مطابق یہ طریقہ کسی سردار کے شایان شان نہیں سمجھا جاتا تھا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کو ان کے چچازاد بھائی نے ٹوکا کہ آپ مکہ کے سرداروں کے پاس جارہے ہیں وہ آپ کی اس وضع کو نہ جانے کیا سمجھیں گے، اس لئے اپنا ازار ٹخنوں سے نیچے کرلیجئے لیکن حضرت عثمانؓ کے پاس ایک ہی جواب تھا کہ: ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار اسی طرح ہوتا ہے۔ (کنز العمال ص۸۴ ج ۱)

صحابہ کرامؓ کے اس طرح کے واقعات سے بلاشبہ ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

اسلام کے حسین انقلاب کی بنیاد: توجہ دراصل اس طرف دلانی ہے کہ اسلام نے دنیا کی تاریخ میں خوشگوار اور حسین انقلاب برپا کیا اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے ایک ایک جز کی پوری پوری نقل اتارنے کی کوشش کی اور اس معاملے میں کسی قسم کی ذہنی مرعوبیت اور کسی قسم کی تاویل وتحریف کو آڑے نہ آنے دیا اور نہ اس راہ میں دوسروں کے طعن وتشنیع اور تمسخر اور استہزاء کی کوئی پرواہ کی، اگر وہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے صرف زبانی تذکرے پر اکتفا کرتے تو دنیا کو اسلام کی حکمرانی کی برکات نصیب نہیں ہوسکتی تھیں۔

دعوت فکر: حاصل یہ ہے کہ اگرچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور حالات ومقالات کا سننا سنانا ہر حال میں نور ہی نور اور نفع ہی نفع ہے اس لئے مسلمانوں کے جتنے بھی اجتماعات منعقد ہوں وہ ناکافی ہیں، بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سیرت طیبہ کو ہر تعلیمی ادارے اور ہر مسلمان گھر تک پہنچانے کی فکر کریں لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ حقیقت ہر

آن پیش نظر رکھنی چاہئے کہ ہم دنیا کے دوسرے لیڈروں کی طرح محض کسی شخص کی تاریخی سوانح نہیں پڑھ رہے بلکہ دنیا و آخرت کی اصلاح و فلاح کا ایک نسخہ اکسیر لے اور دے رہے ہیں جس کا صرف پڑھ لینا اور سمجھ لینا کافی نہیں بلکہ اپنے جسم اور روح پر اس کا استعمال ضروری ہے لہٰذا سیرت طیبہ کیلئے منعقد ہونے والی ہر محفل کا ہم سے ایک تقاضا ہے، اور وہ تقاضا یہ ہے کہ اس محفل کے دوران ہم بار بار اپنے آپ سے یہ محاسبہ کریں کہ ہم نے کسی کی حیات طیبہ کو اپنا موضوع بنایا ہے اور خود ہماری زندگی کو اس سے کیا نسبت ہے، یہ فریضہ ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے، سیرت طیبہ کے بارے میں ہر تقریر اور ہر مقالہ ہم سے یہ سوچنے کا مطالبہ کرتا ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی میں کس مقام پر کھڑے ہیں؟ ہم نے دنیا و آخرت کی صلاح و فلاح کے اس نسخہ اکسیر سے عملاً کتنا فائدہ اٹھایا ہے جسے قرآن ہمارے لئے بہترین نمونہ قرار دیتا ہے اور جس کے فضائل و مناقب میں ہم خود رطب اللسان ہیں، سیرت طیبہ کے لئے اجتماعات بہت ہوتے رہے ہیں، ان شاء اللہ تا قیامت ہوتے رہیں گے، لیکن درحقیقت صرف وہ اجتماع ہماری انفرادی و اجتماعی سعادت کی صبح صادق ثابت ہوگا جو ہمارے دلوں میں ان سوالات کا کھرا کھرا جواب تلاش کرنے کی بے تابانہ لگن پیدا کر سکے جو ہمارے فکر و عمل سے منطقی تاویلات کی غلیظ تہیں اتار کر ہمیں سیرت طیبہ کے آئینہ میں اپنی صحیح صورت دکھا سکے اور جس کے بعد ہم سیرت طیبہ کی صرف نظری اور فلسفیانہ تعریفیں کرنے کی بجائے اتباع سنت کی اس راہ پر گامزن ہو سکیں جس پر ابوبکر و عمر، عثمان و علی اور دوسرے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نقوش قدم ثبت ہیں۔

تین گذارشات: (۱) ہر ایک مسلمان روزانہ تھوڑا سا وقت سیرت طیبہ کے مطالعہ کے لئے نکالے، خواہ یہ وقت آدھا گھنٹہ یا اس سے بھی کم ہی کیوں نہ ہو، سیرت کے واقعات اپنے اہل خانہ کی موجودگی میں پڑھے جائیں اور اپنے نفس کا محاسبہ کیا جائے کہ وہ ان پر کس حد تک عمل پیرا ہے؟

(۲) الف: مسلمان حکومتوں سے گزارش ہے کہ سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کی تعلیم کے ہر مرحلے اور تمام کالجوں اور سکولوں میں لازمی مضمون قرا ے۔

ب: نشر و اشاعت کے تمام اداروں میں سیرت پر مشتمل ایک پروگرام روزانہ پابندی

سے نشر کیا جائے۔

(۳) الف: اہل علم وفکر سے گزارش ہے کہ عام مسلمانوں میں سیرت طیبہ کو عام فہم طریقے سے پھیلانے کی کوشش کریں۔

ب: سیرت طیبہ کو اپنی صحیح اور اصلی صورت میں مسلمانوں کے تمام مسائل کے حل کیلئے زندگی کے ہر شعبے میں نمونہ بنائیں۔

دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (مجالس مفتی اعظم) (شمارہ نمبر 32)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم .... بحیثیت سسر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ایک ذات گرامی ہے، جو ہر لحاظ سے کامل اور جامع ہے، آپکو فکر وعمل کے جس پہلو کے بارے میں نمونہ اور راہنمائی کی ضرورت ہو تو آپکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کامل نمونہ اور راہنمائی مل جائیگی، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان اور امت محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا ہر پہلو اور ہر گوشہ سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل وارشاد ہمارے پاس محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قیامت تک محفوظ رہیگا، خوش نصیب اس سرچشمۂ ہدایت سے ہدایت حاصل کرتے رہیں گے۔

آج کا ہمارا موضوع خاندانی نظام کا ایک اہم رشتہ ہے یعنی ''سسر'' اس رشتہ کی کئی جہتیں ہیں عورت کا سسر، مرد کا سسر، پھر عورت خود ساس ہوگی اور مرد خود کسی کا سسر ہوگا، خود کسی خاتون کیلئے سسر ہونے کا نسبی رشتہ بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی سے نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبی نرینہ اولاد زندہ نہ رکھی گئی، لیکن اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ گویا اس لحاظ سے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نمونہ نہ ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کتاب قرآن کی شکل میں پہنچائی اس میں اصولی باتیں بتا دی گئیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو ان رشتوں کے متعلق ہدایات دیں اور صحابہ کرام خواتین وحضرات اپنے اس طرح کے رشتوں کے معاملات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور آپ ان کے فیصلے فرماتے تو اس طرح اس

سلسلہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رہنمائی موجود ہے۔

بہرحال اس وقت ہماری گفتگو اس حوالے سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت سسر اپنے داماد اور بیٹی سے کس طرح کا سلوک اور معاملہ کیا۔

آج کل ہمارے معاشرہ میں اس بارے میں بہت زیادہ افراط وتفریط موجود ہے، بہت سارے خاندان اسی رشتہ کے حقوق کی صحیح ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے برباد ہوئے، بعض خاندانوں میں تو باقاعدہ داماد وسسرال میں محاذ آرائی دیکھی ہے اور کئی مردوں اور عورتوں کی زندگیاں برباد ہوگئی ہیں، لہٰذا اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کا مطالعہ کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان رشتوں کو کس طرح شفقت، نرمی اور حلم وحکمت کے ساتھ نبھایا، ذیل کے واقعات پڑھ کر غور کیجئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی کے خاوند حضرت ابو العاص بن ربیع جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اسی وجہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ سے مدینہ ہجرت کر چکی تھیں ایک دفعہ جب قریشیوں کا ایک قافلہ شام سے سامان و اسباب لے کر واپس آرہا تھا تو مسلمانوں کے سواروں نے اس قافلہ کو گرفتار کرلیا اس میں ابو العاص بن ربیع بھی تھے انہوں نے مدینہ پہنچ کر حضرت زینبؓ سے پناہ طلب کی تو حضرت زینبؓ نے ان کو پناہ دے دی اور اعلان کیا ''لوگو! میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دے دی ہے''۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹی! جسے تم نے پناہ دی ہے اسے ہم نے بھی پناہ دی، بعد میں حضرت زینبؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی ابوالعاص کا جو مال لیا گیا ہے وہ اسے واپس کر دیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست قبول فرمالی اور حضرت زینبؓ سے یہ بھی فرمایا کہ بیٹی! اس کو خاطر داری سے رکھنا لیکن وہ تمہارے پاس نہ آنے پائے، کیونکہ تم اس کے لئے حلال نہیں ہو، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا اور فرمایا ''یہ شخص یہ ابوالعاص ہم میں سے ہے جیسا کہ تم جانتے ہو...... اب اگر تم احسان کا معاملہ کرو اور اس کا مال واپس کردو تو یہ ہماری خواہش کے مطابق ہوگا اور اگر تم اس بات سے انکار کردو تو بہرحال مال اللہ کا دیا

ہوا مال غنیمت ہے جو اس نے تمہیں فراہم کیا ہے اور وہ تمہارا حق ہے" دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا "میں ابوالعاص کا سسرالی ہوں اور ہم نے ابوالعاص کو بہت اچھا داماد پایا......"

دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ اپنے اس داماد سے ہے جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی بلند شان تھی کہ رشتہ دامادی کی صلہ رحمی کا بھی پورا پورا لحاظ فرمایا اور صحابہ کرام کے قانونی حق کا بھی پورا پورا خیال رکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے داماد جو کہ اسلام کی عظیم شخصیات اور بالترتیب دونوں خلیفہ راشد ہوئے اور ابتدائے اسلام میں بھی ان کی بیش بہا خدمات اور قربانیاں ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلہ رحمی ومروت ابوالعاص کے ساتھ یہ تھی تو ان دو کے ساتھ جو شفقت ہوگی اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے، حضرت عثمان غنیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے داماد ہیں اور حضرت علیؓ شیر خدا خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہؓ کے شوہر ہیں، ایک واقعہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وشفقت کا ملاحظہ کیجئے، طبقات ابن سعد میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ وحضرت فاطمہؓ میں کچھ بات ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بچھونا بچھایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر لیٹ گئے آپ کی ایک جانب حضرت علیؓ آ کر لیٹ گئے اور دوسری جانب فاطمہؓ آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے اوپر رکھا اور حضرت فاطمہؓ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے اوپر رکھا اور باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ صلح کرادی پھر باہر تشریف لائے تو عرض کیا گیا آپ اندر گئے تھے تو اور تاثر تھا واپس آئے ہیں تو چہرے پر خوشی کے آثار ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خوش کیوں نہ ہوں جبکہ میں ان دو کے درمیان صلح کرا کے آرہا ہوں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ (شمارہ نمبر 35)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد: سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے دوہرے داماد ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کیا، غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت رقیہؓ کا انتقال

ہو گیا، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے ہر دروازے پر حضرت عثمانؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے عثمان! یہ جبرئیل میرے ساتھ ہیں انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی بیٹی ام کلثومؓ کا نکاح آپ کے ساتھ رقیہ کے مہر کی مقدار کے مطابق مہر پر کردوں، چنانچہ پھر نکاح ہوا اور اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین (دونوروں والا) کہا جاتا ہے کیونکہ آپؓ کے نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں۔

جب حضرت ام کلثومؓ رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا ''اب عثمان کا نکاح کرادو اگر میری تیسری بیٹی (بغیر نکاح والی) موجود ہوتی تو میں اسی کا نکاح عثمان سے کر دیتا (پہلے بھی) میں نے اپنی صاحبزادی کا نکاح اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق کیا تھا۔ اندازہ فرمایئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد کے ساتھ کیسی محبت، اکرام اور ہمدردی کا معاملہ فرمایا ہے۔

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شادی: حضرت علیؓ فرماتے ہیں ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی صاحبزادی سے نکاح کا پیغام دینا چاہا تو دل میں کہا کہ کس طرح پیغام دوں جب کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تعلق کو سوچا جو مجھ سے رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ومحبت کا خیال آیا تو ہمت بندھی اور میں نے یہ پیغام دے دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا: میں نے فلاں فلاں موقع پر تم کو جو حطیمہ نام کی زرہ دی تھی وہ کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا وہ میرے پاس ہے، فرمایا یہی فاطمہ کو مہر میں دیدو چنانچہ میں نے وہ زرہ حق مہر کے طور پر دیدی''۔

جب نکاح ہو چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''میں نے تمہارا نکاح اپنے اہل بیت کے بہترین فرد سے کر دیا ہے''۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کو دعائیں دیں اور اللھم بارک فیھما و بارک لھما فی نسلھما اور ان پر پانی چھڑکا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی کو ایک موٹی چادر میں ایک مشکیزہ، اذخر (خوشبودار گھاس) کی چھال

سے بھرے ہوئے چمڑے کا ایک تکیہ کے مختصر اور سادہ ترین جہیز کے ساتھ رخصت فرمایا۔

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی معاشی حالت: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح ہوا تو میرے گھر میں مینڈھے کی ایک کھال کے سوا کوئی بستر نہ تھا اسی پر رات کو سوتے، اسی میں دن کو اپنی بکری کو چارہ دیتے تھے۔

سیدنا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ ایسے بہت دن گذر گئے کہ ہمارے پاس کھانے کو کوئی چیز نہ تھی اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ تھا یہی حالت تھی کہ میں گھر سے باہر نکلا تو راستہ میں ایک دینار پڑا ہوا دیکھا میں ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا اور پھر دل میں سوچتا رہا کہ میں اس کو اٹھاؤں یا چھوڑ دوں لیکن بے سروسامانی کی شدت کی وجہ سے یہی طے کیا کہ اس کو اٹھالوں، اٹھالیا اور غلہ لے کر آنے والے شتر بانوں سے آٹا خریدا اور حضرت فاطمہؓ کو دیا کہ اس کو گوندھ کر روٹیاں پکالو وہ گوندھنے لگیں مگر فاقہ کی وجہ سے اتنی کمزور تھیں کہ آٹا گوندھنے میں ہاتھ بار بار برتن پر گر جاتا اور چوٹ لگتی، بہرحال کسی طرح انہوں نے آٹا گوندھ کر روٹی پکائی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر واقعہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو کھالو تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ رزق دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سسر تھے یہ جو کچھ بھی فاقہ کشی تھی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے گھر میں تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے داماد سے شکایت نہیں کی کہ میری بیٹی تنگ حالی میں ہے۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کا نکاح کس سادگی سے کیا اور اپنے داماد سے کس قدر شفقت وخلوص کا معاملہ کیا آج ہم دولت دنیا کو ہی دیکھتے ہیں اور باقی نامعلوم کتنے دینی حقوق کا خون کرتے ہیں الا ماشاء اللہ چنانچہ نتیجہ بھی ویسا ہی ہے کہ رشتوں میں محبت وخلوص نہیں رہا بلکہ رشتہ داری میں رقابت شروع ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں راہ راست کی توفیق عطا فرمائے۔ (شمارہ نمبر 36)

نواسوں سے شفقت ومحبت: خاتون جنت حضرت فاطمہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا میرے بچے (حسن وحسین رضی اللہ عنہما)

کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا آج ہم صبح اٹھے تو گھر میں چکھنے کو بھی کوئی چیز نہ تھی، ان کے والد نے کہا میں ان دونوں کو لے کر باہر جاتا ہوں اگر گھر پر رہیں گے تو تمہارے سامنے روئیں گے اور کھلانے کو تمہارے پاس کچھ ہے ہی نہیں چنانچہ وہ انہیں لے کر فلاں یہودی کی طرف گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ادھر ہی تشریف لے گئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دونوں بچے ایک صراحی سے کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے بچا کھچا ادھ کٹا قسم کا کچھ کھجور ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اب بچوں کو گھر لے چلو دھوپ بڑھ رہی ہے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج صبح سے ہمارے گھر میں ایک دانہ نہیں ہے اگر آپ تھوڑی دیر تشریف رکھیں تو میں فاطمہ کیلئے کچھ بچے کھچے کھجور جمع کر لوں، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے یہاں تک کہ فاطمہؓ کے لئے کچھ بچے ہوئے کھجور جمع ہو گئے، حضرت علیؓ نے کھجور ایک کپڑے میں باندھ لئے اور بڑھ کر دونوں کو گود لیا اور اٹھا کر لے آئے۔

حضرت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کی کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے میرے بیٹوں کو بلاؤ! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سینے سے لگاتے۔

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دعوت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستہ کی گلی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر آگے بڑھے اور دونوں ہاتھ پھیلا لئے باقی بچے ادھر ادھر بھاگنے لگے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسینؓ کو ہنساتے ہوئے ان کی طرف بڑھ گئے یہاں تک کہ پکڑ لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ حضرت حسینؓ کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا دوسرا سر کے اوپر رکھا اور بوسہ لے لیا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں کسی ضرورت کیلئے رات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے

تو کپڑے کے اندر کوئی چیز آپ نے اٹھائی ہوئی تھی مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھا جب میں اپنے کام سے فارغ ہوگیا تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کپڑے میں کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا اہٹایا تو وہ حضرت حسینؓ تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ میرے بیٹے ہیں، میرے نواسے ہیں، اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت کریں اور جوان سے محبت رکھے ان سے بھی آپ محبت کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کندھے مبارک پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو لئے جا رہے تھے تو ایک شخص نے دیکھ کر کہا ''صاحبزادے! بڑی اچھی سواری پر بیٹھے ہو'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اور سوار بھی بہترین ہے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں اس لئے کہ میں نے دیکھا کہ ایک روز دوڑتے ہوئے آئے اور آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے اپنی داڑھی پکڑ کر دکھایا کہ یہ) اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک ہاتھ سے پکڑنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دہن مبارک کھول کر ان کے منہ میں ڈالنے لگے اور فرماتے جارہے تھے ''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما'' یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمائی۔

حضرت حسینؓ جب پیدا ہوئے تو رسول اللہ نے خود آپ کو شہد چٹایا اور ان کے دہن پاک کو اپنی زبان بابرکت سے تر کیا، دعائیں دیں اور حسین نام رکھا۔ (شمارہ نمبر 39)

مدینہ اور اہل مدینہ

پاکستان سے دیارِ حرم تک: ''میں دنیا کے انتہائی پر رونق شہر دیکھ چکا ہوں اور اپنی آبادی، اپنے مادی وسائل اور ظاہری شان و شوکت کے لحاظ سے مدینہ غیر معمولی شہر نہیں، لیکن اگر مکینوں کی آسودگی، قناعت اور ان کے دلوں کی وسعت کسی شہر کو بزرگی اور برتری عطا کرسکتی ہے تو اس لحاظ سے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم روئے زمین کا پہلا اور آخری شہر ہے۔

اپنی وضع داری، خوش اخلاقی، خوش گفتاری اور وسیع النظری کے اعتبار سے اہل مدینہ عالم اسلام سے ہی نہیں، بلکہ عرب کے باقی باشندے سے بھی مختلف نظر آتے ہیں۔

آج جب کہ وقت کی رفتار نے ابنائے آدم کو ایک اضطراری اور سیمابی کیفیت میں مبتلا کر رکھا ہے، مدینے کے باشندے ایک قابل رشک سکون واطمینان کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں، اس قسم کی مثال شاید کسی اور شہر میں نہیں ملے گی کہ ایک جگہ ساتھ ساتھ دو دکانیں ہیں ایک دکان پر یکے بعد دیگرے دو گاہک آتے ہیں اور سودا لے کر چلے جاتے ہیں، جب تیسرا گاہک بھی اسی دکان پر آتا ہے تو وہ دکان دار محسوس کرتا ہے کہ اس کے پڑوسی کے یہاں کوئی بکری نہیں ہوئی اور وہ گاہک سے درخواست کرتا ہے کہ آپ مطلوبہ چیز وہاں سے خرید لیں، ہمارے نرخ ایک جیسے ہیں۔

لوگوں کی خوش اخلاقی کا یہ عالم ہے کہ وہ کسی بات پر قہقہہ لگانا تو درکنار بلند آواز سے بولنا بھی معیوب سمجھتے ہیں، روضہ اطہر کے آس پاس تو میں نے یہ حالت دیکھی ہے کہ لوگ پاس ادب سے سرگوشی کے انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ کسی سے راستہ پوچھئے تو وہ آپ کے ساتھ چل پڑے گا، مدینہ کا ہر چھوٹا بڑا مسافروں کی دلجوئی اور خدمت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔

مدینہ میں کھانے پینے کی اشیاء کی کوئی کمی نہیں اور میں اپنے ذاتی تجربات کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ یہ شہر مشرق وسطیٰ کے تمام شہروں سے ارزاں ہے، پھل جس طرح جدہ اور مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے یہاں بھی مل سکتا ہے مشرق وسطیٰ کے تمام شہروں میں تازہ دودھ کی بے حد کمی ہے لیکن مدینہ میں اس کی ضرورت کے مطابق یہ نعمت بھی موجود ہے دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ مدینے کی بکریاں کافی مقدار میں دودھ دیتی ہیں اوران کی خوراک کا مسئلہ بھی اہل مدینہ کے لئے چنداں پریشان کن نہیں، مدینہ کے نخلستانوں میں کھجوریں بہت ہوتی ہیں لوگ کھجوریں خود کھاتے ہیں اوران کی گٹھلیاں پیس کر بکریوں کے آگے ڈال دیتے ہیں۔

اہل مدینہ کو پاکستان کے مسلمانوں کے ساتھ وہی دلچسپی ہے جو ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ ہوسکتی ہے، پاکستان سے جو حضرات یہاں آکر سکونت پذیر

ہو گئے ہیں، انہوں نے اپنے اخلاق و اطوار سے اہل مدینہ پر بہت اچھا اثر ڈالا ہے، مجھے وہاں ایسے پاکستانیوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، جو بالالتزام روضہ اطہر پر جا کر پاکستان کی ترقی اور اس کی خوشحالی کے لئے دعائیں مانگتے ہیں، جدہ اور مکہ معظمہ کی طرح مدینہ میں بھی پاکستان کی ایک ڈسپنسری ہے اور اس ڈسپنسری کے انچارج اپنے زہد و تقویٰ اور جذبہ خدمت خلق کے باعث وہاں بہت مقبول ہیں''۔(از سفر نامہ نسیم حجازی)

وہ دن قریب ہے کہ مدینہ کو جاؤں گا ہر گام پر جبین عقیدت جھکاؤں گا
جالی کے پاس تھام کے دل کو بصد نیاز جو گزر رہی ہے وہ سب کچھ سناؤں گا
آنسو ہیں کچھ ضرور مری چشم شوق میں ان موتیوں کو عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں لٹاؤں گا

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا سرزمین مدینہ کے متعلق ارشاد ''یہ وہ سرزمین ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کو چوما ہے''۔(شمارہ نمبر 48)

برسوں کی عداوتوں کا خاتمہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب کی بے آب وگیاہ وادی میں کوئی فوج تھی نہ کوئی سلطنت، یہاں قبائل اور خاندان رہتے تھے ان میں ضلالت و جہالت کی حکومت تھی امن کا لفظ ان کے کانوں کیلئے اجنبی تھا، صحراء کی آب وہوا، پانی کی کیمیائی، خوراک کی قلت اور جھلس دینے والی گرمی نے انہیں اونٹ کی طرح جفاکش اور کھجور کے درختوں کی طرح سخت جان بنا دیا تھا لیکن ان کی جفاکشی کسی صحت مند معاشرے کی طرف سفر کرنے کی بجائے انہیں اپنے ماحول کی تاریکیوں میں ثابت قدم رکھنے کے کام آرہی تھی اہل عرب جہالت اور گمراہی کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے کہ وہ معاشرے کی ہر برائی پر نازاں تھے وہ جس قدر جاہل اسی قدر ضدی خونخوار اور مغرور تھے عرب سے باہر بادشاہوں کی جنگیں ایک کی فتح اور دوسرے کی شکست کے بعد ختم ہو سکتی تھیں لیکن یہاں قبیلوں کے درمیان نہ ختم ہونے والی جنگیں ہوا کرتی تھیں، جب عرب کے قبائل کا خون گرم ہوتا تو وہ ایک دوسرے کیلئے بھیڑیوں سے زیادہ خونخوار بن جاتے اس وقت ہمسایہ قبائل کے خلاف انتہائی گھناؤنے جرائم کا ارتکاب بھی قابل تحسین سمجھا جاتا ہر قبیلے والے اپنے قبیلے کی طاقت کا لوہا منوانے کیلئے ایک دوسرے کا

خون بہاتے اور اپنے مقتولین کی قبروں پر کھڑے ہوکر قسمیں کھایا کرتے کہ وہ ان کے قاتلوں سے انتقام لئے بغیر شراب کو ہاتھ نہیں لگائیں گے یہ ایک ایسا ماحول تھا جس میں خاندانی یا قبائلی حمیت پر جان دینا ایک نوجوان کا اولین فرض سمجھا جاتا تھا نسلی غرور اور قبائلی عصبیت ایک عرب نوجوان کی سب سے بڑی پونجی تھی ان قبائل میں مدینہ منورہ (یثرب) کے دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج قدیمی عداوت پر ایک سوبیس سال سے جنگ میں مبتلا تھے ابتدائی طور پر وہ دو بھائیوں کی اولاد تھے، اوران کا خون ایک تھا لیکن ان کے درمیان برسوں سے خون کی ندیاں اور آگ کے پہاڑ حائل تھے ان کے شعراء اپنے بیشتر شعروادب کے ذریعے اپنی پرانی عداوتیں محفوظ رکھے ہوئے تھے ان حالات میں اوس اور خزرج کے درمیان دائمی امن کی تمنا کرنا ایک دیوانگی سمجھی جاتی تھی لیکن عرب کی یہی بنجر اور سنگلاخ زمین ہی وہ زمین تھی جسے باری تعالیٰ اپنے انعامات کی بارش کیلئے منتخب کر چکے تھے، یہی وہ افق تھا جس کی بھیانک تاریکیاں آفتاب رسالت کی ضیاء پاشیوں کی اولین مستحق سمجھی گئی تھیں، بالآخر نہایت اونچے شریف ترین خاندان میں نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے انہوں نے نیکی رواداری اور عدل وانصاف کی تعلیم دی قبائلی وخاندانی عصبیتوں کی مخالفت فرمائی اور تمام خداؤں کو جھٹلا کر ایک خدا کی تعلیم دی، لوگوں نے انہیں جادوگر، شاعر اور مجنون کہہ کر مکہ کی گلیوں میں ان کا مذاق اڑایا اور ان کے اپنے قبیلے کے لوگ جن کی عصبیت ان کے لئے سہارا بن سکتی تھی وہی ان کے راستے میں کانٹے بچھانے لگے اور ان پر ایمان لانے والے مٹھی بھر انسانوں کو مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں زدوکوب کیا جانے لگا عرب کے ان بدوؤں کو اپنی پرانی روش اتنی عزیز تھی کہ توحید ورسالت پر ایمان لانے والوں کی جماعت میں ایک کمزور عورت یا ایک بے بس غلام کا اضافہ بھی انہیں ناقابل برداشت محسوس ہوتا تھا کوئی شخص سنجیدگی سے یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ عرب میں ایک ایسا نبی کیسے کامیاب ہوسکتا ہے جس کی تعلیم کا نقطہ آغاز ہی ان عصبیتوں کے خلاف ایک اعلان جنگ ہے جو عرب کیلئے سب سے زیادہ مقدس ہے، وہ ایسے دین کو ہرگز قبول کرنے کو تیار نہ تھے جو مساوات کی تعلیم دیتا ہو اعلیٰ اور ادنیٰ انسان کو ایک ہی صف میں دیکھنا چاہتا ہو مگر ایسے خوش وضع انسان کا ظہور ہو چکا تھا جس کی نگاہیں سنگلاخ چٹانوں کو موم بنانے والی تھیں جس کی ایک جھلک دلوں میں محبت واطاعت کے محل تعمیر کرنے والی تھیں

دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہوا جو وادی ایسا ظلمت کدہ سمجھی جاتی تھی جہاں کسی روشنی کا تصور کرنا بھی ایک طرح کی خود فریبی تھی اس کے درودیوار نور و ہدایت کی روشنی میں نہانے لگے اس سرزمین میں نفرت وعداوت کی بجائے اخوت و محبت کے مظاہرے ہونے لگے، جہاں وحشت و انتقام کے انگارے چمکتے تھے، وہاں محبت کے پھول مہکنے لگے ان سنگدلوں کی تمام عصبیتیں خاک میں دفن ہو کر رہ گئیں اور ان کے درمیان اجنبیت کی دیواریں ٹوٹ کر رہ گئیں وہ عرب جو اپنے قبیلے کے خلاف کبھی تلوار اٹھانے کے روادار نہ تھے آج وہ حلقہ اسلام میں داخل ہو کر اپنے دین کے تمام دشمنوں کے خلاف اپنے خون کے رشتوں سے بے نیاز ہو کر لڑ رہے تھے اور عرب کے وہ قبائل جو مقتول کے انتقام لینے کو جزو ایمان سمجھتے تھے وہ آج اپنی شکستیں بھول کر اخوت کے مثالی باب قائم کئے ہوئے تھے یہ انقلاب دنیا کے تمام انسانوں کی سمجھ سے بالاتر تھا عرب کی یہ زمین جہاں قبیلوں اور نسلوں کے درمیان نفرت کی آگ کے پہاڑ کھڑے تھے انسانی اخوت کا مرکز بن چکی تھی عرب قبائل میں عصبیت کی جگہ اتحاد واخوت اور مساوات نے لے لی ان کے اندر بندۂ وآقا کا امتیاز مٹ گیا اوس خزرج واقعی ایک دوسرے کے بھائی و دوست بن گئے اب وہ کسی حالت میں بھی ایک دوسرے پر تلوار نہیں اٹھا سکتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تمام آہنی دیواریں توڑ ڈالیں اس طرح عرب کی اس بنجر زمین میں دین حق کا پودا برگ وبار لایا، جہاد روم کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیار فرمائے ہوئے زندگی کے آخری لشکر کی قیادت ایک غلام زادے نوجوان حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سونپی گئی تھی حضرت ابو بکر صدیقؓ پیچھے کھڑے انہیں ہدایت دے رہے تھے کسی کو اعتراض کی مجال نہ تھی کہ انتہائی معزز صحابیوں آزمودہ کار سالاروں اور انتہائی با اثر قبائلی سرداروں کی موجودگی میں اتنی اہم مہم کی قیادت اسامہ کو کیوں سونپی گئی؟ اس لشکر میں رؤساء بھی موجود تھے جو اسلام سے قبل ادنیٰ اور اعلیٰ کا امتیاز قائم رکھنے کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے تھے اور جو صرف اپنے قبیلوں کی برتری کا ثبوت دینے کے لئے ہمیشہ خون کی ندیاں بہانے کیلئے تیار رہتے تھے آج وہ اپنی گردن ایک غلام زادے کے سامنے جھکائے کھڑے تھے کیونکہ اسلام آقا وغلام کا امتیاز مٹا چکا تھا، عرب میں یہ چند سال میں رونما ہونیوالا انقلاب انسانی تاریخ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم ترین معجزہ ہے۔ (شمارہ نمبر 30)

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

وہ ہیں میرے آقا جو ہیں فخر عالم وہی جو ہیں	وہی جو ہیں سردار اولاد آدم
وہی جو ہیں سارے نبیوں میں اعظم	وہی جو ہیں سارے زمانے سے اکرم
وہی جن کی تعریف ادیان میں ہے	وہی جن کی توصیف قرآن میں ہے
وہی جن کے صدقہ سے منہ میں زباں ہے	نہیں نطق خود جن سے رطب اللسان ہے
کلام الٰہی میں جن کا بیاں ہے	وہی جن کا اللہ خود مدح خواں ہے
وہی عشق ہے جن کا سینوں میں اپنے	حکایت ہے جن کی سفینوں میں اپنے
وہی جو کہ ہیں نجم اوج ہدایت	وہی جو کہ ہیں ماہتاب نبوت
وہی جو کہ ہیں آفتاب رسالت	وہی جو سراپا ہیں نور شریعت
وہ موسیٰ کہ فاران ہے طور جن کا	نہ بجھنے کو روشن ہو نور جن کا
صحیفوں میں ہے ذکر جن کا وہ سرور	جو ہیں انبیاء کے پیمبر
خدا پیار کرتا ہے جن کو وہ دلبر	وہ پیارے جو ہیں شافع روز محشر
نمونہ وجاہت کا صورت ہے جنکی	شرافت کا معیار سیرت ہے جنکی
حسینوں میں یوسفؑ جمیلوں میں یحیٰیؑ	طبیبوں میں عیسیٰؑ سے بڑھ کر مسیحا
ابراہیمؑ ثانی جلالت میں موسیٰؑ	نہیں بلکہ سارے نبیوں میں یکتا
نہیں ہے خدا کوئی معبودیت میں	محمد بھی یکتا ہے محبوبیت میں

(شمارہ نمبر 32)

حلیۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند ابی ہالہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک دریافت کیا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کو بہت ہی کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے، مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ ان اوصاف جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تا کہ میں ان کے بیان کو اپنے

لئے حجت اور سند بناؤں (اور ان اوصاف جمیلہ کو ذہن نشین کرنے اور ممکن ہوسکے تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں (حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت سات سال کی تھی اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ کو میں اپنی کم سنی کی وجہ سے تامل اور کمال تحفظ کا موقع نہیں ملا تھا)

ماموں جان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کے متعلق یہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے بھی شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبہ والے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک ماہ بدر کی طرح تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک بالکل متوسط قد والے آدمی سے کسی قدر طویل تھا لیکن لانبے قد والے سے پست تھا، سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے، اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے ورنہ آپ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے تھے۔

جس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک زیادہ چھوٹے تھے تو کان کی لو سے متجاوز ہوجاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک نہایت چمک دار تھا اور پیشانی مبارک کشادہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے، دونوں ابرو جدا جدا تھے، ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے۔ ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا، ابتداً دیکھنے والے آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا (لیکن غور سے معلوم ہوتا کہ حسن وچمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے ورنہ فی نفسہ زیادہ بلند نہیں تھی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی آنکھ مبارک کی پتلی نہایت سیاہ تھی، رخسار مبارک ہموار ہلکے تھے گوشت لٹکے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا (یعنی تنگ منہ نہ تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک باریک آبدار تھے اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں سرا ذرا فصل تھا، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسا کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اعضاء نہایت معتدل اور پرگوشت تھے

اور بدن گٹھا ہوا تھا، پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے زیادہ ؟؟ تھا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں تھیں (جو قوت کی دلیل ہوتی ہے) کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک روشن و چمکدار تھا، چہ جائیکہ وہ حصہ جو کپڑوں میں محفوظ ہو، ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں کی باریک دھاری تھی، اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ مبارک بالوں سے خالی تھا، البتہ دونوں بازوؤں اور کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر بال تھے، آپ کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ، نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز پر گوشت تھے، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لانبی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے قدرے گہرے تھے اور قدم ہموار تھے کہ پانی ان کے صاف ستھرا ہونے اور ان کی ملامست کی وجہ سے ان پر ٹھہرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے کو جھک کر تشریف لے جاتے، قدم زمین پر آہستہ پڑتا زور سے نہیں پڑتا تھا، آپ تیز رفتار تھے اور ذرا کشادہ قدم رکھتے چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا پستی میں اتر رہے ہیں، جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نیچی رہتی تھی، عادت شریفہ تو زمین ہی کی طرف نگاہ رکھنے کی تھی لیکن چونکہ وحی کا بھی انتظار رہتا تھا، اس لئے اس کے انتظار میں گاہ بگاہ آسمان کی طرف بھی ملاحظہ فرماتے تھے ورنہ عام اوقات میں عادت شریفہ نیچی نظر رکھنے کی تھی۔

ادھر قاتل کی نظریں شرم سے اوپر نہیں اٹھتیں　　ادھر بسمل کھڑا ہے ہاتھ پر میت لئے دل کے

آپ کی عادت شریفہ عموماً گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی، یعنی غایت شرم وحیا کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے، چلنے میں صحابہ کو اپنے آگے کر دیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ جاتے تھے، جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتداء فرماتے۔

فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے رہ جانا، علماء نے اس کو تواضع پر حمل فرمایا ہے لیکن بندہ ناچیز کے نزدیک اگر یہ حالت سفر پر محمول ہے تو انسب ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سفر میں پسماندگان اور ضعفاء کی خبر گیری کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہا کرتے تھے۔ (شمارہ نمبر 44)

یتیم......نگاہ نبوت میں

مشہور روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عید کے دن گھر سے مسجد کی طرف تشریف لانے لگے راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بچوں کو کھیلتے دیکھا انہوں نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے، بچوں نے سلام عرض کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب ارشاد فرمایا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے، تو ایک بچے کو خاموشی کے ساتھ اداس بیٹھے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب رک گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا ہے، کہ تم اداس اور پریشان نظر آرہے ہو؟ اس نے روکر کہا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں یتیم مدینہ ہوں، میرے سر پر باپ کا سایہ نہیں ہے جو میرے لئے کپڑے لادیتا، میری امی مجھے نہلا کر کپڑے پہنا دیتی اس لئے میں یہاں اداس بیٹھا ہوں، نبی علیہ الصلوٰۃ نے اسے فرمایا کہ تم میرے ساتھ آؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر واپس اپنے گھر تشریف لائے اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا، حمیرا! انہوں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں حاضر ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس بچے کو نہلا دو چنانچہ اسے نہلا دیا گیا، اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کے دو ٹکڑے کر دیئے، کپڑے کا ایک ٹکڑا اسے تہبند کی طرح باندھ دیا اور دوسرا اس کے بدن پر لپیٹ دیا گیا، پھر اس کے سر پر تیل لگا کر کنگھی کی گئی، حتیٰ کہ جب وہ بچہ تیار ہو گیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چلنے لگا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نیچے بیٹھ گئے اور اس بچے کو فرمایا آج تو پیدل چل کر مسجد میں نہیں جائے گا بلکہ میرے نبوت والے کندھوں پر سوار ہو کر جائے گا۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بچے کو کندھوں پر سوار کر لیا اور اسی حالت میں اس گلی میں تشریف لائے جس میں بچے کھیل رہے تھے، جب بچوں نے یہ معاملہ دیکھا تو وہ رو کر کہنے لگے کاش ہم بھی یتیم ہوتے اور آج ہمیں بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

نبوت والے کندھوں پر سوار ہونے کا شرف حاصل ہوتا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسجد میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے گئے تو وہ بچہ نیچے بیٹھنے لگا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اشارہ کر کے فرمایا تم آج زمین پر نہیں بیٹھو گے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ جو شخص یتیم کی کفالت کرے گا اور محبت وشفقت کی وجہ سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرے گا اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے، اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں اتنی نیکیاں لکھ دے گا۔ (از خطبات فقیر) (شمارہ نمبر 51)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان فنائیت اور چند عادات مبارکہ

سید المخلوقات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی جگہ تشریف فرما ہونے (بیٹھنے) کی عادت ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھنے کی نہ تھی بلکہ ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھتے تو دونوں پاؤں کھڑے کر کے ملا کے ان کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بنا کر بیٹھتے تھے اسی کو عربی میں احتباء کہتے ہیں یہ تواضع اور سادگی کا بیٹھنا ہوتا ہے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار زانو بھی بیٹھتے تھے بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکڑوں بغل میں ہاتھ دے کر بھی بیٹھ جاتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تنگی ہے کہ گھبرائے ہوئے چلیں اور نہ طبیعت میں سستی ہے کہ پاؤں ہی نہ اٹھتا ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے ہر آنکھ میں تین تین سلائی سرمہ لگاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید کپڑے اور کرتے کو پسند فرماتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھاتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے اور تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے اور نہ ہی میز پر کھانا کھاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصف پنڈلی تک لنگی باندھتے تھے اور نیچے کی بھی اجازت دی مگر فرمادیا کہ ازار کا ٹخنوں میں کچھ حق نہیں یعنی شلوار ٹخنوں سے نیچے کرنے کی کسی مرد کو اجازت نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب زبانیں جانتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکڑوں بیٹھ کر

کھانا کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں غلام کی طرح کھاتا ہوں اور پیتا ہوں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سونا داہنی کروٹ پر ہوتا تھا تا کہ کم سونے میں مدد ملے (سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ دائیں کروٹ پر سونے سے نیند جلد مکمل ہوتی ہے۔نشر الطیب)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر چشمہ خوشبو تھے: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عنبر اور یا مشک اور کوئی خوشبودار چیز جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے مصافحہ فرماتے تو اس شخص کو سارا دن مصافحہ کی خوشبو آتی رہتی جب کسی کے بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ خوشبو کی وجہ سے دوسرے لڑکوں میں پہچانا جاتا تھا امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے میں گذرتے اور کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں جاتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طیب اور مطیب ہونے کے چند واقعات: (۱) ایک دفعہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انسؓ کے گھر میں سوئے اور آپ کو پسینہ آ گیا تو حضرت انسؓ کی والدہ محترمہ ایک شیشی لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو جمع کرنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملا دیں گے اور یہ پسینہ اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے۔

دوسرا واقعہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا ہے میں اس کی رخصتی کرنا چاہتا ہوں میرے پاس کوئی خوشبو نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ عنایت فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس موجود نہیں مگر کل صبح ایک چوڑے منہ والی شیشی اور کسی درخت کی لکڑی میرے پاس لے آنا دوسرے روز وہ شخص لے کر حاضر ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں بازوؤں سے اس میں پسینہ ڈالنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ بھر گئی پھر فرمایا کہ اسے لے جا اپنی بیٹی سے کہہ دینا کہ اس لکڑی کو شیشی میں تر کر کے مل لیا کرے پس جب بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پسینہ مبارک کو لگاتی تو سب اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی یہاں تک کہ ان کا گھر کا نام بیت المطیبین یعنی خوشبوؤں والا گھر ہو گیا۔

تیسرا واقعہ: ابرہیم بن اسماعیل مزنیؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ مجھ کو ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے سواری پر بٹھلایا میں نے مہر نبوت کو اپنے منہ میں لے لیا سو اس میں سے مشک کی لپیٹ آرہی تھی اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ یہ خوشبو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک میں تھی (مواہب لدنیہ، خصائص کبریٰ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند خصوصیات: یوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے فضائل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہاء خصوصیات ہیں جس کے لئے ضخیم کتاب بھی ناکافی ہے مگر یہاں پر صرف تین خصوصیات ذکر کی جاتی ہیں (۱) حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں جاتے تھے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بول و براز کو نگل جاتی اور اس جگہ سے نہایت پاکیزہ خوشبو آتی تھی۔

(۲) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن چوپایوں پر سوار ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی حالت میں انہوں نے کبھی پیشاب نہیں کیا (۳) اور جس چوپائے (جانور) پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کبھی بیمار نہیں ہوا، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم قدرتی طور پر مختون اور سرمہ لگے ہوئے پیدا ہوئے۔ (نشر الطیب)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازی کا دائرہ انسانوں تک ہی محدود نہ تھا: جب ضرورت مند حاضر ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت ایک درہم بھی نہ ہوتا تو فرماتے تم میرے نام پر کسی سے قرض لے لینا، لطف و کرم کا یہ دائرہ صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ بے زبان جانور بھی اس سے بہرمند ہوتے مثلاً (۱) بلی پناہ لینے کیلئے دروازہ ہلاتی تو خود اٹھ کر دروازہ کھول دیتے (۲) اپنی سوری کی پیٹھ پر اپنے ہاتھ سے ملتے (۳) ایک بدو کے اونٹ کو بلبلا دیکھ کر اس کے مالک کو خدا کا خوف دلاتے کہ قیامت میں اس کی باز پرس ہوگی، عدل وانصاف کے معاملہ میں کسی کے ساتھ ذرا برابر بھی رعایت نہیں فرماتے تھے۔

بچوں سے محبت کا یہ عالم: کہ ایک ران پر اپنے نواسے حسنؓ (جو واقعی حسین و

جمیل تھے) کو بٹھائے ہوئے ہیں اور دوسری ران پر اسامہؓ (جو ایک غلام کا لڑکا اور حبشی خدو خال رکھتا تھا) کو بٹھا رکھا ہے اور دونوں کو ایک جذبے کے ساتھ پیار کرتے اور دعائیں دیتے ہیں کہ یااللہ ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ میں ان دونوں پر رحم کھاتا ہوں، انصار مدینہ کا ایک فرد مالی اعانت کیلئے سوال کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ محنت مزدوری کرو جو مانگنے سے کئی درجہ بہتر ہے، نیز فرماتے کہ مانگنے کی وجہ سے) یہ اچھا نہیں کہ قیامت میں چہرے پر داغ گدائی لے کر جاؤ۔ (محسن اعظم ص ۸۲)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین حق ہم پر لازم ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونی چاہئے (۲) اسی طرح عظمت ہر ایک کے دل میں ضروری ہے (۳) اسی طرح اطاعت بھی ہم سب پر لازم ہے یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ ہم زبانی تعریف بہت کریں مگر جب کام کرنے کو فرمائیں تو ہم پیچھے ہٹ جائیں اور اعمال چھوڑ دیں یہ تو بدنصیبی کی بات ہے۔

لفظ محمد میں خاص نکتہ: اللہ تعالیٰ جل شانہ نے لفظ محمد کی بناوٹ ہی ایسی رکھی ہے کہ اس میں انسانی شکل اور ڈھانچہ کا نمونہ پایا جاتا ہے جیسا کہ غور کرنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے تو گویا حق تعالیٰ جل شانہٗ نے انسان بالخصوص مؤمن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ظاہر فرمائی (یہ نکتہ حضرت مولانا موسیٰ صاحب روحانی بازیؒ کا بیان فرمودہ ہے) (شمارہ نمبر 32)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایثار اور حلم

ایک روایت میں ہے کہ زید بن شعنہ پہلے یہودی تھے، ایک مرتبہ کہنے لگے کہ نبوت کی علامتوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں رہی جس کو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ دیکھ لیا ہو سوائے دو علامتوں کے جس کے تجربے کی اب تک نوبت نہیں آئی تھی، ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ پر غالب ہوگا، دوسرے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی جتنا بھی جہالت کا برتاؤ کرے گا اسی قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحمل زیادہ ہوگا، میں ان دونوں کے امتحان کا موقع تلاش کرتا رہا اور آمد و رفت بڑھاتا رہا، ایک دن آپ صلی

اللہ علیہ وسلم حجرے سے باہر تشریف لائے، حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے
ایک دیہاتی شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری قوم مسلمان ہو چکی ہے اور
میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ مسلمان ہو جاؤ گے تو بھرپور رزق تم کو ملے گا اور اب حالت یہ ہے
کہ قحط پڑ گیا، مجھے ڈر ہے کہ وہ اسلام سے نہ نکل جائیں اگر رائے مبارک ہو تو آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کچھ اعانت ان کی فرمائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی طرف جو غالباً
حضرت علیؓ تھے دیکھا تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجود تو کچھ نہیں رہا، زید
(جو اس وقت تک یہودی تھے، اس منظر کو دیکھ رہے تھے) کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کر سکیں کہ فلاں شخص کے باغ کی اتنی کھجوریں وقت معین پر مجھے
دیدیں تو میں قیمت پیشگی دے دوں اور وقت معین پر کھجوریں لے لوں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا یہ تو نہیں ہوسکتا، البتہ اگر باغ کی تعیین نہ کرو تو میں معاملہ کرسکتا ہوں، میں نے اس کو
قبول کرلیا اور کھجوروں کی قیمت اسی مثقال سونا (ایک مثقال مشہور قول کے موافق ساڑھے 4
ماشہ کا ہوتا ہے) لے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونا اس دیہاتی کے حوالے کر دیا اور فرمایا
انصاف کی رعایت رکھنا اور اس سے ان کی ضروریات پوری کرلو۔

زید کہتے ہیں کہ جب کھجوروں کی ادائیگی کے وقت میں دو تین دن باقی رہ گئے تھے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں ابوبکر وعمر وعثمان رضی
اللہ عنھم بھی تھے، کسی کے جنازے کی نماز سے فارغ ہو کر ایک دیوار کے قریب تشریف فرما
تھے، میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے اور چادر کے پلو کو پکڑ کر نہایت ترش روئی
سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا قرضہ ادا نہیں کرتے، خدا کی قسم
میں تم سب اولاد عبدالمطلب کو خوب جانتا ہوں کہ تم ہو ہی ایسے۔ حضرت عمرؓ نے مجھے غصے
سے گھورا اور کہا کہ اے خدا کے دشمن یہ کیا بک رہا ہے؟ اگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈر نہ
ہوتا تو تیری گردن اڑا دیتا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سکون سے مجھے دیکھ رہے تھے
اور تبسم کے لہجے میں حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ عمر! میں اور یہ ایک اور چیز کے زیادہ محتاج تھے وہ
یہ کہ مجھے حق ادا کرنے میں خوبی برتنے کو کہتے اور اس کو مطالبہ کرنے میں بہتر طریقے کی

نصیحت کرتے، جاؤ اس کو لے جاؤ اور اس کا حق ادا کر دو اور تم نے جو اسے ڈانٹا ہے اس کے بدلہ میں بیس صاع (تقریباً دو من) کھجوریں زیادہ دے دینا حضرت عمرؓ مجھے لے گئے اور پورا مطالبہ اور بیس صاع کھجوریں زیادہ دیں میں نے پوچھا کہ یہ بیس صاع کیسے حضرت عمرؓ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے زید نے کہا کہ عمر تم مجھ کو پہچانتے ہوانہوں نے فرمایا کہ نہیں میں نے کہا کہ میں زید بن شعنہ ہوں انہوں نے فرمایا جو یہود کا بڑا علامہ ہے، میں نے کہا ہاں وہی ہوں انہوں نے فرمایا اتنا بڑا آدمی ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم نے یہ کیسا برتاؤ کیا؟ میں نے کہا کہ علامات نبوت میں دو علامتیں باقی رہ گئیں تھیں جن کا مجھ کو تجربہ کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے پر غالب ہوگا اور دوسرے یہ کہ ان کے ساتھ سخت جہالت کا برتاؤ ان کے حلم کو بڑھائے گا اب ان دونوں کا بھی امتحان کر لیا اب میں تم کو اپنے اسلام کا گواہ بناتا ہوں اور میرا آدھا مال امت محمدیہ پر صدقہ ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے اور اسلام لے آئے اس کے بعد بہت سے غزوات میں شریک ہوئے اور تبوک کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔ (جمع الفوائد خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک عمل ہمارے لئے قابل اتباع ہے اور اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی ہے ذرا غور کیجئے کہ مذکورہ واقعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر ایثار اور تحمل ظاہر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسا ایثار و تحمل نصیب فرمائے۔ (آمین) (شمارہ نمبر 33)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منفرد پہلو

سید سلیمان ندویؒ خطبات مدارس ص ۸۷ تا ۸۹ یوں گویا ہیں: (ایک صدی قبل) پٹنہ کے مشہور واعظ اسلام ماسٹر حسن علی مرحوم جو ''نور اسلام'' نام کا ایک رسالہ نکالتے تھے اس میں انہوں نے ایک ہندو تعلیم یافتہ دوست کی رائے لکھی ہے کہ اس نے ایک دن ماسٹر صاحب سے کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا سب سے بڑا کامل انسان تسلیم کرتا ہوں انہوں نے دریافت کیا کہ تم کیوں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا کامل ترین انسان جانتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ کو ان کی زندگی میں بیک وقت اس قدر متضاد اور متنوع

اوصاف نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یکجا کر کے نہیں دکھائے، بادشاہ ایسا کہ ایک پورا ملک اس کی مٹھی میں ہو اور بے بس ایسا کہ خود اپنے کو بھی اپنے قبضہ میں نہ جانتا ہو بلکہ خدا تعالیٰ کے قبضے میں، دولت مند ایسا ہو کہ خزانے کے خزانے اونٹوں پر لدے ہوئے اس کے دارالحکومت میں آرہے ہیں اور محتاج ایسا کہ مہینوں اس کے گھر چولہا نہ جلتا ہو اور کئی کئی وقت اس پر فاقے سے گذر جاتے ہوں سپہ سالار ایسا ہو کہ مٹھی بھر نہتے آدمیوں کو لے کر ہزاروں غرق آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی لڑا ہو اور صلح پسند ایسا کہ ہزاروں پر جوش جاں نثاروں کی ہمرکابی کے باوجود صلح کے کاغذ پر بے چون وچراں دستخط کر دیتا ہو شجاع اور بہادر ایسا ہو کہ ہزاروں کے مقابلہ میں تن تنہا کھڑا ہو نرم دل ایسا کہ کبھی اس نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو باتعلق ایسا کہ عرب کے ذرہ ذرہ کی اس کو فکر، بیوی بچوں کی اس کو فکر، غریب ومفلس مسلمانوں کی اس کو فکر، خدا کی بھولی ہوئی دنیا کی سدھار کی اس کو فکر، غرض سارے سنسار کی اس کو فکر ہو اور بے تعلق ایسا کہ اپنے خدا کے سوا کسی اور کی یاد اس کو نہ ہو، اور اس کے سوا ہر چیز اس کو فراموش ہو، اس نے کبھی اپنی ذات کیلئے برا کہنے والوں سے بدلہ نہیں لیا اور اپنے ذاتی دشمنوں کے حق میں دعائے خیر کی اور ان کا بھلا چاہا لیکن خدا تعالیٰ کے دشمنوں کو اس نے کبھی معاف نہیں کیا اور حق کا راستہ روکنے والوں کو ہمیشہ جہنم کی دھمکی دیتا اور عذاب الٰہی سے ڈراتا رہا عین اس وقت جب اس پر ایک تیغ زن سپاہی کا دھوکہ ہوتا ہو وہ ایک شب زندہ دار زاہد کی صورت میں جلوہ نما ہو جاتا ہے، عین اس وقت جب اس پر کشور کشا فاتح کا شبہ ہو وہ پیغمبرانہ معصومیت کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتا ہے عین اس وقت جب ہم اس کو شاہ عرب کہہ کر پکارنا چاہتے ہیں وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھا درویش نظر آتا ہے عین اس وقت جب عرب کے اطراف سے آآ کر اس کے صحن مسجد میں مال واسباب کا انبار لگا ہوتا ہے اس کے گھر میں فاقہ کی تیاری ہو رہی ہے عین اس عہد میں جب لڑائیوں کے قیدی مسلمانوں کے گھروں میں لونڈی اور غلام بن کر بھیجے جا رہے ہیں، فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جا کر اپنے ہاتھوں کے چھالے اور سینے کے داغ باپ کو دکھاتی ہیں جو چکی پیستے پیستے اور مشکیزہ بھرتے بھرتے ہاتھ اور سینہ پر پڑ گئے تھے عین اس وقت جب آدھا عرب اس کے زیر نگیں ہوتا ہے حضرت عمرؓ حاضر دربار ہوتے

ہیں ادھر ادھر نظر اٹھا کر کاشانۂ نبوت کے سامان کا جائزہ لیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھردری چارپائی پر آرام فرما رہے ہیں جسم مبارک پر بانوں کے نشان پڑ گئے ہیں ایک طرف مٹھی بھر کر جو رکھے ہیں ایک کھونٹی میں خشک مشکیزہ لٹک رہا ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی یہ کل کائنات دیکھ کر حضرت عمرؓ رو پڑتے ہیں سبب دریافت ہوتا ہے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقع ہوگا؟ قیصر وکسریٰ باغ وبہار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہو کر اس حالت میں ہیں، ارشاد ہوتا ہے، عمرؓ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر وکسریٰ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت۔

ابوسفیان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے حریف تھے، فتح مکہ کے دن وہ حضرت عباسؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر اسلامی لشکر کا تماشا دیکھ رہے ہیں، رنگ رنگ کی بیرقوں اور جھنڈیوں کے سایہ میں اسلام کا دریا امنڈتا آرہا ہے، قبائل عرب کی موجیں جوش مارتی ہوئی بڑھتی چلی آرہی ہیں ابوسفیان کی آنکھیں اب بھی دھوکہ کھاتی ہیں وہ حضرت عباسؓ سے کہتے ہیں، عباسؓ! تمہارا بھتیجا تو بہت بڑا بادشاہ بن گیا حضرت عباسؓ کی آنکھیں کچھ اور دیکھ رہی تھیں فرمایا! ابوسفیان! یہ بادشاہی نہیں نبوت ہے۔ (شمارہ نمبر 32)

شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طلبگار

ہر امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا خواہشمند ہوتا ہے، بندہ کو اپنے مطالعے کی حد تک پانچ ایسے اعمال ملے ہیں جن میں شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت وارد ہے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ خاص حضرت اقدس حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ کا ارشاد گرامی ہے ''فرمایا جہاں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذکر ہے ان اعمال کو اس طرح مضبوط تھام لینا چاہئے جیسے دانتوں سے خوب مضبوط پکڑا جاتا ہے (احسن السوانح ص ۲۵۱)

(۱) چالیس احادیث پہنچانا: فرمایا جس نے یاد رکھیں میری امت کے واسطے چالیس حدیثیں امت کے دین کے بارے میں تو اللہ اسے اٹھائے گا فقیہ کی حیثیت سے اور میں اس کی طرف سے شافع اور گواہ ہوں گا قیامت کے دن۔ (اربعین ولی اللھی ص ۷)

اس حدیث میں امت تک چالیس حدیثیں پہنچانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت وارد ہے، اس فضیلت کو حاصل کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ گھر میں فضائل اعمال، اصلاحی نصاب، معارف الحدیث، منتخب احادیث جیسی کتب کی تعلیم شروع کردی جائے، گھر کا ماحول بھی صالح ہوگا اور شفاعت کی بشارت بھی نصیب ہوگی۔

(۲) صبح وشام دس دس بار درود شریف پڑھنا: حضرت ابوالدرداءؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح اور شام مجھ پر دس دس مرتبہ درود شریف پڑھے گا اس کو قیامت کے دن میری شفاعت پہنچ کر رہے گی۔ (فضائل درود شریف ۲۸)

(۳) خاص درود شریف پڑھنا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ درود شریف پڑھے اللھم صل علیٰ محمد و انزله المقعد المقرب عندک یوم القیمة اس کیلئے میری شفاعت واجب ہے۔ (فضائل درود شریف ص ۲۹)

ایک اور حدیث میں نقل کیا ہے جو شخص سات جمعوں تک ہر جمعہ کو سات مرتبہ اس درود کو پڑھے اس کیلئے میری شفاعت واجب ہے درود یہ ہے:

اللھم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد صلوٰۃ تکون لک رضا ولحقه ادا واعطه الوسیلة والمقام المحمود ن الذی وعدته اجزه عنا ما هو اهله و اجزه عنا من افضل ما جزیت نبیا عن امته وصل علی جمیع اخوانه من النبیین والصالحین یا ارحم الراحمین. (فضائل درود شریف ص ۴۷)

اگر یہ درود شریف حفظ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو دیکھ کر اس فضیلت کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

(۴) دعائے وسیلہ پڑھنا: بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اذان سنے (اس کے بعد) یہ دعاء پڑھے اللھم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰۃ القائمة ات محمد ن الوسیلة و الفضیلة وابعثه مقاماً محمود ن الذی و عدته. اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوجاتی ہے (بعض روایات میں آخر پر انک لا تخلف المیعاد بھی آیا ہے)۔

(۵) اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھنا: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اٹھانے والا وہ شخص

ہوگا جو اپنے دل کے خلوص کے ساتھ **لا الہ الا اللہ** کہے۔ (منتخب احادیث ص ۴۵)

کم از کم ایک تسبیح کلمہ طیبہ روزانہ پڑھنے کا معمول بنالیا جائے اس سے کلمے کا اخلاص بھی نصیب ہوگا اور قیامت کے دن ایسے روشن چہرہ والا اٹھے گا جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مذکورہ بالا پانچ اعمال کی توفیق نصیب فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی دولت سے بہرہ مند فرمائے، آمین۔ (شمارہ نمبر 29)

درود شریف اہم عبادت

ہماری عبادات میں سے اہم عبادت درود شریف ہے اس کی اہمیت وفضیلت قرآن و حدیث میں بہت آئی ہے، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنو اصلوا علیہ وسلموا تسلیما. ترجمہ: یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی درود اور سلام بھیجو اس آیت مبارکہ میں چند باتیں ہیں جن کی طرف صراحتہً اور اشارۃً دلالت ہوتی ہے۔

(۱) درود پڑھنا ایسا مبارک فعل ہے جس کو حق تعالیٰ اور فرشتے بھی سرانجام دیتے ہیں۔

(۲) اللہ نبی پر درود بھیجتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت نبی پر برستی ہے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام شفاعت، شان رسالت اور مقام نبوت کی عظمت بتانا مقصود ہے۔

(۳) آیت مبارکہ میں ''یصلون'' مضارع کا صیغہ ہے جو ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے آیت کا مطلب بن جائیگا کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو! تم پر تو نبی کے کثیر احسانات ہیں تو تم کو تو درود وسلام بدرجہ اولیٰ پڑھنا چاہئے۔

(۵) درود پاک ایسی عبادت ہے جس میں پہلے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کام میں بھی کرتا ہوں اے ایمان والو! تم بھی یہ کام کرو جبکہ دوسری عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کا بھی حق تعالیٰ نے حکم فرمایا لیکن یہ نہیں کہا کہ یہ کام میں بھی کرتا ہوں تم بھی کرو۔

پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد الخ** اے اللہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل پر درود بھیج اس درود ابراہیمی کی تعلیم میں بھی عجیب نکتہ ہے۔

اللہ نے ہم کو حکم دیا کہ درود بھیجو اور ہم نے اللہ ہی سے کہہ دیا کہ **اللھم صل علی محمد الخ** کہ اے اللہ تو ہی نبی پر درود بھیج ، یہ بظاہر مذاق ہے کہ کوئی ہم سے کہے کہ یہ کام کرو اور ہم اس کو کہیں کہ تم ہی کرو لیکن اس میں یہ بات نہیں بلکہ ایک اور بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اے اللہ نبی کی شان بہت اونچی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شان کا اور بلندیوں کا علم ہے چنانچہ ہم دست بستہ گذارش کرتے ہیں کہ ان پر ان کی شان کے مطابق رحمتیں اور برکتیں نچھاور فرمائیں۔

اس مضمون کا حدیث مبارکہ میں بھی تذکرہ ہوا ہے۔

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ سب سے بڑا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے۔ (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھیگا۔

(۳) ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کھلا ہوا تھا صحابہؓ جان گئے کہ آج کوئی اہم بات ہے، صحابۂ کرامؓ کے سوال کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی جبرئیل آئے اور پیغام دے کر گئے ہیں کہ اے نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود پڑھیگا تو حق تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں گے، دس گناہ معاف فرمائیں گے اور دس درجات جنت میں بلند فرمائیں گے۔

ایک صحابیؓ کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ آسمانوں میں فرشتوں کے ساتھ بیٹھے ہیں انہوں نے پوچھا کہ آپ کو یہ مقام کیسے مل گیا انہوں نے کہا کہ میں نے دس لاکھ احادیث لکھی اور ہر ایک کے ساتھ درود لکھا اللہ تعالیٰ نے اس سے خوش ہو کر مجھے یہ مقام عطا فرمایا، اللہ ہم سب مسلمانوں کو محسن انسانیت پر درود پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ (شمارہ نمبر 44)

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسائے

سب سے اونچا پڑوس: ہر انسان فطری خواہش کے تحت اچھے پڑوس کی تلاش میں ہوتا ہے اسی طرح بعض لوگ دنیاوی لحاظ سے اونچے عہدوں اور اعلیٰ منصب رکھنے والوں

کے قریب رہائش پذیر ہونے کو باعث فخر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ عارضی فخر کی چیز ہے، اصل تعلق اور فائدہ وہی ہے جو ہمیشہ کام آئے، تو ہمیں وہ نسبت تلاش کرنی چاہیۓ جو آخرت میں سود مند ہے، اسی جذبہ کے تحت ایک مسلمان کی اس سے بڑھ کر کیا تمنا اور سعادت ہوسکتی ہے کہ اسے جنت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ قربت اور پڑوس نصیب ہوجائے، احادیث شریف کے مطالعہ سے بعض ایسے اعمال اور احوال ملتے ہیں جن پر یہ بے بہا دولت مل سکتی ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس ایسی نعمت ہے جسے حاصل کرنے کی ہر مسلمان کے دل میں تمنا ہوگی تو آج سے ہی ان اعمال کو اختیار کرلینا چاہیۓ۔

مذکورہ ذیل اعمال اختیار کرنے کے بعد انسان بارگاہ خداوندی میں اتنا تو کہہ سکے گا بزبان احقر: خدایا ان اعمال کو عطا شان قبول ہو بدلے میں نصیب پڑوس رسول ہو

(۱) تین لڑکیوں کی پرورش کرنا: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص کی دو یا تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھے انداز سے پرورش کرے (اور جب وہ شادی کے قابل ہوجائیں تو ان کی شادی کردے) تو میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح داخل ہونگے جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ (ترمذی)

ف: بچیوں کی پیدائش پر گھبرانے کی بجائے ان کی صحیح اسلامی تربیت اور احکام شرعیہ کا پابند بنایا جائے تاکہ یہ عظیم الشان دولت نصیب ہو، اللھم وفقنا۔

(۲) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری سنت سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

ف: محبت کی اصل علامت اتباع ہے اپنی زندگی کے شب وروز سنت نبوی میں ڈھال لیجئے جنت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب ہوگا اتباع سنت کیلئے حضرت ڈاکٹر مولانا عبدالحیؒ صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی کتاب اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

(۳) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا: حدیث شریف میں آتا ہے المرء مع من احب ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے، لہٰذا ہم بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرکے جنت میں نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل کریں محبت اتباع

کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

(۴) سجدوں کی کثرت: حضرت ربیعہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گذارتا اور تہجد کے وقت وضوء کا پانی اور دوسری ضروریات مثلاً مسواک، مصلی وغیرہ رکھتا تھا ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خدمات سے خوش ہو کر فرمایا، مانگ کیا مانگتا ہے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت (یعنی ساتھ رہنا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کچھ، کہا بس یہی چیز مطلوب ہے، آپ نے فرمایا اچھا میری مدد کرو سجدوں کی کثرت سے (حکایات صحابہ ص ۱۷)

ف: یعنی سجدوں کی کثرت سے جنت میں میرا ساتھ نصیب ہوگا سجدوں کی کثرت کیلئے ہمیں چاہئے کہ فرائض کے ساتھ دیگر نوافل، تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد وغیرہ کا حسب گنجائش اہتمام کرنا چاہیے تا کہ ہم بھی اس دولت کو حاصل کر سکیں۔

(۵) درود شریف کی کثرت: حضرت انسؓ کی حدیث سے یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں ہر موقع پر مجھ سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والا ہوگا۔ (فضائل درود شریف ص ۱۶)

(۶) کینہ سے بچنا: حضرت انسؓ بن مالکؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (منجملہ دوسری نصیحتوں کے) یہ نصیحت فرمائی کہ ایک لمحہ کیلئے بھی کسی مسلمان سے کینہ یا حسد نہ رکھو، یہ میرا طریقہ ہے جس نے میرا طریقہ اپنایا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں رہے گا۔ (تنبیہ الغافلین ص ۱۳۴)

ف: کینہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب کسی کی زیادتی کا بدلہ نہیں لے سکتا تو دل میں انتقام کے جذبات رکھ کر بدلے کی تلاش میں رہتا ہے جو انسان سب کو معاف کر کے دل کو اس قسم کی برائیوں سے پاک صاف رکھے اسے بھی جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب ہوگا۔

(۷) یتیم کی پرورش کرنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ احسان کرے جو اس کے پاس رہتا ہو تو میں اور وہ جنت میں اس طرح رہیں گے جیسے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی پاس پاس ہیں۔ (اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۸۲)

ف: یتیم کے ساتھ احسان میں یہ بھی شامل ہے کہ ان کو ترکہ میں والد کی طرف سے جو مال ملا ہے اس کی حفاظت کرے، کسی قسم کی خیانت نہ کرے اور یتیم کی صحیح دینی تربیت کرے اور اپنے بچوں جیسا برتاؤ کرے اور اسے حقیر نہ سمجھے۔

(۸) **بیوہ عورت کیلئے خوشخبری:** حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں اور وہ عورت کہ جس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا ہو (یعنی اپنی اولاد کی پرورش، دیکھ بھال اور محنت ومشقت کی وجہ سے) قیامت کے دن اس طرح ہونگے (شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا)'' (ابوداؤد)

ف: یہاں وہ عورت مراد ہے جو بیوہ ہوگئی ہو اور حسن و جمال، عزت ومنصب والی ہونے کے باوجود اپنے یتیم بچوں کی خاطر دوسرا نکاح نہ کرے یہاں تک کہ وہ بچے بالغ ہوجائیں۔ (منتخب احادیث ص ۵۷۱)

(۹) **اکرام مسلم:** حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (منجملہ دوسری وصیتوں کے) یہ وصیت فرمائی ''اے انسؓ چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی تعظیم کرنے سے بروز قیامت میری رفاقت میں ہوگا''۔ (ابن کثیر ص ۶۴۰)

(۱۰) **مسنون دعاء:** آخر میں ایک دعاء نقل کرتے ہیں جو حدیث شریف میں آئی ہے اس دعاء میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی گئی ہے یا اللہ مجھے جنت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب فرما، لہٰذا اس دعاء کو بھی پڑھتے رہنا چاہئے:

اللهم انی اسالک ایمانا لا یرتد و نعیما لا ینفد و مرافقة نبینا محمد صلی الله علیه وسلم فی اعلیٰ درجة الجنة جنةالخلد.

ترجمہ: یا اللہ میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں کہ پھر نہ پھرے اور ایسی نعمتیں کہ ختم نہ ہوں اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت جنت کے اعلیٰ ترین مقام یعنی جنت خلد میں۔ (مناجات مقبول)

دعاء: رب تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو مذکورہ بالا اعمال پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، تاکہ ہمیں جنت میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت ورفاقت نصیب ہو۔ (شمارہ نمبر 36)

ازواج مطہراتؓ کے ساتھ حسن سلوک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اتباع سنت کی نیت سے اہل خانہ سے حسن سلوک کیا جائے جس کی برکت سے گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیرونی زندگی اور خانگی زندگی کے عمل کو سرانجام دینے کیلئے اللہ جل شانہ، نے خاص خاص وسائل اور اسباب مہیا فرما دیئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسی دو جماعتیں موجود تھیں جنہوں نے اس ضروری فرض کو ایسی خوش اسلوبی اور احتیاط کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچادیا کہ ساری دنیا کے سامنے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی اور خلوت وجلوت کی ایک مکمل تصویر رشد وہدایت کے لئے موجود ہے۔

پہلی جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تھی اور دوسری جماعت امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی تھی جنہوں نے من وعن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حالات و معمولات خلوت بلاتکلف امت کے سامنے پیش فرما دیئے ہیں تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کا یہ روشن پہلو بھی شرافت انسانیت کے حصول کے لئے واضح ہو جائے۔

ازدواجی معاملات ومعمولات: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے حقوق میں پوری مساوات وعدل رکھتے تھے کسی طرح کا فرق نہ کرتے تھے، رہی محبت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ جس کا مجھے اختیار ہے اس کی تقسیم تو میں نے مساوی طور پر کردی لیکن جو بات میرے بس میں نہیں ہے اس پر مجھے ملامت نہ کیجئے گا (اختیاری چیز سے مراد معاملات ومعاشرت اور غیر اختیاری بات سے مراد محبت ومیلان طبع)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازدواجی تعلقات حسن معاشرت اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھے، حضرت عائشہؓ کے زانو سے ٹیک بھی لگا لیتے اور اسی حالت میں قرآن کی تلاوت بھی فرماتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ ایام سے ہوتیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف التفات فرماتے، ایسا بھی ہوتا کہ بحالت صوم تقبیل کرتے، یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ حسن سلوک اور لطف وکرم کا نتیجہ تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ

وسلم سفر کا ارادہ کرتے تو ازواج مطہراتؓ کے درمیان قرعہ ڈالتے جس کے نام قرعہ نکل آتا وہی ساتھ جاتیں، پھر کسی کیلئے کوئی عذر نہ رہ جاتا۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اہل خانہ کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرتا ہو اور میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ تم سب سے بہتر سلوک کرتا ہوں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر پڑھ لیتے تو تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں روزانہ تشریف لے جاتے ان کے پاس بیٹھتے، ان کے حالات معلوم کرتے، جب رات ہوتی تو وہاں تشریف لے جاتے، جہاں باری ہوتی اور شب وہیں بسر کرتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باری کی اتنی پابندی فرماتے کہ کبھی ہم میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے اور ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب ازواج مطہرات کے یہاں تشریف نہ لے گئے ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی لڑکیوں کو حضرت عائشہ کے پاس کھیلنے کو بلایا کرتے تھے اور جائز امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ ہو جاتے اور جب حضرت عائشہؓ پانی پیتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاتھ سے پیالہ لے کر وہیں لب مبارک لگا لیتے جہاں سے انہوں نے پیا تھا، اور جب وہ ہڈی پر سے گوشت کھاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہڈی جس پر گوشت ہوتا لے کر وہاں منہ لگاتے جہاں سے حضرت عائشہؓ نے کھایا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ مسابقت فرمائی اور ایک دوسرے کے ساتھ دوڑے حضرت عائشہؓ دوڑ میں آگے نکل گئیں، پھر کچھ زمانہ کے بعد دوسری مرتبہ دوڑ ہوئی تو حضرت عائشہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے، وجہ یہ تھی کہ پہلی مرتبہ عائشہؓ عام جسم کی تھیں، دوسری بار کے وقت بھاری جسم کی ہوگئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی مرتبہ مجھ سے تمہارے آگے نکل جانے کا آج (تم سے میرے آگے نکل جانے کا) بدلہ ہے، (مدارج النبوۃ)

کھانے، پہننے میں ازواج مطہراتؓ کو کوئی روک ٹوک نہیں تھی جو چاہتیں کھاتیں جو چاہتیں پہنتیں، ہر چند عسرت کی وجہ سے اچھا کھانا میسر نہ آتا، اہل بیت کے لئے سونے چاندی

کے زیورات پسند نہ فرماتے، اس زمانہ میں ہاتھی دانت کے زیوروں کا رواج تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے زیور پہننے کا حکم دیتے، بیویوں کا پاک صاف رہنا پسند فرماتے، بیویوں پر لعن طعن نہ کرتے نہ ان سے سخت اور درشت لہجہ میں گفتگو کرتے، اگر کوئی بات ناگوار خاطر ہوتی تو التفات میں کمی کردیتے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف لاتے تو نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ مسکراتے ہوئے داخل ہوتے۔ (اسوۂ حسنہ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حریرہ لائی جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تیار کیا تھا، میں نے حضرت سودہؓ سے جو وہاں موجود تھیں کہا کہ تم بھی کھاؤ، انہوں نے کسی وجہ سے انکار کیا، میں نے کہا یا تو کھاؤ ورنہ تمہارا منہ اس حریرہ سے سان (لیپ) دوں گی، انہوں نے پھر بھی انکار کیا، میں نے حریرہ ہاتھ میں بھر کر ان کا منہ سان دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر ہنسے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے (حضرت عائشہؓ) دبایا (تاکہ مدافعت نہ کرسکیں) حضرت سودہؓ سے فرمایا تم ان کا منہ سان دو، انہوں نے میرا منہ سان دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر ہنسے۔ (جمع الفوائد عن الموصلی)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سلوک اور ازواج سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے تکلفی اور محبت واضح ہے۔

حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب ان کے پاس سے باہر تشریف لے گئے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گمان ہوا (اس گمان سے کہ شاید کسی بی بی کے پاس تشریف لے گئے ہوں حالانکہ یہ گمان نہ صحیح تھا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول ملتزم کے اعتبار سے صحیح ہوسکتا تھا گو عدل بھی آپ پر واجب نہ تھا اور عقلاً حضرت عائشہؓ بھی ایسا گمان نہ کرسکتی تھیں مگر طبعاً معذور تھیں، اسی واسطے اس کو غیرت سے تعبیر کیا جو امر طبعی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور میں اضطراب میں کچھ کررہی تھی (مثلاً اضطراب کی حرکات) اس کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عائشہ! تم کو کیا ہوا؟ کیا تم کو رشک ہوا؟ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کیا وجہ کہ مجھ جیسا (محبّ) آپ

صلی اللہ علیہ وسلم جیسے (محبوب) پر رشک نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ کو تیرے شیطان نے پکڑ لیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میرے ساتھ کوئی شیطان ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اور (تمہاری کیا تخصیص ہے) ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان ہے، میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں لیکن میرے رب نے اس کے مقابلہ میں میری اعانت فرمائی یہاں تک کہ میں اس سے سالم (یعنی محفوظ) رہتا ہوں یا (ایک روایت کے مطابق یہ فرمایا کہ) وہ اسلام لے آیا۔

(اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) (از عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ شمارہ نمبر 21)

دین سے دوری کی وجوہات:۔ میں نے بصیرت کی بناء پر تجربہ کیا ہے کہ لوگوں کی دین سے دوری میں ۸۰ فیصد حرام مال کھانے کا عمل دخل ہے اور باقی ۱۰ فیصد اس وجہ سے کہ بے نمازی کے ہاتھ کا کھانا کھاتے ہیں، اور ۱۰ فیصد اس وجہ سے کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار نہیں کرتے۔ (حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ) (شمارہ نمبر 49)

دل تڑپتا ہے میرا سینے میں ہائے پہنچوں گا کب مدینے میں
قلب جس کا نہ ہو مدینے میں اس کا جینا ہے کوئی جینے میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل خانہ سے برتاؤ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (یعنی نکاح ورخصتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آجانے کے بعد بھی) گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں اور میرے ساتھ کھیلنے والی میری کچھ سہیلیاں تھیں، جو ساتھ کھیلنے کے لئے میرے پاس یہاں بھی آجایا کرتی تھیں تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاتے تھے تو وہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں کھیل چھوڑ کر) گھر کے اندر جا چھپتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو میرے پاس بھجوا دیتے (یعنی خود فرما دیتے کہ وہ اسی طرح کھیلتی رہیں) چنانچہ وہ آکر پھر میرے ساتھ کھیلنے لگتیں۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس کھیل

اور تفریحی مشغلہ سے نہ صرف یہ کہ منع نہیں فرماتے بلکہ اس بارے میں ان کی اس حد تک دلداری فرماتے تھے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے پر ساتھ کھیلنے والی دوسری بچیاں کھیل چھوڑ کر بھاگتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کو کھیل جاری رکھنے کیلئے فرمادیتے، ظاہر ہے کہ بیوی کی دلداری کی یہ انتہائی مثال ہے۔ (معارف الحدیث)

بیوی سے دوڑ کا مقابلہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں نکلی، میں (ان دنوں) ہلکے بدن کی تھی، جب ایک جگہ ٹھہراؤ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کے دوڑ کے مقابلے کے لئے) آگے بڑھو، پھر مجھ سے فرمایا: ''اے عائشہؓ آؤ تاکہ میں تم سے دوڑ میں بازی لگاؤں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ دوڑ لگائی تو میں آگے نکل گئی''، پھر دوسرے سفر میں نکلی، جبکہ میرا بدن بھاری ہوگیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ ٹھہراؤ کیا تو صحابہؓ سے فرمایا آگے بڑھو! پھر مجھ سے فرمایا: ''عائشہ آؤ میں تم سے دوڑ میں بازی لگاؤں'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ دوڑ لگائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیت گئے اور آگے نکل گئے، آپ نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''یہ پہلے کا بدلہ ہے''۔

تشریح: یہ واقعہ اپنی ازواج کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت کی اعلیٰ ترین مثال ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے ساتھ ایک پرمسرت اور خوشگوار زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی بیویوں کے حق میں انتہائی مہربان اور ہنس مکھ تھے، اس میں امت کے لئے یہ سبق ہے کہ اپنی گھریلو زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حسن معاشرت کی پیروی کی جائے اور اپنی بیویوں کے ساتھ ہنسی خوشی اور باہمی پیار ومحبت کے ساتھ رہا جائے۔

بیوی کو پیارے نام سے پکارنا: حسن معاشرت کے لئے شوہر کو چاہئے کہ اپنی بیوی سے پیار ومحبت ودل لگی کی باتیں کیا کرے۔

تمام ازواج مطہرات میں حضرت عائشہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبت تھی اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات جانتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم بارہا حضرت عائشہؓ کو ان ناموں سے پکارتے تھے: ''یا حمیرا''، ''یا روحی''، ''یا ریحانی''، ''یا محبوبی''، ''یا حسنیٰ'' یعنی ''اے حسینہ''، ''اے میری جان''، ''اے میری دلپسند خوشبو''، ''اے میری محبوبہ''، ''اے میری غمخوار''۔ اوراسی طرح کے الفاظ فرمایا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عورت کو ایسے کلمات کہتا ہے جس سے وہ خوش رہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن غم سے اس کو نجات دیتا ہے اور ہر کلمہ پر ۷۰۰ برس کی عبادت کا ثواب اس کے اعمال نامہ میں لکھا جاتا ہے۔ (احیاء العلوم) (ارشادات حکیم الامت) (شمارہ نمبر 53)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ

غزوۂ خندق کے موقع پر زبردست خوف کا عالم..... بھوک لگی ہوئی اور سردی زبردست، اوپر سے کپڑا کوئی نہیں اور بھوک کی حالت ہے..... روٹی کوئی نہیں..... خوف کی حالت..... ہتھیار کوئی نہیں..... لیکن صحابہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

حضرت جابرؓ نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت بھوک لگی ہے آپ اپنی بیوی کے پاس گئے، کہنے لگے کہ تیرے پاس کچھ ہے؟ کہنے لگی یہ بکری کا بچہ ہے اور یہ تھوڑے سے ''جو'' ہیں کہا کہ جو پیسو اور بکری کے بچے کو کاٹو اور پکاؤ، میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کے آتا ہوں، آپ آئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پندرہ آدمیوں کا میں نے کھانا پکایا ہے، آپ تشریف لے آئیں اور اس وقت خندق میں ڈیڑھ ہزار آدمی خندق کھود رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اہل خندق! جابرؓ نے تمہارے لئے روٹی پکائی ہے، حضرت جابرؓ کے تو پاؤں اکھڑے کہ مارا گیا میں نے تو پندرہ کا کہا تھا یہاں پندرہ سو کا ہوگیا ......کیا چکر ہوگیا؟ بھاگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چل گیا کہ کیوں بھاگا جارہا ہے پیچھے سے آواز آئی فرمایا ارے! مجھے بھی پتہ ہے کہ چھوٹی سی ہانڈی میں تو نے پکایا ہوگا؟ ہانڈی کو نیچے مت اتارنا جب تک میں نہ آؤں، آپ تشریف لے گئے، ہانڈی اوپر تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اتاری تھوڑا سا لعاب ڈالا، روٹیاں پاس رکھ لیں، دسترخوان بچھا دیا، آؤ بھائی! کھاتے جاؤ سالن نکال کے دے رہے ہیں، روٹی تقسیم کررہے ہیں کھانے والے کھارہے

ہیں، لوگ جارہے ہیں، ڈیڑھ ہزار آدمیوں نے کھانا کھالیا، وہ چھوٹی سی ہانڈی میں سالن بھی پڑا ہے وہ سیر دو سیر جو کی جو روٹیاں پکی تھیں وہ روٹیاں بھی پڑی ہیں، ڈیڑھ ہزار کے مجمع نے کھانا کھالیا اس کے باوجود سالن بھی پڑا روٹی بھی پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ جو دستر خوان پر ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں ان ہڈیوں کو جمع کرو، ہڈیوں کو جمع کر کے اپنے سامنے رکھ لیا ہاتھ اٹھائے دعاء کی اللہ تعالیٰ نے ہڈیوں کو پھر بکری کا بچہ بنا کر کھڑا کر دیا، فرمایا لے جابر، ہمیں ہمارے اللہ نے کھلا دیا، تو اپنی بکری کو سنبھال اور روٹیوں کو بھی سنبھال۔

مال میں برکت نہ ہونے کی وجہ: ارے میرے بھائیو! آج یہ برکتیں کیوں نہیں اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والا طریقہ نہیں ہے، آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی زندگی نہیں ہے، آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والے اخلاق نہیں ہیں، اللہ کا نبی کہتا ہے کہ جو تیرے سے توڑے تو اس سے جوڑ، جو تیرا حق مارے تو اس کا حق ادا کر، یہاں تو جھوٹے مقدمے کر کے لوگوں کی جائیدادیں ضبط کر رہے ہیں تو ان کی نمازوں سے انہیں کیا نفع ملے گا؟ اور ان کے حج کرنے سے انہیں کیا نفع ملے گا؟ جو لوگوں کے مال غصب کر کر کے اپنی جائیدادیں بنا رہے ہیں ان کی نمازوں سے نہیں کیا نفع ملے گا اور ان کے روزے انہیں کہاں سے کامیاب کریں گے اور کون سی حکومت آئیگی جو تمہیں عزت نصیب فرمائے گی، جب آپ لوگوں کے مال ہڑپ کر رہے ہیں اور اللہ کا لاڈلہ رسول فرما رہا ہے کہ جو تیرا حق مارے تو اسے بھی عطا کر اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اس کو بھی معاف کر اور جو تجھ سے برا کرے تو اس سے بھی اچھا کر، آج یہ اخلاق مسلمانوں سے نکلے ہوئے ہیں اگر یہ اخلاق زندہ ہو جائیں اور یہ زندگی وجود میں آجائے تو سارا عالم دین سے چمک سکتا ہے۔

خالق کی خوشنودی اور مخلوق میں ہردلعزیزی حاصل کرنے کے لئے اخلاق سب سے بڑا، سب سے بہتر اور سب سے زیادہ آسان ذریعہ ہے۔

(از افادات: حضرت مولانا طارق جمیل صاحب شمارہ نمبر 56)

یہ تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضرت جابرؓ عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ ایک انصاری نوجوان مسلمان ہوا،

اس کا نام ثعلبہ بن عبدالرحمٰن تھا، نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موزے بنایا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کسی کام کے لئے بھیجا وہ چلتے ہوئے کسی انصاری آدمی کے گھر کے دروازہ کے پاس سے گزرا اس کو گھر کے اندر ایک عورت غسل کرتی نظر آ گئی اور ساتھ ہی آپؓ کو یہ خیال ہوا کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس بدنگاہی کا پتہ نہ چل جائے، چنانچہ وہ اس خوف کی وجہ سے جدھر منہ تھا اسی طرف بھاگ نکلا اور مکہ اور مدینہ کے پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا، چالیس روز گزر گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔

ادھر حضرت جبرائیلؑ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتا ہے اور اللہ رب العزت فرما رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک آدمی پہاڑوں میں مجھ سے پناہ کی درخواست کر رہا ہے۔

نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کو ان کی تلاش کا حکم دیا دونوں حضرات حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مدینہ کے پہاڑی راستوں سے ہوتے ہوئے اس کی تلاش میں چل دیئے، ان کو مدینہ کا رہنے والا ''ز فافہ'' نامی ایک چرواہا ملا، حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ تجھے ان پہاڑوں میں کسی نوجوان کا علم ہے جس کا نام ثعلبہ ہے؟ اس چرواہے نے کہا شاید آپؓ اس نوجوان کا پوچھ رہے ہیں جو جہنم کے ڈر سے بھاگا ہوا ہے؟ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ تجھے کیسے علم ہے کہ وہ جہنم کے ڈر سے بھاگا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جب آدھی رات ہوتی ہے تو وہ نوجوان ان پہاڑوں سے نکلتا ہے اور اپنے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے یہ کہتا ہے کہ: اے کاش! تو میری روح کو قبض کر کے روحوں میں داخل کر دیتا اور میرا جسم مردوں میں شامل ہو جاتا، اے کاش کہ تو مجھے روز قیامت حساب کے وقت رسوائی سے بچالے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بس اسی نوجوان کی تلاش ہے وہ چرواہا ان دونوں حضرات کو ساتھ لے گیا جب آدھی رات کا وقت ہوا تو وہ نوجوان پہاڑوں سے نکلا سر پر ہاتھ رکھے ہوئے وہی جملے کہہ رہا تھا۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اس کی طرف بڑھے اور جا کر اس کو اپنی گود میں لے

لیا اس نوجوان نے کہا کہ اے عمرؓ! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے گناہ کا پتہ چل گیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے تو پتہ نہیں البتہ گزشتہ کل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمہارا ذکر کیا گیا تھا اور مجھے اور سلمان، ہم دونوں کو تمہاری تلاش کا حکم فرمایا تھا، اس نوجوان نے کہا کہ اے عمرؓ! مجھے ایسے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر جانا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہوں، چنانچہ دونوں حضرات ثعلبہ بن عبدالرحمٰنؓ کو ساتھ لے آئے، جب نماز کا وقت ہوا اور جماعت کھڑی ہوگئی تو حضرت عمرؓ اور سلمانؓ جلدی سے صف میں جا کر مل گئے۔

ثعلبہ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی آواز سنی تو غش کھا کر گر پڑا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ سے دریافت کیا کہ ثعلبہ کہاں ہے؟ اس کا کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ یہاں حاضر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور جا کر ثعلبہ کو ہلایا، چنانچہ ثعلبہ بن عبدالرحمٰن ہوش میں آگئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ثعلبہ تو مجھ سے کیوں غائب رہا؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گناہ کی وجہ سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے ایسی آیت نہ بتلا دوں جو تیری تمام خطاؤں اور گناہوں کو مٹا دے؟ اس نے عرض کیا ضرور بالضرور یا رسول اللہ!، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت پڑھا کر:

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة و فی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار. (البقرہ: ۲۰۱)

اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا گناہ تو بہت بڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام سب سے بڑا ہے، پھر آپ نے اس کو واپس گھر جانے کا حکم فرمایا۔ ثعلبہ بن عبدالرحمٰن مسلسل آٹھ دن بیماری کی حالت میں رہے، پھر ایک روز حضرت سلمانؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثعلبہؓ کے پاس تشریف لے جائیں، کیونکہ وہ غم کی وجہ سے موت کے قریب ہوگیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ اٹھو اور ثعلبہ کے پاس میرے ساتھ چلو۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ثعلبہؓ کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سر گود میں رکھ لیا، انہوں نے اپنا سر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود سے ہٹا لیا، آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اپنا سر میری گود سے کیوں ہٹالیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا سر اس قابل نہیں کیونکہ وہ گناہوں سے بھرا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تجھے کیا تکلیف محسوس ہو رہی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے گوشت پوست اور ہڈیوں میں چیونٹیاں چل رہی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری کیا خواہش ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا رب مجھے معاف فرمادے، ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں فرمایا تھا کہ جبرائیلؑ حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتا ہے اور اللہ رب العزت آپ کو فرمارہے ہیں کہ اگر میرا یہ بندہ ساری روئے زمین کے برابر بھی گناہ لے کر آئے تو میں اس کے اس قدر گناہ بھی معاف کردوں گا۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کا یہ فرمان اس نوجوان کو بتلایا اس نے زور سے ایک چیخ ماری اور اللہ کو پیارا ہوگیا، راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے غسل اور کفن دفن کا حکم فرمایا نماز جنازہ کے بعد اس کو دفن کے لئے لے جایا جارہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں مبارک کی انگلیوں کے بل چل رہے تھے، دفن کے بعد ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں مبارک کی انگلیوں کے بل چل رہے تھے اس کی کیا وجہ تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ اس جنازہ میں شریک فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے میں اپنا پاؤں زمین پر نہیں رکھ سکتا تھا۔ (تنبیہ الغافلین) (شمارہ نمبر 49)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ کی برکت سے صحابہؓ کی زاہدانہ زندگی کا ایک عجیب عبرت انگیز واقعہ

حضرت سعد بن عمیرؓ بیت المقدس اور فلسطین کے والی بنائے گئے تھے اور ایک عرصے تک بنے رہے پھر حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا حضرت عمرؓ اپنے گورنروں اور عمال کا امتحان کیا کرتے تھے کہ کہیں وہ ظلم کی طرف تو نہیں جارہے ہیں کہیں ان سے عدل وانصاف کی بٹیا

چھوٹ تو نہیں گئی، دوسرے آدمیوں کے ذریعے بھی جانچ کراتے تھے اور خود بھی رات کو بھیس بدل بدل کر نکلتے تھے کہ مخلوق کی اخلاقی حالت کیسی ہے۔

غرض انہوں نے ایک خادم کو شام بھیجا کہ جا کر ذرا سعد بن عمیر کی خبر لاؤ کہ کس حالت میں ہے اور پانچ سو روپے کی تھیلی دی کہ میری طرف سے ہدیے کے طور پر پیش کر دینا، مقصد جانچ کرنا تھا، خادم پہنچا، حال یہ ہے کہ سعد فلسطین کے گورنر ہیں اس متمدن ملک کے کہ جہاں کھیت اور پھل اور سبزہ زاروں کی کوئی کمی نہیں مگر گورنر صاحب ایک خس پوش کچے سے مکان میں دروازے پر بیٹھے ہوئے رسیاں بٹ رہے تھے، بٹ بٹ کے پیٹ پالتے تھے اس سے جو پیسے ملتے تھے ان سے گزر اوقات کرتے تھے، بیت المال اور خزانے پر بار نہیں ڈالتے تھے۔

غرض خادم پہنچا تو کھڑے ہوگئے، بہت محبت سے ملے، خادم نے حضرت عمرؓ کا پیغام پہنچایا بہت خوش ہوئے، اب حضرت عمرؓ تو گورنر کی جانچ کر رہے تھے کہ گورنر صاحب نے امیر المؤمنین کی جانچ شروع کر دی، خادم سے کہا کہ عمر تو بڑا مال دار ہوگیا ہوگا اس واسطے امیر المؤمنین ہے خزانے اس کے تحت میں ہیں ہزاروں لاکھوں روپیہ جمع کرلیا ہوگا؟ خادم نے کہا کہ نہیں! حضرت عمرؓ کا وہی زہد وقناعت قائم ہے جو زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر قائم تھا، وہی جو کی روٹی، وہی پیوندوں کے کپڑے، وہی زہد، وہی قناعت، کہا الحمد للہ! خدا نے ہمیں ایسا امیر دیا کہ جو خزانوں پر قابض ہو کر پھر بھی زاہد اور متقی ہے۔

اس کے بعد سوال کیا کہ حضرت عمرؓ کے ہاں مقدمات تو آتے ہوں گے، خوب جانبداریاں کرتا ہوگا، اپنے رشتہ داروں کی حمایت کرتا ہوگا، دوستوں کو جتاتا ہوگا؟ خادم نے کہا کہ نہیں حضرت عمرؓ غریب کو اور امیر کو ایک نگاہ سے دیکھتے ہیں پبلک کے تمام افراد ان کی نگاہ میں یکساں ہیں وہ عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں، کہا: الحمد للہ! خدا نے ہمیں ایسا امیر دیا جو عادل بھی ہے منصف بھی ہے، کامل بھی ہے، غرض وہ تو جانچ کر رہا ہے امیر المؤمنین کی طرف سے گورنر کی اور گورنر جانچ کر رہے ہیں امیر المؤمنین کی کہ ان میں تو کوئی فرق نہیں آیا، جب یہ سب کچھ ہو چکا تو خادم نے پانچ سو روپے کی تھیلی پیش کی کہ حضرت عمرؓ نے بطور ہدیہ کے دی ہے۔

بس یہ دیکھتے ہی غصے سے چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا کہ یہ مال عمرؓ کے باپ کا ہے جو

ہزار ہزار، پانچ پانچ سو تقسیم کرتا ہے، اس کے باپ کا خزانہ ہے؟ کہا نہیں، حضرت عمرؓ نے ذاتی طور پر دیئے ہیں تو کہا اچھا عمرؓ سرمایہ دار بن گیا ہے کہ پانچ پانچ سو اور ہزار ہزار روپیہ ہدیہ کے طور پر بھیجتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

غرض ہدیہ قبول کرلیا مگر اس ہدیہ کا حشر یہ ہوا کہ اپنے بدن سے چادر اٹھائی اور جہاں کوئی غریب گزرا چادر میں سے دو تین بالشت کی ایک پٹی پھاڑ دی اور دس بیس روپیہ اس میں باندھ کر اس کے سامنے پھینک دیئے، کوئی یتیم گزرا پھر ایک پٹی پھاڑی دس بیس باندھے اس کے آگے ڈال دیئے، شام تک روپیہ بھی ختم ہو گیا اور گورنر صاحب کی چادر بھی ختم ہوگئی، اخیر میں بیوی نے کہا میرے ہاں کئی دن سے فاقہ ہے کچھ مجھے بھی دیدو تو خفا ہو گئے دو تین درہم پھینک دیئے کہ تو بھی اگر اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرنا چاہتی ہے تو بھرلے تجھے مبارک ہو، تو یہ کیفیت تھی۔

اس کے بعد خادم نے پیغام دیا کہ حضرت عمرؓ کا جی چاہتا ہے کہ آپ سے ملاقات کریں، آپ کو بلایا ہے، فرمایا کہ چلو، اسی وقت لاٹھی ہاتھوں میں لے کر کھڑے ہو گئے، اڑھائی سو میل کے سفر کیلئے تیار ہو گئے، نہ اونٹنی، نہ سواری، کہا بس چلو، اور پیدل ہی امیر المؤمنین کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کو اطلاع دے دی گئی کہ فلاں دن پہنچیں گے، حضرت عمرؓ شہر سے باہر استقبال کے لئے تشریف لائے، ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن عمیرؓ کے چہرے پر غصے کے آثار دیکھے، بہت حیران ہوئے کہ یہ غصہ کیوں، لیکن سمجھ گئے کہ یہ اس ہدیہ کا اثر ہے۔

حضرت سعدؓ نے کہا کہ شہر میں قیام گاہ پر بعد میں چلیں گے، پہلے روضۂ اقدس پر حاضر ہولیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرلیں، چنانچہ سب تشریف لے گئے۔

روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر حضرت سعد ابن عمیرؓ نے سلام کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ! میں عمرؓ کی منحوس خلافت میں زندہ نہیں رہنا چاہتا جو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ہاتھوں سے کاٹ دی تھیں عمر پھر وہی پہنانا چاہتا ہے اور پانچ پانچ سو روپے ہدیے کے ہمارے پاس بھیجتا ہے میں اس منحوس دور خلافت میں زندہ نہیں رہنا چاہتا،

انہوں نے رو رو کر یہ دعا کی۔

اب حضرت عمرؓ کی باری آئی، انہوں نے دعا کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس وقت تک زندہ رہنا چاہتا ہوں جب تک میری حکومت میں سعد بن جبیرؓ جیسے افراد موجود ہیں اور جب یہ نہ رہیں تو میں بھی زندگی نہیں چاہتا، تو مؤرخین لکھتے ہیں کہ چند ہی دن کے بعد سعد بن عمیرؓ کی وفات ہوئی اور ان کے بیس دن کے بعد ہی حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آ گیا۔

تو دولت پر قابض ہونے کے بعد اور ملکوں پر حکمراں ہونے کے بعد یہ زہد وقناعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا اثر تھا۔ (از حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ شمارہ نمبر 24)

حضرات صحابہ کرامؓ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی

حضرت بلال حبشیؓ بہت عرصہ تک اسلامی لشکر کے ساتھ شام میں مقیم رہے، ایک دن آپؓ نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں ''اے بلالؓ! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کیلئے آؤ؟''

اس خواب نے حضرت بلالؓ کے سارے زخم ہرے کر دیئے، آپؓ بیتاب ہو کر مدینہ کی طرف چل پڑے، مدینہ پہنچے تو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دھاڑیں مار مار کر روتے تھے اور حضرات حسنینؓ کو چمٹا چمٹا کر پیار کرتے تھے، حضرات حسنینؓ سے بے پناہ محبت کرتے تھے، اس لئے جب انہوں نے اذان دینے کی فرمائش کی تو آپؓ ان کی بات نہ ٹال سکے، یہ خبر سن کر کہ بلالؓ مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم آج پھر اذان دیں گے، سارا مدینہ اُمڈ آیا، اپنی زندگی کی آخری اذان جب حضرت بلالؓ نے شروع کی تو مدینہ میں ایک قیامت بپا ہوگئی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عہد لوگوں کی نظروں میں گھوم گیا لوگوں کے دلوں کے زخم پھر تازہ ہو گئے، ان کے صبر کا دامن چھوٹ گیا، ہر طرف سے آہ وبکا کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

جب انہوں نے روضۂ اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہا **اشهد ان محمدا رسول الله** تو پردہ نشین خواتین بھی بیتاب ہو کر گھروں سے نکل آئیں، ایسا لگتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج ہی مدینہ سے رخصت ہوئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے

بعد ایسا دلدوز منظر مدینہ والوں نے کبھی نہ دیکھا تھا جو حضرت بلالؓ کی اس صدائے دلنواز نے پیدا کر دیا، یہی وہ صدائے دلنواز ہے جس نے حضرت بلالؓ کو عالمگیریت بخشی ہے۔

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے؟　　رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے!

(اقبال)

جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ نے بہت شروع میں اسلام قبول کر لیا تھا، عرصہ دراز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عاطفت میں رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانے میں یہ شام کی معرکہ آرائی میں شامل تھے، ایک موقع پر یہ مجاہدین کے ایک دستہ کے ساتھ رومیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے، رومی جن مسلمانوں کو گرفتار کر لیتے تھے ان کو عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کرتے تھے۔

جب حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ گرفتار ہو کر رومیوں کے لشکر گاہ میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں گائے کی شکل کا ایک بہت بڑا کڑھاؤ ہے جس میں زیتون کا تیل کھولایا جا رہا ہے، رومی ان کو پکڑ کر اس کڑھاؤ کے سامنے لے گئے اور کہا ''تم مسلمانوں کے ایک سردار ہو ہم تم کو مارنا نہیں چاہتے، عیسائیت ایک سچا مذہب ہے، عیسیٰؑ ہمارے نبی ہیں وہ خدا کے بیٹے ہیں، تم عیسائیت قبول کر لو ہم تم کو معاف کر سکتے ہیں، ورنہ یہ کھولتا ہوا تیل تم دیکھ رہے ہو، یہ تم کو ذرا سی دیر میں خاکستر کر دے گا''۔

حضرت عبداللہؓ نے نہایت استقلال سے جواب دیا ''بیشک حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بندے اور نبی برحق ہیں، لیکن ان کی شریعت اب منسوخ ہو چکی ہے، سب دینوں سے اچھا دین اور سب نبیوں سے اچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچ چکے ہیں اس لئے ہم اسلام کو کس طرح چھوڑ سکتے ہیں''۔

عیسائی ایک اور قیدی مسلمان کو پکڑ کر لائے ان کو عیسائیت قبول کرنے کو کہا جب انہوں نے انکار کیا تو ان کو پکڑ کر اس کڑھاؤ میں جھونک دیا وہ پل بھر میں جل بھن کر کباب ہو گئے۔

حضرت عبداللہؓ نے یہ منظر دیکھ کر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور رونے لگے، عیسائیوں نے کہا کہ ''اب موت نظر آئی تو روتے ہو، بہتر ہے عیسائیت قبول کر لو اب بھی جان بخشی ہو جائے گی'' اس پر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ نے وہ جواب دیا جس کی مثال ساری دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی، فرمایا: ''تم سمجھتے ہو میں موت کے خوف سے روتا ہوں، رب کی قسم میں اپنے اس انجام پر ہرگز نہیں روتا، میں تو اپنی مجبوری پر روتا ہوں کہ میرے پاس اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرنے کے لئے بس ایک ہی جان ہے، کاش! میری لاکھوں جانیں ہوتیں اور میں بار بار اس تیل میں گر کر ان کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربان کرتا رہتا'' عشق واطاعت کا یہ جذبہ دیکھ کر رومی حیران دم بخود رہ گئے، رومیوں نے کہا ''اچھا تو ہمارے بادشاہ کی پیشانی کو بوسہ دو تو ہم تم کو آزاد کر سکتے ہیں''، فرمایا ''میں ایک مشرک صلیب پرست کی پیشانی کو چوم کر اس منہ کو آلودہ نہیں کر سکتا جس سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں'' پھر رومیوں نے کہا ''اگر تم بادشاہ کی پیشانی کو بوسہ دو گے تو تمہارے یہ سب ساتھی بھی قید سے آزاد کر دیئے جائیں گے'' چونکہ حضرت عبداللہؓ کی نظر میں مسلمانوں کی جان کی بہت قیمت تھی اس لئے انہوں نے یہ شرط قبول کر لی اور اسی مسلمانوں کی قیمتی جانیں بچا کر لشکر اسلام میں لوٹ آئے، خلیفہ حضرت عمرؓ نے جب یہ قصہ سنا تو فرط مسرت سے حضرت عبداللہؓ کی پیشانی کو چوم لیا۔ (اسد الغابہ جلد سوم)

توڑ دیتا ہے بت ہستی کو ابراہیم عشق

حضرت اویس قرنیؒ نے عالم جسمانی میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا شرف کبھی حاصل نہیں کیا، لیکن روحانی طور پر ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی خیال رہتا تھا، بڑی تمنا تھی کہ کسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف دیدار نصیب ہو۔

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت اور تکلیف کے نام سے بھی تڑپ اٹھتے تھے، میدان احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک کسی ظالم کا پتھر لگنے سے شہید ہو گیا تھا، جب جنگ احد کا حال حضرت اویس قرنیؒ کو معلوم ہوا تو تڑپتے تھے اور زار و قطار روتے تھے۔

انہیں یہ احساس ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی تکلیف دانت ٹوٹنے سے ہوئی ہوگی اور تم یہاں آرام سے ہو تو انہوں نے پتھر مار کر اپنا دانت توڑ ڈالا، پھر خیال ہوا کہ یہ نہیں، یہ دوسرا دانت ہوسکتا ہے، اس لئے اسے بھی توڑ دیا، پھر سوچا کہ ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نیچے کا دانت ٹوٹا ہو اس لئے نیچے کا دانت بھی توڑ دیا، پھر اسی خیال سے اس کے برابر والا بھی دانت توڑ ڈالا، غرض ایک ایک کر کے انہوں نے اپنے سب دانت توڑ ڈالے کہ کسی طرح اس حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع ہوسکے، **سبحان اللہ** یہ انہیں کا خاصہ تھا۔

بعد کو جب ایک بار حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ ان سے ملے تو ان کے تمام دانت ٹوٹنے کا قصہ معلوم ہوا، انہیں انتہائی حیرت ہوئی اور اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جوش دیکھ کر یہ لوگ رونے لگے اور کہا کہ ''اویسؓ واقعی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا ہی حق ہے''۔

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق　　عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات (اقبال)

(پر اسرار بندے جلد اول عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم) (شمارہ نمبر 18)

جنتی قافلہ

ان حضرات صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک تذکرہ جنہیں فرداً فرداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت کا تمغہ عطا فرمایا۔

خدیجۃ الکبریٰؓ کیلئے خوشخبری

ایک مرتبہ جبرئیل امین علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا بی بی خدیجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آرہی ہیں ان کے ہاتھ میں کوئی برتن ہے، جس میں کھانے پینے کی کوئی چیز ہے، وہ پہنچ جائیں تو انہیں اللہ رب العزت کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہیے۔

وبشرھا ببیت فی الجنۃ من قصب لا صخب فیہ و لا نصب. (بخاری شریف)

اور انہیں خوشخبری سنا دیجئے کہ ان کے لئے بہشت میں ایک گھر جوف دار (اندر سے خالی) موتیوں سے بنا ہوا ہے جس میں نہ کوئی شور و غل ہوگا نہ کوئی تکان۔

سیدنا طلحہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خوشخبری

طلحة فی الجنة طلحہ بہشت میں جائیں گے۔طلحة و الزبیر جارای فی الجنة.

طلحہ اور زبیر بہشت میں میرے ہمسائے ہوں گے۔ من سرد ان ینظر الی شهید یمشی علی وجه الارض فلینظر الی طلحة بن عبیدالله. جس شخص کو یہ بات اچھی لگتی ہو کہ وہ زمین پر چلتے پھرتے شہید کو دیکھے تو وہ طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھ لے۔

سیدنا زبیرؓ کیلئے خوشخبری

حضرت زبیرؓ نے بدر سے لے کر تبوک تک تمام غزوات میں مردانگی کے جوہر دکھائے، باڈی گارڈ کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کی پاسبانی کرتے غزوۂ خندق کے موقعہ پر یہودیوں کے قبیلے بنوقریظہ نے بدعہدی دکھائی، میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے انہوں نے مشرکین مکہ کا ساتھ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بھیج کر ان کی سرگرمیوں کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے تھے، آپ نے تین مرتبہ پوچھا: کون ہے جو ان کی خبر لائے؟ ہر مرتبہ حضرت زبیرؓ اپنی خدمات پیش کرتے رہے اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

ان لکل نبی حواریاً وحواری الزبیر (بخاری، مسلم وغیرہ) ہر نبی کو ایک خاص مددگار ملتا ہے اور میرا خاص مددگار زبیر ہے۔

جب حضرت زبیرؓ بنوقریظہ سے واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رپورٹ سنائی تو آپؐ نے تحسین میں فرمایا: فداک ابی و امی (بخاری وغیرہ) ان دو ارشادات کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دو فرمان بھی حضرت زبیر کے سر افتخار کو بلند کرتے ہیں۔(۱) الزبیر فی الجنة (۲) طلحة والزبیر جارای فی الجنة.

سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ کیلئے خوشخبری

حجۃ الوداع کے موقعہ پر بیمار ہو کر بظاہر قریب المرگ ہو گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزاج پرسی کیلئے تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں شفایابی

کی دعا فرماتے ہوئے تسلی دلائی اور فرمایا: ''امید ہے کہ تم اپنے ساتھیوں کے بعد زندہ رہو گے اور تم اللہ کی خوشنودی کیلئے جو بھی کام کرو گے، اس سے تمہارے درجات بلند ہونگے اور امید ہے کہ تم اس وقت تک زندہ رہ جاؤ گے جب کہ کچھ لوگوں کو تم سے نفع پہنچے گا اور کچھ کو نقصان''۔ (مسلم شریف ص ۴۰ ج ۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص کے گوناگوں اوصاف اور کمالات تھے، جن کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا سعد بن ابی وقاص فی الجنة.

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ کیلئے خوشخبری

حضرت عبدالرحمٰنؓ تجارت کے معاملے میں بڑے خوش نصیب تھے، گویا وہ پتھر بھی ہٹاتے تو نیچے سے سونا نکل آتا، ایک مرتبہ ان کا تجارتی قافلہ مدینہ آیا تو سات سو اونٹوں پر صرف خوردنی سامان تھا، تجارت کے علاوہ زراعت بھی ان کا ذریعہ آمدنی تھا، امام ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ جرف کے مقام پر انہوں نے بیس اونٹوں کھیتوں کی آبیاری کیلئے رکھے ہوئے تھے، پھر جس قدر آمدنی ہوتی تھی اسی قدر اللہ کے راستے میں خرچ کرتے تھے، ہزاروں اشرفیاں نقد اور سینکڑوں اونٹ گھوڑے، جہاد کے سلسلے میں چندے کے طور پر دے دیتے تھے، امہات المؤمنین کی کفالت بڑی فراخ دلی سے کرتے تھے، ہزار ہا روپے نقد ان کی خدمت میں پیش کرتے، ایک باغ ان پر وقف کیا جو چار لاکھ میں فروخت ہوا انہوں نے خود بھی کئی شادیاں کیں تھیں، اولاد بھی بہت تھی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ایک منقبت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران سفر ایک نماز ان کی اقتداء میں ادا فرمائی تھی اور جب ابولولو نے حضرت عمرؓ کو خنجر سے زخمی کردیا تھا اس وقت بھی حضرت عمرؓ نے انہی کو نماز پوری کرانے کے لئے آگے کردیا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ کا علمی پایہ بہت اونچا تھا، بسا اوقات حضرات خلفاء راشدین ان سے علمی استفادہ کرتے، نہایت صائب الرائے تھے خلافت جیسے اہم مسائل میں ان کی رائے کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کے یہی علمی اور عملی کمالات تھے، جس کی وجہ سے وہ جنت کی بشارت کے مستحق بنے، حدیث عشرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عبدالرحمٰن بن عوف فی الجنۃ عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں جائیں گے۔

سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ کیلئے خوشخبری

حضرت ابوعبیدہؓ کا امتیازی وصف، امانت داری ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
لکل امة امین و امین هذه الامة ابو عبیدة بن الجراح ہرامت میں ایک امین ہوتا ہے اوراس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔

نجران کے نصاریٰ جب مباہلہ کیلئے آمادہ نہ ہوئے تو جزیہ ادا کر کے ماتحتی میں رہنا منظور کرلیا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کسی دیانت دار آدمی کو ہم پر مقرر فرما کر ہمارے ساتھ بھیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، میں تمہارے ساتھ ایک ایسے آدمی کو بھیجوں گا، جو حد درجہ امانت دار ہے، کئی صحابہ کرامؓ حکم کا انتظار کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہؓ کو کھڑا ہونے کا حکم دیا اور انہیں روانہ فرمادیا۔ (صحیح بخاری وغیرہ) سیدنا ابوعبیدہ بن جراحؓ کے یہی فضائل اور محاسن تھے، جن کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عشرہ مبشرہ میں شامل فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ابو عبیدة بن الجراح فی الجنة.

سیدنا سعید بن زیدؓ کیلئے خوشخبری

حضرت سعیدؓ مستجاب الدعوات تھے، اروی نامی ایک عورت نے حاکم مدینہ (مروان) کے پاس ان کی شکایت کی، کہ انہوں نے اس کی کچھ زمین ناحق لے لی ہے، حضرت سعیدؓ نے کہا کہ میں اس کی زمین کیسے لے سکتا ہوں، جب کہ میں نے خود رسول اللہ سے سنا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی شخص کی بالشت بھر زمین ناحق لے لی، تو ساتوں زمینوں سے وہ بالشت بھر طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا، مروان نے کہا بس، بس میں آپؓ سے اور کوئی قسم نہیں لیتا، لیکن حضرت سعیدؓ نے اس عورت کے دعوے کے مطابق زمین اسے دے دی اور ساتھ ہی بمصداق: دل ہی تو ہے، نہ سنگ وخشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں ان کے منہ سے بددعا کے یہ جملے نکلے:

''اے اللہ! اگر یہ جھوٹی ہے تو اسے اندھا کردے اور اسی زمین میں اسے موت

د۔۔ "دیکھنے والے کہتے ہیں کہ وہ عورت اندھی ہوگئی تھی دیواروں کو پکڑتی پھرتی تھی اور کہتی تھی کہ سعیدؓ کی بددعا مجھے لگ گئی ہے، ایک مرتبہ اس زمین کے کنویں کے پاس سے گذری تو اس میں گر کر مرگئی اور وہی کنواں اس کی قبر بنا۔

حضرت سعید بن زیدؓ کے زہد وروع اور صلاح وتقویٰ کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا: **سعید بن زید فی الجنة**

سیدنا حمزہؓ کیلئے خوشخبری

۳ھ میں مشرکین مکہ دلوں میں انتقام کی آگ لئے ہوئے، مدینہ پر چڑھ آئے، طعیمہ نامی ایک مشرک نے اپنے غلام وحشی سے کہہ رکھا تھا، اگر تم حمزہؓ کو قتل کردو تو تم آزاد، وحشی موقعہ کی تاک میں تھا جب جنگ کا رخ پلٹا تو اتفاق کی بات کہ حضرت حمزہؓ کو ایک جگہ ٹھوکر لگی، گرے تو زرہ پیٹ سے ہٹ گئی، وحشی نے نیزہ پھینک مارا، اس کا وار کاری ہوا اور انجام کار آپؓ شہید ہوگئے، دشمن نے آپؓ کا مثلہ کیا، ناک کان کاٹ لائے، ھندہ زوجہ ابی سفیان نے آپؓ کا کلیجہ نکالا اور چبا کر پھینک دیا، جنگ کا غبار چھٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کی لاش دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی رقت طاری ہوئی گریہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چیخ نکل گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **حمزة سید الشهداء** (حمزہ شہیدوں کے سردار ہیں) یہ سیادت حقیقی ہے یا اضافی؟ یہاں اس بحث کا موقعہ نہیں ہے، امام ابن عبدالبر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کل رات میں جنت میں داخل ہوا تو جعفرؓ اس میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کر رہے تھے اور حمزہؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود تھے۔" (استیعاب ص ۸۲)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کیلئے خوشخبری

علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں بحوالہ صحیح ابن حبان، حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا: **اما ترضین ان تکونی زوجتی فی الدنیا و الاخرة** کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ تو دنیا اور آخرت میں میری زوجہ بنے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کیلئے خوشخبری

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ عبداللہ بن مسعودؓ نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے سورۂ نساء شروع کر رکھی تھی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی ہمراہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن مجید کو اس طرح سے پڑھنا چاہے، جس طرح کے نازل ہوا تھا وہ عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت کے مطابق پڑھے پھر جب عبداللہ بیٹھ کر دعاء کرنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اب دعا کرو جو مانگو مل جائے گا، تو انہوں نے یہ دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد ارتداد نہ آئے، ایسی نعمتیں مانگتا ہوں، جو منقطع نہ ہونے پائیں اور جنت الخلد کے اعلیٰ مقام میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت مانگتا ہوں۔

حضرت عمرؓ اٹھ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ بشارت دینے گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا جو مانگو، مل جائے گا" مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے وہاں پہنچ کر بشارت سنا چکے تھے، حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھ کر کہا آپؓ تو ہر کار خیر میں آگے رہتے ہیں، کوئی آپؓ سے کیسے مقابلہ کرسکتا ہے۔ (استیعاب ص ۳۷۲) یہ واقعہ مسند احمد میں بھی موجود ہے۔ صاحب مشکوٰۃ اپنی کتاب الاکمال فی اسماء الرجال میں لکھتے ہیں: **وشهد له رسول الله صلى الله عليه وسلم بالجنة** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بہشتی ہونے کی گواہی دی ہے۔ تو یہ ہیں علم میں افضل، عمل میں برتر، جنت کے بشارت یافتہ، سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کیلئے خوشخبری

بخاری اور مسلم میں روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے، میں بہشت میں جس جگہ جانا چاہتا ہوں وہ ٹکڑا مجھے اڑا کر وہاں پہنچا دیتا ہے، میں نے یہ خواب اپنی بہن ام المومنین حفصہؓ کو سنایا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تیسرا بھائی یقیناً نیک آدمی ہے، کیا ہی اچھی بات ہوگی کہ وہ رات کو عبادت کیا کرے"۔ بخاری

حضرت عبداللہ کے صاحبزادے سالم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ رات کو بہت تھوڑا وقت سوتے تھے (زیادہ وقت عبادت میں گزارتے تھے۔ (بخاری ص ۵۲۹ ج ۱)

ومن رای انه دخل الجنة فانه یدخلها وهی بشارة له (تعبیر الرؤیا الصغیر ص ۱۲) جو شخص یہ دیکھے کہ وہ بہشت میں داخل ہوا ہے تو یقیناً وہ اس میں داخل ہوگا اور یہ اس کیلئے ایک بشارت ہے۔

اور یہاں تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمادی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کیلئے خوشخبری

حضرت عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کے صاحبزادے تھے، جب بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے اسی دوران میں ان کی پیدائش ہوئی ان کی والدہ کا نام لبابہ تھا، جو ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کی بہن تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعاء فرمائی تھی: **اللهم فقهه فی الدین وعلمه التاویل** اے اللہ! تو اسے دین کی سمجھ دے اور اسے تاویل (تفسیر قرآن) سکھادے۔

علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۶۸ ھ میں بمقام طائف ہوئی ایک عجیب واقعہ دیکھنے میں آیا کہ سفید رنگ کا ایک پرندہ آیا اور وہ آپؓ کے کفن میں گھس گیا، پھر نہ نکلا، جب آپؓ کو قبر میں اتار دیا گیا، تو یہ آیت تلاوت کرنے کی آواز (غیب سے) سنی گئی۔

یاایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اے پرسکون روح! تو اپنے رب کے پاس لوٹ جا اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہوجا اور میری بہشت میں داخل ہوجا۔

سیدنا بلالؓ کیلئے خوشخبری

صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ ایک روز نماز فجر کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: بلال! تمہارا کون سا عمل ہے جس سے تم زیادہ سے

زیادہ ثواب کی امید کر سکتے ہو۔

فانی سمعت دف نعلیک بین یدی فی الجنة کیونکہ میں نے بہشت میں اپنے آگے آگے تمہارے جوتوں کی آہٹ سنی تھی۔

عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے جب بھی وضو کیا، رات ہو یا دن میں نے اس وضو سے کچھ نہ کچھ نماز (تحیۃ الوضوء) ضرور پڑھ لی، میں اسی سے زیادہ اجر کی امید رکھتا ہوں۔

سیدنا عمار بن یاسرؓ اور ان کے والدینؓ کیلئے خوشخبری

حضرت عمارؓ بلحاظ قبول اسلام السابقون الاولون میں سے ہیں، بعدے چندے ان کے والدین نے بھی اسلام قبول کرلیا، اب جو مظالم کا سلسلہ شروع ہوا تو بقول شاعر:

جو بلائیں وقف تھیں، سارے زمانے کیلئے ہوگئیں موقوف سب، میرے مٹانے کیلئے

کوئی آزمائش نہیں جس سے عمار اور ان کے والدین کو نہ گذرنا پڑا ہو ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گذرے جب کہ ان پر ظلم ہو رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: **صبراً یا اٰل یاسر ان موعدکم الجنة** (استیعاب ص ۷۲۶ بحوالہ حاکم اصابہ ابن حجر ص ۳۸۶ ج ۲) اے آل یاسر! صبر سے کام لو، تمہارا ٹھکانا جنت ہے، وہیں سے تم سے ملاقات ہوگی۔

سیدنا سعد بن معاذؓ کیلئے خوشخبری

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سے کوئی بہت ہی نرم اور ملائم ریشمی کپڑا آیا صحابہؓ اسے دیکھ کر حیرت کا اظہار کرنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اتعجبون من ھذہ لمنادیل سعد بن معاذ فی الجنة خیر من ھذہ** (بخاری، مسلم) کیا تم اس سے حیران ہو رہے ہو؟ بہشت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہتر ہیں۔

سیدنا معاذ بن جبلؓ کیلئے خوشخبری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا: **اعلمھم بالحلال والحرام معاذ** حلال حرام کے مسائل سب سے زیادہ جاننے والے معاذؓ ہیں حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ان کا تعلق کتنا تھا؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مخاطب بنا کر ارشاد فرمایا: انی احبک یا معاذ معاذ! میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یحشر یوم القیامة بین یدی العلماء نبذة (مسند احمد) معاذ قیامت کے روز ایک تیر پھینکنے کا فاصلہ، علماء سے آگے آگے رہیں گے۔

سیدنا ثابت بن قیسؓ کیلئے خوشخبری

قرآن پاک کی سورہ حجرات میں معاشرتی زندگی کے مختلف احکام بیان کئے گئے ہیں، پہلی چند آیات میں دربار رسالت کے چند آداب ذکر کئے گئے ہیں، دوسری آیت یوں ہے۔

اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں، نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ ان سے اس طرح کڑک کر بات کرو جس طرح کہ تم ایک دوسرے سے کڑک کر بات کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے عمل برباد ہوجائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔

یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیسؓ گھر میں بیٹھ گئے مسجد آنا چھوڑ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا اور پھر ان کے گھر آدمی بھیج کر پتہ کرایا آدمی گھر گئے تو انہوں نے کہا بھائی تمہیں معلوم ہے کہ میری آواز بہت اونچی ہے اور میں بولتا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی ہوجاتی ہے، اس لئے میں تو اہل نار میں سے ہوں ان لوگوں نے واپس آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بل هو من اهل الجنة نہیں، نہیں بلکہ وہ تو اہل جنت میں سے ہیں، انہیں بلا لاؤ، حضرت انسؓ فرماتے ہیں اس کے بعد وہ ہم میں چلتے تھے تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ وہ جنتی ہیں۔ (یہ روایت بخاری شریف، مسلم شریف اور تفسیری کی تمام معتبر کتب میں موجود ہے)

سیدنا عبداللہ بن سلامؓ کیلئے خوشخبری

اسلام کے بعد قرآن وحدیث کے علم سے بھی بہرہ ور ہوگئے بہت سے اہم مسائل میں حضرات صحابہؓ ان کی طرف رجوع فرماتے تھے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ وہ بلند پایہ عالم تھے جب ان کا آخری وقت آیا تو انہوں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ علم حاصل کرنے کے لئے چار آدمیوں کے پاس جایا کرنا جن میں سے ایک نام حضرت عبداللہ بن سلام کا لیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **انه عاشر عشرة فی الجنة** (ترمذی) کہ وہ بہشت میں داخل ہونے والے دسویں آدمی ہونگے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ خود عشرہ مبشرہ میں سے اور جلیل القدر صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن سلامؓ کے علاوہ اور کسی کے بارے میں نہیں سنا کہ وہ جنتی ہے۔ (بخاری ص ۵۳۸ ج ۱)

سیدنا سلمان فارسیؓ کیلئے خوشخبری

غلامی کا طوق گلے میں ہونے کی وجہ سے حضرت سلمانؓ غزوہ بدر یا احد میں شامل نہیں ہوسکے تھے، آزادی ملنے کے بعد غزوہ خندق کے موقعہ پر ان کا مشورہ نہایت کارآمد ثابت ہوا، اس موقعہ پر صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سلمانؓ کے مہاجرین کے گروپ میں رہیں گے یا انصار کے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا: **سلمان منا اهل البیت**، سلمانؓ ہم میں سے ہیں یعنی اہل بیت میں سے۔

یہ فرمان ایک بہت بڑا اعزاز تھا حضرت سلمان کیلئے، بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوتے رہے اور یہ حدیث آپ حضرت عمار بن یاسرؓ کے حالات میں پڑھ چکے ہیں کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے، حضرت علیؓ، حضرت عمارؓ اور تیسرا نام حضرت سلمان فارسیؓ کا ہے۔

سیدنا زید بن حارثہ، سیدنا جعفر بن ابی طالب اور سیدنا عبداللہ بن رواحہؓ کیلئے خوشخبریاں

تین ہزار افراد پر مشتمل یہ سپاہ ادھر سے روانہ ہوئی، ادھر قیصر روم کو خبر ملی تو وہ ایک لاکھ فوج لے کر مقابلہ کیلئے آگیا، مسلمانوں پر شوق شہادت کا غلبہ تھا اس لئے وہ نفری کم ہونے کے باوجود، جرار لشکر سے گتھ گئے، حضرت زیدؓ داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوگئے تو پرچم حضرت جعفرؓ نے سنبھال لیا۔ بے جگری سے لڑتے لڑتے انہوں نے بھی جام شہادت نوش فرمایا، ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تھے ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے پرچم سنبھالا اور لڑتے لڑتے وہ بھی شہید ہوگئے، یہ لڑائی، شام کی سرزمین میں موتہ کے مقام پر ہو رہی تھی،

اور رحمت دو عالمؐ یہاں مدینہ کی مسجد میں بیٹھے ہوئے آنسو بہا رہے ہیں اور جنگ کا نقشہ دیکھ دیکھ کر فرماتے ہیں: ''اب زید شہید ہو گئے ہیں...... اب جعفر شہید ہو گئے ہیں، اب عبداللہ بن رواحہ شہید ہو گئے ہیں، اب جھنڈا سیف من سیف اللہ خالد بن ولیدؓ نے سنبھال لیا ہے۔

حافظ بن القیمؒ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان تینوں کو بہشت میں سونے کے پلنگوں پر دیکھا، ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان تینوں کو موتیوں کے خیمے میں الگ الگ پلنگ پر دیکھا۔

سیدنا انس بن مالکؓ کیلئے خوشخبری

حضرت انسؓ کی ماں کی سفارش پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں تین چیزوں کی دعاء فرمائی تھی: اللھم اکثر مالہ و ولدہ وادخلہ الجنۃ، اے اللہ! اس کے مال میں برکت دے اور اولاد میں بھی اور اسے بہشت میں داخل فرما۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: میں دو چیزیں تو دیکھ چکا ہوں، اور تیسری کی (آخرت میں) امید رکھتا ہوں، مال میں برکت کا یہ عالم تھا کہ آپؓ کا باغ سال میں دو دفعہ پھل دیتا تھا، جب کہ معمول کے مطابق باغ سال میں ایک ہی مرتبہ بار آور ہوتا ہے ان کے باغ میں نازبو (جس کو پنجابی میں پبری کہتے ہیں) کے بوٹے تھے، ان سے مشک کی خوش بو آتی تھی، اولاد میں برکت کا یہ حال تھا کہ پوتوں نواسوں کے علاوہ آپؓ کی صلبی اولاد ایک سو سے زیادہ ہوئی تھی۔

سیدنا ثوبانؓ کیلئے خوشخبری

علامہ ابن حجرؒ نے ابوداؤد سے روایت نقل کی ہے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من یتکفل لی ان لا یسئل الناس اتکفل لہ بالجنۃ (الاصابہ ص۲۰۴ ج۱) کون مجھے اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ لوگوں سے سوال نہیں کرے گا، میں اسے بہشت کی ضمانت دیتا ہوں، تو حضرت ثوبانؓ نے عرض کیا: حضور! میں........... چنانچہ اس کے بعد وہ کسی سے کوئی چیز نہیں مانگتے تھے۔

سیدنا ابوسفیان بن حارثؓ

جنگ حنین کے موقعہ پر جب کہ صحابہؓ کی اکثریت میدان کو چھوڑ کر چلی گئی تھی، ابو

فیانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کی رکاب پکڑے رہے حضرت عباسؓ کے ایک صاحبزادے (کثیر نامی) گھوڑے کی لگام کو پکڑے ہوئے تھے اور اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ رجز پڑھ رہے تھے:

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا: آواز دو، بیعت رضوان والے کہاں چلے گئے ہیں؟ چنانچہ ان کے بلانے پر، پروانے پھر شمع کے گرد جمع ہوگئے۔ ارشاد گرامی ہے: ابو سفیان بن الحارث سید فتیان اهل الجنة (استیعاب ص ۷۰۸ اصابہ ص ۹۰ ج ۴) ابوسفیان بن حارثؓ جنتی جواں مردوں کے سردار ہیں، ایک حجام نے آپؓ کے سر میں ایک پھوڑے کا آپریشن کیا تھا، جو جان لیوا ثابت ہوا، اس طرح آپؓ کو شہادت کا رتبہ بھی حاصل ہوگیا۔

سیدنا انس بن النضرؓ کیلئے خوشخبری

احد کے میدان میں بھگدڑ مچی تو چند ایک افراد کے سوا، صحابہ کرامؓ میدان چھوڑ کر چلے گئے ان چند افراد میں سے ایک حضرت انسؓ بن النضر ہیں انہوں نے ثابت قدمی دکھائی اور بارگاہ رب العزت میں یوں عرض گذار ہوئے: "اے اللہ! جو کچھ انہوں (یعنی مسلمانوں) نے کیا ہے میں اس سے معذرت خواہ ہوں اور جو کچھ انہوں (یعنی مشرکین) نے کیا ہے میں تیرے سامنے اس سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں، پھر آگے بڑھ گئے، اتنے میں حضرت سعد بن معاذؓ انہیں مل گئے، پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ حضرت انسؓ نے جواب دیا: واها لریح الجنة یا سعیدانی اجده دون احد (مسند احمد زاد المعاد ص ۲۴۰ ج ۴ اصابہ ص ۱۷۴) سعید! جنت کی خوشبو کا کیا کہنا؟ مجھے احد سے آگے محسوس ہورہی ہے۔ پھر چل پڑے، کافروں سے مڈھ بھیڑ ہوئی لڑتے لڑتے شہید ہوگئے بدن پر اسی (۸۰) سے زیادہ زخم آئے تھے کافروں نے ان کا مثلہ بھی کیا تو پہچان نہیں ہوسکتی تھی، ان کی بہن نے انگلی کے پورے کے کسی نشان سے انہیں پہچان لیا۔ حضرت انس بن نضر حضرت انس بن مالکؓ کے چچا تھے۔

سیدنا عمیر بن حمامؓ کیلئے خوشخبری

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کا رتبہ بیان فرمایا کہ جو شخص اللہ کے راستے میں شہید ہو گیا، اللہ نے اس کے لئے بہشت واجب کردی، ایک انصاری صحابی عمیر بن حمامؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! وہی بہشت، جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے: عرضها السموت والارض تمام آسمان اور زمین اس کی چوڑائی میں پڑے رہیں۔ جواب میں فرمایا: ہاں، کہا: بخ بخ یا رسول الله! واہ واہ! اے اللہ کے رسول! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے "واہ، واہ" کس لئے کی؟ عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! قسم بخدا، اور کوئی وجہ نہیں سوائے اس کے کہ میں امید کرتا ہوں کہ میں بھی اہل جنت میں سے ہوں گا، فرمایا: فانک من اهلها (زادالمعاد ص۲۲۴ ج۲) بے شک، تو اہل جنت میں سے ہے اس کے بعد ان کے پاس کچھ کھجوریں تھیں، نکال کر کھانے لگے، مگر معاً کہنے لگے: ان کھجوروں کے ختم کرنے تک تو بہت دیر ہو جائے گی بس پھر وہ کھجوریں پھینک دیں اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، بدر کے روز سب سے پہلے شہید ہونے کا اعزاز انہیں کے حصے میں آیا۔

سیدنا مبشر بن عبدالمنذرؓ اور سیدنا عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ کیلئے خوشخبری

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ مشہور صحابی حضرت جابرؓ کے والد ہیں وہ کہتے ہیں کہ جنگ احد سے پہلے میں نے خواب میں مبشر بن عبدالمنذرؓ کو دیکھا وہ مجھ سے کہتے ہیں: چند روز میں تم ہمارے پاس آجاؤ گے؟ میں نے پوچھا تم کہاں ہو؟ کہا: فی الجنة نسرح حیث نشاء بہشت میں ہوں اور جہاں ہمارا دل چاہتا ہے پھرتے ہیں، میں نے کہا: تم تو بدر کے روز شہید ہو گئے تھے، کہا: ہاں پھر مجھے زندگی عطا کردی گئی، میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو جابر! هذه الشهادة یا ابا جابر یہ تمہارے لئے شہادت کی خوش خبری ہے۔

سیدنا عمرو بن الجموحؓ کیلئے خوشخبری ہے

حضرت عمرو بن جموحؓ لنگڑے تھے اور غیر معمولی حد تک لنگڑے، ٹانگوں سے معذور تھے، مگر دل غیرت ایمانی اور شوق شہادت سے سرشار تھا ان کے چار بیٹے جوان تھے، جو

غزوات میں جایا کرتے تھے احد کو روانگی کا وقت آیا، تو بیٹوں نے کہا: ابا جان! آپ معذور آدمی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو قتال میں شریک نہ ہونے کی اجازت دی ہے، آپ گھر میں رہیں ہم کافی ہیں، عمرو بن جموحؓ دل برداشتہ ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ لڑکے مجھے جہاد کیلئے نکلنے سے روکتے ہیں، حالانکہ خدا کی قسم، میری تو تمنا یہ ہے کہ: **ان استشهد فاطا بعر جتی هذه فی الجنة** میں شہید ہو کر اپنے اس لنگڑے پن کے ساتھ بہشت میں چلتا پھروں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں جہاد کے فرض سے مستثنیٰ رکھا ہے اور پھر اس کے بیٹوں سے فرمایا: اگر تم اپنے والد کو اجازت دے تو کیا حرج ہے؟ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کی تمنا پوری کر دیں چنانچہ انہوں نے اجازت دے دی، آگے گئے تو لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ قسم کھالیں، تو اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دیں، عمرو بن جموحؓ بھی انہی میں سے ہے اور میں نے اسے دیکھا ہے کہ وہ اپنے لنگڑے پن کے ساتھ بہشت میں پھر رہا ہے۔ (استیعاب ص ۴۴۵، زاد المعاد ص ۲۴۲ ج ۲)

سیدنا سعد بن ربیع انصاریؓ کیلئے خوشخبری

حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کہتے ہیں: احد کے روز مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن ربیع کو ڈھونڈ لاؤ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر وہ تمہیں مل جائے تو اسے میری طرف سے سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھ رہے ہیں، تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ چنانچہ میں شہداء میں انہیں تلاش کرتا رہا وہ مل گئے ان کے جسم پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے ستر زخم تھے میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پہنچائے اور پوچھا: تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا جواب دیا اور کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنا: **اجد ریح الجنة** میں بہشت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اور میری قوم انصار سے کہنا کہ اگر تمہارے جیتے جی، دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا تو تم اللہ کے سامنے کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے، یہ کہہ کر وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت نسیبہ، ان کے شوہر اور دو بیٹے کیلئے خوشخبریاں

بیعت عقبہ، جو بعثت کے تیرھویں سال ہوئی، اس میں انصار کے ستر مرد اور دو عورتیں شامل تھیں ان عورتوں میں سے ایک کا نام نسیبہ تھا یہ تھی تو عورت، لیکن اکثر و بیشتر مردوں سے زیادہ بہادر اور دلیر تھیں، غزوہ احد کے موقعہ پر ان کے شوہر زید بن عاصمؓ اور دو صاحبزادے حبیبؓ اور عبداللہؓ نکلے، وہ خود بھی ہم سفر تھیں تاکہ مجاہدین کو پانی پلانے اور دیکھ بھال کی خدمت انجام دے سکیں۔

جب جنگ کا رخ پلٹا اور بھگدڑ مچی تو حضرت نسیبہؓ پانی پلاتی پھر رہی تھیں اچانک انہوں نے غیر متوقع صورت حال دیکھی تو حمیت ایمانی جوش میں آ گئی تلوار سنبھالی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدافعت کیلئے سینہ سپر ہو گئیں عقل مند خاتون تھیں، موقعہ مناسب جان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمایئے کہ ہمیں جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی نیک بخت خاتون نے دعاء کے الفاظ سن کر کہا ہر چہ باداباد، اب مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں، خواہ کتنی بڑی مصیبت پیش آ جائے اس کے بعد وہ دائیں بائیں دیکھے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دفاع کا فریضہ انجام دیتی رہیں، یہ بڑا کٹھن وقت تھا، بڑے بڑے سورما میدان کو چھوڑ کر چلے گئے تھے مگر وہ اللہ کی بندی کیسے دل گردے کی مالک تھیں کہ بدستور ڈٹی رہیں، اس روز ان کے جسم پر تلواروں اور نیزوں کے بارہ زخم آئے تھے۔

سیدنا عمرو بن ثابت عرف اصیرمؓ کیلئے خوشخبری

جنگ احد، اختتام کو پہنچی، مسلمان چل پھر کر اپنے آدمیوں کو ڈھونڈ رہے تھے، انصار کا ایک خاندان بنو عبدالاشہل، اپنے شہیدوں کو تلاش کرتا پھر رہا تھا، چلتے چلتے وہ ایک شخص کے پاس رک گئے، وہ زخموں سے چور تھا مگر زندگی کی کچھ رمق اس میں باقی تھیں، بولے: ارے، یہ تو عمر بن ثابت عرف اصیرمؓ ہے یہ ادھر کیسے آ گیا؟ ہم تو اسے اس حالت میں چھوڑ آئے تھے کہ یہ اسلام سے انکاری تھا، پھر انہوں نے اس سے پوچھا: تمہیں کیا چیز یہاں لے آئی کیا قومی غیرت اس کا موجب بنی ہے یا اسلام کی رغبت؟ جواب دیا: اسلام کی رغبت میں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑتا

رہا، یہاں تک کہ میرا یہ حال ہو گیا، جو تم دیکھ رہے ہو، یہ کہتے ہی وہ جاں بحق ہو گیا۔

کام تھے عشق میں بہت، پر میر ہم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

لوگوں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی، آپ نے فرمایا: هو من اهل الجنة (مسند احمد، زاد المعاد ص ۲۳۶ ج ۲) ترجمہ: وہ اہل جنت میں سے ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: اس شخص کو ایک نماز پڑھنے کا بھی موقعہ نہیں ملا، ایمان لا کر شریک جہاد ہوئے اور راہ حق میں شہید ہو کر سیدھے بہشت میں پہنچ گئے۔

ایک نامعلوم الاسم صحابیؓ کیلئے خوشخبری

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے مختلف راویوں (صحابہؓ) سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں آدمی فوت ہو گیا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجئے، حضرت عمرؓ وہاں موجود تھے، کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم! وہ بدکار آدمی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے اس کی کوئی نیکی دیکھی تھی؟ ایک آدمی نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں موقعہ پر اس نے ہمارے ساتھ چوکیداری کا فرض انجام دیا تھا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی قبر پر مٹی ڈالی اور (اس سے مخاطب ہو کر) فرمایا تمہارے ساتھی تو یہ گمان کرتے ہیں کہ تم دوزخی ہو وانا اشهد انک من اهل الجنة اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اہل جنت میں سے ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی طرف رخ کر کے فرمایا: "قیامت کے روز تم سے لوگوں کے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، مجاہد کیلئے تو بہشت واجب ہو چکی ہے"۔ (اصابہ ص ۱۳۴ ج ۴ وص ۱۸۵ ج ۴)

حضرت عبداللہ بن زیدؓ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے عشق رسول کا اندازہ لگانے کیلئے درج ذیل واقعہ پڑھئے۔

ایک روز انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم!

جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سے اٹھ کر لوگوں کے پاس چلے جاتے ہیں تو ہم ترس جاتے ہیں اور جب تک واپس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہ کرلیں، ہمیں کسی چیز میں مزانہیں آتا، پھر یہ خیال آتا ہے کہ بہشت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ تو بہت ہی بلند و بالا ہوگا ہم لوگ اگر بہشت میں پہنچ بھی گئی تو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیونکر نصیب ہوگا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ **الذین انعم اللہ علیھم الایہ** تلاوت فرمائی۔ حضرت عبداللہ کو تسلی ہوئی۔

اتفاق کی بات کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، حضرت عبداللہؓ شہر مدینہ سے باہر باغ میں کام کررہے تھے انصار نے انکے گھر جا کر ان کے لڑکے کو بتایا اور اس نے باغ پہنچ کر اپنے والد کو بتایا، دل میں عشق کے جذبات پھر موجزن ہوئے اور انہوں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھادیئے۔

اللھم اعمنی حتی لا اری شیئاً بعدہ الی ان القاہ اے اللہ! اگر آئندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا، تو میری بینائی سلب کرلے تا کہ جب تک میں آپ کو نہ دیکھ لوں اور کسی چیز کو نہ دیکھ سکوں۔

بس یہ کہنا تھا کہ وہیں کھڑے کھڑے ان کی بینائی ختم ہوگئی۔ **رضی اللہ عنھم**

اسلاف کی پاکیزہ سیرت کی جھلکیاں کہیں کہیں اخلاف میں بھی نظر آجاتی ہیں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ایک ملفوظ سنئے:

حافظ محمد عظیم صاحب پشاور کے ایک عالم تھے اور سنا ہے صاحب نسبت بھی تھے نابینا تھے اور قصداً نابینا ہوئے تھے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، دو درخواستیں کیں ایک تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پھر کسی کو نہ دیکھوں اور دوسری یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ دیکھ لیا کروں، چنانچہ جس وقت اٹھے تو نابینا تھے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے برابر مشرف ہوتے رہے۔ (ملفوظات حسن العزیز شمارہ نمبر 32)

اسلامی عظمت کے اہم واقعات

آغاز اسلام ہی سے عظمت و بزرگی کے بعض واقعات نے اور صحابہ کرامؓ کی والہانہ قربانیوں نے انسانی ذہن پر ایسے سنہری نقوش چھوڑے ہیں، جو اپنی نظیر اور درخشندگی کے

عتبار سے تا قیام قیامت امر ہو گئے ہیں، ذیل میں ہم ایسے ہی اول اول ظہور پذیر ہونے
والے ایمان افروز چند واقعات سعادت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

☆ اسلام میں سب سے پہلے داخل ہونے والی ہستی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔

☆ اسلام میں سب سے پہلے اسلام ہی کی وجہ سے شہید ہونے والی ہستی سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

☆ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت کرنے والی پہلی صحابیہ خاتون سیدہ ام سلمہؓ ہیں جو
عد میں حرم نبویؐ میں داخل ہوئیں۔

☆ اسلام کی وہ پہلی خوش بخت صحابیہ خاتون سیدہ عفراءؓ ہیں جن کے سات بیٹے غزوۂ بدر میں
شریک ہوئے، ابوجہل پروار کر کے سواری سے زمین پر گرا دینے والا مجاہد معوذؓ انہیں خاتون کا سپوت تھا۔

☆ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت کرنے والے پہلے صحابی ابوسلمہ عبداللہ بن الاسدؓ ہیں۔

☆ اسلام میں سب سے پہلے مہاجرین کے قائد حضرت جعفر بن ابی طالبؓ ہیں
جنہوں نے مہاجرین حبشہ کی قیادت کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک
"اصحمہ" نجاشی والی حبشہ کو پہنچایا یہ پہلا والی سلطنت تھا جو اسلام میں داخل ہوا۔

☆ خیر امت حضرت عبداللہ بن عباسؓ مقاطعہ قریش کے زمانہ میں شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے۔

☆ حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیر بن العوامؓ پہلے سولہ سالہ نوجوان ہیں
جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے موت کی جھوٹی افواہ سنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خاطر مرنے مارنے کیلئے ننگی تلوار لے کر اپنے گھر سے کاشانہ نبوت تک دوڑتے گئے۔

☆ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ہجرت کے زمانہ میں سرزمین حبشہ میں پیدا ہوئے۔

☆ ماہر تعلیمات اور مستند استاد حضرت مصعب بن عمیرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
اہل مدینہ کی تعلیم و تبلیغ کیلئے مدینہ طیبہ بھیجا تو آپ کے ہاتھ پر ایک ہی دن میں تمام قبیلہ بنو
عبدالاشہل مسلمان ہو گیا۔

☆ غزوۂ بدر میں پورے لشکر اسلام میں حضرت مقداد بن عمرو کندریؓ وہ واحد مجاہد
تھے جن کے پاس سواری کیلئے گھوڑا تھا۔

☆ غزوۂ بدر میں لڑائی کا آغاز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہی خاندان کے تین

مجاہدین، حضرت حمزہؓ، حضرت عبیدہ بن حارثؓ اور حضرت علیؓ کو میدان جنگ میں بھیج کر
فرمایا، جن میں سے حضرت عبیدہؓ کو شہادت نصیب ہوئی۔

☆ غزوۂ بدر میں سب سے پہلے شہید ہونے والے حضرت مہجعؓ یمنی جو حضرت عمر
کے آزاد کردہ غلام تھے اور انصار میں سے حارثہ بن سراقہؓ تھے۔

☆ اہل مدینہ میں سب سے پہلے اسلام کیلئے بیعت کرنیوالے صحابی حضرت اسعد بن زرارہؓ ہیں۔

☆ امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے غزوۂ بدر میں جوش توحید کے
باعث اپنے کافر باپ عبداللہ بن جراح کو تلوار کے وار سے قتل کر دیا جبکہ حضرت عمرؓ نے اسی
میدان میں اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہشام کو نپٹا دیا۔

☆ مکہ مکرمہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دار ارقم میں منتقل ہو کر اشاعت
اسلام کا آغاز فرمایا تو افتتاح کے طور پر ان چار خوش بخت بھائیوں نے بیعت اسلام کی
سعادت حاصل کی، حضرت عاقلؓ، حضرت ایاسؓ، حضرت خالدؓ اور حضرت عامرؓ۔

☆ مسجد قبا کے پہلے امام حضرت سالمؓ مولیٰ ابن حذیفہؓ ہیں ہجرت کے بعد شیخین نے
بھی انہیں کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ (شمارہ نمبر 22)

تعلیم یافتہ لڑکا

عہد نبوت کے ابتدائی زمانے میں ایک دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر
صدیقؓ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے باہر جنگل میں تشریف لے گئے، پھرتے پھرتے آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کو پیاس محسوس ہوئی لیکن پانی کا دور دور تک پتہ نہ تھا، البتہ قریب ہی ایک نوجوان
چرواہا بکریاں چرا رہا تھا، حضرت ابو بکرؓ نے اس سے پوچھا:

''میاں لڑکے کیا تم کسی بکری کا دودھ دوہ کر ہماری پیاس نہ بجھا سکو گے؟''

چھوٹے سے قد اور گندمی رنگ کے اس دبلے پتلے چرواہے نے بڑی متانت کے ساتھ
جواب دیا: ''صاحبو! یہ بکریاں میری نہیں ہیں، ان کا مالک عقبہ بن ابی معیط (مکہ کا مشہور
مشرک) ہے، اس کی اجازت کے بغیر کسی بکری کا دودھ آپ کو دینا امانت میں خیانت ہوگی''۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اچھا تو بھائی کوئی ایسی بکری ہی لاؤ جو دودھ نہ دیتی

ہو (یعنی جس نے بچے نہ دیئے ہوں) چرواہے نے کہا: ایسی بکری ہے تو سہی لیکن یہ آپ کے کس کام کی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لاؤ تو سہی''، چرواہے نے ایک بکری پیش کی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیر کر دعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے آناً فاناً تھنوں کو دودھ سے بھر دیا اب صدیق اکبرؓ دودھ دوہنے بیٹھے تو اتنا دودھ نکلا کہ تینوں نے خوب سیر ہو کر پیا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بکری کے تھن خشک ہو کر اصلی حالت پر آ گئے۔

نوجوان چرواہا یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس کا دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھر گیا پھر ایک دن وہ لڑکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بھی اپنی جماعت میں داخل فرما لیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست منظور کر لی اور بڑی شفقت و محبت سے اس کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: ''اء نک غلام معلم'' (تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو) یہ خوش بخت نوجوان جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''تعلیم یافتہ لڑکے'' کا خطاب عنایت فرمایا یہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بنے۔ (شمارہ نمبر 31)

اعجاز ابراہیمی کے پرتو کی جھلک

حضرت ابو مسلم خولانیؒ جو طبقہ تابعین میں بلند پایہ بزرگ ہیں ان کا ایک عجیب وقعہ حدیث و تاریخ کی نہایت مستند کتاب جلسہ ابی نعیم، تاریخ ابن عساکر، تاریخ ابن کثیر وغیرہ میں محد ثانہ اسانید کے ساتھ مذکور ہے، جس کے دیکھنے سے سرور کائنات فخر موجودات نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کمالات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے کہ جو معجزات و کمالات انبیائے سابقین کو عطا ہوئے تھے اسی قسم کے بعض کمالات اور خوارق عادات حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے افراد پر ظاہر فرما کر اہل علم پر ظاہر فرما دیا کہ:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مسیلمہ کذاب کا نام شیطان کی طرح ایسا مشہور ہے کہ غالباً بہت سے عوام بھی اس سے واقف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کا اعلان کیا کہ میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نبوت ہوں۔

یمن میں اس کی نشو و نما ہوئی، بے وقوف اور محروم القسمت گمراہوں کی ایک بڑی جماعت اس کے ساتھ ہوگئی، یہاں تک کہ اطراف یمن پر چھا گئی اور لوگوں کو جبر واکراہ سے اپنے باطل مذہب کی طرف دعوت دینے لگی۔

ایک روز مسیلمہ کذاب نے حضرت ابو مسلم خولانی کو گرفتار کرا کے اپنے سامنے حاضر کیا اور دریافت کیا کہ کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، حضرت ابو مسلمؒ نے فرمایا کہ میں سنتا نہیں ہوں، اس نے پھر کہا کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ ابو مسلمؒ نے فوراً کہا بے شک!

اس نے پوچھا کہ کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، ابو مسلمؒ نے فوراً جواب دیا کہ میں سنتا نہیں، پھر پوچھا کہ کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو فرمایا کہ ہاں، اسی طرح پھر تیسری مرتبہ دونوں جملے دریافت کیئے اور یہی دونوں جواب سنے۔

غصہ میں آ کر حکم دیا کہ ایک عظیم الشان انبار سوختہ کا جمع کر کے آگ روشن کر دو اور ابو مسلم کو اس میں ڈال دو، اس حزب شیطان نے حکم پاتے ہی یہ جہنم کا نمونہ تیار کر دیا اور ابو مسلم کو بے دردی کے ساتھ اس میں ڈال دیا، مگر جس قادر مطلق نے حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے دہکتی آگ کو ایک پرفضا باغ اور بردوسلام بنا دیا تھا وہ حی وقیوم آج بھی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جاں نثاری کرنے والے ابو مسلمؒ کو دیکھ رہا تھا، اس نے اس وقت پھر وہی معجزہ ابراہیمی کی ایک جھلک دنیا کو دکھلا دی اور پیروان نمرود کی ساری کوششیں خاک میں ملا دیں، حضرت ابو مسلمؒ صحیح سالم اس آگ سے برآمد ہوئے تو مسیلمہ کذاب کے ساتھی خود متذبذب ہونے لگے اور مسیلمہ نے اس کو غنیمت سمجھا کہ کسی طرح یہ یمن سے چلے جائیں۔ ابو مسلمؒ نے اس کو قبول کیا اور یمن کو چھوڑ کر مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ لی، مدینہ طیبہ پہنچے تو مسجد نبوی میں داخل ہو کر ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دی، اچانک حضرت فاروق اعظمؓ پر ان کی نظر پڑی تو بعد فراغت نماز دریافت کیا کہ آپؒ کہاں سے آئے ہیں، انہوں نے عرض کیا کہ یمن سے (مسیلمہ کذاب کا یہ واقعہ کہ کسی مسلمان کو اس نے آگ میں جلا دیا ہے بہت مشہور ہو چکا تھا اور حضرت فاروقؓ بھی اس

سے متاثر اور حقیقت دریافت کرنے کے مشتاق تھے) ان سے پوچھا کہ آپ کو اس شخص کا حال معلوم ہے جس کو مسیلمہ نے آگ میں جلا دیا ہے؟

ابو مسلم نے غایت ادب سے صرف اپنا نام لے کر عرض کیا کہ وہ شخص عبداللہ بن ثوب (یعنی خود) یہی ہے حضرت فاروق اعظمؓ نے قسم دے کر فرمایا کہ کیا واقعی آپؒ ہی کو اس نے آگ میں ڈالا تھا، انہوں نے بقسم عرض کیا کہ میں ہی اس کا صاحب واقعہ ہوں۔

حضرت فاروقؓ یہ سن کر کھڑے ہو گئے اور ان سے معانقہ کیا، پھر روتے رہے اور اپنے ساتھ لے گئے اور صدیق اکبرؓ کے اور اپنے درمیان بٹھلایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا کہ اپنی آنکھوں سے میں نے ایسے شخص کی زیارت کر لی جس کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا تھا۔ واللہ الہادی (شمارہ نمبر 20)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ان دس صحابہ کرام میں سے ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ہی جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی۔

علامہ ابونعیم اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوام دین میں ثابت قدم، انتہائی مضبوط، تلوار زنی کے ماہر، پختہ رائے کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرنے والے، اللہ سے ہی مدد طلب کرنیوالے، بہادروں سے (میدان جہاد میں) قتال کرنیوالے، اور اللہ کی راہ میں اپنا مال لٹانے والے تھے۔

ابوالاسودؒ کا بیان ہے کہ جب حضرت زبیر بن عوام نے اسلام قبول کیا تو ان کی عمر صرف سولہ برس تھی اور جب ہجرت کی تو اٹھارہ سال کے تھے، قبول اسلام کے بعد زبیر کے ایک چچا کو ان کو بوری میں بند کر کے آگ کا دھواں دیتے اور ان سے مطالبہ کرتے کہ اسلام چھوڑ کر کفر کی طرف لوٹ آ، مگر زبیر کا جواب یہ ہوتا کہ قبول اسلام کے بعد اب کبھی کفر کو اختیار نہیں کروں گا۔ (حلیۃ الاولیاء)

غزوات میں شرکت: حضرت عروہؓ کا بیان ہے کہ حضرت زبیر بن عوامؓ نے سولہ

سال کی عمر میں اسلام قبول کیا تھا اور قبول اسلام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں سے کسی بھی غزوہ سے پیچھے نہیں رہے۔ (ایضاً ص ۱۳۲ ج ۱)

اسلام میں پہلی تلوار: حضرت عروہؓ کا بیان ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے اسلام میں تلوار اٹھائی وہ زبیر بن عوامؓ ہیں، جس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ ایک مرتبہ شیطان نے یہ آواز لگائی کہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں نے پکڑ لیا ہے، یہ سنتے ہی حضرت زبیر نے اپنی تلوار لی اور لوگوں کو چیرتے ہوئے نکلے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے اوپر کی جانب تشریف لے گئے تھے چلتے ہوئے زبیرؓ کی آپ سے ملاقات ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیرؓ کو غصہ کی حالت میں تلوار اٹھائے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ زبیر کیا بات ہے؟ زبیر نے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں نے پکڑ لیا ہے۔ (اس لئے میں تلوار لئے دشمنوں کی طرف جا رہا تھا) چنانچہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ اور ان کی تلوار کیلئے دعا فرمائی۔ (ایضاً)

زخموں کے نشانات: موصل کے رہنے والے ایک بزرگ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ دوران سفر حضرت زبیر بن عوامؓ کے ساتھ تھا، راستہ میں زبیرؓ کو غسل کی حاجت پیش آئی مگر وہ جگہ بیابان تھی کوئی آڑ نہیں تھی چھپنے کیلئے، اس لئے حضرت زبیرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ کپڑے سے مجھ پر پردہ کرو تاکہ میں غسل کرلوں، تو میں نے چادر تان کر ان پر پردہ کیا، غسل کے لئے جب زبیرؓ نے کپڑے اتارے تو میں نے دیکھا کہ ان کی کمر وغیرہ پر تلواروں کے نشانات اور گڑھے پڑے ہوئے ہیں، تو میں نے عرض کیا کہ بخدا میں نے آپ کے جسم پر ایسے نشانات دیکھے ہیں جو کسی اور پر کبھی نہیں دیکھے، حضرت زبیرؓ نے فرمایا کیا واقعی تم نے نشانات دیکھ لئے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا کہ اللہ کی قسم ان میں سے ہر زخم اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے لگا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں لگا ہے۔ (ایضاً)

علی بن زیدؒ کا بیان ہے کہ مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس نے خود حضرت زبیرؓ کو دیکھا تھا کہ حضرت زبیرؓ کے سینے میں نیزوں اور تیروں کے نشانات تھے۔ (ایضاً)

سخاوت: سعید بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوامؓ کے ایک ہزار غلام تھے وہ سب کے سب کمانے والے تھے روزانہ کی آمدنی حضرت زبیرؓ کو جمع کراتے اور حضرت زبیرؓ وہ سارا مال اللہ کے راستہ میں تقسیم فرما دیتے اور جب اٹھ کر گھر جاتے تو ان

کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔ (حلیہ ص۱۳۳ ج ا)

اسی قسم کا حضرت مغیث بن سمیؒ کا بیان بھی ہے کہ حضرت زبیرؓ ساری آمدنی تقسیم کردیتے ایک درہم بھی ان کے گھر نہیں جاتا تھا (ایضاً)

اللہ پاک ہمیں ان حضرات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین (شمارہ نمبر 51)

مبارک! اے بے قرار مدینہ

(ا) حضرت مولانا وجیہ الدین صاحب عالم ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین سے تھے آپ حج پر تشریف لے گئے مدینہ منورہ پہنچ کر جب ویزہ کی مدت ختم ہونے لگی تو انہوں نے متعلقہ دفتر جاکر ویزہ کی مدت بڑھانے کیلئے درخواست کی انہوں نے کہا اس کی وجہ بھی لکھ کر لائیں کہ آپ کس غرض کیلئے مزید یہاں رہنا چاہتے ہیں آپ نے اس وجہ والے خانے میں لکھ دیا ''للوفات'' یعنی یہاں فوت ہونے کیلئے ویزہ کی مدت بڑھوانا چاہتا ہوں، بہرحال دفتر والوں نے خانہ پری دیکھی اور پندرہ دن کیلئے وزیرہ بڑھا دیا۔

جب پندرہ دنوں میں سے دو دن باقی تھے تو آپ روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور درخواست کی، یا رسول اللہ! مدت ختم ہونے کو ہے اب تو آپ مجھے اپنی طرف بلالیں، بس پھر آپؒ اس مدت ختم ہونے سے پہلے ہی وہیں جاں بحق ہوگئے۔

(۲) مسجد نبوی میں حاضرین کے ہجوم میں سے ایک لڑکی سرپٹ دوڑی انتظامیہ والے حیران ہوئے اور اسے پکڑنے کیلئے پیچھے دوڑے لڑکی سب سے تیز بھاگ کر روضۂ اقدس کی جالیوں سے جا چمٹی جونہی اس کے ہاتھ جالیوں پر پڑے بس وہیں روح پرواز کرگئی۔

(۳) سلطنت عثمانیہ کے زمانہ میں ایک دفعہ جب مسجد نبوی شریف کے کسی نوتعمیر حصہ کا افتتاح ہونا تھا تو مقامی انتظامیہ نے سلطان سے درخواست کی کہ وہ تشریف لاکر افتتاح کریں سلطان نے معذرت کی کہ میں اس قابل نہیں ہوں بلکہ وہیں کے کسی بڑے عالم سے یہ کام کراؤ لیکن انتظامیہ نے جب بہت اصرار کیا تو اس نے کہا میں آؤں گا پھر تو اس حالت میں آؤں گا کہ میرے کندھے پر جھاڑو ہوگا، اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی اس کے علاوہ بھی سنا ہے کہ ترک سلاطین کی یہی ادا تھی کہ وہ جب مدینہ منورہ حاضر ہوتے تو

جھاڑو کندھے پر رکھ کر یونہی ادنیٰ خادم وگدا اور فقیر بن کر حاضر ہوتے تھے۔

(۴) خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ جب مدینہ منورہ حاضری کے بعد واپس جانے لگتے تو روتے ہوئے واپس جاتے تھے کہ مجھے کہیں مردود کر کے مدینہ سے نکالا نہ جارہا ہو کیوں کہ حدیث میں ہے کہ مدینہ گندی مٹی کو باہر پھینک دیتا ہے۔

(۵) ہمارے شیخ ومرشد سیدی ومولائی حضرت حاجی محمد شریف صاحب (خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ حج کے موقع پر جب روضۂ انور پر حاضری ہوئی تو سلام عرض کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ میں کس منہ سے کچھ عرض کروں بالآخر اپنے نواسے کو آگے کر کے اس کی معصومیت کے وسیلہ سے عرض کرنے کی ہمت پڑی اور یہی طریقہ رہا کہ اسی معصوم بچے کو آگے کر کے صلوٰۃ وسلام عرض کرتا تھا۔

اور آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ مدینہ منورہ جانے والوں کے ہاتھوں صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں تو مجھے اس کی جرأت نہیں ہوتی میں کون ہوں کہ وہاں میرا نام لیا جائے میری کیا حیثیت ہے؟ ہاں الحمد للہ احباب بتاتے رہتے ہیں کہ ہم تیری طرف سے وہاں سلام عرض کرتے ہیں ورنہ مجھے ازخود کسی کو کہنے کی جرأت کبھی نہیں ہوئی۔

احباب کی خدمت میں گذارش: حج اور مدینہ منورہ کی حاضری ہر مسلمان کی دلی تمنا ہے اس سلسلہ میں ایک گذارش ہے ہمارے قارئین توجہ فرمائیں گے تو اس سے ان کو فائدہ بھی ہوگا ان شاء اللہ ضرور ہوگا۔

بعض دوست اپنی اس تمنا کا اظہار بھی بہت کرتے ہیں اور اپنے دل کی بے قراری کا شکار بھی ہوتے ہیں، ماشاء اللہ ان کی یہ نسبت وجذبہ مبارک ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جیسے جذبات ہیں اسی طرح اسباب کے دائرہ میں رہ کر تیاری کا آغاز بھی کر دیں سفر خرچ کیلئے رقم کا انتظام تھوڑی تھوڑی کر کے اسی نیت سے جمع کرنا شروع کر دیں اور ہمارے والد صاحب جو ایک طویل عرصہ ہوگیا مدینہ منورہ کو ہجرت کر چکے ہیں ان کا فرمان ہے کہ جو صاحب بھی وہاں پر حاضری کا جذبہ رکھتے ہوں ان کو چاہئے کہ اپنا پاسپورٹ بنوالیں تو ان شاء اللہ آگے آسانی ہوتی چلی جائے گی اور ان کا یہ نسخہ ہم آزما بھی چکے ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ سفر حج ومدینہ

منورہ سے واپس آتے ہی اگلے حج کی تیاری شروع کر دیتے اور پیسے بچا بچا کر رکھنے لگتے، کسی نے کیا خوب کہا ہے جانے والا تو خوشی جائے، لیکن جا کے نہ آئے تو کیا بات ہے۔ (شمارہ نمبر 34)

نعت

ہو نعت بشر کیا کوئی شایان محمد ہے جبکہ خدا خود ہی ثنا خوان محمد
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد اللہ رے جولان گہ عرفان محمد
ہے ہر دو جہاں گوشۂ دامان محمد میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد
ہے آیت حق نام خدا شان محمد تفسیر اسی کی ہے یہ قرآن محمد
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد درکارو سزا وار و مریضان محمد
درمان مسیحا نہیں درمان محمد میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد
تھمتے نہیں اشک غم ہجران محمد رہتے ہیں سدا طالب دامان محمد
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد ہو جائے جو عشق میں قربان محمد
کہلائے مری جان حزیں جان محمد میں اور مرے ماں ماں باپ ہوں قربان محمد
ہیں لعل و جواہ لب و دندان محمد گویا ہے دہن پاک بدخشاں محمد
میں اور مرے ماں ماں باپ ہوں قربان محمد رکھتا ہے ستون چار یہ ایوان محمد
وہ چار جو ہیں خاصۂ خاصان محمد میں ہوں اور مرے ماں ماں باپ ہوں قربان محمد

(حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ) (شمارہ نمبر 52)

یہ تھے...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضرت عبداللہؓ بن جحش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے، یہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں تمام دنیا سے بے نیاز تھے، ان کی تمنا تھی کہ کسی طرح ان کی جان اپنے محبوب کے قدموں پر قربان ہو۔

اسلام قبول کرنے کے بعد بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا، پہلے کفار قریش کے عتاب کا شکار ہوئے، شعب ابی طالب کی سختیاں جھیلیں، پھر پورے خاندان کو لے کر حبشہ کی ہجرت پر گئے، دو مرتبہ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر تیسری مرتبہ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

مدینہ پہنچ کر یہ ہر وقت اس بات کے منتظر رہتے تھے کہ کب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم ملے اور سرفروشی کا موقع میسر ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں بڑے اہم اور راز کے کاموں میں روانہ فرمایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنا نوازا کہ ماہ محرم میں قتال کے فعل کو وحی کے ذریعے جائز قرار دیا۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت ہے ''جنگ احد سے ایک دن پہلے ہم نے طے کیا کہ ہم دونوں اپنی اپنی دعا مانگیں اور ایک دوسرے کی دعا پر آمین کہیں اس لئے کہ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ مستجاب ہے، چنانچہ پہلے میں نے دعا مانگی: ''اے اللہ! کل جو دشمن میرے مقابلے پر آئے وہ نہایت بہادر غضبناک ہو اور اس کو میں تیری راہ میں قتل کروں''۔

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری اس دعا پر آمین کہا، پھر خود دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا: ''اے اللہ! کل میرے مقابلے میں وہ شخص آئے جو بڑا بہادر اور غضبناک ہو، میں تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اس سے بڑی بہادری سے لڑوں، یہاں تک کہ وہ مجھے قتل کر ڈالے اور میرے ناک کان کاٹ ڈالے، پھر جب میں تجھے ملوں تو تو فرمائے، ''اے عبداللہؓ! تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے؟''۔

میں نے اس دعا پر آمین کہا، اتنا کہ کر عبداللہ تڑپ تڑپ کر رونے لگے اور بار بار کہنے لگے۔

''اے اللہ! میں تیری قسم کھاتا ہوں کہ میں دشمن سے لڑوں گا یہاں تک کہ وہ مجھے قتل کر کے میرا مثلہ (یعنی جسمانی اعضاء کو کاٹنا) کرے''۔

اگلے دن جب احد کا معرکہ گرم ہوا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے جوش سے میدان میں آئے اور بڑی بہادری سے لڑے کے دشمنوں کی صفیں الٹ ڈالیں یہاں تک کہ ان کی تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی، ابن اخنس ثقفی سے مقابلہ ہوا تو بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے، مشرکین نے ان کے ناک، کان کاٹ کر دھاگے میں پروئے، ان کا نام ہی ''المجدع فی اللہ'' یعنی اللہ کے راستے میں کان کٹا ہوا مشہور ہوا۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے جب ان کی نعش کو دیکھا تو بڑی حسرت سے کہا ''اللہ کی قسم عبداللہؓ کی دعا میری دعا سے ہزار درجہ بہتر تھی''۔ (پراسرار بندے)

انسان کا کمال تعلیم میں ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پڑھایا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے تابعین کو پڑھایا اور تابعین نے تبع تابعین کو پڑھایا یہ سلسلہ ہم تک پہنچ گیا، یہ تعلیم ہی سے پہنچا ہے محض علم سے نہیں پہنچا، علم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے ساتھ خاص ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم نہ دیتے تو ہم کیسے عالم بنتے؟ ہم تک علم کیسے پہنچتا؟ تو تعلیم کے ذریعے ہم تک علم پہنچا، تو درحقیقت انسانی خصوصیت اور بشری کمال تعلیم و تعلم میں منحصر ہیں، یہی افضلیت کی وجہ سے ہے جس نے انسان کو کائنات میں بڑھا دیا ورنہ مطلقاً علم تو حیوانات میں بھی ہے تھوڑے بہت کا فرق ہے، آپ میں زیادہ ہے ان میں کچھ کم ہے لیکن ہے مگر ان میں معلم کوئی نہیں۔ (اقتباس از خطبات حکیم الاسلام) (مرسلہ: ابوعلی شمارہ نمبر 55)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام سعد والد کا نام مالک والدہ کا نام حمنہ تھا، انیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ (سیر الصحابہ)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن میں نے اسلام قبول کیا تھا اس دن

میرے سوا اور کوئی مسلمان نہیں ہوا تھا (بخاری) ایک دوسری روایت میں آپؓ فرماتے ہیں کہ میں تیسرے نمبر پر اسلام لانے والا ہوں (ایضاً)

لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ آپؓ سے قبل چھ یا سات افراد اسلام قبول کر چکے تھے، آپؓ کا اپنے آپ کو تیسرا مسلمان کہنا شاید اسلئے ہو کہ آپؓ کو دوسروں کے اسلام لانے کی خبر نہ ہوئی ہو، (سیر الصحابہ) اور بعض علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ حضرت سعد کا اسلام لانا مردوں میں تیسرے نمبر پر ہو (حاشیہ بخاری)

استقامت: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جب اسلام لائے تو ان کی والدہ کافرہ تھیں ان کو بیٹے کا اسلام قبول کرنا پسند نہ آیا، اس لئے احتجاجاً کھانا پینا ترک کر دیا اور قسم کھالی کہ جب تک تم اپنے آباء واجداد کے دین پر لوٹ کر نہیں آؤ گے میں کھانا وغیرہ نہیں کھاؤں گی اور بھوکی مر جاؤں گی اور یہ الزام ہمیشہ تمہارے سر پر رہے گا کہ تم ماں کے قاتل ہو، ایک روایت کے مطابق تین دن تین رات تک ان کی ماں نے جب کچھ نہ کھایا تو ان کی حالت کمزور ہوگئی، حضرت سعدؓ نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ کی ایک ہی روح ہے اگر آپ کے جسم میں سو روحیں ہوتیں اور ایک ایک کر کے ساری میرے سامنے نکلتی رہیں تو بھی میں اسلام سے روگردانی نہ کروں گا، بیٹے کی استقامت کو دیکھ کر ماں نے اپنی ضد ختم کر دی اور کھانا کھالیا۔ (معارف القرآن)

سب سے پہلی خونریزی: حضرت سعدؓ عموماً مکہ مکرمہ کے کفار کے خوف کی وجہ سے چھپ چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے ایک دن جب آپؓ عبادت میں مصروف تھے اور آپؓ کے علاوہ چند اور صحابہ کرامؓ بھی تھے کہ چند کفار آگئے اور مسلمانوں کا مذاق اڑانے لگے، حضرت سعد کو جوش آیا انہوں نے وہاں پڑی ہوئی اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا کر ایک کافر کے دے ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا، بیان کیا جاتا ہے کہ اسلام میں یہ سب سے پہلی خونریزی تھی جو حضرت سعد کے ہاتھ سے ہوئی۔ (سیر الصحابہ)

حضرت سعدؓ کی خوش نصیبی: حضرت سعدؓ کی خوش نصیبی یہ ہے کہ آپؓ ان دس صحابہ کرامؓ میں سے ایک ہیں جن کو دنیا ہی میں جنت کی خوشخبری دے دی گئی تھی، اسی طرح حضرت علیؓ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع

نہیں فرمایا تھا، مگر غزوۂ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ اے نوجوان! تیراندازی کرو تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں (مشکوٰۃ)

اور حضرت سعدؓ خود فرماتے ہیں کہ احد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس کی تیراندازی کو مضبوط فرما اور اس کی دعا کو قبول فرما (مشکوٰۃ) مذکورہ بالا روایت سے حضرت سعدؓ کی خوش نصیبی واضح ہے۔

حضرت سعدؓ کی دو روایات: حضرت سعدؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم کی خوش نصیبی ہے کہ وہ اللہ کے فیصلے پر راضی رہے اور اس کی بدبختی یہ ہے کہ وہ اللہ سے خیر مانگنا چھوڑ دے اور اللہ کے فیصلے پر ناراض ہو (مشکوٰۃ)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان جو کام بھی ثواب کی نیت سے کرتا ہے اس پر اس کو اجر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے (ثواب کی نیت سے تو اس پر بھی اجر ملتا ہے) (بخاری شریف ج ا) (شمارہ نمبر 56)

رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر معمولی شفقت

ہم سب کو معلوم ہے کہ دنیا میں ماں باپ سے بڑھ کر کسی اور کی شفقت نہیں، ماں کی مامتا دنیا میں ضرب المثل ہے، اگر کوئی عورت، اگر کوئی انسانی ہستی اگر دنیا کی کوئی بھی مخلوق ماں کی محبت سے بڑھ کر دعویٰ کرے تو سب اس کو جھوٹا کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور اس پر اعتماد نہیں کرتے، اور اس کو بناوٹ، نفاق اور جھوٹا دعویٰ سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بچے کی محبت ماں کے دل میں ڈال دی ہے، جب سے یہ نظام عالم قائم ہے، یہ محبت رہی ہے، اس نظام عالم میں جسمانی پرورش کا نظام ایک خاص اسٹیج پر چل رہا ہے، جس طریقے سے ہمارا یہ جسمانی نظام چل رہا ہے اسی طرح سے روحانی اخلاقی تربیت کا نظام پیغمبروں سے وابستہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی محبت اور شفقت عطا فرمائی ہے کہ اس محبت اور شفقت کے سامنے ماں باپ کی محبت سچ پوچھئے تو گرد ہے، ماند ہے، ہم اندازہ نہیں کرسکتے کہ پیغمبروں کے دل میں

اپنی امت کی کس درجہ محبت اور شفقت ہوتی ہے، اپنے امتی کے ساتھ ان کا کیسا تعلق ہوتا ہے، اس کا اندازہ کرنا ہمارے لئے مشکل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ جو تعلق تھا، فکر تھی جو درد تھا ہم اس کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے کہ وہ کس درجے کی تھی، بس یوں سمجھئے کہ جیسے ایک ماں کی ایک اولاد ہو، ماں کا ایک چھوٹا بچہ ہو، اکلوتا اور ساری زندگی کا سہارا اور سارے گھر کا چراغ، اس ماں کو جیسے اس بچے کی فکر ہوتی ہے اس کی ترقی سے خوشی ہوتی ہے، اس کی تکلیف سے تکلیف ہوتی ہے تو ایسا ہی تعلق ایک پیغمبر کو اپنی امت کے ساتھ ہوتا ہے، صحابہ کرامؓ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق تھا، یہاں تک کہ وہ لوگ جو مکہ کے رہنے والے تھے ان میں سے بعض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز تھے اور بعض ان میں سے اہل شہر تھے، مگر بدر میں قیدیوں کی حیثیت سے جب وہ پیش ہوئے تو نماز میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے چین رہے۔

اس زمانے میں مسلمان عورتیں بھی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آتی تھیں اور وہ زمانہ فتنہ فساد کا زمانہ نہیں تھا، خیر القرون کا زمانہ تھا، اس لئے اجازت تھی کہ اپنی اولاد کے ساتھ وہ بھی اللہ کے گھر میں آئیں اور نماز پڑھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز میں ہوتا ہوں اور میرا اس وقت ارادہ ہوتا ہے کہ اپنے خدا سے دل کھول کر دعائیں مانگوں گا، دل کھول کر قرآن شریف پڑھوں گا، اتنے میں کان میں ایک بچے کی آواز آتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ شاید اس کی ماں نماز میں ہو اور اس کا دل بے چین رہے گا، اس کا دل نماز میں نہ لگے گا وہ اپنے بچے کو جلد اٹھانا چاہے گی، اس وقت میں نماز مختصر کر دیتا ہوں، بھائیو! اس سے بڑھ کر کیا تعلق ہوسکتا ہے کہ یہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی بڑی قربانی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے مسلمانو! میری مثال اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص نے آگ روشن کی، لوگ اس کے چاروں طرف بیٹھ کر تاپتے ہیں، برسات کی راتوں میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ آگ کے پاس کیا ہوتا ہے، پروانے آکر گرتے ہیں، ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں اور آگ میں آکر ٹوٹ پڑتے ہیں، تمہاری مثال ایسی

ہی ہے جیسے کسی نے آگ روشن کی اور پتنگے آ کر اس پر گرنے لگے اسی طرح سے تم جہنم کی آگ میں گرنا چاہتے ہو اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تم کو آگ سے ہٹاتا ہوں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے ساتھ تعلق کا معاملہ ہے، امت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو الفت تھی، ایسی الفت کہ اللہ تعالیٰ کو قرآن مجید میں کہنا پڑا، سورۂ کہف میں آیا ہے:

فلعلک باخع نفسک علی اثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا. "کیا تم جان دے دو گے ان انسانوں کے پیچھے، کیا تک اپنا گلا گھونٹ لو گے ان کے اسلام نہ لانے پر، ایمان نہ لانے پر؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فکر تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے کوئی بھی جہنم میں نہ جانے پائے، سب جنت کے مستحق ہو جائیں۔ (از قرآنی افادات) (شمارہ نمبر 56)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا حفظ حدیث

عبادت وتلاوت میں جدوجہد: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عابد اور زاہد صحابہؓ میں سے تھے کہ روزانہ ایک کلام مجید ختم کرتے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ سے رہتے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کثیر محنت پر تنبیہ بھی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ایسی صورت میں بدن ضعیف ہو جائیگا، آنکھیں رات بھر جاگنے سے پتھرا جائیں گی، بدن کا بھی حق ہے، اہل وعیال کا بھی حق ہے، آنے جانے والوں کا بھی حق ہے، کہتے ہیں میرا معمول تھا کہ روزانہ ایک ختم کرتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مہینے میں ایک قرآن پڑھا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی قوت اور جوانی سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اچھا بیس روز میں ایک ختم کر لیا کرو، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بہت کم ہے، مجھے اپنی جوانی اور قوت سے نفع اٹھانے کی اجازت دیجئے، غرض اسی طرح عرض کرتا رہا، اخیر تین دن میں ایک ختم کی اجازت دی۔

حدیث لکھنے کا اہتمام: ان کا معمول تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو تحریر کیا کرتے تھے تاکہ یاد رہیں۔ چنانچہ ان کے پاس ایک مجموعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

احادیث کا لکھا ہوا تھا جس کا نام انہوں نے صادقہ رکھا تھا، وہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنتا اس کو لکھ لیا کرتا کہ یاد رہے۔ مجھے لوگوں نے منع کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہر حال آدمی ہیں، کبھی غصہ اور ناراضی میں کسی کو کچھ فرماتے ہیں، کبھی خوشی اور مزاح میں کچھ ارشاد ہوتا ہے ہر بات نہ لکھا کرو، میں نے چھوڑ دیا، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس کا ذکر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لکھا کرو، اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے غصہ میں خوشی میں حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی حضرت عبداللہ بن عمرؓ باوجود اس قدر زاہد عابد ہونے کے کہ کثرت عبادت میں ممتاز شمار کئے جاتے ہیں، پھر بھی ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ صحابہؓ میں مجھ سے زیادہ روایت کرنے والا کوئی نہیں بجز عبداللہ بن عمروؓ کے وہ لکھتے تھے کہ میں لکھتا نہیں تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روایات ابو ہریرہؓ سے بھی زیادہ ہیں، اگرچہ ہمارے زمانے میں ابو ہریرہؓ کی روایات ان سے کہیں زیادہ ملتی ہیں جس کی بہت سی وجوہ ہیں لیکن اس زمانے میں اتنی عبادت پر بھی کثرت سے ان کی احادیث موجود تھیں۔ (فضائل اعمال)

صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم ......مقدس جماعت

''قرآن کریم نے جس طبقہ کی تقدیس کی ہے وہ صحابہ کرامؓ کا طبقہ ہے، ایک مقام پر فرمایا کہ: **والسبقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه**، یہ رضا کا اعلان قرآن کریم میں ہے جو قیامت تک بلکہ آگے تک چلنے والی ایک عظیم کتاب ہے، گویا ابد الآباد تک یہ اعلان ہوتا رہے گا یہ تو مطلق صحابہ کی تقدیس تھی، پھر طبقاتی طور پر تقدیس کی، چنانچہ ایک جگہ اصحاب حدیبیہ کے بارے میں فرمایا: **لقد رضى الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة** اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی طبقے کو **من حيث الطبقه** بجز صحابہؓ کرام کے کسی کو مقدس نہیں بتلایا، امت کے اندر افراد آئیں گے، جو کامل اور مکمل ہوں گے، مگر پورا طبقہ مقدس ہوا، اس میں سے کوئی بھی مستثنیٰ نہ ہو، یہ صرف صحابہ کرام کا طبقہ ہے''۔

(از خطبات حکیم الاسلام) (از افادات: مفکر الاسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ شمارہ نمبر 60)

تذکرہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم

نام ونسب: سعید نام اور ابوالاعور کنیت ہے والد کا نام زید ہے آپؓ کا سلسلہ نسب کعب بن لوئی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ (سیر الصحابہ)

امام ابونعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ جامع المحاسن صحابی تھے چنانچہ آپ کی صفات حسنہ میں سے چند یہ ہیں کہ آپ حق گو، سخی اور خواہشات نفسانیہ کی خلاف ورزی کرنے والے تھے، اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت کی پرواہ کرتے تھے، آپؓ مستجاب الدعوات تھے، حضرت عمرؓ سے بھی پہلے اسلام قبول کیا تھا اپنا تیر لے کر غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، عہدہ قبول کرنے سے بھاگتے تھے، دنیا اکٹھی کرنے میں کبھی کسی شخص سے بڑھنے کی خواہش نہیں فرمائی، جو چیزیں تکبر وغرور و ہلاکت میں مبتلا کرنیوالی ہوں ان سے احتراز فرماتے تھے وغیرہ آپؓ ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہیں دنیامس جنت کی بشارت دیدی گئی تھی۔

جنت کی بشارت: چنانچہ رباح بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ کوفہ کی بڑی مسجد میں حضرت مغیرہؓ اور سعید بن زیدؓ تشریف رکھتے تھے اور کچھ کوفہ کے لوگ بھی بیٹھے تھے اتنے میں ایک شخص گالیاں بکتا ہوا آیا، حضرت سعیدؓ نے پوچھا کہ یہ شخص کس کو برا بھلا کہہ رہا ہے؟ انہیں بتلایا گیا کہ یہ حضرت علیؓ کو گالیاں دے رہا ہے، اس پر حضرت سعیدؓ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں تمہیں ایسی حدیث سناتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور میرے دل نے اس کو محفوظ کیا اور میں ہرگز غلط بیانی نہیں کروں گا اور وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعد بن مالکؓ یہ سب جنتی ہیں اور مومنین میں سے نویں نمبر والا بھی جنتی ہے، حاضرین نے اصرار کیا اور قسم دے کر پوچھا کہ وہ نویں نمبر والا کون ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ میں ہوں (حلیہ ص ۸۹ ج ۱)

اس روایت کے بیان کرنے سے حضرت سعیدؓ کا مقصد اگرچہ حضرت علیؓ کی فضیلت کو بیان

کرنا تھا لیکن ان کی اپنی شان بھی اس سے واضح ہو جاتی ہے اور ان کا جنتی ہونا بھی ثابت ہو رہا ہے۔

اللہ والوں کو ستانے کا انجام: ابو غطفان مزی کا بیان ہے کہ ایک عورت اروٰی بن اویس نے حضرت سعید بن زیدؓ پر زمین غصب کرنے کا الزام لگایا اور مروان بن حکم سے مدد چاہی چنانچہ حضرت سعیدؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپؓ نے اس عورت کی زمین پر قبضہ کیا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ بھلا میں کیسے ناحق اروٰی پر ظلم کر سکتا ہوں؟ حالانکہ میں نے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو کوئی کسی کی زمین میں سے ایک بالشت بھی ناحق دبا لے بروز قیامت وہ ٹکڑا ساتوں زمینوں کی تہ تک اس کی گردن میں (بطور سزا) کے لٹکایا جائے گا، اس کے بعد حضرت سعیدؓ نے اس عورت سے فرمایا کہ جس زمین کے بارے میں تیرا دعوٰی ہے کہ اس پر میں نے قبضہ کر لیا ہے اس کی پیمائش وصول کر لے، چنانچہ وہ عورت اٹھی اور اس نے حضرت سعیدؓ کی زمین سے کچھ حصہ پر قبضہ کر لیا، اس کے بعد حضرت سعیدؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ عورت ظالم ہے تو یہ اندھی ہو کر اور کسی کنویں میں گر کر مرے، چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا اور وہ عورت اندھی ہو گئی تھی اور کنویں میں گرنے سے ہی اس کی موت ہوئی۔ (حلیۃ اولیاء ص ۱۴۱ ج ۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کو ستانے کا بہت ہی برا انجام ہوتا ہے۔

اور حضرت سعیدؓ کا بددعا دینا شاید اس لئے ہو کہ تا کہ لوگوں کو حقیقت کا علم ہو جائے ورنہ یہ ممکن تھا کہ کسی کے دل میں صحابی رسولؐ کے بارے میں بدگمانی پیدا ہو جاتی اور دوسری ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعیدؓ نے حلفاً فرمایا کہ میں نے تو احتیاطاً اپنی زمین میں سے چھ سو گز زمین اس عورت کیلئے چھوڑ دی تا کہ کسی قسم کا شبہ ہی نہ رہے لیکن اس کے باوجود اس عورت کا ایک جلیل القدر صحابیؓ پر الزام لگانا اور اس کے خلاف حاکم وقت سے مدد طلب کرنا یقیناً بہت بڑا ظلم اور جرم ہے اور وہ عورت اسی انجام کی مستحق تھی جس کی بددعا حضرت سعیدؓ نے دی تھی۔

کچھ حالات زندگی: حضرت سعید بن زیدؓ کی بیوی حضرت عمرؓ کی حقیقی بہن حضرت فاطمہ تھیں یہ میاں بیوی دونوں مسلمان ہو چکے تھے مگر حضرت عمر ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے ایک مرتبہ حضرت عمر کو بہن اور بہنوئی کے اسلام قبول کرنے کا علم ہوا تو غضبناک ہو کر فوراً گھر پہنچے اور دونوں کو بے تحاشا زدوکوب کیا مگر ان کے اسلام میں ذرا لچک نہ آئی بالآخر یہی

قصہ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

حضرت سعیدؓ نے اپنی تمام عمر نہایت خاموشی سے بسر فرمائی کہ یہاں تک کہ ۵۰ ھ یا ۵۱ ھ میں ستر برس کی عمر میں اس دار فانی کو الوداع کہا مدینہ منورہ کے قریب مقام عقیق میں آپؓ کا مسکن تھا وہیں وفات ہوئی جمعہ کا وقت تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ جمعہ کی تیاریاں کرر ہے تھے کہ وفات کی خبر سنی چنانچہ سیدھے وہیں تشریف لے گئے، جنازہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پڑھایا اور مدینہ منورہ میں تدفین ہوئی۔

آپؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کی تھیں آپ کی ازواج کی تعداد تقریباً نو بیان کی گئی ہے، اسی وجہ سے اولاد بھی بکثرت پیدا ہوئی چنانچہ آپؓ کے کل تیرے بیٹے اور سولہ بیٹیاں تھیں۔ (سیر الصحابہ ص ۱۸۶ ج ۱) (شمارہ نمبر 57)

ذکر رسول اور فکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اگر مسلمان نسل گمراہ ہو رہی ہو تو پہلا حق ان کا ہے کہ ان کو جہنم سے بچا لیا جائے کیونکہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت ہے، اس لئے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہوا ہے، اور ان کے اعمال کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو رہی ہے اور کافروں کے اعمال کی تکلیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہو رہی ہے، کافر زنا کرتا ہے، تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہیں ہوتی، مسلمان زنا کرتا ہے تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے، امت کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کئے جاتے ہیں عالم ارواح میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے قرار ہو جاتے ہیں، ایک عیسائی سود لیتا ہے تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد نہیں ہوتا، لیکن ایک مسلمان سود لیتا ہے تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد ہوتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈک پہنچانے کے لئے بھی مسلمان سے توبہ کروانا مقدم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین بیٹھے ہیں جبرائیل آتے ہیں پوچھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں غمگین ہیں؟ فرمایا امت کے بارے میں فکر مند ہوں! کونسی امت مسلمان یا کافر؟ تو فرمایا مسلمان قیامت کے دن بھی آپ کی جو جھولی پھیلے گی، کافر کے لئے نہیں،

مسلمان کے لئے پھیلے گی، یارب امتی امتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت محمدیہ پر شفقت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن فرمائیں گے، یا اللہ! میری امت کا حساب میرے حوالہ کردیں، اللہ کہے گا کیوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو شرمندہ نہ ہونا پڑے تو اللہ فرمائے گا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا حساب لیں گے تو ان کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئیں گے تو وہ سر اٹھا نہیں سکیں گے لہذا ان کا حساب آپ کو نہیں دیتا الگ پردے میں لے لوں گا، ان کا حساب بھی پردے میں ہوگا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو ٹھنڈک پہنچانا اسی صورت میں ہے کہ پہلے امت کو اسلام پر باقی رکھا جائے۔

آج امت کا یہ حال ہے کہ: بازاروں میں قرآن کی تلاوت کوئی نہیں...... گھروں میں قرآن کی معاشرت کوئی نہیں ...... اور شادیوں میں قرآن کوئی نہیں...... نماز، روزہ کچھ موجود نہیں...... قرآن کا اپنا حق ہے، کہ اسے پیش کیا جائے، یہ ہماری محنت ہے کہ قرآن پہ چلا جائے اور قرآن کو پھیلایا جائے، اب یوں کہئے کہ میں نہ قرآن کا حافظ نہ قرآن کا عالم میں قرآن کیسے پھیلاؤں؟ اس کو ہر آدمی پھیلا سکتا ہے، ساری آسمانی کتابوں کا خلاصہ قرآن ہے، سورہ فاتحہ توراۃ کے بدلے میں ہے، انجیل کے بدلے میں سورہ مائدہ ہے، زبور کے بدلے میں حم کی ساتوں سورتیں ہیں تو سارا آسمانی علم قرآن میں آگیا اور قرآن کا خلاصہ سورۃ فاتحہ ہے اور فاتحہ سے خوبصورت کلام کائنات میں کوئی نہیں۔

ہمیں تو قرآن کا پتہ نہیں، پٹھان کے سامنے غالب کا شعر پڑھو تو اسے کیا پتہ چلے گا کہ آج تو اردو والوں کو پتہ نہیں چلتا ان بیچاروں کو کیسے پتہ چلے گا آج ہمارے سامنے قرآن کی فصاحت ایسی ہے جیسی کہ پٹھان کے سامنے غالب کا شعر ہے۔

آج قرآن کے الفاظ ہیں حقیقت نہیں: ہم قرآن کے نغمے کو نہیں جانتے کہ یہ کس طرح روح کی تاروں کو چیرتا ہے وہ کافر ہو کے قرآن کو جانتے تھے...... قرآن ان کو ہلا دیتا تھا...... گرما دیتا تھا...... تڑپا دیتا تھا...... ابو جہل نے عمرؓ کو کہا تھا واقعی تو ہی ایسا ہے کہ ملہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرسکتا ہے اور کوئی ایسا نہیں، بغض وعداوت میں اتنے

آگے تھے جس کے بارے میں ام لیلیہ کے خاوند نے کہا تھا خطاب کا دادا تو مسلمان ہوجائے گا، لیکن خطاب کا بیٹا مسلمان نہیں ہوگا، وہ عمر بن خطاب پردے کے پیچھے چھپ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن سنتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات حرم کعبہ میں آکے نوافل میں قرآن پڑھتے تھے تو کچھ ادھر چھپ کے کچھ ادھر چھپ کے قرآن سنتے تھے، اس کے اندر معانی کی جو طغیانی ہے وہ ان کو ہلا دیتی تھی۔ اللھم ارزقنا بتلاوۃ القرآن (ازافادات: داعی اسلام مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ شمارہ نمبر 58)

حضرت صہیبؓ کا قبول اسلام

حضرت صہیبؓ بھی حضرت عمارؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقمؓ صحابی کے مکان پر تشریف فرماتھے کہ یہ دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ حاضر خدمت ہوئے اور مکان کے دونوں دروازوں پر اتفاقیہ اکٹھے ہوگئے، ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی تو ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے مستفید ہونا دونوں کا مقصود تھا، اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد جو اس زمانہ میں قلیل اور کمزور جماعت کو پیش آتا تھا وہ پیش آیا، ہر طرح ستائے گئے، تکلیفیں پہنچائی گئیں۔

ہجرت اور مشرکین سے خلاصی: آخر تنگ آکر ہجرت کا ارادہ فرمایا تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ یہ لوگ کسی دوسری جگہ جا کر آرام سے زندگی بسر کرلیں، اس لئے جس کسی کی ہجرت کا حال معلوم ہوتا تھا اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے کہ تکالیف سے نجات نہ پا سکے، چنانچہ ان کا بھی پیچھا کیا گیا اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کیلئے گئی انہوں نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ تیرانداز ہوں، جب تک ایک بھی تیر میرے پاس باقی رہے گا تم لوگ مجھ تک نہیں آسکو گے اور جب ایک بھی تیر نہ رہیگا تو میں تلوار سے مقابلہ کروں گا یہاں تک کہ تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے، اسکے بعد جو تم سے ہوسکے کرنا اس لئے اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدلہ میں اپنے مال کا پتہ بتلا سکتا ہوں جو مکہ میں ہے اور دو باندیاں بھی ہیں وہ سب تم لے لو

اس پر وہ لوگ راضی ہو گئے اور اپنا مال دے کر جان چھڑائی، اس بارہ میں آیت پاک:
ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد نازل ہوئی (درمنثور) ترجمہ: ''بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی رضا کے واسطے اپنی جان کو خرید لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہیں''، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے، صورت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ نفع کی تجارت کی، صہیبؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کھجور نوش فرمارہے تھے اور میری آنکھ دکھ رہی تھی، میں بھی ساتھ کھانے لگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آنکھ تو دکھ رہی ہے اور کھجوریں کھاتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو تندرست ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر ہنس پڑے، حضرت صہیبؓ بڑے ہی خرچ کرنے والے تھے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ تم فضول خرچی کرتے ہو، انہوں نے عرض کیا کہ ناحق کہیں خرچ نہیں کرتا، حضرت عمرؓ کا جب وصال ہونے لگا تو ان ہی کو جنازہ کی نماز پڑھانے کی وصیت فرمائی تھی۔ (فضائل اعمال)

صحابہ کرامؓ...... مقدس جماعت: ''قرآن کریم نے جس طبقہ کی تقدیس کی ہے وہ صحابہ کرامؓ کا طبقہ ہے، ایک مقام پر فرمایا کہ: **والسبقون الاولون من المهجرين والانصار والذين اتبعو هم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه** یہ رضا کا اعلان قرآن کریم میں ہے جو قیامت تک بلکہ آگے تک چلنے والی ایک عظیم کتاب ہے، گویا ابدالآباد تک یہ اعلان ہوتا رہے گا، یہ تو مطلق صحابہ کی تقدیس تھی، پھر طبقاتی طور پر تدریس کی، چنانچہ ایک جگہ اصحاب، حدیبیہ کے بارے میں فرمایا: **لقد رضى الله عن المومنين اذ يبا يعونك تحت الشجرة** اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی طبقے کو **من حيث الطبقه** بجز صحابہ کرام کے کسی کو مقدس نہیں بتلایا، امت کے اندر افراد آئیں گے، جو کامل اور مکمل ہوں گے، مگر پورا طبقہ مقدس ہو، اس میں سے کوئی بھی مستثنیٰ نہ ہو، یہ صرف صحابہ کرام کا طبقہ ہے''۔ (از خطبات حکیم الاسلام) (شمارہ نمبر 58)

ایک صحابیؓ کا ایمان افروز واقعہ

حضرت عبداللہ بن حذافہ کو قید کیا گیا اور انہیں ڈرایا گیا کہ عیسائی ہو جا، پھر لالچ دیا گیا کہ عیسائی ہو جا، کہا کہ نہیں ہوتا، پھر سب سے خطرناک حربہ آزمایا، یہ نوجوان بڑے مذاقیہ صحابہؓ میں سے تھے، یہ صحابیؓ ایسے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہنساتے تھے ایک دفعہ کسی نے آکر شکایت کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ عبداللہؓ بہت مذاق کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ارے اسے کچھ نہ کہا کرو، یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اب عیسائیوں نے آپؓ پر آخری حربہ آزمایا کہ ایک خوبصورت لڑکی ان کے ساتھ کمرے میں بند کردی، شراب اور سور کا گوشت رکھ دیا اور اس لڑکی سے کہا کہ اس سے زنا کراؤ جس طرح بھی ہو جب مسلمان عورت کے چکر میں پھنسے گا تو یہ ایمان بھی بیچے گا اور سب کچھ بیچے گا۔ تین دن اور تین راتیں وہ لڑکی سارا زور لگاتی رہی کہ کسی طرح یہ میری طرف تو دیکھے جب دیکھے گا تو تب زنا کی خواہش پیدا ہوگی، اور جب دیکھے گا ہی نہیں اور آنکھ کو اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کرے گا تو گناہ میں کب مبتلا ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی: اب یہ قرآن اس صحابیؓ کے اندر زندہ ہے وہ تفسیریں نہیں جانتے تھے بلکہ وہ قرآن جانتے تھے وہ آثار و رموز نہیں جانتے تھے، بلکہ وہ قرآن جانتے تھے وہ بڑے بڑے لمبے چوڑے مسائل پر باتیں نہیں کیا کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں کہا ہم بھی ایسے کرتے ہیں ہمیں اور کوئی پتہ نہیں اس موقع پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ آنکھ جھکاؤ اب حضرت عبداللہؓ کی آنکھ کا پردہ جھکا ہوا ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے، آج بازار میں پتہ لگے گا کہ غلامی کتنے لوگوں کو حاصل ہے، جب تم بازار میں چلو گے پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ تیرے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی غلامی ہے وہ تو اکیلا ہے، لڑکی خوبصورت ہے لیکن اس کے سامنے دو آیتیں آرہی ہیں۔ **قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم** (القرآن) مسلمانوں سے کہہ دو کہ آنکھوں کو جھکائیں، اب یہ آیت عبداللہؓ نے پڑھی ہوئی نہیں تھی اور دوسری آیت ان کے سامنے یہ آرہی تھی: **وغلقت الابواب وقالت ھیت لک قال معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای انہ لا یفلح الظلمون** (القرآن) حضرت یوسفؑ کا قصہ سامنے آرہا ہے

ایک طرف اللہ کا امر ہے کہ آنکھوں کو جھکاؤ اور نبی کا طریقہ معلوم ہے کہ اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا ہے، آنکھ کو جھکانے کا حکم دیا ہے اور ادھر حضرت یوسف کا قصہ یاد آرہا ہے کہ اللہ نے یہ واقعہ خوانی کے لئے نہیں سنایا اللہ نے یہ قصہ اس لئے سنایا ہے کہ اے مومن! تیری آنکھ ایسے جھکے جیسے یوسف علیہ السلام نے اپنے دامن کو بچایا ہے، **غلقت الابواب** دروازے بند اور وہ مزین **وقالت هيت لك** اور دعوت دے رہی ہے کہ آؤ میری طرف اور سب کے سب دروازے بند ہیں اور یوسف علیہ السلام اپنے رب کو یاد کر کے عرض کرتے ہیں میں اپنے رب کی پناہ چاہتا ہوں میں یہ کام نہیں کرسکتا۔

درس عبرت: قرآن ان صحابہؓ کے اندر رچا بسا ہوا تھا، قرآن کہیں لکھا ہوا نہیں تھا پورے ملک میں ایک نسخہ ہوتا تھا لیکن ہر صحابیؓ کے دل میں رچا بسا ہوا تھا، حقیقت میں صحابہ کے اندر نبوت کی غلامی تھی، تین دن لڑکی زور لگاتی رہی کہ عبداللہؓ کی آنکھ اٹھ جائے، عبداللہؓ کو کیا چیز روک رہی ہے یہ وہ اعمال ہیں جو اللہ کی رحمت کو اتارتے ہیں، ہمارے مسائل ان اعمال سے حل ہونگے، ہمارے مسئلے دنیا کے ان اسباب سے حل نہیں ہونگے، آخر میں عیسائی سردار نے اس لڑکی سے علیحدگی میں کہا کہ تو نے اس کو گناہ پر آمادہ کیوں نہ کیا تو کہنے لگی اس نے آنکھ اٹھا کر مجھے دیکھا ہی نہیں تو میں اسے کیسے گناہ پر آمادہ کرتی۔

(از بیانات مولانا طارق جمیل صاحب)(شمارہ نمبر 59)

اللہ کی پناہ میں آیئے!

ایسے علم سے جو نفع نہ دے...... ایسے دل سے جس میں خوف خدا نہ ہو۔
ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو...... اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزوں سے تحفظ کیلئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی دعا مانگا کرتے تھے۔

1- ایسے علم سے جو نافع نہ ہو: شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح شرک نفاق اور برے اخلاق سے پناہ مانگی ہے اسی

طرح ایسے علم سے بھی پناہ مانگی ہے جس کے ساتھ تقویٰ اور حسن عمل نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ جس علم پر عمل نہ ہو وہ بھی دنیا کے ساز وسامان کی زینت وتفاخر کا سامان ہے اور علم کے بغیر عمل دنیا وآخرت میں دنیا کے خلاف حجت بن جاتا ہے۔

2- ایسے دل سے جس میں خوف خدا نہ ہو: دل کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے خالق سے ڈرے اور اس کی اطاعات کا جذبہ رکھے تا کہ دل کی اس خشیت وخوف کے سبب نیکی و بھلائی کے کاموں کا شوق پیدا ہو اور دلوں میں اطاعت کا شوق پیدا ہو، اگر خدانخواستہ دل خشیت سے خالی ہو تو وہ دل سخت ہوتا جاتا ہے اور ایسے ہی دلوں کے لئے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

یعنی پس ہلاکت ہے ان دلوں کیلئے جو اللہ کے ذکر سے غافل ہیں۔

اس لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اپنی امت کو ایسے دلوں سے بچنے کی تعلیم دی اور اس تعلیم دینے کا مقصد یہ ہے کہ ہر مومن اپنے دل میں خشیت کو پیدا کرنے، خشیت الٰہی کے جذبہ کو ترقی دینے اور اسے قائم رکھنے کی کوشش کرتا رہے اور اس کوشش کی صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ کی سیرت وسوانح کا مطالعہ کرتا رہے، اپنے زمانہ کے اولیاء اور علمائے ربانیین کی مجلس میں حاضر ہو کر ان سے استفادہ کرے، اس سے اس کا دل نرم ہوگا، اس میں خشیت پیدا ہوگی اور دین کے احکام پر عمل کی توفیق بڑھتی جائے گی۔

3- ایسی دعاء سے جو قبول نہ ہو: دعا ایسا عمل ہے جو خالق مخلوق کے درمیان رابطہ ہے اور خالق ومخلوق کی حیثیتوں کا تعارف وتعین ہے، جب بندہ دعا مانگ رہا ہوتا ہے، تو اس کی یہ کیفیت وہیئت اعلان کر رہی ہوتی ہے کہ یہ مانگنے والا کسی کا محتاج ودست نگر ہے اور جس سے مانگ رہا ہے وہ اسکا مالک وخالق وآقا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم فرمایا: یعنی تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ مگر جب بندہ اپنے رب سے مانگے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی درخواست کو قبولیت کا شرف نہ ملے تو اس کا مطلب ہے کہ اس بندہ نے اپنی بندگی کی حیثیت کو قائم نہیں رکھا، اس بندہ نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کی، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورتحال سے پناہ

مانگی کہ دعا مانگی جائے اور وہ قبول نہ ہو۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں جس کی دعا قبول نہ ہو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کا علم نافع نہیں ہے اور اس کا دل خشیت والا نہیں ہے لہٰذا مومن کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے عمل کا بار بار محاسبہ کرتا رہے کہیں بھی کوتاہی پر غفلت نہ کرے بلکہ اس کے ازالہ کی کوشش میں لگ جائے۔ نوٹ: دعا کی قبولیت کی ایک صورت تو یہ ہے کہ جو چیز مانگی وہی عطا ہوئی، دوسری صورت یہ ہے کہ اس دعا کے سبب کسی مصیبت سے اسے محفوظ کر دیا جائے، تیسری صورت یہ ہے کہ دعا کے بدلہ آخرت کا اجر عطا کر دیا۔

4- ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو: سیر نہ ہونے والے نفس سے مراد وہ نفس ہے جو دنیا اور اس کے مال ومتاع کا حریص ہو اور یہ ایسی بیماری ہے جو کہ تمام برائیوں کی جڑ ہے اور تمام نیکیوں کو غارت کرنے والی ہے، جب آدمی حرص دنیا میں مبتلا ہوتا ہے تو پھر اسے نیکیوں کی طرف رغبت نہیں رہتی اور اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی دنیاوی مقصد ومفاد گھس آتا ہے جس سے وہ نیکی بیکار ہو جاتی ہے۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں اس دعا سے معلوم ہوا کہ دعا میں مذکور ہر ایک چیز کا ایک مقصد اور غایت ہے اور ان کے وجود کی بنیاد وہی غایت ہے، علم حاصل کرنے کی غایت یہ ہے کہ اسے عمل کیلئے چراغ بنایا جائے، کوئی علم سے یہ نفع حاصل نہ کر رہا ہو تو اس کے لئے وبال ہے اور دل کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کی معرفت حاصل کرے جس دل سے یہ مقصد حاصل نہ ہو رہا ہو وہ دل اس لائق ہے کہ اس سے پناہ مانگی جائے۔

مذکورہ حدیث میں جن چار چیزوں کا ذکر ہے ان میں سے پہلی دو کا تعلق علم وفکر سے ہے اور دوسری دو کا عمل سے مطلب یہ ہوا کہ جو آدمی یہ دعا مانگتا رہے گا تو وہ علم وعمل میں کامل بنے گا اور علمی وعملی گمراہی سے محفوظ رہیگا۔

آیئے ہم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ سے علم وعمل کی بھلائی پر مبنی یہ دعا مانگے۔

اللھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع و من قلب لا یخشع و دعاء لا یسمع و نفس لا تشبع.

''اے اللہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے...... ایسے دل سے جس

میں خشیت نہ ہو...... ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو...... اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو۔ (شمارہ نمبر 60)

اسلام کا اہم رکن

نماز

طہارت وضو کے احکام ومسائل' اذان' نماز کے
ضروری احکام' مسائل وآداب

مساجد کے آداب واحکام' اصلی نماز مع طریقہ نماز'
دربار الٰہی میں حاضری کے آداب

جمعۃ المبارک کی فضیلت واہمیت

وضو کی برکت

حدیث میں آیا ہے کہ وضو مومن کا اسلحہ ہے، یعنی مومن وضو کے ذریعے شیطانی حملوں کا مقابلہ کرتا ہے اس لئے ہمارے بزرگان دین اپنی زندگی باوضو گذارنے کا اہتمام فرماتے تھے شوق عمل کے لئے درج ذیل واقعہ پڑھئے۔

حضرت ملاں جیون سے وقت کے بادشاہ نے کوئی مسئلہ دریافت کیا، انہوں نے لگی لپٹی رکھے بغیر کھری کھری سنادیں، بادشاہ کو بہت غصہ آیا لیکن وقتی طور پر برداشت کر گیا، چند دن کے بعد اس نے ایک سپاہی کے ہاتھ کوئی پیغام بھیجا، ملاں جیون اس وقت حدیث شریف کا درس دے رہے تھے انہوں نے سپاہی کے آنے کی پرواہ تک نہ کی اور درس حدیث جاری رکھا، درس کے اختتام پر سپاہی کی بات سنی، سپاہی اپنے دل میں پیچ وتاب کھاتا رہا کہ میں بادشاہ کا قاصد ہوں اور ملاجیون نے تو مجھے گھاس تک نہ ڈالی، چنانچہ اس نے واپس جاکر بادشاہ کو خوب اشتعال دلایا کہ میں ملاجیون کے پاس آپ کا قاصد بن کر گیا تھا۔

انہوں نے مجھے کھڑا کیے رکھا اور پرواہ ہی نہ کی، مجھے لگتا ہے اس کو اپنے شاگردوں کی کثرت پر بڑا ناز ہے، ایسا نہ ہو کہ کسی دن آپ کے خلاف بغاوت کردے، بادشاہ نے ملاجیون کی گرفتاری کا حکم صادر کردیا، بادشاہ کے بیٹے ملاجیون کے شاگرد تھے انہوں نے یہ بات سنی تو اپنے استاد کو بتادی، ملاجیون نے یہ سن کر وضو کیا اور تسبیح لے کر مصلے پر بیٹھ گئے کہ اگر بادشاہ کی طرف سے سپاہی آئیں گے تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر معاملہ پیش کریں گے، شہزادے نے یہ صورت حال دیکھی تو بادشاہ کو جاکر بتایا کہ ملاجیون نے وضو کرلیا ہے اور وہ مصلے پر دعا کرنے کے لئے بیٹھ گئے ہیں، بادشاہ کے سر پر اس وقت تاج نہ تھا، وہ ننگے سر، ننگے پاؤں دوڑا اور ملاجیون کے پاس آکر معافی مانگی اور کہنے لگا "حضرت! اگر آپ کے ہاتھ اٹھ گئے تو میری آئندہ نسل تباہ ہوجائے گی" ملاجیون نے اسے معاف کردیا۔ (نماز کے اسرار اور رموز، از حضرت مولانا ذوالفقار نقشبندی مدظلہٗ) (شمارہ نمبر 56)

دانتوں کی حفاظت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کی صفائی اور حفاظت دندان کی اہمیت بیان فرمائی (نظفوا افواھکم) یعنی اپنے منہ صاف رکھا کرو، پھر فرمایا "میری امت پر یہ بڑا بوجھ ہوگا ورنہ میں نماز کی طرح پانچوں وقت مسواک کرنا فرض قرار دیتا" ایک اور موقعہ پر فرمایا "اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے دانتوں کو مسواک کرنے کی اتنی بارتا کید ہوتی رہی ہے کہ میں سمجھنے لگا کہ یہ عمل فرض قرار دیدیا جائے گا" ایک مرتبہ فرمایا "مسواک کثرت سے کیا کرو"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اس ہدایت پر سختی سے عمل کرتے اور اپنے صحابہؓ کو تاکید کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اب تک اس پر کار بند ہیں، مسواک ہمیشہ سفر وحضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تکیہ کے نیچے موجود رہتا، اس کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ وفات کے قریب جب بیماری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت کمزور ہو چکے تھے ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابو بکرؓ مسواک ہاتھ میں لئے بیمار پرسی کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھا، زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہؓ سمجھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرنا چاہتے ہیں، اپنے بھائی عبدالرحمٰنؓ سے لے کر دانتوں میں نرم کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لے کر بالکل اس طرح مسواک کی جس طرح بحالت صحت کیا کرتے تھے"۔

دانتوں کی صفائی کا طریقہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا وہ موجودہ جدید طریقہ سے بدرجہا بہتر اور بالکل کم خرچ ہے، اسلامی نقطۂ نگاہ سے برش اور منجن کا استعمال منع نہیں ہے، لیکن برش کے بال بالعموم کچھ سخت ہوتے ہیں گلے میں برش کرنے سے خراش پیدا ہوتی ہے اور ساتھ منجن کا کچھ حصہ اندر چلا جاتا ہے اور بعض منجن ایسے ہوتے ہیں جو معدے میں جا کر مضر ثابت ہوتے ہیں۔

دانتوں کی صفائی کی عادت بچپن سے ڈالنی چاہیے دانتوں پر غذائی ذرات کی ایک تہہ جم جائے تو بڑھتی اور مضبوط تر ہوتی چلی جاتی ہے جوانی میں اسی طرح قائم رہے تو پتھر کی مانند سخت ہو جاتی ہے اور مشکل سے ہی اکھڑتی ہے۔ (اسلامی اصول صحت) (شمارہ نمبر 54)

وضوء......جسمانی بیماریوں کا علاج

ریڑھ کی ہڈی کی بیماری سے تحفظ: بلجیئم کی یونیورسٹی کے طالب علم نے سوال کیا کہ وضو میں کیا کیا سائنسی حکمتیں ہیں سب لاجواب رہے حتیٰ کہ ایک عالم بھی لاجواب رہے کچھ لوگوں نے اس کو وضو کی کافی خوبیاں ذکر کیں وہ طالب ان سے پوچھنے لگا کہ گردن کے مسح کی کیا حکمت ہے؟ وہ بھی نہ بتا سکے بالآخر کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ آیا اور اس نے خود بتایا کہ ہمارے پروفیسر صاحب نے دوران لیکچر بتایا ہے کہ اگر گردن کی پشت اور اطراف پر روزانہ پانی کے چند قطرے لگے رہتے ہیں تو ریڑھ کی ہڈی اور حرام مغز کی خرابی سے پیدا ہونے والے امراض سے بچاؤ ہو جاتا ہے چنانچہ وہ طالب کہتا ہے میرے قبول اسلام کا یہی سبب بنا۔

ڈپریشن: نیز مغربی جرمنی کے سیمینار میں ایک ڈاکٹر نے اپنے مقالہ میں حیرت انگیز انکشاف کیا کہ میں نے ڈپریشن کے چند مریضوں کو روزانہ پانچ دفعہ منہ دھلایا کچھ عرصہ بعد ان کی بیماری کم ہوگئی پھر مریضوں کے دوسرے گروپ کو روزانہ ہاتھ پاؤں دھلاتا تو ان کی بیماری میں بہت زیادہ فرق پڑ گیا، یہی ڈاکٹر مقالہ کے آخر میں اقرار کرتا ہے کہ مسلمانوں میں وضو کی وجہ سے مایوسی کا مرض کم پایا جاتا ہے۔

بلڈ پریشر کا علاج: ایک ہارٹ اسپیشلسٹ کا بڑے وثوق سے کہنا ہے بلڈ پریشر کے مریض کو وضو کرائیں تو دوبارہ چیک کرنے پر لازماً کم ہوگا۔

فالج کی روک تھام: وضو میں بالترتیب اعضاء دھونے سے جسم کا اعصابی نظام مطلع ہوتا ہے، پھر چہرے دماغ کی رگوں کو آہستہ آہستہ اثرات پہنچتے ہیں جس میں فالج کی روک تھام کا انتظام قدرت نے دکھایا ہے۔

منہ ناک کی بیماریوں سے تحفظ: مسواک سے حافظہ قوی معدہ درست منہ کے چھالوں سے نجات، کھانا ہضم، بلغم دور نظر تیز بڑھاپا لیٹ ہو جاتا ہے۔

جراثیم سے تحفظ: ہاتھ دھونے سے جراثیم اور مختلف بیماریاں دور ہوتی ہیں۔

منہ کا تحفظ: کلی کرنے سے صفائی ہوتی ہے اور منہ کے کنارے پھٹنے سے محفوظ رہتے ہیں نیز چھالے نہیں پڑتے۔

ناک کا تحفظ: ناک میں پانی ڈالنے سے صفائی ہو جاتی ہے اور ناک میں اندرونی غیر مرئی روؤں کی کارکردگی کو تقویت پہنچتی ہے اور بہت سی بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔

جلدی امراض سے تحفظ: چہرہ دھونے سے منہ پر کیل نہیں نکلتے یا کم نکلتے ہیں نیز امریکن کونسل فار بیوٹی کی ممبر خاتون نے کہا ہے کہ مسلمانوں کو کسی قسم کے کیمیاوی لوشن کی ضرورت نہیں وضوء سے ان کا چہرہ دھل کر کئی بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

نظر کا تحفظ: آنکھیں دھلنے سے کئی خطرناک بیماریوں سے بندہ بچا رہتا ہے ایک یورپین ڈاکٹر نے اپنے مقالہ میں اس بات پر زور دیا ہے کہ آنکھوں کو دن میں کئی دفعہ دھوتے رہنا چاہئے ورنہ کئی خطرناک بیماریوں کا سامنا کرنا پڑے گا، نیز اندھاپن سے بھی تحفظ ہو جاتا ہے۔

دل وجگر کی تقویت: وضوء میں کہنیوں سمیت ہاتھ دھونے سے دل جگر اور دماغ کو تقویت پہنچتی ہے۔

پاگل پن سے تحفظ: مسح کرنے سے تمام اعصابی نظام کو توانائی ملتی ہے اور پاگل پن سے نجات ملتی ہے۔

پاؤں کا تحفظ: پاؤں دھونے سے گرد وغبار اور جراثیم بہہ جاتے ہیں باقی ماندہ جراثیم پاؤں کی انگلیوں کے خلالوں سے نکل جاتے ہیں۔

جگر، معدہ مثانہ کا تحفظ: وضو کا بچا ہوا پانی پینا مستحب ہے اور باعث شفاء ہے جس سے پیشاب کی رکاوٹ دور ہوتی ہے۔ دوسرا ناجائز خواہش سے چھٹکارا ملتا ہے، تیسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ جگر معدہ اور مثانے کی گرمی دور ہوتی ہے۔

گناہوں کی معافی: دنیاوی چند فائدے آپ نے پڑھ لئے ایک دینی فائدہ بھی ذکر کیا جاتا ہے چھوٹے چھوٹے لاکھوں گناہوں کو فوراً مٹا دیا جاتا ہے، بڑے گناہ تو توبہ سے معاف ہوتے ہیں البتہ چھوٹے سب دھل جاتے ہیں اسی وجہ سے حدیث شریف میں ہے کہ وضوء کامل کیا کرو یعنی تمام سنتوں اور مستحبات کی رعایت رکھتے ہوئے وضو کیا کرو، نیز وضوء عبادت مقصود نہیں مقصود تو اس کے بعد والی عبادت (نماز وغیرہ) ہوتی ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ رب تعالیٰ غیر مقصودی عبادت سے اتنے دنیاوی اور اخروی فوائد دے رہے ہیں تو

مقصودی عبادت جب بندہ ادا کرے تو کس قدر ثواب اور قرب درجات بن سکتے ہیں اس لئے نماز میں کبھی سستی نہ کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے آمین۔ (شمارہ نمبر 35)

وضو کی سنتیں

وضو میں بعض چیزیں فرض ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی چھوٹ جائے یا کچھ کمی رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا۔

فرائض وضو: وضو میں صرف چار چیزیں فرض ہیں:

۱-ایک مرتبہ سارا منہ دھونا۔ ۲-ایک ایک بار کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا۔

۳-ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ ۴-ایک مرتبہ ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔

اتنا کرنے سے وضو ہو جائے گا لیکن سنت کے مطابق وضو کرنے سے وضو کامل ہوتا ہے اور زیادہ ثواب ملتا ہے۔

وضو میں اٹھارہ سنتیں: ان کو ادا کرنے سے کامل طریقہ سے وضو ہو جائے گا۔

۱-وضو کی نیت کرنا، مثلاً یہ کہ میں نماز کے صحیح ہونے کیلئے وضو کرتا ہوں (نسائی)

۲-بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر وضو کرنا۔ اور وضو کے درمیان یہ دعا پڑھنا مسنون ہے: اللھم اغفرلی ذنبی و وسع لی فی داری و بارک لی فی رزقی. (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی)

۳-دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونا۔ (ابوداؤد)

۴-مسواک کرنا اگر مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانتوں کو ملنا۔ (مراقی الفلاح)

۵-تین بار کلی کرنا، ۶-تین بار ناک میں پانی ڈالنا اور تین بار ناک چھینکنا، ۷-کلی اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا اگر روزہ نہ ہو (ابوداؤد)

۸-ہر عضو کو تین بار دھونا۔ (بخاری شریف)

۹-چہرہ دھوتے وقت ڈاڑھی کا خلال کرنا۔ (ابوداؤد)،

فائدہ: ڈاڑھی میں خلال کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ تین بار چہرہ دھونے کے بعد ہتھیلی میں پانی لے کر ٹھوڑی کے پاس تالو میں ڈالے اور ڈاڑھی کا خلال کرے اور کہے۔

هكذا امر نی ربی (شامی)

۱۰- ہاتھوں اور پیروں کو دھوتے وقت انگلیوں کا خلال کرنا (ابوداؤد)

۱۱- ایک بار تمام سر کا مسح کرنا۔ (سعایہ)

۱۲- سر کے مسح کے ساتھ کانوں کا مسح کرنا۔ (نسائی)

۱۳- اعضاء وضو کو مل مل کر دھونا۔ (مراقی)

۱۴- پے در پے وضو کرنا۔ (ایضاً)

۱۵- ترتیب وار وضو کرنا۔ (ہدایہ جلدا)

۱۶- داہنی طرف سے پہلے دھونا۔ (بخاری)

۱۷- سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کرنا۔ (بخاری)

۱۸- گردن کا مسح کرنا حلق کا مسح نہ کرے یہ بدعت ہے۔ وضو کے بعد کلمہ شہادت:

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له و اشهد ان محمداً عبده و رسولهٗ (مراقی) پڑھ کر یہ دعا پڑھیں:

اللهم اجعلني من التوابين و اجعلني من المتطهرين (ترمذی) ترجمہ: اے اللہ! تو مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں اور خوب پاکی حاصل کرنے والوں میں شامل فرما۔

فائدہ: اس دعا کے متعلق ملا علی قاری نے فرمایا کہ وضو ظاہری طہارت ہے، اس دعا سے باطنی طہارت کی درخواست پیش کی گئی ہے کہ اول اختیاری تھی وہ ہم کر چکے ہیں اب آپ اپنی رحمت سے ہمارے باطن کو بھی پاک فرما دیجئے۔

وضو کا مندرجہ بالا طریقہ سنت کے مطابق ہے۔

(عارف باللہ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم) (شمارہ نمبر 52)

باوضو رہنے کے فوائد

باوضو رہنے کی عادت رکھے اس کے کئی فائدے ہیں:

☆ باوضو رہنے والا مقبول الدعوات ہو جاتا ہے۔

☆ اس کی موت آ گئی تو شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

☆شیاطین کا تسلط اس پرنہیں ہوگا۔

☆نماز اس کو تکبیر اولیٰ کے ساتھ مل جاتی ہے۔

☆اس کی وجہ سے حکام مسخر ہوجاتے ہیں۔

☆بات میں اثر ہوجاتا ہے چہرہ کا حسن دوبالا ہوجاتا ہے۔

باوضو رہنا چاہئے اور یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے، آسان سی بات ہے، انسان ارادہ کرے تو ارادہ کے ساتھ ان کی امداد شامل حال ہوجاتی ہے (مومن کے لیل ونہار) (شمارہ نمبر 4)

اذان کا جواب اور فرمائش رسول صلی اللہ علیہ وسلم

فرمائش رسول صلی اللہ علیہ وسلم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کیلئے بیشمار دعائیں فرمائی ہیں البتہ ایک دعا کی فرمائش امت سے کی ہے کہ وہ دعا میرے لئے کرو اور یہی وہ دعا ہے جو اذان کے بعد کی جاتی ہے، یہ ہمارے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش ہے، اس کا بہت اہتمام کرنا چاہئے ان کے احسانات کا شکر تو ہم عمر بھی ادا نہیں کر سکتے، لیکن یہ امن کی محبت کا ادنیٰ حق ہے جسے ادا کرنا ہمارے لئے بڑی سعادت ہے۔ (البلاغ عارفی نمبر ۱۷۹)

اذان کے بعد کی دعا: اذان ختم ہونے کے بعد اول درود شریف پڑھے پھر حسب ذیل دعاء وسیلہ پڑھے: **اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ ات محمد ن الوسیلۃ و الفضیلۃ وابعثہ مقاماً محمود ن الذی و عدتہ انک لا تخلف المیعاد.**

شفاعت کی دولت: حدیث شریف میں ہے جو کوئی میرے لئے وسیلہ کی دعا (مذکورہ بالا دعاء) مانگے وہ میری شفاعت کا ضرور مستحق ہوگا۔

اذان کا جواب: جب مؤذن کی اذان سنے تو جو کلمات مؤذن کہتا جائے خود بھی وہی کلمات اذان کہتا جائے، **حی علی الصلوٰۃ** اور **حی علی الفلاح** کے جواب میں **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** کہے۔ (حصن حصین)

اذان کے جواب کا اجر وثواب: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص دل سے اذان کا جواب دے گا جنت میں داخل ہوگا۔ (حصن حصین)

علامہ منذریؒ نے الترغیب میں ایک روایت نقل کی ہے جس میں اذان کا جواب دینے والے کو اذان کے ہر حرف پر ایک ہزار نیکیاں ملنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ (البلاغ بابت جون ۱۹۸۱ء ص ۶۱)

مغفرت کاملہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مؤذن کو اشهد ان لا اله الا الله کہتے ہوئے سنا اور اس کے جواب میں یہ دعا پڑھی اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے، دعا یہ ہے اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله رضيت بالله ربا و بالاسلام دينا و بمحمد صلى الله عليه وسلم نبياً و رسولا. (نجات المسلمین ص ۱۸)

پریشانیوں سے نجات کا نسخہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کسی مصیبت یا سختی میں گرفتار ہو اسے چاہئے کہ اذان کے وقت کا منتظر رہے اور اذان کا جواب دینے کے بعد (مذکور ذیل) دعا پڑھے اور اس کے بعد اپنی حاجت اور کشائش کی دعاء کرے اس کی دعاء ضرور قبول ہوگی۔ (دعاء یہ ہے):

اللهم رب هذه الدعوة الصادقة المستجاب لها دعوة الحق و كلمة التقوىٰ احينا عليها و امتنا عليها و ابعثنا عليها و اجعلنا من خيار اهلها احياء و امواتاً. (حصن حصین ص ۱۱۸)

قبولیت دعا کا وقت: اذان کے بعد دعاء کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے جب ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اپنے لئے دعاء کی فرمائش کی، لہٰذا اس وقت کو بہت غنیمت جاننا چاہئے اس دعاء کے فوراً بعد اپنے لئے بھی دعا کر لینی چاہئے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور طفیل میں ہماری یہ دعا بھی قبول ہو جائیگی۔ (البلاغ عارفی ص ۱۷۹)

اذان کے وقت خاموش رہنا: حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ اذان کے وقت خود بھی کلام نہیں کرتی تھیں اور دوسروں کو بھی نہیں بولنے دیتی تھیں۔ (مجالس مفتی اعظم پاکستان ص ۴۰۰)

ایک جاہل عورت مرنے کے وقت کچھ کلمات بول رہی تھی ایک مولوی صاحب نے سنا تو اس کی زبان سے یہ کلمات ادا ہو رہے تھے ان هذين الرجلين يقولان ادخل

الجنة یہ دو آدمی کہہ رہے ہیں کہ تو جنت میں داخل ہو جا، مولوی صاحب حیرت میں رہ گئے کہ یہ تو بالکل بے عمل تھی لوگوں نے بتلایا کہ جب اذان ہوتی تھی تو یہ سب کام چھوڑ دیتی اور اذان کی طرف متوجہ ہو کر سنتی تھی، دوسروں کو بھی اس وقت بولنے نہیں دیتی تھی، مولوی صاحب نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نام کی یہ عزت کرنا ہی اس کے کام آ گیا، جس نے دوسری ساری برائیوں پر پانی پھیر دیا۔

لمحۂ فکریہ: اذان کے مختصر سے عمل کے ساتھ کتنے فضائل وابستہ ہیں لیکن ہم ایسی غفلت میں مبتلا ہیں کہ نہ ہی اذان کا جواب دیتے ہیں اور نہ ہی دعائے وسیلہ پڑھنے کا اہتمام ہوتا ہے بلکہ عین اذان کے وقت بھی دنیاوی کاموں اور گفتگو میں مصروف ہوتے ہیں، حالانکہ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی تلاوت بھی کر رہا ہو تو تلاوت کو مؤخر کر کے اذان کا جواب دے، پھر بعد میں تلاوت شروع کرے، لہٰذا آئندہ سے ہم بھی ان فضائل کو حاصل کرنے کا اہتمام کریں۔ (شمارہ نمبر 28)

اذان کی اہمیت

اذان نماز کی دعوت اور اسلام کا پیغام ہے، احادیث میں اذان دینے والے کے فضائل بھی بتلائے گئے ہیں، لیکن جس طرح دنیا کا اصول ہے کہ ہر کام پہلے سیکھنا پڑتا ہے، تب آدمی اس شعبہ میں صحیح خدمات سرانجام دے کر ہی اس کے نتائج سے بہرہ ور ہو سکتا ہے، اسی طرح ضروری ہے کہ جن حضرات کو اذان دینے کی سعادت حاصل ہو وہ اذان واقامت کا طریقہ بھی کسی عالم سے ضرور سیکھ کر مؤذن کے منصب کو سنبھالے۔

مسلمان پانچ وقت اپنے رب کے حضور میں جا کر حاضری دیتے ہیں اس سے راز و نیاز کی باتیں کرتے ہیں اپنی عاجزی اور مسکنت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے سامنے جھکتے اور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اس عبادت کے لئے بلانے کا طریقہ اذان ہے، اذان کا طریقہ اور اس کی فضیلت درج ذیل ہے۔

ا- اذان کا طریقہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مؤذن بلالؓ سے فرمایا کہ جب تم اذان دو تو آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر دیا کرو، یعنی ہر

کلمہ پر سانس توڑ دو اور وقفہ کیا کرو اور جب اقامت کہا کرو تو جلدی کیا کرو اور اپنی آذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقفہ کیا کرو کہ جو شخص کھانے پینے میں مشغول ہے وہ فارغ ہوجائے اور جس کو استنجا کا تقاضا ہے وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہوجائے اور کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے نہ دیکھ لو۔ (جامع ترمذی)

حضرت سعد قرظؓ جو مسجد قباء میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کئے ہوئے مؤذن تھے ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو حکم دیا کہ اذان کہتے وقت اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں دے لیا کرو کہ ایسا کرنے سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوجائے گی۔ (ابن ماجہ)

۲- **اقامت کا حق:** حضرت زیادہ بن حارثؓ سے روایت ہے ایک دفعہ فجر کی نماز کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ تم اذان کہو جب میں نے اذان دی تو اس کے بعد اقامت کہنے کا وقت آیا تو بلالؓ نے ارادہ کیا کہ اقامت وہ کہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اذان کہے وہی اقامت کہے۔ (ترمذی)

۳- **اذان کا جواب دو:** مؤذن کے تمام الفاظ کو دہرانا چاہئے لیکن حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا جائے اور فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت و بررت کہا جائے ان مواقع پر مؤذن کے الفاظ نہ دہرائے جائیں، بلکہ ان کی جگہ مذکورہ بالا الفاظ کہے جائیں، اقامت میں بھی مذکورہ بالا طریقہ پر وہی الفاظ دہرائے جائیں قد قامت الصلوٰۃ کے جواب میں اقامھا اللہ و ادامھا کہا جائے اذان ختم ہونے پر درود شریف پڑھے پھر مسنون دعا پڑھے، پھر اس کے بعد اپنے لئے دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا طلب گار رہو تو آدمی کی دعا قبول ہوگی۔ (زاد المعاد)

اذان کے متعلق مسائل

۱- مؤذن کو بلند آواز ہونا چاہئے۔ ۲- اقامت مسجد کے اندر ہونی چاہئے۔

۳- آذان کہتے وقت کانوں کے سوراخوں کو انگلیوں سے بند کرنا مستحب ہے۔

۴- اذان کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنے چاہئیں اور اقامت کو جلد ادا کرنا سنت ہے۔

۵-اذان اور اقامت قبلہ رخ کہنا سنت ہے۔

۶-اذان میں حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کہتے وقت دائیں اور بائیں منہ پھیرنا سنت ہے خواہ وہ اذان نماز کی ہو یا کسی اور چیز کی مثلاً نومولود کے کان میں اذان کہنا لیکن سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھیرنے چاہئیں۔

۷-اذان کے الفاظ ترتیب وار کہنا ضروری ہیں۔

۸-اگر کوئی آدمی اذان کا جواب دینا بھول جائے یا قصداً جواب نہ دے اور اذان کے بعد خیال آئے یا جواب دینے کا ارادہ کرے تو ایسی صورت میں اگر زیادہ وقت نہ گزرا ہو تو جواب دے دے۔ (شمارہ نمبر 52)

اذان......ایک عظیم الشان اعلان

اذان- توحید ورسالت کا ایک عظیم اعلان: دنیا کے نقشہ کو دیکھیں، اسلامی ممالک میں انڈونیشیا کرہ ارض کے مشرق میں واقع ہے، یہ ملک بے شمار جزیروں پر مشتمل ہے جن میں ''جاوا'' ''سماٹرا'' ''بورینو'' اور ''سلیبز'' مشہور جزیرے ہیں، طلوع سحر سلیبز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے، وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں، طلوع سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہوجاتی ہے اور ہزاروں مؤذن خدائے بزرگ وبرتر کی توحید اور حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کررہے ہوتے ہیں مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد جکارتہ کے موذنوں کی آواز گونجنے لگتی ہے، جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہوجاتا ہے اور سماٹرا کے بعد مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی ملایا کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہوجاتی ہیں، ملایا کے بعد برما کی باری آتی ہے، جکارتہ سے اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے، بنگلہ دیش میں بھی اذانوں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سرینگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں، دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے بمبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید ورسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے، سری نگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی

وقت ہے، سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی، اور گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے، اس عرصہ میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہوتی رہتی ہے، پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹہ کا فرق ہے، اسی عرصہ میں اذانیں حجاز مقدس، یمن عرب امارات کویت اور عراق میں گونجتی رہتی ہیں، بغداد سے اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے، اسی دوران شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی رہتی ہیں اسکندریہ اور استنبول میں اذانیں بلند ہوتی رہتی ہیں، اسکندریہ اور استنبول ایک ہی طول وعرض پر واقع ہیں، مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے، اس دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے، اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا فاصلہ ہے اس عرصہ میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بمشکل جکارتہ پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں مغرب کا وقت ہو جاتا ہے، مغرب کی اذانیں سلیبز سے بمشکل سماترا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء کا وقت ہو جاتا ہے، جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ کرہ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گذرتا کہ جس وقت ہزاروں لاکھوں موذن بیک وقت خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں، ان شاء اللہ پروردگار عالم کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کا یہ عظیم الشان اعلان قیامت کی صبح تک اسی طرح جاری رہے گا۔ (بحوالہ تاریخی جواہر پارے ص۱۶۲ ج۲) (تعمیر حیات لکھنؤ)

اے رب العالمین، تو ہمیں اپنی توحید اور اپنے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اعلان کرنے کیلئے قبول فرمالے آمین، ثم آمین۔ (شمارہ نمبر 44)

نماز کا ایک بے کیف سجدہ بڑی نعمت

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحبؒ کا ارشاد اللہ اللہ نفس وشیطان نے مزاحمت کی، ماحول مزاحم ہوا، حالات نے مخالفت کی، مشاغل نے روکا، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی نے آکر آستان یار پر سر رکھ ہی دیا نماز میں مشغول ہو گیا دل حاضر نہیں، سکون نہیں، ذہن منتشر ہے، طبیعت مکدر ہے، مگر سر ہے کہ آستان یار پر رکھا ہوا ہے، یہ شخص جو اس وقت سر بسجود ہے ایک دفعہ سمجھ چکا ہے کہ آستان یار یہی ہے پھر لاکھ ممانعات سامنے آئیں مگر یہ ثابت قدم ہی رہتا ہے

جبہ سائی سے اگر کچھ نہیں حاصل کس طرح چھوڑ دے سنگ درجاناں کوئی

یہ کچھ معمولی بات ہے، یہ بندہ اس آستانہ پر سر بسجود ہے کہ اس عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کے علاوہ کسی کی مجال نہیں کہ وہاں باز یاب ہو جائے نہ ساجد ایسا نہ مسجود، ساجد ومسجود کا رشتہ برقرار رہنا چاہئے، نفس کے اور ماحول کے تقاضے کچھ بھی ہوں، حالات کچھ بھی گذر جائیں، واقعات کیسے بھی آن پڑیں، مگر عابد کا معبود ہے رشتہ نہ ٹوٹنے پائے، حالات سب منقلب (بدلنے والے) ہونے والے ہیں، کیفیات سب فانی ہیں، باقی رہنے والی جو کچھ چیز ہے وہ یہ عمل صالح ہے، بس یہ دیکھے جاؤ کہ توفیق سجدہ ہے یا نہیں یہ مت دیکھو کہ کیف ہے یا نہیں۔ (از ماثر حکیم الامت) (شمارہ نمبر 7)

احکام ومسائل

سات......فرائض نماز

۱-تکبیر تحریمہ ۲-قیام (کھڑا ہونا)

۳-قرأت (قرآن شریف میں سے کوئی سورت یا آیت پڑھنا)

۴-رکوع کرنا ۵-دونوں سجدے کرنا

۶-قعدہ اخیرہ میں التحیات کی مقدار بیٹھنا

۷-اپنے اختیار سے نماز سے فارغ ہونا

حکم یہ ہے کہ اگران امور میں سے کوئی بھی چھوٹ جائے تو نماز نہ ہوگی دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

اٹھارہ واجبات نماز

ا-سورہ فاتحہ پڑھنا۔۲-اس کے ساتھ کوئی سورۃ ملانا

۳-فرض کی پہلی دو رکعتوں کو قرأت کے لئے مقرر کرنا۔

۴-سورہ فاتحہ کو سورت سے پہلے پڑھنا۔

۵-سجدوں میں پیشانی کے ساتھ ناک بھی رکھنا۔

۶-دوسرے سجدہ کو پہلے سجدہ کے متصل کرنا۔

۷-ارکان کو سکون سے ادا کرنا ۸-قعدہ اولیٰ یعنی تین یا چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر بیٹھنا ۹-قعدہ اولیٰ میں تشہد کا پڑھنا ۱۰-قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھنا ۱۱-تشہد کے بعد تیسری رکعت کیلیئے فوراً کھڑا ہونا ۱۲-لفظ سلام کے ساتھ نماز سے باہر آنا ۱۳-وتر کی نماز میں دعاء قنوت پڑھنا ۱۴-عیدین کی تکبیرات کہنا ۱۵-عیدین کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے لئے تکبیر کہنا ۱۶-لفظ اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرنا ۱۷-امام کو زور سے قرأت کرنا فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، تراویح، رمضان شریف کی وتر میں، عیدین میں ۱۸-ظہر عصر میں اور دن کی سنت اور نفلوں میں آہستہ آہستہ قرأت کرنا۔حکم! یہ ہے کہ اگران میں سے کوئی چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز درست ہو جائے گی۔(شمارہ نمبر 23)

مفسدات نماز

مفسدات نماز ان چیزوں کو کہتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یعنی ٹوٹ جاتی ہے اور اسے لوٹانا ضروری ہے۔

ا-زبان سے کوئی کلمہ نکالنا اگرچہ غلطی سے یا بھول کر ہو۔

۲-انسانی کلام کے مشابہ کلام سے دعا کرنا، مثلاً اے اللہ! کھانا کھلایئے مجھے ۳-ملاقات کی نیت سے سلام کرنا اگرچہ بھول کر ہو ۴-زبان سے یا مصافحہ کرنے کے ذریعہ کسی کے سلام کا جواب دینا ۵-عمل کثیر کرنا مثلاً دونوں ہاتھوں سے پائجامہ باندھنا ۶-قبلہ کی

طرف سے منہ کا پھر جانا ۷- جو چیز منہ کے اندر نہ ہو اس کا کھانا اگر چہ تھوڑی ہو ۸- دانتوں کے درمیان کی چیز کا کھانا جبکہ چنے کے بقدر ہو ۹- کسی چیز کا پینا ۱۰- بلا کسی عذر کے کھنکارنا ۱۱- اف اف کرنا ۱۲- آہ آہ کرنا ۱۳- اوہ اوہ کرنا ۱۴- مصیبت و درد کی وجہ سے رونے کی آواز کو بلند کرنا ۱۵- چھینکنے والے کے الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا ۱۶- کسی کے اس سوال پر کہ اللہ کے ساتھ اور کوئی شریک ہے مصلی کا اس کے جواب میں **لا الہ الا اللہ** کہنا ۱۷- کسی بری خبر پر **انا للہ وانا الیہ راجعون** پڑھنا ۱۸- خوشخبری پر **الحمد للہ** کہنا ۱۹- تعجب خیز خبر کو سن کر **لا الہ الا اللہ** یا **سبحان اللہ** کہنا ۲۰- کسی کو کسی امر کی طرف متوجہ کرنے کے ارادہ سے قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھنا جیسے **یا یحییٰ خذ الکتب بقوۃ** وغیرہ ۲۱- تیمم کئے ہوئے شخص کا پانی پر قادر ہو جانا ۲۲- موزہ کے مسح کی مدت کا پورا ہو جانا ۲۳- مسح کئے ہوئے موزہ کا اتار دینا، ۲۴- کسی ان پڑھ کا نماز جائز ہونے کے بعد بقدر قرآن پاک سیکھ لینا ۲۵- ننگے بدن والے شخص کا ستر ڈھانکنے کے بقدر کپڑے پر قادر ہو جانا ۲۶- اشارہ سے رکوع سجدہ کرنے والے شخص کا رکوع وسجدہ کرنے پر قادر ہو جانا ۲۷- صاحب ترتیب کو اپنی فوت شدہ نماز کا یاد آ جانا اور وقت کی گنجائش بھی ہونا ۲۸- ایسے شخص کو خلیفہ بنانا جو امامت کے قابل نہ ہو ۲۹- نماز فجر پڑھتے وقت سورج کا نکل آنا ۳۰- عیدین کی نماز میں زوال آفتاب ہو جانا۔ (ایک منٹ کا مدرسہ) (شمارہ نمبر 24)

نماز کے ضروری مسائل

مفسدات نماز ان چیزوں کو کہتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یعنی ٹوٹ جاتی ہے اور اسے لوٹانا ضروری ہے۔

۳۱- نماز جمعہ پڑھنے کی حالت میں نماز عصر کا وقت آ جانا ۳۲- زخم اچھا ہو جانے کی وجہ سے حالت نماز میں پٹی کا گر جانا ۳۳- معذور کے عذر کا ختم ہو جانا ۳۴- قصداً حدث کرنا (مثلاً وضو توڑ دینا ۳۵- کسی دوسرے کے عمل سے حدث لاحق ہو جانا (مثلاً چھینک کا آ جانا) ۳۶- بے ہوش ہو جانا ۳۷- مجنون اور پاگل ہو جانا ۳۸- کسی پر نظر ڈالنے سے غسل کی حاجت ہو جانا ۳۹- نماز میں اس طرح سوئے کہ سونے سے نماز نہ فاسد ہو اور احتلام ہو جائے ۴۰-

اجنبی عورت کا بغیر کسی پردے کے مرد کے پہلو میں کھڑا ہونا جبکہ نماز میں دونوں مشترک ہوں اور دونوں کی تحریمہ ایک ہو اور مرد نے عورت کی امامت کی نیت بھی کی ہو ۴۱۔ جس شخص کا حدث لاحق ہو جائے اس کا ستر کھل جانا گو وہ اس کے کھولنے پر مجبور ہو ۴۲۔ جس شخص کا وضو ٹوٹ گیا ہو اس کو وضو کے لئے جاتے ہوئے یا فارغ ہو کر آتے ہوئے قرات کرنا ۴۳۔ حدث لاحق ہونے کا علم ہونے کے باوجود بالقصد ایک رکن کی مقدار ٹھہر جانا ۴۴۔ حدث لاحق شدہ شخص کو قریب پانی ملنے کے باوجود دور جانا ۴۵۔ حدث لاحق ہونے کے گمان سے مسجد سے باہر نکل جانا ۴۶۔ مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ نماز پڑھنے کی صورت میں حدث کے گمان سے صفوں سے باہر نکل جانا ۴۷۔ اس گمان سے نماز سے پھر جانا کہ وضو نہیں ہے یا یہ کہ مدت مسح پوری ہو گئی ہے یا اس پر فوت شدہ نماز ہے یا بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہوئی ہے حالانکہ معاملہ اس کے خلاف ہو اگر چہ مسجد سے نہ نکلا ہو ۴۸۔ دوسرے مقتدیوں کے امام کو لقمہ دینا ۴۹۔ ایک نماز سے دوسری نماز میں منتقل ہونے کی تکبیر کہنا ۵۰۔ تکبیر کے ہمزہ پر مد کرنا ۵۱۔ جو سورتیں یا آیتیں یاد نہ ہوں ان کو نماز میں پڑھنا ۵۲۔ ستر کھلے رہنے کے ساتھ ایک رکن ادا کرنا یا اتنی مقدار کھلا رہنا ۵۳۔ ایسی نجاست کا ہونا خواہ وہ حکمی ہو یا حقیقی ہو جو کہ مانع صلوٰۃ ہو ۵۴۔ مقتدی کا کسی رکن میں امام سے سبقت لے جانا کہ امام اس رکن میں اس کے ساتھ شریک نہ ہو ۵۵۔ مسبوق کا اتباع کرنا امام کے سجدہ سہو میں مثلاً امام پر سجدہ سہو واجب تھا غلطی سے اس نے سلام پھیر دیا مسبوق اپنی گئی رکعت کو پورا کرنے لگا کہ امام کو یاد آ گیا اور اس نے سجدہ سہو کیا تو یہ مسبوق بھی اس میں اس کی اتباع کرے ۵۶۔ قعدہ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد یاد آنا کہ سجدہ نماز میں رہ گیا ہے اس کو ادا کرنے کے بعد دوبارہ قعدہ اخیرہ کی مقدار نہ بیٹھنا ۵۷۔ حالت نوم میں ادا کئے ہوئے رکن کو بیداری کے بعد اس کا اعادہ نہ کرنا ۵۸۔ قعدہ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد امام کے قہقہہ لگانے سے مسبوق کی نماز فاسد ہونا اور امام کی نماز فاسد نہ ہونا البتہ امام پر واجب ہے کہ دوبارہ وضو کر کے اسکا اعادہ کرے ۵۹۔ اس نماز میں جو دو رکعت والی نہ ہو (مثلاً عشاء اور مغرب) اس نماز میں دو رکعت پر اس گمان سے سلام پھیر دیا کہ مسافر ہوں حالانکہ وہ مسافر نہیں بلکہ مقیم ہے ۶۰۔ جو شخص نیا مسلمان ہو اس کا دو رکعت کے علاوہ تین یا چار رکعت والی فرض نماز کو دو رکعت فرض گمان

کر کے اس پر سلام پھیر دینا۔ (منقول از نور الایضاح) (شمارہ نمبر 25)

اپنی نمازیں درست کیجئے

نماز کی اہمیت: نماز دین کا ستون ہے اگر نماز قائم ہوگئی تو پورے دین کا قیام آسان ہے اور اگر خدانخواستہ نماز میں ہی کوتاہی رہ گئی تو پھر باقی معاملات کی تکمیل بھی مشکل ہے اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کے نام یہ فرمان جاری کیا تھا کہ: ''تمہارے تمام فرائض اور ذمہ داریوں میں میرے نزدیک سب سے اہم نماز ہے جس نے اس کا حق ادا کیا تو میں توقع کرتا ہوں کہ وہ باقی ذمہ داریوں کو بھی اچھی طرح سے انجام دے سکے گا اور جس نے نماز کو ضائع کردیا تو وہ دوسرے فرائض کو اس سے زیادہ ضائع کرے گا اور ان میں کوتاہی کرے گا''۔

اس لئے پوری شرائط وآداب کے ساتھ نماز کا اہتمام رکھنا ضروری ہے، آج کل ہمارے نمازیوں میں بعض چیزیں ایسی دیکھنے میں آتی ہیں جن کی وجہ سے نماز کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے ہم اپنے قارئین کی خدمت میں ان کوتاہیوں کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں تاکہ ہمیں اپنی اپنی نمازیں درست کرنے کا موقع ملے اور ہم ان کوتاہیوں سے محفوظ رہیں۔

جماعت کے ساتھ شامل ہونے کا طریقہ

(۱) بعض حضرات کو دیکھا گیا ہے کہ وہ جماعت کی نماز میں دیر سے پہنچے امام صاحب رکوع میں جاچکے ہیں تو اب انہوں نے یہ کیا کہ اپنی رکعت بچانے کی فکر میں جلدی جلدی رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہوگئے، حالانکہ اس طرح جماعت کے ساتھ شریک ہونے کیلئے دو چیزیں ضروری ہیں ان کے بغیر نماز نہ ہوگی، پہلی چیز تو یہ ہے کہ یہ نمازی پہلے اطمینان سے نیت کرے، تکبیر کہے اور پھر قیام بھی کرے، اگرچہ قیام لمحہ بھر کا ہو لیکن ہونا ضروری ہے اگر تکبیر تحریمہ نہ کہی یا قیام نہ کیا تو نماز نہیں ہوگی کیونکہ یہ دونوں چیزیں فرض ہیں اس چیز کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے، ہم رکعت بچانے کی کوشش میں پوری نماز کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں یہ کہاں کی عقلمندی ہے۔

(۲) بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ تکبیر اولیٰ یا رکعت میں شامل ہونے کے لئے نمازی دوڑ کر جماعت میں شامل ہونے لگتا ہے یہ بھی غلط ہے اطمینان اور وقار کے ساتھ جانا چاہئے مسجد میں دوڑ نا منع ہے اور یہ نماز کے آداب کے بھی خلاف ہے جو دوڑ کر گیا اس کے تو ہوش و حواس ہی گم ہو گئے نماز میں اطمینان کیا خاک نصیب ہوگا۔

قومہ اور جلسہ: (۳) بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ نماز پڑھتے ہیں اور قومہ و جلسہ ادا نہیں کرتے حالانکہ یہ دونوں چیزیں نماز کے رکن ہیں اگر ان میں سے کوئی رہ جائے تو نماز ادا نہ ہوگی۔

قومہ: رکوع کے بعد سجدے میں جانے سے پہلے اتنی دیر کھڑا ہونا چاہئے جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جاتا ہے۔

جلسہ: اور جلسہ کہتے ہیں دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو اسمیں بھی اتنی ہی دیر بیٹھنا چاہئے اگر کوئی اتنی دیر نہ بیٹھا بلکہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار بیٹھا تو اس نے سنت کا ثواب ضائع کر دیا اور جو ایک مرتبہ سبحان اللہ کی دیر بھی نہ ٹھہرا تو اس نے واجب چھوڑ دیا اور اس پر سجدہ سہو واجب ہے اور اگر کوئی سرے سے رکوع کے بعد کمر سیدھی ہونے سے پہلے یا سجدہ کے بعد بالکل سیدھا بیٹھنے سے پہلے ہی سجدہ میں چلا گیا تو اس کی سرے سے نماز ہی نہیں ہوئی۔ اب بتاؤ دوستو! کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ہم نے نماز پڑھ کر بھی معمولی کوتاہی کی وجہ سے نماز ضائع کر دی۔ (شمارہ نمبر 34)

اپنی نمازیں درست کیجئے

نماز میں اطمینان ضروری ہے: ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے ایک صاحب نے آ کر نماز پڑھی مگر جلدی جلدی فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دوبارہ نماز پڑھو پہلے تم نے نماز نہیں پڑھی وہ صاحب گئے اور دوبارہ اسی طرح نماز پڑھی پھر حاضر خدمت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی ارشاد فرمایا تو اب اس نے عرض کیا مجھے تو اسی طرح پڑھنی آتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں کہ میں کس طرح پڑھوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو تو اطمینان سے قرأت کرو، اس کے بعد اطمینان سے رکوع

کرو اور پھر قومہ میں پورے اطمینان سے کھڑے رہو اس کے بعد سجدہ میں جاؤ تو سجدہ بھی اطمینان سے کرو اور سجدہ کے بعد جب جلسہ کرو تو وہ بھی اطمینان سے ادا کرو''۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نماز میں رکوع وسجود پوری طرح ادا نہیں کر رہا تھا تو آپؓ نے اس سے کہا تو نے تو گویا نماز پڑھی ہی نہیں اور شقیقؒ فرماتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپؓ نے اس سے یہ بھی فرمایا کہ اگر تو (اسی طرح اپنی نماز درست کیے بغیر) فوت ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے ہٹ کر مرے گا۔

بدترین چور: حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے بدتر چور وہ ہے جو اپنی نماز میں سے بھی چوری کرتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نماز میں کیسے چوری کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (نماز میں اس طرح چوری ہوگی کہ) وہ نماز کے رکوع اور سجدوں کو پوری طرح ادا نہیں کرے گا (اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نمازیں صحیح کرنے کی توفیق عطا فرمائے)

زبان سے الفاظ کی ادائیگی ضروری ہے: بعض حضرات کو دیکھا گیا ہے کہ وہ جب نماز پڑھتے ہیں تو زبان اور ہونٹوں کو حرکت دے کر باقاعدہ قرأت وتلفظ نہیں کر رہے ہوتے شاید وہ سمجھتے ہیں کہ دل میں پڑھ لینا کافی ہے یا فقط الفاظ کا خیال میں لانا قرأت کے لئے کافی ہو جاتا ہے، یہ خیال غلط ہے قرأت کے لئے ضروری ہے کہ باقاعدہ زبان سے پڑھا جائے، فقط دل میں پڑھنے یا الفاظ کو خیال میں لانے سے قرأت ادا نہیں ہوتی۔

مسجد کی ٹوپیاں اور ننگے سر نماز: آج کل عام رواج ہو گیا ہے کہ اکثر نماز پڑھنے والے حضرات خصوصاً نوجوان ننگے سر مسجد میں آتے ہیں اور مسجد میں رکھی کھجور کے تنکوں کی یا پلاسٹک کی ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں ان کو سر پر رکھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں اور جاتے ہوئے ان ٹوپیوں کو اتار کر وہیں ڈال جاتے ہیں، یہ انتہائی غیر معقول اور غیر شرعی عمل ہے، جو کہ رواج پذیر ہو چکا ہے، مساجد کے ائمہ حضرات اور منتظمین حضرات سے گذارش ہے کہ ان ٹوپیوں کو مسجد میں نہ رکھیں اور لوگوں کو بتائیں بھی کہ ان کی یہ ٹوپیاں ٹوپی کا مقصد پورا نہیں کرتیں ٹوپی تو انتہائی احترام وعزت اور حیاء وشرافت کا نشان ہے اور یہ مسجدوں میں پڑی ٹوپیاں اس

اعزاز ووقار سے خالی ہیں۔

نمازی حضرات اپنی ٹوپیاں ساتھ لائیں جو ان کے شایان شان ہوں اور واقعی عزت، شرافت اور وقار کی علامت ہوں اور بعض حضرات اس طرح حد سے آگے ہیں کہ وہ ٹوپی سر پر رکھنا ویسے بھی عیب سمجھتے ہیں یہ بھی غلط ہے ننگے سر نماز پڑھنا بھی فیشن پرستی اور خواہش پرستی اور تکبر کی علامت ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ننگے سر نماز نہیں پڑھی، لہذا حدود کے اندر رہنے میں ہی ایمان کی حفاظت ہے کہ آدمی ٹوپی سر پر لے اور نماز پڑھے اور ٹوپی وہ ہو جسے آدمی اپنے لباس کا حصہ بنانا پسند کرتا ہو۔

عینک لگا کر نماز: عینک لگا کر نماز پڑھنا مکروہ (ناپسندیدہ ہے) لہٰذا نماز پڑھتے وقت عینک اتار دی جائے۔ (امداد الفتاویٰ)

نماز بددعا دیتی ہے: جب کوئی نماز بے پرواہی سے پڑھتا ہے تو نماز اس کو بددعا دیتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص نماز کو بری طرح سے پڑھے وقت کو بھی ٹال دے وضوء بھی اچھی طرح سے نہ کرے تو وہ نماز بری صورت سے سیاہ رنگ میں بددعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے میں لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ (شمارہ نمبر 35)

بے نمازی کی سزا

اگر نماز کی فرضیت ہی کا منکر ہو تو باجماع اہل اسلام کافر مرتد ہے (الا یہ کہ نیا مسلمان ہو اور اسے فرضیت کا علم نہ ہوسکا ہو یا کسی جگہ میں رہتا ہو کہ وہ فرضیت سے جاہل رہا، اس صورت میں اس کو فرضیت سے آگاہ کیا جائے گا، اگر مان لے تو ٹھیک ورنہ مرتد اور واجب القتل ہوگا) اور جو شخص فرضیت کا تو قائل ہے مگر سستی کی وجہ سے پڑھتا نہ ہو تو امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک وہ مسلمان ہے اور امام احمدؒ کی ایک روایت میں وہ مرتد ہے، اس کو تین دن کی مہلت دی جائے اور نماز پڑھنے کیلئے کہا جائے اگر وہ نماز پڑھنے لگے تو ٹھیک ورنہ ارتداد کی وجہ سے اس کو قتل کردیا جائے اور مسلمانوں کے

قبرستان میں اسے دفن نہ کیا جائے، غرض اس کے تمام احکام مرتدین کے احکام ہیں۔

امام مالکؒ، امام شافعیؒ کے نزدیک اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق اگرچہ بے نمازی مسلمان ہے مگر اس کی سزا قتل ہے الا یہ کہ وہ توبہ کرے، اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی اور ترک نماز سے توبہ کرنے کا حکم دیا جائے اگر توبہ کرلے تو اس سے قتل کی سزا ساقط ہوجائے گی ورنہ اس کو قتل کردیا جائے گا اور قتل کے بعد اس کا جنازہ پڑھایا جائے گا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، الغرض اگر بے نمازی توبہ نہ کرے تو ان حضرات کے نزدیک اس کی سزا قتل ہے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بے نمازی کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو ہمیشہ قید رکھا جائے گا اور روزانہ اس کے جوتے لگائے جائیں گے یہاں تک کہ وہ ترک نماز سے توبہ کرے، ان مذاہب کی تفصیل فقہ شافعی کی کتاب شرح مہذب اور فقہ حنبلی کی کتاب المغنی اور فقہ حنفی کی کتاب فتاویٰ شامی میں ہے، جو حضرات بے نمازی کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ سب سے بڑا جرم ہے، اس کے علاوہ ان کے اور بھی دلائل ہیں، حضرت شیخ پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانیؒ امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد ہیں اس لئے اگر حضرات پیران پیر نے یہ لکھا ہو کہ بے نمازی کا کفن دفن نہ کیا جائے بلکہ مردار کی طرح گھسیٹ کر اس کو کسی گڑھے میں ڈال دیا جائے تو ان کے مذہب کی روایت کے عین مطابق ہے۔ (آپ کے مسائل کا فقہی حل) (از: مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ شمارہ نمبر 52)

''مسجد کی صفائی بیرسٹری سے بہتر ہے''

حکیم الامت نے فرمایا: مدارس اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا بھی انگریزی میں مشغول ہونے سے لاکھوں کروڑوں درجہ بہتر ہے، اس لئے گو لیاقت اور کمال حاصل نہ ہو، لیکن کم از کم عقائد تو خراب نہ ہونگے اور مسجد کی جاروب کشی اس وکالت اور بیرسٹی سے بہتر ہے۔ جس میں ایمان میں تزلزل ہو اور خدا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ اور بزرگان دین کی شان میں بے ادبی ہو جو انگریزی کا اس زمانہ میں اکثر بلکہ لازمی نتیجہ ہے، ہاں جس کو دین ہی کے جانے کا غم نہیں وہ جو چاہے اور کرے۔ (تعلیم و تبلیغ)

تشریح: اللہ والوں کی بعض باتیں عوام کی سمجھ سے بالا ہوتی ہیں لیکن حق اور سچ وہی ہوتا ہے جو کچھ یہ حضرات فرماتے ہیں دینی مدرسوں میں پڑے رہنا انگریزی اسکولوں کی ڈگریوں سے واقعی لاکھوں کروڑوں درجہ بہتر ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان کے لئے سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑا اعزاز ایمان اور اعمال صالحہ ہے، دینی مدرسہ میں اہل خیر کی صحبت میں رہتے ہوئے گو کہ ڈگری حاصل نہ ہو لیکن ایمان اور اعمال صالحہ کی دولت یقیناً حاصل ہوگی اور یہ تمام ڈگریوں سے بہتر ہے، قارون فن زرسازی میں بہت بڑا اسپیشلسٹ تھا جس کی وجہ سے اس نے سونے کے ڈھیر جمع کر لئے تھے، لیکن ایمان کی دولت سے خالی تھا، اسے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا، کوئی ڈگری، کوئی یار دوست، کوئی لشکر اس کے کام نہ آیا، نہ کوئی انتقامی کارروائی کر سکا اور اب وہ لوگ بھی جو قارون کے مال و دولت و ڈگریوں پر رشک کرتے تھے اور اس جیسا ہونے کے متمنی تھے کہنے لگے کہ مال و دولت کے خزانے کامیاب زندگی کی دلیل نہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں دے دیتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کا احسان نہ ہوتا کہ ہمیں مسلمان بنایا تو قارون کی طرح ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیا جاتا۔

پس حکیم الامت حضرت تھانویؒ بالکل درست فرما رہے ہیں کہ مدرسہ اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا اور ''مسجد کی جاروب کشی اس وکالت اور بیرسٹری سے بہتر ہے جس میں ایمان متزلزل ہو جائے اور خدا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہؓ اور بزرگان دین کی شان میں بے ادبی ہو'' کیونکہ انگریزی تعلیم میں عموماً یہ بے دینی پیدا ہو جاتی ہے، الا ماشاء اللہ کیونکہ لارڈ میکالے کی اس تعلیم کا مقصد ہی یہی ہے کہ یہ تعلیم حاصل کرنے والے رنگ کے لحاظ سے گو ہندوستانی ہوں لیکن ذہنیت کے لحاظ سے فرنگی ہوں، لباس فرنگی کا، وضع قطع فرنگی کی، عادات و افکار اس کے، حضرتؒ کی تنقید اکثر ان فنون پر نہیں جو کالجوں میں پڑھائے جاتے ہیں، اعتراض اس تہذیب، ان خیالات، عادات و کردار و اخلاق پر ہے جو کالج سے ہمیں ملتے ہیں اور دین کی بیخ کنی پر منتج ہوتے ہیں، علامہ اقبال صاحب کہہ گئے ہیں، کسی کے کان ہو تو سنے، فرماتے ہیں ؂

فرنگی کا یہ نظام تعلیم اک سازش ہے فقط دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف

فکر مستقبل انسان کا خاصہ ہے، ہم بھی اگر اپنے حقیقی مستقبل (قبر حشر) کو روشن اور شاندار بنانا چاہتے ہیں تو آسمانوں، زمینوں اور تمام کائنات کو پیدا کرنے والے مالک حقیقی کے ارشاد فرمودہ طریقہ زندگی کو اپنائیں جو قرآن وسنت اور شریعت مقدسہ کی شکل میں ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اور دینی مدارس جس کی تعلیم وتعلم، تعلیم وتبلیغ اور اشاعت و حفاظت میں شب وروز لگے ہوئے ہیں، اللہ پاک تا قیامت ان کی حفاظت فرماویں اور ہمیں ان سے مکمل استفادہ کی توفیق بخشیں۔ (آمین)

(بشکریہ ماہنامہ الخیر جنوری ۲۰۰۴ء) تشریح: حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ شمارہ نمبر 53

نماز قائم کیجئے

اقامت صلوٰۃ: اقامت صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ نماز کے پورے آداب وشرائط اس طرح بجالائے جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قول وعمل سے بتلائے ہیں، مطلق نماز پڑھ لینے کا نام اقامت صلوٰۃ نہیں ہے نماز کے جتنے فضائل اور آثار و برکات قرآن و حدیث میں آئے ہیں وہ سب اقامت صلوٰۃ کے ساتھ مقید ہیں۔ (معارف القرآن ص ۲۱۴ ج ۱)

امتی کی معراج: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر بلا کر سیر کرائی اور وہاں اپنی قدرت کی اعلیٰ سے اعلیٰ نشانیاں دکھائیں اور اپنا انتہائی قرب عطا فرمایا جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ کرایا اور جہنم دکھائی، یہ آپ کی معراج ہے لیکن جب آپ کا امتی نماز میں ہوتا ہے یہ اس امتی کی معراج ہے جیسا کہ معروف ہے، الصلوٰۃ معراج المؤمن۔

نماز سے بے توجہی: آج کتنے مسلمان ایسے ہیں جو نماز بھی نہیں پڑھتے، کتنے دکھ کی بات ہے کہ انسان اپنے خالق ومالک کے سامنے جھکنے سے بھی اعتراض کرتا ہے، غالباً حضرت شیخ علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ جو سر خدا کے سامنے نہیں جھکتا وہ کاٹ دینے کے قابل ہے اور بقول ؂

ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزاروں سجدوں سے آدمی کو دیتا ہے نجات

نماز صحیح صحیح پڑھنا: نمازیوں میں اکثر اوقات نماز کے مسائل سے واقف نہیں حالانکہ نماز کے فضائل جو قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں وہ صحیح مسائل کے مطابق پڑھی

ہوئی نماز پر ملیں گے لہٰذا بہشتی زیور حصہ دوم اور تعلیم الاسلام مکمل کا بار بار مطالعہ کر کے اپنی نمازوں کو مرنے سے پہلے درست کر لینا چاہئے۔

مسائل سے لاعلمی کا نقصان: حضرت اقدس حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ایک مجلس وعظ میں نماز سے متعلق ایک مسئلہ بتایا کہ سنتوں کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری کوئی سورت بھی پڑھنی ہوتی ہے بعد وعظ ایک سفید ریش بڑے میاں نے پوچھا کہ کیا واقعی یہی مسئلہ ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں! فرمایا کہ میں پچاس برسوں سے سنتوں کی صرف پہلی دو رکعتوں میں سورت ملاتا ہوں آخری دو رکعتوں میں سورت نہیں ملاتا، میں نے کہا کہ بڑے میاں یہ ہے علم نہ جاننے کا نقصان کہ آپ پچاس برس سے خلاف سنت نماز پڑھ رہے ہیں۔

جماعت کی پابندی: بعض نمازی نماز تو پڑھ لیتے ہیں لیکن مسجد میں باجماعت نہیں پڑھتے، حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ ''شیطان انسان کیلئے بھیڑیا ہے جس طرح بھیڑیا ان بھیڑوں اور بکریوں کو اچک لیتا ہے جو ریوڑ سے الگ تھلگ رہتی ہیں اسی طرح شیطان (جماعت سے) الگ تھلگ رہنے والوں کو اچک لیتا ہے، لہٰذا تھوڑی سی تکلیف گوارا کر کے مسجد میں باجماعت نماز کی عادت ڈالنی چاہئے۔

عام کوتاہیاں: اب بعض ان کوتاہیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے نماز کی برکت سے محرومی ہو جاتی ہے۔

(ا) معمولی عذر میں نماز چھوڑ دینا: ایک عالم کا ارشاد پڑھا کہ بعض نمازی معمولی تکلیف، پریشانی اور کام کی مشغولی کی وجہ سے نماز چھوڑ دیتے ہیں تو ایسے نمازی سے مرض الموت میں جبکہ انسان زیادہ بے بسی کا شکار ہوتا ہے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ اس وقت نماز کا اہتمام کرے نتیجتاً آخری بیماری کے ایام میں اچھے اچھے نمازی بھی نماز کی پابندی چھوڑ دیتے ہیں جس سے وہ نمازی بے نمازی ہو کر دنیا سے رخصت ہوتا ہے یہ کتنی بڑی محرومی کی بات ہے لہٰذا آج ہی سے اس بات کا تہیہ وعزم کر لیں کہ ہر عذر پریشانی اور مشغولی میں نماز کو کسی حال میں نہیں چھوڑنا ہے تو پھر انشاء اللہ آخری وقت بھی نماز کا تقاضا پیدا ہوگا اور خدا

کے حضور نمازی بن کر حاضر ہوگا، یہی وہ عمل ہے جس کے ذریعے انسان کا اپنے خالق سے تعلق قائم رہتا ہے، اگر نماز چھوٹ گئی تو گویا تعلق ٹوٹ گیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

تو ملے تو کوئی مرض نہیں   نہ ملے تو کوئی دوا نہیں

(۲) **نماز میں چوری:** حدیث شریف میں ہے کہ بدترین چور وہ ہے جو نماز میں سے چوری کرے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سے کیسے چوری کرے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اس کا رکوع وسجدہ صحیح نہ کرے'' آج اکثر نمازی محض جلدی کی وجہ سے رکوع وسجدہ میں تسلی سے تسبیحات نہیں پڑھتے جس سے رکوع وسجدہ عجلت میں ادا ہوتا ہے جس کو حدیث میں چوری فرمایا گیا ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

(۳) **قومہ اور جلسہ چھوڑنا:** رکوع کے بعد کھڑے ہونے کو قومہ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں رکوع کے بعد اور سجدے کے بعد پیٹھ کا بالکل سیدھا کرنا فرض ہے اگر پیٹھ سیدھی کئے بغیر کوئی جھک جائے تو اس نے گویا فرض چھوڑ دیا تو پھر نماز کہاں ہوئی؟ قومہ اور جلسہ کا واجب درجہ یہ ہے کہ ایک تسبیح یعنی سبحان اللہ کے بقدر ٹھہرنا، مگر آج ہماری نمازوں میں یہ ٹھہراؤ ختم ہو گیا ہے جس سے تمام نمازیوں کا واجب چھوٹ رہا ہے جبکہ جان بوجھ کر واجب چھوڑنے سے نماز ہی نہیں ہوتی بلکہ قومہ اور جلسہ کا سنت درجہ تین بار سبحان اللہ کے بقدر ٹھہرنا ہے۔

کم از کم قومے اور جلسے کے واجب درجہ پر تو عمل کرلیں ورنہ تو نماز ہی نہ ہوگی، یہی وجہ ہے کہ آج ہم نمازوں کی برکات سے محروم ہیں یہ مسئلہ اپنے جاننے والوں اور گھر میں خواتین کو بھی بتا دینا چاہئے تاکہ ان کی نماز بھی فاسد ہونے سے بچ جائے، رب تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعوت نماز: ہر شخص اپنے گھر والوں، دوستوں اور ماتحتوں کو نماز پڑھنے کی دعوت دیا کرے، ہماری دعوت سے جتنے لوگ نمازی بنیں گے ہمیں بھی ان شاء اللہ پورا پورا اجر ملے گا، حدیث شریف میں ایسے شخص کیلئے قیامت کے خوف سے امن اور حساب وکتاب سے خلاصی کی بشارت آئی ہے جو محض اللہ کی رضا کیلئے لوگوں کو نماز کی طرف بلائے۔ (فضائل قرآن ص ۵۳)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمر بھر صحیح نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) (شمارہ نمبر 30)

مساجد آباد کیجئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے فرض نماز کے لئے مسجد کی طرف نکلا، اس کا ثواب اس شخص جیسا ہے جو احرام باندھ کر گھر سے حج کیلئے نکلا ہو اور جو شخص نماز اشراق کیلئے اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد کی طرف چلا تو اس کا ثواب عمرہ کرنے والے جیسا ہے، فرمایا کہ جب کوئی شخص وضو کرے اور اچھی طرح (سنت کے مطابق) وضو کرے پھر مسجد کو صرف نماز کی نیت سے چلے اور کوئی غرض نہ ہو تو ہر قدم پر اس کا ایک مرتبہ ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں پہنچ جائے پھر جب تک نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے گا اس کو نماز ہی کا ثواب ملتا رہے گا اور فرشتے اس کے لئے یہ دعا کرتے رہیں گے کہ اے اللہ! اس پر رحمت نازل فرما اور اس کی مغفرت فرما، حضرت ابوالدرداءؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ تمہارا گھر مسجد ہونا چاہیے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مساجد متقی لوگوں کے گھر ہیں، جس شخص نے مساجد کو (کثرت کے ذریعہ) اپنا گھر بنالیا، اللہ تعالیٰ اس کیلئے راحت و سکون اور پل صراط پر آسانی سے گذرنے کا ضامن ہو گیا، اور ابو صادق اروی نے شعیب بن الحجاب کو خط لکھا کہ مسجدوں کو لازم پکڑو کیونکہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ مساجد ہی انبیاء کی مجالس تھیں ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں ایسے لوگ ہونگے جو مسجدوں میں آ کر جگہ جگہ حلقہ بنا کر بیٹھ جاویں گے اور وہاں دنیا ہی کی اور اس کی محبت کی باتیں کریں گے، تم ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو، اللہ تعالیٰ کو ایسے مسجد میں آنے والوں کی ضرورت نہیں اور حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں بیٹھا گویا وہ اپنے رب کی مجلس میں بیٹھا ہے، اس لئے اس کے ذمہ ہے کہ زبان سے سوائے کلمہ خیر کے اور کوئی کلمہ نہ نکالے۔ (معارف القرآن ص ۳۴۷ ج ۶)

حضرت سہلؓ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں میں بکثرت جاتے رہتے ہیں ان کو قیامت کے دن پورے پورے نور کی خوشخبری سنادے ایک حدیث میں ہے کہ وہ قیامت کے دن نور کے ممبروں پر ہونگے اور

بے فکر اور لوگ گھبراہٹ میں ہونگے، ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ میرے پڑوسی کہاں ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے کہ آپ کے پڑوسی کون ہیں، ارشاد ہوگا کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسند بازار ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ مسجدیں جنت کے باغ ہیں اور ایک صحیح حدیث میں وارد ہے حضرت ابوسعید خدریؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو، اس کے بعد **انما یعمر مساجد اللہ** یہ آیت تلاوت فرمائی، یعنی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان حال ہوگا اور آفتاب نہایت تیزی پر ہوگا، سات آدمی ایسے ہونگے جو اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے ان میں ایک شخص وہ بھی ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد ہی میں واپس جانے کی خواہش ہو، ایک حدیث میں وارد ہے جو شخص مسجد سے الفت رکھتا ہے، اللہ جل شانہٗ اس سے الفت فرماتے ہیں۔ (فضائل نماز ص ۵۱،۵۲)

حضرت انسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ شانہٗ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں آخیر راتوں میں استغفار کرتے ہیں تو عذاب کو موقوف کردیتا ہوں، حضرت ابودرداءؓ نے حضرت سلمان فارسیؓ کو ایک خط لکھا جس میں یہ لکھا کہ مسجد میں اکثر اوقات گذارا کرو، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسجد متقی کا گھر ہے اور اللہ جل شانہٗ نے اس بات کا عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص مسجد میں اکثر رہتا ہے اس پر رحمت کرونگا اس کو راحت دوں گا اور قیامت میں پل صراط کا راستہ آسان کردوں گا اور اپنی رضا نصیب کروں گا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ مسجد اللہ کا گھر ہیں اور گھر آنے والوں کا اکرام ہوتا ہی ہے، اس لئے اللہ پر ان کا اکرام ضروری ہے جو مسجدوں میں حاضر ہونے والے ہیں۔ (حوالا بالا ص ۳۵)

اللہ اکبر! مسجد کو آباد کرنے کے اتنے فضائل پڑھ کر کیا اب بھی کوئی مسلمان مسجد آنے میں سستی کرے گا؟ بھائیو! پانچوں نمازیں باجماعت مسجد میں آکر پڑھنے کا اہتمام کریں۔ اب ذیل میں ان آداب کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا اہتمام کرنے سے مذکورہ فضائل نصیب ہونگے۔

مسجد کے پندرہ آداب

علماء نے آداب مسجد میں پندرہ چیزوں کا ذکر کیا ہے، اول یہ کہ مسجد میں پہنچنے پر اگر کچھ لوگوں کو بیٹھا دیکھے تو سلام کرے اور کوئی نہ ہو تو السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصّٰلحین کہے (لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ مسجد کے حاضرین نفلی نماز یا تلاوت و تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہوں ورنہ ان کو سلام کرنا درست نہیں) دوسرے یہ کہ مسجد میں داخل ہوکر بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھے (مکروہ وقت نہ ہو) تیسرے یہ کہ مسجد میں خرید وفروخت نہ کرے، چوتھے یہ کہ وہاں تیر وتلوار نہ نکالے، پانچویں یہ کہ مسجد میں اپنی گمشدہ چیز تلاش کرنے کا اعلان نہ کرے، چھٹے یہ کہ مسجد میں آواز بلند نہ کرے، ساتویں یہ کہ وہاں دنیا کی باتیں نہ کرے، آٹھویں یہ کہ مسجد میں بیٹھنے کی جگہ میں کسی سے جھگڑا نہ کرے، نویں یہ کہ جہاں صف میں پوری جگہ نہ ہو وہاں گھس کر لوگوں میں تنگی پیدا نہ کرے، دسویں یہ کہ کسی نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہ گذرے، گیارہویں یہ کہ مسجد میں تھوکنے یا ناک صاف کرنے سے پرہیز کرے، بارہویں اپنی انگلیاں نہ چٹخائے، تیرہویں یہ کہ اپنے بدن کے کسی حصہ سے کھیل نہ کرے، تیرھویں نجاسات سے پاک صاف رہے اور چھوٹے بچے یا مجنون کو ساتھ نہ لے جائے، پندرھویں یہ کہ کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول رہے۔

قرطبیؒ نے یہ پندرہ آداب لکھنے کے بعد فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کر لئے، اس نے مسجد کا حق ادا کر دیا اور مسجد اس کے لئے حرز وامان کی جگہ بن گئی۔ (معارف القرآن ص۴۲۹ ج۶)

لمحہ فکریہ

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ مسجد کی آبادی کا تعلق ساز وسامان اور اشیاء سے نہیں بلکہ اعمال سے ہے، لہٰذا ماہ مبارک سے اس بات کو معمول بنالیں کہ کچھ وقت مسجد کیلئے بھی نکالیں

گے، جس میں صرف ذکر وتلاوت، نوافل وتسبیحات کا اہتمام ہوان شاءاللہ پھر مسجد کی برکات نصیب ہوں گی اللہ تعالیٰ ہمیں مسجد کا صحیح صحیح ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) (شمارہ نمبر 26)

آداب مسجد

(۱) مسجد میں اگر کچھ فارغ بیٹھے ہوں تو ان کو سلام کرنا (۲) مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا (۳) مسجد میں خرید وفروخت نہ کرنا (۴) مسجد میں تیر یا تلوار نہ نکالنا (۵) مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان نہ کرنا (۶) مسجد میں آواز بلند نہ کرنا (۷) دنیا کی باتیں نہ کرنا (۸) بیٹھنے کی جگہ میں کسی سے جھگڑا نہ کرنا (۹) جس صف میں پوری جگہ نہ ہو اس صف میں گھس کر تنگی پیدا نہ کرنا (۱۰) کسی نمازی کے آگے سے نہ گزرنا (۱۱) تھوکنے اور ناک صاف کرنے سے پرہیز کرنا (۱۲) انگلیاں نہ چٹخانا (۱۳) اپنے بدن کے کسی حصے سے نہ کھیلنا (۱۴) مسجد میں نجاست اور گندگی سے پاک صاف رہنا اور کسی چھوٹے بچے یا مجنون کو ساتھ نہ لے جانا (۱۵) کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول رہنا۔

(مذکورہ بالا تمام آداب بحوالہ معارف القرآن، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، ج ۶ ص ۴۱۶)

(۱۶) مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعاء پڑھنا، بسم اللہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم افتح لی ابواب رحمتک (۱۷) مسجد میں داخل ہونے کے بعد پہلی صف میں بیٹھنا افضل ہے مگر جگہ بھر جانے پر گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھنا ناجائز ہے (۱۸) مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ نیت کرنا کہ جب تک مسجد میں رہوں گا اعتکاف میں رہوں گا (۱۹) مسجد میں سنت یا نفل نماز کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کرنا جہاں سامنے سے لوگوں کے گزرنے کا احتمال نہ ہو (۲۰) مسجد میں کسی کو غلط کام کرتے دیکھے تو چپکے سے نرمی سے سمجھا دیں برسرعام رسوا کرنا اور جھگڑا کرنا منع ہے۔

(مذکورہ بالا پانچ آداب حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے رسالے ''نمازیں سنت کے مطابق پڑھیں'' سے لئے گئے ہیں)

(۲۱) مسجد میں لہسن، پیاز اور مولی لانا یا کھا کر آنا ناجائز ہے (درمختار) (۲۲) مسجد میں مٹی کا

تیل جلانا جائز نہیں (۲۳) مسجد میں جاتے ہوئے سکون کے ساتھ چلنا چاہئے دوڑنا نہ چاہئے (۲۴) مسجد میں غسل کی حاجت والے شخص کو داخل ہونا حرام ہے (درمختار) (۲۵) مسجد میں جوں مار کر ڈالنا مکروہ ہے، یہاں حکم کھٹمل کا ہے (۲۶) مسجد میں بچوں کو قرآن شریف اجرت لے کر پڑھانا بالاتفاق ناجائز ہے (۲۷) مسجد میں نماز کے لئے اپنے لئے کوئی جگہ مقرر کر لینا منع ہے۔ (مذکورہ بالا سات آداب میں سے جن کا حوالہ ساتھ مذکور نہیں ''جیبی دائمی جنتری) سے لئے گئے ہیں)

(۲۸) مسجد میں جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے امام جب منبر پر آ جائے تو اس وقت سے لیکر نماز ختم ہونے تک بولنا یا نماز پڑھنا، کسی کو سلام کرنا، سلام کا جواب دینا جائز نہیں، اس دوران اگر کوئی شخص یا بچہ بولنے لگے تو اسے چپ رہنے کی تاکید کرنا بھی جائز نہیں ہے (۲۹) (مسجد میں) خطبے کے دوران اس طرح بیٹھنا چاہئے کہ جس طرح التحیات میں بیٹھتے ہیں، بعضے پہلے خطبے میں ہاتھ باندھ کر بیٹھتے ہیں اور دوسرے خطبے میں ہاتھ زانوں پر رکھ لیتے ہیں، یہ طریقہ بے اصل ہے دونوں خطبوں کے دوران ہاتھ زانوں پر رکھ کر بیٹھنا چاہئے۔

(آخری دو کا حوالہ حضرت مفتی تقی عثمانیؒ کا ''نمازیں سنت کے مطابق پڑھیں'')

(۱) زیارت اللہ (۲) انتظار نماز (۳) اعتکاف (۴) خلوت میں ذکر (۵) فکر آخرت (۶) تنبیہ الغافلین (۷) نیکی کا امر اور تلقین (۸) برائی اور گناہ کو ختم کرنا (۹) صحبت صالحین (۱۰) خود گناہ سے بچے رہنا (۱۱) زیارت علماء (۱۲) خدمت مسجد (۱۳) خدمت خلق یا اس کا ذریعہ (۱۴) تلاوت قرآن مجید (۱۵) نماز میں حق تعالیٰ سے ہم کلامی (۱۶) علماء و صالحین سے دعا کروانا (۱۷) نمازیوں کو سلام کرنا یا اس کا جواب دینا (۱۸) حکم حدیث، جماعت کے ساتھ نماز پڑھو پر عمل کرنا (۱۹) آخری نماز سمجھ کر پڑھنے جانا (۲۰) علم و دین کی طلب و تلاش (۲۱) تبلیغ علم و دین (۲۲) سنت پر عمل پیرا ہونا (۲۳) مسجد میں داخل ہونے کے وقت دعائیں پڑھنا (۲۴) اپنی انا کو ختم کرنا (۲۵) بصورت دعا عبادت سے مقصودی چیز یعنی تواضع کو حاصل کرنا۔ (شمارہ نمبر 12)

مسجد میں جانے کی مختلف نیتیں

مسجد میں جاتے وقت کون کون سی نیتیں کی جاسکتی ہیں؟

(۱) جب بندہ کسی مسجد میں جائے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی زیارت کی نیت بھی کر لے۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی نیت بھی کی جاسکتی ہے۔

(۳) حق تعالیٰ جل شانہ سے ہم کلامی کی نیت بھی کر لینی چاہئے۔

(۴) جماعت کے لئے مسجد میں ذرا جلدی چلے جائیں تو نماز کے انتظار کی نیت بھی ہوسکتی ہے۔

(۵) اعتکاف کی نیت بھی کر لینی چاہئے۔

(۶) اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نیت بھی ہوسکتی ہے۔

(۷) آخرت کی فکر کی نیت بھی کرنی چاہئے۔

(۸) تنبیہ الغافلین کی نیت بھی باعث ثواب ہے۔

(۹) نیکی کا حکم اور تلقین کرنا بھی دین کا کام ہے۔

(۱۰) برائی اور گناہ کو ختم کرنا ہر مومن اور مومنہ کے لئے ضروری ہے۔

(۱۱) علماء کی زیارت کی نیت بھی کی جاسکتی ہے۔

(۱۲) خدمت مسجد کی بھی نیت ہوسکتی ہے۔

(۱۳) خدمت خلق یا اس کا ذریعہ بننے کی نیت بھی درست ہے۔

(۱۴) تلاوت قرآن پاک کی نیت بھی مطلوب ہے۔

(۱۵) علماء اور صالحین سے دعا کروانے کی نیت بھی کر لینی عاہئے۔

(۱۶) نمازیوں کو سلام کرنے یا اس کا جواب دینے کا ثواب بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

(۱۷) حدیث کے حکم کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھو پر عمل کرنے کی نیت کرنا۔

(۱۸) آخری نماز سمجھ کر پڑھنے جانے کی نیت (جیسا کہ حدیث میں آتا ہے)

(۱۹) علم اور دین کی طلب وتلاش (۲۰) علم اور دین کو آگے پہچانا (۲۱) سنت پر عمل پیرا ہونا (۲۲) مسجد میں داخل ہونے کے وقت دعائیں پڑھنا (۲۳) اپنی انا یعنی تکبر کو ختم کرنے کی نیت کرنی چاہئے (۲۴) دعا کی صورت میں مقصودی چیز یعنی تواضع کو حاصل کرنے کی نیت کرنا۔

(۲۵) نمازیوں اور نیک لوگوں کی صحبت۔

(۲۶) گناہوں سے بچے رہنے کی نیت۔

(۲۷) اللہ تعالیٰ کی رحمت اور خصوصی توجہ حاصل کرنے کی نیت کرنا (۲۸) جنت میں جانے کی نیت۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ مسجدیں جنت کے باغ ہیں، ان شاءاللہ تعالیٰ مسجد میں باقاعدگی سے جانے والا شخص جنت سے محروم نہ ہوگا۔ (شمارہ نمبر13)

نماز باجماعت......فضیلت واہمیت

مسلمان مرد حضرات کو فرض نماز کی ادائیگی کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے اور نماز جماعت سے ادا نہ کرنے والے کے لئے اپنی ناراضی کا شدت سے اظہار فرمایا ہے، اس ناراضی کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے لگا سکتے ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں نوجوانوں کو حکم دوں کہ وہ ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگادیں جو اذان سن کر نماز پڑھنے مسجد میں نہیں آتے، صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں ہم نے اس سے پہلے کبھی حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر اتنی ناراضی اور غصے کے آثار نہ دیکھے تھے، آج ہم نے مسجدوں میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے، مسجدیں ویران ہورہی ہیں اور اسی وجہ سے ہمارے گھر بھی ویران ہورہے ہیں، بے سکونی بڑھتی جارہی ہے، حی علی الصلوٰۃ (نماز کی طرف آؤ) کی آواز آتی ہے تو ہم کیوں مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے نہیں جاتے، یہ سب ہمارے ایمان کی کمزوری ہے اور ایمان اس وقت کمزور ہوتا ہے جب دنیا دین پر غالب آجاتی ہے، حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابیؓ نے دریافت کیا میں معذور ہوں اور مسجد میں آکر نماز پڑھنا میرے لئے بہت مشکل ہے تو، حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اذان سنتے ہو انہوں نے کہا کہ جی سنتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر مسجد میں آکر نماز پڑھو، ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں باجماعت نماز پڑھنے کی اہمیت کا اندازہ ہوجائے تو تم مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گھستے آؤ، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں چاہے کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو لیکن ہمیں باجماعت نماز کی اہمیت کا اندازہ ہوگا ضروری نماز جماعت سے ادا کرنے کے لئے مسجد ہی جائیں، اللہ تعالیٰ نے جن تین اشخاص پر لعنت فرمائی ہے وہ یہ ہیں ایک وہ امام جس سے اس کے مقتدی ناراض ہوں (معقول وجہ سے) ایک وہ

عورت جس سے اس کا شوہر ناراض ہو (معقول وجہ سے) اور ایک وہ شخص جو جماعت سے نماز نہیں پڑھتا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا بلا عذر جماعت سے نماز نہ پڑھنے والے کی نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابل قبول نہیں اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجے اس پر فرشتے بھی لعنت بھیجتے ہیں اور جس شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو تو اس شخص سے اس کا محبوب رسول رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے خوش ہو سکتے ہیں، اگر شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہم سے ناراض ہو جائیں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ہماری شفاعت کون کرائے گا، اللہ تعالیٰ سب کو نماز جماعت سے ادا کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین (مرسلہ میاں مقبول الٰہی قاسمی، جامپور)

نماز باجماعت کی برکتیں

(۱) مؤذن جب اذان دیتا ہے تو سننے والا اس کا جواب دیتا ہے اس سے ثواب ملتا ہے۔

(۲) نماز کیلئے جلدی پہنچنا باعث ثواب ہے۔

(۳) سکون اور وقار کے ساتھ مسجد کی طرف چلنا (نماز کیلئے) ثواب کا ذریعہ ہے۔

(۴) مسجد میں داخل ہوتے وقت کی دعاء:

الھم افتح لی ابواب رحمتک (مسلم شریف)

(۵) (مسجد میں داخل ہوتے وقت) تحیۃ المسجد کے دو نفل پڑھنا باعث ثواب ہے (بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو اگر وقت مکروہ ہو تب چار مرتبہ تیسرے کلمے کا پڑھنا اس کا بدل بن جائے گا)

(۶) انتظار نماز کا ثواب ملتا ہے۔

(۷) مسجد میں فرشتے اس کے لئے دعاء واستغفار کرتے ہیں۔

(۸) فرشتے اس کے حق میں (کل روز قیامت) گواہی دیں گے۔

(۹) جب اقامت کہی جاتی ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے، اتنی دیر یہ نمازی شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔

(۱۰) جب اقامت کہی جاتی ہے تو یہ نمازی اس اقامت کا جواب دیتا ہے جو باعث ثواب ہے۔

(۱۱) جب اقامت کہی جاتی ہے تو نمازی امام کی تکبیر تحریمہ (وہ تکبیر جسے کہہ کر نماز شروع کرتے ہیں) کا انتظار کرتا ہے کہ امام تکبیر کہے تو میں بھی کہوں، اس انتظار کا بھی ثواب ملتا ہے۔

(۱۲) تکبیر اولیٰ (نماز کی پہلی تکبیر) پانے کا اس کو ثواب ملتا ہے۔
(۱۳) صفیں سیدھی کرنے اور خالی جگہ پر کرنے کا ثواب ملتا ہے۔
(۱۴) جب امام **سمع اللہ لمن حمدہ** کہتا ہے تو اس کے جواب میں مقتدی **ربنا لک الحمد** کہتا ہے، اس کا بھی بہت ثواب ہے جو جماعت میں شریک ہونے والے کو ملتا ہے۔
(۱۵) غالباً باجماعت نماز میں سہو (بھولنا) نہیں ہوتا اور اگر ہو تو مقتدی کو تسبیح (سبحان اللہ) کے ذریعہ لقمہ دینے کا یا قرأت کی غلطی بتانے کا ثواب ملتا ہے۔
(۱۶) غالباً (یعنی اکثر) باجماعت نماز خشوع اور توجہ سے ادا ہوتی ہے اور غفلت میں ڈالنے والی چیزوں سے نمازی بچا رہتا ہے۔
(۱۷) نیک لوگوں کی برکت سے ان جیسی نماز پڑھنے کی توفیق ہو جاتی ہے خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔
(۱۸) حدیث کے مطابق فرشتے احاطہ کرتے ہیں اس کی برکات نمازیوں کو نصیب ہوتی ہیں۔
(۱۹) عام طور سے امام اچھا قاری ہوتا ہے، نمازی کو (ان کی قرأت) سننے سے تجوید کی مشق کا موقعہ ملتا ہے۔
(۲۰) جماعت شعائر اسلام (شعائر اسلام ان خاص احکام کا نام ہے جو عرف میں مسلمان ہونے کی علامت سمجھے جاتے ہیں) میں سے ہے اس لئے باجماعت نماز پڑھنے والے کو شعائر اسلام قائم کرنے کا ثواب ملتا ہے۔
(۲۱) عبادت اور جماعت پر جمع ہونے سے شیطان ذلیل ہوتا ہے لہذا اس کو ذلیل کرنے کا ثواب ملتا ہے۔
(۲۲) جماعت چھوڑنا منافق کی علامت ہے اس علامت سے یہ (نمازی) شخص بچ گیا اور اس بدگمانی سے بھی بچ گیا کہ شاید یہ بے نمازی ہے۔
(۲۳) امام کو سلام کا جواب دینے کی نیت کرنے سے اس کا ثواب بھی مل جاتا ہے۔
(۲۴) (باجماعت نماز پڑھنے سے) اجتماعی دعاء اجتماعی ذکر اور کاملین کی برکت نصیب ہوتی ہے۔
(۲۵) پڑوسیوں سے محبت اور ان کی ملاقات کا ثواب مل جاتا ہے، پھر جہری نماز

(جس میں اونچی آواز سے قرأت کی جائے) میں دو سبب زائد مل جاتے ہیں:

(۱) قرآن پاک کی طرف پوری توجہ کرنا اور خاموش رہنا۔

(۲) امام کی آمین کے ساتھ آمین کہنا تا کہ فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافقت ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو باجماعت نماز پڑھنے کی توفیق نصیب فرمائیں، آمین (شمارہ نمبر 42)

اپنے گھروں میں اللہ کا گھر بھی بنائیں

گھر معاشرے کی اکائی ہے، گویا معاشرے کو اچھائی یا برائی بنانے کا سانچہ گھر ہی ہے، جیسا کہ دیوار کی مضبوطی کی پہلی ذمہ داری اس دیوار میں لگنے والی اینٹوں پر آتی ہے اگر صحیح اینٹیں دستیاب نہ ہوسکیں تو دیوار و مکان کی بہتری اور پائیداری کا خواب بھی نہیں دیکھا جاسکتا۔

اس طرح اگر گھر کا ماحول بہتر ہوگا تو اس گھر سے بہترین انسان ڈھل کر معاشرے میں جائیں گے اور بہتر کردار ادا کرسکیں گے اگر گھر کا ماحول بہتر نہ بن سکا تو اس سانچہ سے بہتر انسان بھی نہیں ڈھل سکیں گے مطلب یہ ہے کہ گھر کے ماحول کی بہتری بہت ہی اہم اور بنیادی کام ہے اس سے نظر بچانا اور آگے کے مرحلوں پر ساری توجہ لگا کر بہتر معاشرتی ماحول کی امید لگانا ہماری زبان کے اس محاورہ کے مطابق ہے کہ ''فلاں ہاتھ چھوڑ کر کہنیاں چاٹ رہا ہے'' یا اس کی سادہ مثال یہ ہوگی کہ درخت کے تنے میں تو کوئی پانی نہیں ڈالتا شاخوں کو دھونے پر لگے ہوئے ہیں۔

ہمارے مسائل یہ ہیں کہ بچے نافرمان ہیں، بد اخلاق ہیں، وقت ضائع کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں گھر میں سکون نہیں، میاں بیوی کے تعلقات کشیدہ رہتے ہیں، ہمسائے آپس میں ایک دوسرے سے نالاں ہیں، بازار میں جاؤ خیانت اور جھوٹ ہے، ہمدردی، تعاون باہمی نام کو نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان مشکلات کے جراثیم خود ہمارے اپنے گھروں کے ماحول میں پیدا ہوئے اور آج گھر سے باہر جگہ جگہ ہمیں ان بیماریوں کا سامنا ہے، اس کا حل یہی ہے کہ آپ نفلی نماز گھروں میں ادا کریں، بچے دیکھیں گے انہیں عادت پڑے گی خواتین کو بھی خیال رہے گا اور گھر کے پورے ماحول پر اس کے اثرات پڑیں گے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نمازیں (نفلی نمازیں) پڑھا کرو گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔

بلکہ یہ ضروری ہے کہ اپنے گھروں میں نماز کے لئے ایک کمرہ مخصوص کردیں جس میں

جائے نمازیں ہوں اور نماز کے دوسرے لوازمات یعنی قرآن مجید اور دینی کتابیں وغیرہ موجود ہوں اسکے کئی فائدے ہیں ایک تو گھر کی خواتین کو نماز کی ادائیگی میں آسانی رہے گی ورنہ تو بڑی مشکل پیش آتی ہے، جائے نماز ڈھونڈو، پھر جگہ ڈھونڈو اس لئے سوتدبیروں کی ایک تدبیر یہی ہے کہ گھر کے ایک کمرے کو گھر کی مسجد بنادو، خصوصاً یہ جہاد کریں کہ ٹی وی لاؤنج کو ختم کر کے اس کو مسجد بنائیں ایک مسلمان کے لائق نہیں کہ اس کے گھر میں ٹی وی لاؤنج ہو اور اس کے بچے اس کے غیر مہذب پروگرام دیکھیں اس عمل کی بڑی برکت ہوگی اور گھر کی یہی جگہ ان شاء اللہ مسجد ہونے کی وجہ سے جنت میں منتقل کردی جائے گی یہ کتنی بڑی سعادت ہے اصل بات یہ ہے کہ ہمارے مقتداء اور پیشواء، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا ہے کہ گھروں میں مسجدیں بناؤ اور انہیں صاف ستھرا رکھو اور انہیں خوشبودار رکھو۔

التماس ہے ہر مسلمان اس کی کوشش کرے ہمارے علم میں ایسے خوش بخت مسلمان ہیں کہ چار بھائی ہیں چاروں نے اپنے اپنے گھروں میں ایک کمرہ مسجد بنا رکھا ہے، اللہ پاک ہم سب کو توفیق دے، آمین، اسکا پھل یہ ملے گا کہ گھر سے نیک اور صالح انسان ڈھلنے لگیں گے تو وہ پورے معاشرے میں نیکی پھیلائیں گے۔

ضروری وضاحت: گھر کا کمرہ جس کو نماز کیلئے مخصوص کیا جائے وہ محلّہ کی وقف مسجد جیسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ وہ گھر ہی ہے آپ کسی ضرورت کے وقت اسی کمرہ کو کھانے، سونے اور بیٹھنے اور سامان رکھنے کی ذاتی ضرورت کیلئے استعمال بھی کرسکتے ہیں وہ آپ کا گھر ہی ہے، اسی طرح گھر کے اس مخصوص کمرہ کی وجہ سے محلّہ کی مسجد میں فرض نماز چھوڑنا بھی سخت گناہ ہوگا، مردوں کے لئے نوافل وتلاوت اور ذکر کی جگہ ہوگی البتہ عورتیں اپنی مکمل نماز اسی میں ادا کریں۔

یہ ضروری وضاحت نوٹ فرمالیں کہیں ایسا نہ ہو کہ نفع ڈھونڈتے ڈھونڈتے اصل پونجی کا ہی نقصان ہوجائے یعنی گھر کا ماحول بہتر بناتے بناتے محلّہ کی مسجد میں فرض نمازیں چھوٹ جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ بغیر کسی عذر کے گھروں میں فرض نماز پڑھتے ہیں مسجد میں نہیں آتے میرا دل چاہتا ہے کہ ان کے گھروں کو آگ لگادوں، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ آمین (شمارہ نمبر 34)

نماز اس طرح پڑھیے

از: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ

اصلی نماز اور طریقۂ نماز: ایک خلجان ہم سب مسلمانوں کو یہ پیش آرہا ہے کہ حق تعالیٰ نے تو فرمایا کہ ''ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء و المنکر'' (بے شک نماز روک دیتی ہے گندی اور بری باتوں سے) لیکن ہم باہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہم میں سے بہت سے نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور بہت سے پڑھنے والوں کو دیکھتے رہتے ہیں، اگر چہ نماز میں ہم سب کوتاہ ہیں یا تو بالکل نہیں پڑھتے یا دو ایک پڑھ لیں باقی غائب، اور مردوں سے زیادہ عورتیں ایسا کر رہی ہیں، حالانکہ سب بالغ مسلمان مرد وعورتیں آخر مسلمان ہیں لیکن بہر حال کوئی نہ کوئی نماز پڑھ ہی لیتے ہیں، پھر ہماری نماز ہم کو گناہوں سے، مکروہ باتوں سے، نماز چھوڑنے سے، روزہ نہ رکھنے سے اور طرح طرح کے گناہوں سے کیوں نہیں روکتی؟

یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ارشاد الٰہی سچا نہ ہو، تو اب اس کے سوا اور کیا صورت ہو سکتی ہے کہ ہماری نماز اصلی نماز نہیں ہو رہی، صرف نقلی نماز ہے کہ جیسے قیام، رکوع، سجدہ کرتے دیکھا، یا سنا، ہم نے بھی ویسی ہی صورت بنالی مگر اندر دل دماغ وغیرہ پر کوئی اثر نہیں ہوتا، اگر اصل نماز پڑھتے تو بحکم الٰہی ہماری نماز ہم کو سب برائیوں سے روک دیتی بلکہ دل ودماغ کی صفائی کے لئے سچی توبہ بھی کرادیتی اور ہم حقیقت میں مسلمان بن جاتے، حقیقت میں اصلی نماز پڑھنا اور اصلی مسلمان بننا کوئی مشکل نہیں، اس مشکل کو مشکل نہ سمجھئے، اول اول مشق نہ ہونے سے کچھ دیر سے ہوگی پھر رفتہ رفتہ آسانی ہوتی جائے گی۔

سب مسلمانوں کے لئے آسانی کے ساتھ نماز کو اصلی نماز بنا کر پڑھنے کی شکل عرض کی جاتی ہے، امید ہے کہ اس طرح کی (اصلی) نماز سب کو بدیوں، بدمعاملگیوں، بری باتوں اور سب گناہوں سے بہت جلد روک دے گی۔

لیکن اس کے لئے ہم کو نماز کے ہر ہر جزو کو اور اس کے معنی ومفہوم کو حفظ کر لینا ضروری ہے تاکہ اس کے بعد لفظ کو نقل کرنے پر ہی اس کا تصور اور معنی ذہن میں حاضر ہو جائے اور دل ودماغ سے حاضر ہو یعنی دل ودماغ سے ادا ہو اس طرح ہر ہر لفظ کو ادا کریں

گے تو وہ نماز زبان کی بھی ہوگی اور دل ودماغ اور عقل کی بھی ہوگی۔

چونکہ سب آیات اور دعائیں پہلے سے سب کے ذہن میں ہیں اور خوب یاد سے پڑھی جاتی ہیں تو پوری پوری آیت یا دعا کے بجائے اس کے ایک ایک لفظ کا پورا مفہوم پیش کرتے ہیں تاکہ جب زبان سے وہ لفظ ادا ہو تو دل ودماغ میں اس کا مفہوم ومطلب بھی آتا رہے، اس طرح نماز پڑھی جائے گی تو وہ اصلی نماز بن جائے گی پھر چند روز میں آپ کو اثرات معلوم ہونے شروع ہوجائیں گے۔

طریقہ نماز: اول قبلہ کی طرف منہ کرتے ہی یہ تصور رکھئے کہ میں حق تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں، اگر میں نہیں دیکھ سکتا تو وہ دیکھ رہے ہیں حدیث میں احسان یعنی عمدہ عبادت کا طریقہ یہ آیا ہے کہ تم ایسے عبادت کرو گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہوں کیونکہ اگر تم نہیں دیکھ رہے تو وہ دیکھ رہا ہے اس تصور سے کوئی ناشائستہ حرکت یا بات نہ ہوگی؟

پھر ''اللہ اکبر'' کہو، یعنی اللہ تعالیٰ سب کی مدد کرنے والے اور سب کچھ دینے والے ہیں، اے اللہ آپ سب سے بڑے ہیں۔

ثناء: اس کے بعد **سبحنک اللھم** ''پاک ہیں آپ اے اللہ''

اس لفظ کے ساتھ دل میں تمام برائیوں سے پاکی کا خیال رکھ کر یہ سوچیں کہ اللہ! میں سب سے پہلے آپ کا پاک ہونا بیان کرتا ہوں۔ (شمارہ نمبر 47)

وبحمدک: اور آپ کی تعریف کے ساتھ یعنی پھر میں آپ کی تعریف بیان کرتا ہوں۔

وتبارک اسمک : ''اور برکت والا ہے آپ کا نام''

وتعالیٰ جدک: ''اور بہت بلند ہے آپ کا رتبہ''

ولا الہ غیرک: ''اور کوئی معبود نہیں آپ کے سوا''

ان سب کلمات کو زبان کے ساتھ دل سے بھی سمجھیں۔

تعوذ، تسمیہ: پھر **اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم** ''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان سے جو لعنت کیا ہوا ہے'' اس میں یہ تصور کریں کہ میں شیطان سے دور ہوگیا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ''شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بہت رحم والے اور

سب پر رحم کرنے والے ہیں'' اس میں یہ تصور کریں کہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت میں آ گیا ہوں۔

سورۂ فاتحہ: **الحمد لله رب العلمين.** ''ہر تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کے پیدا کرنے اور پالنے والے ہیں'' زبان یہ ادا ہو اور دل و دماغ میں تمام اٹھارہ ہزار جہانوں کو پیدا کرنے اور ان سب کے پالنے والے پروردگار کا خیال ہو۔

الرحمن الرحیم ''بہت ہی رحم کرنے والے اور سب پر رحم کرنے والے''

''العٰلمین'' کے نون پر زیر رکھیں تو اس کو **الرحمن** کی ''ر'' سے ملائیں پھر یہ بھی درست ہے اور سانس توڑ کر ''الرحمن'' پڑھیں تو یہ بھی درست ہے اور دل و دماغ میں یہ بات حاضر ہو کہ پروردگار جو کہ بہت ہی رحم کرنے والے اور سب پر رحم کرنے والے ہیں ان کو سامنے دیکھ رہا ہوں یا اپنے کو ان کے سامنے دیکھ رہا ہوں، اس تصور سے رعب ہوگا۔

''**ملک یوم الدین**'' جو جزاء یعنی نیک کا ثواب اور برے کا حساب کے دن کے مالک ہیں'' یعنی اچھے کاموں کے اچھے اور برے کاموں کے برے بدلہ کے دن، قیامت کے دن، کے مالک ہیں، زبان سے یہ ادا ہو اور دل میں یہ بات گھوم جائے کہ ہم نے جو برائیاں کی ہیں ان کا بدلہ اور جو نیک کام کئے ہیں ان کا نیک بدلہ قیامت کے دن ملے گا، پروردگار نے قیامت کے دن دونوں بدلے تیار کر رکھے ہیں، ہمارے پہنچتے ہی اللہ تعالیٰ ادا کریں ایسے حال سے دل لرز جانا چاہئے۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین ''ہم صرف آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور صرف آپ سے مدد مانگتے ہیں'' زبان سے یہ الفاظ کہتے ہوئے دل کو ہر بڑی چیز، بڑے کام، بڑی دولت سے الگ کر دیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا بندگی میں کسی کا خیال دل میں نہ آنے دیں نہ کسی کا خوف وخطر، نہ کسی سے امید رکھیں، اگر کبھی ضرورت میں کسی سے کام کہہ بیٹھیں تو خیر مگر دل میں صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں اور بندگی تو سب سے بڑے یعنی اللہ پاک کے سوا اور کسی کی ہو ہی نہیں سکتی، جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بندگی کرتے ہیں وہ دھوکے میں ہیں، صرف ایک ہی ذات سب سے اعلیٰ سب سے اول اس کی حقدار ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہیں، یہ مضمون دل میں گھوم گھوم جائے۔ (فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ)

ایک ضروری مسئلہ

امام کو بغیر کسی ضرورت کے محراب کے سوا اور کسی جگہ مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے مگر محراب میں کھڑے ہونے کے وقت پیر باہر ہونے چاہئیں۔ (بہشتی گوہر)(شمارہ نمبر 48)

اهدنا الصراط المستقيم ''آپ ہم کو ہدایت دیجئے سیدھے راستہ کی یعنی ہمیں سیدھا راستہ دکھا دیجئے'' زبان پر یہ الفاظ ہوں اور دل میں یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ داہنے اور بائیں راستوں سے بچا کر سیدھے راستہ پر لگا دیں جو جتنے سیدھے راستے سے ہٹا ہوا ہو، داہنے کو ہٹا ہوا ہو یا بائیں کو وہ اتنا ہی حق سے دور ہے اتنا ہی باطل ہے، ہم کو ان سب سے بچا کر سیدھے راستے پر لگا دیجئے، اے اللہ! یہ آپ سے ہی ہوگا کسی اور کے بس کا نہیں۔

صراط الذين انعمت عليهم ''راستہ ان لوگوں کا (تصور ہو) جن پر آپ نے اپنا انعام وفضل فرمایا ہے''۔

دوسری ایک آیت میں ان سب کا بیان بھی ہے۔

اولئک مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصّٰلحين (النساء: ٦٩)

''یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا ہے وہ ہیں سب نبی، سب صدیقین، سب شہداء، سب نیک لوگ لہٰذا ذہن میں یہ رہے کہ یہ دعا ان بزرگوں کے راستہ کی ہے۔

غير المغضوب عليهم ولا الضالين ''نہ راستہ ان کا جن پر آپ کا غضب ہوا نہ گمراہوں کا'' حدیث میں ہے کہ غضب کئے جانے والے یہود ہیں اور گمراہی والے عیسائی ہیں یہ لفظ تو زبان سے ادا ہوں اور ان یہودیوں، عیسائیوں کے طریقوں سے خوب بچاؤ ہو، یعنی اپنی زندگی میں یہودیوں اور عیسائیوں کے طور طریق سے بچنے کی پوری کوشش کی نیت کریں۔ آمین! اے اللہ! یہ دعا قبول فرمالے۔

دل سے بھی اس پوری دعا کی قبولیت کی تمنا ہو، اب کوئی سورت پڑھیں اس سے پہلے **بسم الله الرحمن الرحيم**. ''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بہت مہربان بڑے رحم والے ہیں'' دل ودماغ میں اللہ تعالیٰ معبود حقیقی کے مفہوم کو ذہن میں رکھیں اور تمام

موجودات پر بہت رحم اور سب کے سب پر مہربان ہونے کا تصور کریں اور وقت وفرصت کے موافق بڑی یا چھوٹی سورت شروع کریں۔

سورۃ العصر: والعصر. ان الانسان لفی خسر. الا الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت و تواصوا بالحق وتواصوا بالصبر.

''وقت کی قسم! بے شک انسان نقصان میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک کام کئے اور ایک نے دوسرے کو حق بات کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی''۔

یہ الفاظ پڑھ کر سوچیں کہ جس چیز کی اللہ تعالیٰ قسم کھا رہے ہیں وہ کس قدر مہتم بالشان ہے، یعنی وقت جو انسان کی پیدائش سے لے کر وفات تک کی سب سے عظیم الشان چیز ہے اس کا معمولی حصہ ایک سیکنڈ بھی ضائع کرنے کی چیز نہیں، اس کے ایک ایک سیکنڈ سے کام لیا جائے ورنہ موت آنے پر سوائے افسوس و پریشانی کے کچھ نہ ہوگا، اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا، وقت کی قسم! ہر انسان خسارہ ونقصان میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ایک دوسرے کو حق کے کام کرنے اور صبر کی وصیت کرتے رہے، دل ودماغ میں حق کو جمانے اور تکلیف، تنگی مصیبت پر صبر کرنے کا سوچیں اور دل ودماغ میں اسے جمائیں۔

رکوع: اب اس کے بعد رکوع میں جانا ہے، الله اکبر، کہہ کر رکوع میں جائیں۔

الله اکبر ''اللہ تعالیٰ ہر شے سے بڑے ہیں اور سب کمتر ہیں خواہ کوئی ہو''

رکوع میں یہ تسبیح پڑھنی ہے ''سبحان ربی العظیم'' ''پاکی ہے میرے پروردگار کی جو بڑی عظمت والے ہیں''۔ (شمارہ نمبر 49)

رکوع میں تسبیح پڑھنی ہے ''سبحان ربی العظیم'' ''پاکی ہے میرے پروردگار کی جو بڑی عظمت والے ہیں''۔

تین بار یہ الفاظ کہیں اور دل ودماغ میں یہ تصور رہے کہ ہمارے پیدا کرنے والے اور پرورش کرنے والے پروردگار ہر چیز سے بڑے اور عظمت والے ہیں، ہر چیز کتنی ہی بڑی سے بڑی ہو اور آفت کتنی بڑی سے بڑی ہو ان کے آگے کچھ نہیں وہ سب سے بڑی عظمت

والے ہیں، کائنات کی چیزیں ہوں یا انسان اور جانور سب اس کی عظمت کے سامنے کچھ نہیں، یہ تصور دل میں جما کر تسبیح کہیں، پھر رکوع سے کھڑے ہوتے وقت ایک بار زبان سے کہے۔

سمع الله لمن حمد ''سن لی اللہ تعالیٰ نے اس کی جس نے ان کی تعریف کی''

اور دل و دماغ میں یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف قبول ہوتی ہے اور ہم نے جو تعریف کی ہے وہ مقبول ہے۔اور اگر مقتدی ہو یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو صرف یہ کہے:

ربنا لک الحمد ''اے ہمارے رب! آپ ہی کیلئے ہے سب تعریف،اور اگر اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو دونوں جملے کہے اور دل و دماغ سے تصور کر کے کہے''۔

سجدہ: اب **الله اکبر** ''اللہ تعالیٰ سب سے ہی بڑے ہیں'' زبان سے کہیں اور دل اور دماغ میں یہ غور کریں کہ کوئی کتنا ہی بڑا شمار ہو، بڑی طاقت، بڑی دولت، بڑی عزت، بڑی فوج اور کیسی ہی بڑی سے بڑی حالت والا ہو ان کے سامنے کچھ نہیں، وہی سب سے بڑے ہیں اور سب ان کے سامنے حقیر بے توقیر ہیں، پھر سجدہ میں جائے اور پڑھے۔

سبحان ربی الاعلیٰ ''پاک ہے میرا پروردگار جو سب سے بلند ہے، اسے تین بار کہیں اور اس کے مفہوم کو بھی ہر بار دل میں جمالیں'' دوسری رکعت: پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوں اور **الله اکبر** ''اللہ سب سے بڑے ہیں'' کہتے ہوئے کھڑے ہوں اور صرف **بسم الله الرحمن الرحیم**، پڑھ کر اس کے مفہوم کو دل و دماغ میں جما کر پڑھیں۔سورۂ فاتحہ: اب آگے بڑھیں اور سورۂ فاتحہ پڑھیں اور اس کا ترجمہ اور مفہوم سوچتے رہیں، (سورہ فاتحہ مع ترجمہ پہلے آچکی ہے)

پہلی رکعت کی طرح ہر آیت کے مضمون کو دل و دماغ میں حاضر کرتے رہیں۔آمین تک۔

سورۃ اخلاص: اب سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ پڑھیں، مثلاً **قل هو الله احد** ''وہ معبود اللہ یکتا ہے''۔ دل و دماغ میں ہو کہ کوئی ان کے قریب کا بھی نہیں، وہ تمام عمدہ صفات اور پیدا کرنے، پالنے میں اکیلے ہیں، کوئی ان کے برابر تو کیا قریب کا بھی نہیں۔

الله الصمد ''اصل معبود ہیں، سب کی پناہ ہیں'' دل و دماغ میں یہ ہو کہ ان جیسا نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔**لم یلد ولم یولد** ''نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا''

دل ودماغ میں یہ ہو کہ سب چیزیں، کوئی کسی کی جنی ہوئی اور کوئی کسی کو جن رہی ہے۔

لیکن وہ ذات دونوں سے پاک ہے۔

ولم یکن له کفواً احد. ''اور کوئی ان کے برابر نہ ہوسکا'' دل ودماغ میں یہ رہے کہ جس قدر کمالات، بزرگیاں، بڑائیاں اور عمدہ صفات ان میں ہیں ان میں کوئی ان کے برابر نہیں ہوسکا۔

الله اکبر کہیں ''اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑے ہیں'' اور دل ودماغ میں اللہ تعالیٰ کو ہر بڑائی میں سب سے بڑا مانتے رہیں پھر **سبحان ربی العظیم** ''پاک ہے میرا رب جو سب سے عظمت والا ہے'' تین بار کہیں اور دل ودماغ میں ان کو ہر بڑے سے بڑا اور ہر وصف وکمال میں بڑا اقرار دیں۔ (شمارہ نمبر 52)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو دو رکعت نماز ایسی پڑھے گا کہ اپنے نفس سے اس میں بات نہ کرے گا تو اس کے لئے جنت واجب ہوگی''۔

اب خیال کیجئے! کہ جو شخص ساری نمازیں اسی طرح سے پڑھے گا تو وہ کیا بن جائے گا؟ اس جیسا کون ہوگا؟ اس لئے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ خوب جما لیجئے، اور ہر نماز اسی طرح ادا کیجئے تو وہ ہوگی اصلی نماز، یہ نماز جنت کی نماز ہوگی، تو آپ کیا بن جائیں گے؟ جنتی! اور جو مسلمان ویسا کرے گا وہ سب اصلی مسلمان بن جائیں گے، ایک شبہ کا جواب: شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ ایسی نماز پڑھیں تو ہم ساری رات اور سارے دن میں ایک ہی نماز پڑھ سکیں گے تو سب نمازوں سے بے نماز رہ کر بے نمازی کے عذاب میں ہمیشہ کیلئے مبتلا ہو جائیں گے تو سمجھ لیجئے کہ! یہ خیال شیطانی خیال ہے جو اس نے گناہ گار بنانے کیلئے بطور جال پھیلا یا ہے تو اس کے جال میں نہ آیئے۔

سنئے! پہلے پہلے ہر کام دیر میں ہوتا ہے اور خراب بھی ہوتا ہے، پھر رفتہ رفتہ روز بروز جلدی جلدی ہونے لگتا ہے اور ہر دن پچھلے دن سے بہتر ہوتا چلا جاتا ہے لکھنے میں پڑھنے میں خود تجربہ کیا ہوگا کہ اول اول تو ایک حرف لکھنا، پڑھنا مشکل ہوتا تھا، پھر صفحے کے صفحے ذرا دیر میں اور پہلے سے اچھی طرح پورے ہونے لگتے ہیں، ایسے ہی لوہار، بڑھائی، دھوبی،

معمار اور ہر کام کا کاریگر اول دیر سے اور مشکل سے کام کرتا ہے پھر ایک عرصہ بعد نہایت عمدہ اور درست جلدی جلدی کرنے لگتا ہے، یہی سب کاموں کا طریقہ ہے۔

لہٰذا آج ہی سے آپ یہ طریقہ اختیار کرنا شروع کردیجئے تو دیکھئے ہر روز پہلے سے زیادہ عمدہ اور کم وقت میں اول سے آخر تک نماز اصلی حاصل ہوجائے گی۔

چندروز کی مشکل ہے پھر بہت آسان، بہت عمدہ نماز اور پھر دین کا ہر کام اسی طرح عمدہ اور جلدی ہوجایا کریں گے (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ایک اعلان سب جگہ کے حکام کے پاس بھیجا تھا کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ مہتم بالشان نماز ہے، جو شخص اس کی حفاظت اور اس کا اہتمام کرے گا وہ دین کے اور اجزاء کا بھی اہتمام کرسکتا ہے اور جو اس کو ضائع کردے گا وہ دین کے اور اجزاء کو بھی ضائع کردے گا، پھر آنکھوں سے نظر آجائے گا کہ ہم خود سچے پکے مسلمان ہوگئے ہیں۔

غرض اس کیمیاوی نسخہ کی صرف چندروز کی مشق سے دنیا و دین دونوں سنور جائیں گے، اس سو فیصد کامیاب نسخہ میں نہ وقت زیادہ لگتا ہے نہ کوئی خرچہ پڑتا ہے اور دین، دنیا کا نفع، ملک کا نفع بلکہ سارے عالم کا نفع اس میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ اور نہایت پکا وعدہ کہ اس کے خلاف ہو نہیں سکتا یعنی جنت اگر قوت، عزت، دولت، جان محنت ختم کرکے بھی ملے تو بے حد سستی ہے ایسی چیز میں ہمت ہار جانا بدبختی اور نادانی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں سستی سے محفوظ رکھے۔

اجتماعی کوشش: اگر ہر محلّہ میں اس طرح سے کام کرنے والوں کی ایک جماعت ہوگئی جو نماز کا مفہوم دل ودماغ میں بٹھا کر اصلی نماز ادا کریں، اور زندگی میں گناہوں سے بچیں تو آپ صرف پاکستان کو ہی پاک در پاک نہیں بنادیں گے بلکہ ساری دنیا کے انسانوں اور حکومتوں کو حقیقی خدائی بندے اور پاک در پاک بنالیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا مسلمان بننے کی توفیق عطاء فرمائیں، آمین، تب پاکستان، پاکستان بن جائے گا، اس موجودہ حالت میں تو ''برعکس نہند نام زندگی کافور'' کی صورت ہورہی ہے ناپاک کو پاک کہا جارہا ہے۔

آیئے! ہم سب مل کر بہت عاجزی خشوع وخضوع سے اس کی پابندی کریں اور برابر ہر نماز کے بعد سب کے لئے سچے پکے مسلمان ہونے کی دعاء اور کوششیں کریں۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں، آمین۔ (شمارہ نمبر 53)

نماز کی ناقدری

نماز میں جو خیالات آتے ہیں بہت سے لوگ ان سے پریشان ہوتے ہیں اور ان خیالات کے نتیجے میں یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری یہ نماز تو اٹھک بیٹھک ہے، اس میں کوئی روح اور جان نہیں ہے...... یاد رکھئے، نماز کی ایسی بے قدری نہیں کرنی چاہئے، ارے یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، یہ تو اللہ کی نعمت ہے اور ان غیر اختیاری خیالات کی وجہ سے ان شاء اللہ گرفت نہیں ہوگی، البتہ اپنے اختیار سے خیالات مت لاؤ۔

امام غزالی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ

آپ بڑے درجہ کے عالم اور صوفی تھے، ان کے ایک بھائی تھے جو بالکل خالص صوفی مزاج کے آدمی تھے، امام غزالیؒ جب امامت فرماتے اور نماز پڑھاتے تو یہ بھائی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے، کسی نے ان کی والدہ سے شکایت کردی کہ یہ اپنے بھائی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، والدہ نے ان کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم اپنے بھائی کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کی نماز ہی کیا ہے، میں ان کے پیچھے کیسے نماز پڑھوں اس لئے کہ جب یہ نماز پڑھاتے ہیں تو اس وقت ان کا ذہن حیض ونفاس کے مسائل میں الجھا رہتا ہے اس لئے یہ گندی نماز ہے، میں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔

وہ بھی امام غزالیؒ کی والدہ تھیں، جواب میں فرمایا کہ تمہارا بھائی تو نماز کے اندر فقہی مسئلے سوچتا ہے اور نماز کے اندر فقہی مسئلے سوچنا جائز ہے اور تم نماز کے اندر اپنے بھائی کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہو اور یہ دیکھتے رہتے ہو کہ اس کی نماز صحیح ہے یا غلط؟ اور نماز کے اندر یہ کام یقینی طور پر حرام ہے، لہٰذا بتاؤ کہ وہ بہتر ہے یا تم بہتر ہو؟

نماز اور تعدیل ارکان

ایک شخص نے اپنے بیٹے سے کہا کہ گھبرانا مت، کمرۂ امتحان میں ہم نے تمہارا پرچہ حل کرنے کی تمام سہولتیں مہیا کردی ہیں، ساری کتابیں رکھوادی ہیں جس کتاب کو دیکھنا ہو دیکھ لینا، کئی طرح کے قلم رکھ دیئے ہیں ایک ٹوٹ جائے تو دوسرا استعمال کر لینا، ہر رنگ کی روشنائی ہے جو مرضی ہو استعمال کرنا، کئی کاپیاں ہیں، جتنی مرضی ہو لکھنا، نگراں ماسٹر سے بھی کہہ دیا ہے وہ تمہارے ساتھ سختی نہیں کرے گا۔

لیکن اس شخص کا بیٹا ان سہولتوں سے فائدہ نہیں اٹھارہا اور امتحان کے کمرہ میں بیٹھا وقت ضائع کررہا ہے، کبھی بیٹھا بیٹھا سو جاتا ہے، کبھی ادھر ادھر کمرے کے نقش ونگار دیکھنے لگتا ہے، اگر کچھ لکھتا بھی ہے تو جلدی جلدی گھسیٹ دیتا ہے نگران ماسٹر نے اس کی یہ لاپرواہی دیکھ کر سخت افسوس کیا اور اس سے جا کر پوچھا کہ یہ تیری لاپرواہی کیوں ہے؟ لڑکا کہنے لگا ہمیں تو یوں ہی پاس کردیا جائے گا کیا ضرورت ہے ہمیں لکھنے کی، ہمارا ممتحن بڑا رحم دل ہے۔

اللہ تعالیٰ بڑے رحیم ہیں: یہی حال اس شخص کا ہے جو نماز کو بے توجہی سے جلدی جلدی ادا کردیتا ہے، نہ تعدیل ارکان کی فکر کرتا ہے، نہ خشوع خضوع پیدا کرتا ہے، بلکہ اوپر سے یہ جواب دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے رحیم ہیں ہمیں یوں ہی بخش دیں گے نیز کہتا ہے کہ کوئی ہمارے اعمال پر بخشش تھوڑا ہی ہوگی وہ تو ان کی رحمت سے ہی ہوگی، بھلا اس سے کوئی پوچھے کہ جب بخشش کا دارومدار ان کی رحمت پر ہے تو پھر تیری اس ناقص نماز کی بھی کیا ضرورت تھی اس کو بھی نہ پڑھا ہوتا، معلوم ہوتا ہے کہ تیرا دل خود تسلیم کرتا ہے کہ جان بوجھ کر نماز کو ناقص پڑھنا تعدیل ارکان نہ بجالانا، خشوع وخضوع پیدا نہ کرنا غلط بات ہے۔ ہمیں جان ودل لگا کر نماز کو ادا کرنا چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ذراسی کمی کی وجہ سے آئندہ حاضری کا موقعہ ہی ہم سے چھین لیا جائے۔ (مولانا محمد صدیق صاحب الہ آبادی) (شمارہ نمبر 55)

بے نمازی کا انجام

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز

اس کیلئے قیامت کے دن نور ہوگی اور حساب پیش ہونے کے وقت حجت ہوگی، اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اس کیلئے قیامت کے دن نور نہ ہوگا اور نہ اس کے پاس کوئی حجت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ اس کا حشر فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (احمد)

فرعون، ہامان اور ابی خلف

فرعون کو ہر شخص جانتا ہے کہ کس درجہ کا کافر تھا حتیٰ کہ خدائی دعویٰ کیا تھا اور ہامان اس کے وزیر کا نام ہے اور ابی بن خلف مکہ کے مشرکین میں سے بڑا سخت دشمن اسلام تھا، ہجرت سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے اس کو بہت کچھ کھلاتا ہوں اس پر سوار ہوکر (نعوذ باللہ) تم کو قتل کروں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اس سے فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ میں ہی تجھ کو قتل کرونگا، احد کی لڑائی میں وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر وہ آج بچ گئے تو میری خیر نہیں، چنانچہ حملہ کے ارادہ سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گیا، صحابہؓ نے ارادہ بھی فرمایا کہ دور ہی سے اس کو نمٹادیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آنے دو، جب وہ قریب ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے ہاتھ میں سے برچھا لے کر اس کے مارا جو اس کی گردن پر لگا اور ہلکا سا خراش اس کی گردن پر آ گیا مگر اس کی وجہ سے، گھوڑے سے لڑھکتا ہوا گرا اور کئی مرتبہ گرا اور بھاگتا ہوا اپنے لشکر میں پہنچ گیا اور چلاتا تھا کہ خدا کی قسم مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کر دیا، کفار نے اس کو اطمینان دلایا کہ معمولی خراش ہے کوئی فکر کی بات نہیں، مگر وہ کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کرونگا، خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا، مجھ کو اس سے جس قدر تکلیف ہو رہی ہے لات وعزیٰ (دو مشہور بتوں کے نام ہیں) کی قسم اگر یہ تکلیف سارے حجاز والوں کو تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک ہو جائیں، چنانچہ مکہ مکرمہ پہنچنے سے ایک دن پہلے وہ راستہ ہی میں مر گیا (خمیس) ہم مسلمانوں کیلئے غیرت اور عبرت کا مقام ہے کہ ایک کافر، پکے کافر اور سخت دشمن کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے سچا ہونے کا اس قدر یقین ہو کہ اس کو اپنے مارے جانے میں ذرا بھی تردد

اور شک نہ تھا لیکن ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے سچا ماننے کے باوجود، محبت کے دعوے کے باوجود کتنے ارشادات پر عمل کرتے ہیں اور جن چیزوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب بتائے ہیں ان سے کتنا ڈرتے ہیں، کتنا کانپتے ہیں یہ ہر شخص کے اپنے ہی گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنے کی بات ہے کوئی دوسرا کسی کے متعلق کیا کہہ سکتا ہے۔

فرعون، ہامان کے ساتھ حشر ہونے کی وجہ

ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ فرعون، ھامان اور ابی بن خلف کے ساتھ حشر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اکثر انہی وجوہ سے نماز میں سستی ہوتی ہے، جوان لوگوں میں پائی جاتی ہیں، پس اگر اس کی وجہ مال ودولت کی کثرت ہے تو قارون کے ساتھ حشر ہوگا، اور اگر حکومت وسلطنت ہے تو فرعون کے ساتھ اور وزارت (یعنی ملازمت یا مصاحبت) ہے تو ہامان کے ساتھ اور تجارت ہے تو ابی بن خلف کے ساتھ، البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کو اپنے ایمان کی وجہ سے ایک نہ ایک دن عذاب سے خلاصی ہوجائے گی اور وہ لوگ ہمیشہ اس میں رہیں گے، لیکن خلاصی ہونے تک کا زمانہ کیا کچھ ہنسی کھیل ہے نہ معلوم کتنے ہزار برس ہوں گے۔ (حکایات صحابہؓ) (شمارہ نمبر 56)

قبولیت نماز کی نشانی: فرمایا: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر ایک حاضری میں بادشاہ ناراض ہوجائے تو کیا دوسری حاضری میں وہ دربار میں گھسنے دے گا؟ ہرگز نہیں، بس جب تم ایک مرتبہ نماز کے لئے مسجد میں آگئے اسکے بعد پھر توفیق ہوئی تو سمجھ لو کہ پہلی نماز قبول ہوگئی اور تم مقبول ہو۔ (از ملفوظات حکیم الامت) (شمارہ نمبر 56)

نماز اہم ترین عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل کرنے میں اکسیر کا درجہ رکھتی ہے، جس طرح ہماری خواہش ہوتی ہے کہ ہماری پوزیشن احباب میں ممتاز ہو اسی طرح حق تعالیٰ بھی پسند فرماتے ہیں کہ میرے بندے اچھی طرح نماز سیکھ کر مسنون طریقے پر ادا کریں، اس سلسلہ میں درج ذیل ضروری معلومات ہر مسلمان کو معلوم ہونے چاہئیں اور تعلیم الاسلام اور بہشتی زیور کا مطالعہ بھی نہایت مفید ہے۔ (مولانا محمد صادق صاحب، کراچی)

نماز کی ضروری معلومات

منفرد: اکیلے نماز پڑھنے والے کو منفرد کہتے ہیں۔

جماعت: کسی امام کے پیچھے سب لوگ مل کر اسکی اقتداء میں نماز پڑھیں اسے جماعت کہتے ہیں۔

امام: جس کے پیچھے اس کی اقتداء میں نماز پڑھی جائے، جو جماعت کرائے)

مقتدی: امام کے پیچھے اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے کو مقتدی کہتے ہیں۔

مدرک: جس شخص کو پوری نماز امام کی اقتداء میں مل جائے یا جو شروع سے آخر تک جماعت میں امام کی اقتداء میں شریک ہوا سے مدرک کہتے ہیں۔

مسبوق: جس شخص کی جماعت کی کچھ رکعتیں چھوٹ جائیں جسے وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مکمل کرتا ہے اس شخص کو مسبوق کہتے ہیں۔

لاحق: جو امام کے ساتھ اس کی اقتداء میں جماعت میں شریک تھا لیکن درمیان میں وضو ٹوٹ جانے کی وجہ سے جماعت سے نکل گیا اور نیا وضو کر کے دوبارہ جماعت میں شامل ہو جائے ایسے شخص کو لاحق کہتے ہیں۔

خلیفہ: امام نماز پڑھاتے ہوئے کسی عذر کی وجہ سے خود نماز توڑ کر چلا جائے اور اپنی جگہ کسی کو امام بنادے اس شخص کو خلیفہ کہتے ہیں۔

فرض: نماز کے وہ اعمال جن کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور نماز کو شروع سے دوبارہ پڑھنا پڑتا ہے، چاہے وہ عمل جان بوجھ کر چھوڑ دیئے ہوں یا بھول کر رہ گئے ہوں۔

واجب: نماز کے وہ اعمال جن کے بغیر نماز نامکمل رہتی اور ناقص ہوتی ہے لیکن اس کی تلافی کے لئے (اس نقصان کو پورا کرنے کیلئے) شریعت نے سجدۂ سہو بتلایا ہے اگر اسے ادا کر لیا جائے تو وہ نماز قبول ہو جاتی ہے۔

سنت: سنت اس کام اور عمل کو کہتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو یا صحابہؓ کو کرنے کا حکم فرمایا ہو، اس کی دو قسمیں ہیں سنت موکدہ اور سنت غیر موکدہ، سنت موکدہ اس کام کو کہتے ہیں جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو یا ہمیشہ کرنے کے لئے فرمایا ہو اور وہ کام ہمیشہ کیا گیا ہو اور بغیر عذر کبھی نہ چھوڑا ہو، ایسی سنتوں کو بغیر عذر چھوڑ دینا گناہ ہے اور چھوڑنے کی عادت بنالینا سخت گناہ ہے۔

سنت غیر موکدہ اس کام کو کہتے ہیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر کیا ہو لیکن کبھی

کبھی بغیر عذر چھوڑ بھی دیا ہو ان سنتوں کو ادا کرنے میں ثواب ہے اور چھوڑنے میں گناہ نہیں، انہیں مستحب بھی کہتے ہیں ان سنتوں کو سنن زوائد بھی کہتے ہیں۔

نفل: ان کاموں کو کہتے ہیں جن کی فضیلت شریعت میں ثابت ہو، ان کے کرنے میں ثواب اور چھوڑنے میں عذاب نہ ہو، اسے تطوع بھی کہتے ہیں اور اسی کو مباح بھی کہتے ہیں۔

حرام: اس کام کو کہتے ہیں جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اس کو کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے اس کا منکر کافر ہے۔

مکروہ تحریمی: مکروہ تحریمی اس کام کو کہتے ہیں جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر نہیں اس کام کو کرنے والا گنہگار رہوتا ہے۔ (شمارہ نمبر 57)

حرام: اس کام کو کہتے ہیں جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اس کو کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے اس کا منکر کافر ہے۔

مکروہ تحریمی: اس کام کو کہتے ہیں جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر نہیں اس کام کو کرنے والا گنہگار رہوتا ہے۔

مکروہ تنزیہی: اس کام کو کہتے ہیں جس کے چھوڑنے میں ثواب ہے اور کرنے میں عذاب تو نہیں لیکن اس کا کرنا ناپسندیدہ ہونے کی وجہ سے ایک قسم کی برائی ہے۔

اذان: پنج وقتہ نمازوں کے اوقات کے اعلان کے لئے مخصوص کلمات بلند آواز سے پکارے جاتے ہیں ان کلمات کو اذان کہتے ہیں، یہ کلمات مخصوص ہیں ان کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ ناجائز ہوگا، ان کلمات میں بھی کسی قسم کا اضافہ بدعت کہلائے گا۔

مؤذن: اذان دینے والے کو موذن کہتے ہیں۔

تکبیر: جماعت شروع ہونے سے پہلے ادا کئے جانے والے مخصوص کلمات کو تکبیر کہتے ہیں اس کے علاوہ کے کلمات کا ادا کرنا صحیح نہیں، اس کو اقامت بھی کہتے ہیں۔

مکبر: تکبیر کہنے والے کو مکبر کہتے ہیں۔

نیت: دل کے ارادے کو نیت کہتے ہیں نماز شروع کرنے سے پہلے دل کے اندر یہ ارادہ ہونا چاہئے کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے، زبان سے کہنا بہتر ہے ضروری نہیں۔

تکبیر تحریمہ: نماز شروع کرنے کی پہلی تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنے کو تکبیر کہتے ہیں اس کو اتنی آواز سے کہنا چاہیئے کہ خود سن لے۔

قیام: تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد نماز کی حالت میں سیدھا سکون اور وقار سے کھڑے ہونے کو قیام کہتے ہیں۔

قرأت: نماز کی حالت میں قیام کے اندر مطلق قرآن پڑھنے کو قرأت کہتے ہیں۔

رکوع: رکوع کے معنیٰ ہیں جھکنا، نماز کی حالت میں قیام میں قرأت مکمل کرنے کے بعد اتنا جھکیں کے سر اور کمر ایک سیدھ میں آجائیں ہتھیلیوں سے گھٹنے پکڑ لیں اور کہنیاں پسلیوں سے جدا رہیں اس شکل کو رکوع کہتے ہیں اور یہ حکم مردوں کے لئے ہے، عورتیں اتنا جھکیں کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں اور ان کی کہنیاں پسلیوں سے ملی رہیں۔

قومہ: رکوع سے فارغ ہونے کے بعد سیدھا سکون ووقار سے کھڑے ہونے کا نام قومہ ہے۔

سجدہ: دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے، پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھنے سے جو شکل بنتی ہے، اس کو سجدہ کہتے ہیں۔ (شمارہ نمبر 58)

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اگر ہم اپنے ایمان اور اسلام کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں اور دنیا وآخرت کے خسران سے بچنا چاہتے ہیں تو جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے ہمارے دین کی حفاظت کیلئے بتایا ہے اور اسے ہمارے لئے قوی ومستحکم قلعہ بنایا ہے اس کو عمل میں لاؤ اور وہ ہے نماز۔

فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ وصال کے وقت آخری وصیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کیلئے فرمائی وہ یہ تھی **الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملک ایمانکم** یعنی نماز کی پابندی کرو اور اپنے ماتحتوں کا خیال رکھو یہ بات دو مرتبہ ارشاد فرمائی اس سے نماز کی اہمیت کا اندازہ لگایئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری وقت میں نماز ہی کی تاکید فرمارہے ہیں معلوم ہوا کہ ہمارا ایمان ''صلوٰۃ'' ہی کی پابندی سے محفوظ ہے، اس کی بڑی قدر کرو۔

فرمایا: کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ صبح کی نماز نہیں بن پڑتی تو بھائی! اس میں قصور کس کا ہے، جب تم رات کے بارے بجے تک اپنی تفریحات ولغویات میں مشغول رہو گے تو پھر صبح کیسے آنکھ کھلے گی۔

فرمایا: کہ نماز ترک کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے یہ اللہ جل شانہ کی حکم عدولی ہے

دنیا میں بھی اس کا وبال بھگتنا پڑتا ہے اور آخرت میں اس کی بڑی سنگین سزا ہے اپنے وقت کا انضباط کرلو، ان شاء اللہ اس سے بڑی برکت ہوتی ہے اور سب ضروری کام آسانی سے ہوجاتے ہیں اور نمازیں وقت کی پابندی کے ساتھ ہوتی رہتی ہیں اور دل میں سکون رہتا ہے۔

فرمایا کہ ایک نکتہ کی بات ہے کہ اہتمام کرکے اگر ایک سجدہ بھی اخلاص سے کرلیا تو پوری نماز مقبول ہوجائے گی، اخلاص پر فرمایا کہ بس استحضار کہ میرا یہ سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے فرمایا کہ اگر نماز کا آخری جزو بھی ایسے اخلاص سے ہوگیا تو بھی پوری نماز مقبول ہے۔

فرمایا ایک دفعہ نماز میں امام کو سہو ہوگیا، سلام پھیر کر انہوں نے موذن سے پوچھا کیا بے وضو اذان دے دی تھی اللہ اللہ یہ لوگ تھے طہارت کامل والے ان کی نظر کہاں تک پہنچتی تھی ان کے ادراکات کس درجہ لطیف تھے میں نے جو کچھ سنا ہے اپنے حضرت (حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ) سے ہی سنا ہے ان ہی کے فیض کا اثر ہے حضرت صدیق اکبرؓ سے لے کر قیامت تک مسلمانوں کو جو کچھ ملا ہے وہ نماز میں ہی ملا ہے اور جو ملے گا نماز میں ملے گا، نماز کی حالت سجدہ میں بندہ کا سر خدائے پاک کے قدموں میں ہوتا ہے اس حالت سے بڑھ کر اور کیا حالت ہوگی، یہی معراج مومن ہے، جب اللہ کا قرب حاصل ہوگیا تو جو کچھ بھی ملے وہ کم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ پاک کی تین باتیں ہوئیں، اللہ پاک نے فرمایا میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔ (شمارہ نمبر 59)

مستحبات کی اہمیت

فرمایا: کہ ''مستحب'' لفظ ''حب'' سے بنا ہے جس کے معنی محبت کے ہیں لہذا مستحب وہ عمل ہوگا جس پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے سے بندہ اللہ کا محبوب ہوجائے گا اور محبت کی خاصیت ہے کہ وہ دونوں جانب سے ہوتی ہے اس لئے بندہ محبّ بھی ہوجائے گا، گویا مستحبات پر عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور محبوبیت دونوں حاصل ہوجائیں گے اور جس کو اللہ کی محبت حاصل ہوجائے اور وہ خود بھی اللہ کا محبوب بندہ بن جائے تو اس سے بڑا اعزاز عالم امکان میں کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔

فرمایا: کہ کسی بھی مستحب کو چھوڑنا نہ چاہئے کہ اس سے محرومی کا اندیشہ ہے۔

خصوصاً مستحب کو ادنیٰ اور معمولی بات سمجھ کر چھوڑ دینا تو بڑی خطرناک بات ہے اگر مستحب پر عمل کرنے سے کوئی عذر معقول پیش آجائے تو جس قدر بھی آسانی سے ممکن ہو اتنا ہی عمل کرلیا جائے، چھوڑا نہ جائے۔

فرمایا: کہ بزرگوں کا قول ہے کہ مستحبات ترک کرنے والا رفتہ رفتہ سنتوں کو ترک کر بیٹھتا ہے اور سنتوں کو چھوڑ دینا واجب کے چھوڑ دینے کا پیش خیمہ ہے اور واجبات کو چھوڑنے والا کسی نہ کسی وقت فرائض کو چھوڑ بیٹھے گا جو اسکے لئے دنیا و آخرت میں ہلاکت کا سبب ہے۔

فرمایا: کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی تو ہر مسلمان کے ذمے لازم ہی ہے اور وہ حق عبدیت ہے لیکن نوافل و مستحبات حق محبت ہیں اور ان کی کبھی ناقدری نہیں کرنی چاہئے بلکہ حتی الوسع ان کی انجام دہی کا اہتمام کرنا چاہئے۔

فرمایا: کہ بعض لوگ مستحبات کو اس لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ فرض و واجب نہیں، میں کہتا ہوں فرض و واجب نہیں مستحب تو ہیں مستحبات کرنے کیلئے ہوتے ہیں یا چھوڑنے کیلئے؟ یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ مستحبات چھوڑنے کیلئے ہوتے ہیں؟ یہ مستحبات تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا عطیہ ہیں، دیکھیے یہ لفظ ''مستحب''، ''حب'' سے بنا ہے، جس چیز کا مادہ اشتقاق ہی ''حب'' ہو وہ معمولی چیز کیسے ہوسکتی ہے؟

فرمایا: کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے اور مستحبات پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے، مستحبات پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے، مستحبات کو معمولی چیز سمجھ کر ان میں سستی نہ کرنی چاہئے، مثلاً تحیۃ المسجد اور ماثور دعائیں وغیرہ، جب تک ان امور کا اہتمام نہ ہوگا، آپ نہ سالک ہوسکتے ہیں نہ صوفی۔

ایک واقعہ: شیخ الاسلام مولانا تقی عثمانی مدظلہ لکھتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مکان سے دارالعلوم کے ایک اجلاس میں شرکت کیلئے تشریف لائے، اجلاس مغرب کے متصل بعد ہونا تھا، مغرب کا وقت راستے ہی میں ہوگیا اور ہم نے راستے کی ایک مسجد میں مغرب کی نماز پڑھ لی چونکہ اجلاس میں شرکت کی جلدی تھی، اس لئے صرف سنت مؤکدہ پر اکتفاء کرلیا اور صلوٰۃ الاوابین پڑھے بغیر روانہ ہوگئے (اوابین ان چھ رکعات پر مشتمل نوافل کو کہتے ہیں جو مغرب کے بعد پڑھے جاتے ہیں اور ان کی بڑی فضیلت آئی ہے)

اجلاس کے اختتام پر وہیں عشاء کی نماز پڑھی نماز کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے پوچھا کہ تقی میاں آج اوابین کا کیا ہوا؟ احقر نے عرض کیا کہ حضرت آج جلدی کی وجہ سے رہ گئیں، فرمایا کہ کیوں رہ گئیں اس وقت نہ پڑھ سکتے تھے تو عشاء کے بعد پڑھ لیتے، آج مجھ سے بھی اپنے وقت پر اوابین ادا نہ ہو سکی تھیں لیکن الحمد للہ میں نے عشاء کے بعد چھ رکعات مزید بطور تلافی ادا کیں اور معمولاً ایسا ہی کرتا ہوں۔ (مآثر عارفی) (شمارہ نمبر 60)

مسجد کا پیغام

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے رابطہ اسلامی کی کانفرنس ''رسالۃ المسجد'' میں ایک عربی مقالہ پیش کیا تھا، اس کا ترجمہ خطبات مفتی اعظم سے قارئین کی نذر کر رہے ہیں۔

اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ موجودہ دور میں ہم مسلمانوں پر شدید قسم کی غفلت اور بے عملی مسلط ہو گئی ہے اور اس بے عملی کا تعلق کسی خاص شعبہ حیات سے نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں ہم اپنے فرائض سے مجرمانہ غفلت برت رہے ہیں ہم میں دین و دیانت کا داعیہ کمزور ہو چکا ہے، اسلام کا پرچم سربلند کرنے کے لئے ہماری ہمتیں پست ہو گئی ہیں ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کے انوار مدھم ہو گئے ہیں اور ہر تبلیغ اسلام کا وہ جذبہ بے تاب کھو چکے ہیں جس نے روئے زمین کے ہر گوشے پر اسلام کا جھنڈا لہرا کر چھوڑا تھا۔

اسی عمومی دینی انحطاط کا ایک چھوٹا سا شعبہ یہ بھی ہے کہ ہم نے مساجد کا حق ادا کرنے اور اس کے پیغام کی نشر و اشاعت میں اس حد تک غفلت سے کام لیا ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صادق نہ آ رہا ہو کہ:

مساجد هم عامرة وهي خراب. ''ان کی مسجدیں (ظاہری طور پر) آباد ہوں گی لیکن (درحقیقت) ویران''

یہ بات کسی بھی مسلمان سے مخفی نہیں ہو سکتی کہ مساجد درحقیقت روئے زمین پر اللہ کے گھر ہیں اور ان میں نمازیں ادا کی جاتی ہیں لیکن جب ہم قرآن کریم، سنت نبویہ، خیر القرون کے تعامل اور سلف صالحین کے طرز پر غور کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ اس دور کی مسجدیں درحقیقت مسلمانوں کے روحانی مراکز کی حیثیت رکھتی تھیں، انہی مسجدوں میں اللہ

تعالٰی کا ذکر ہوتا تھا انہیں میں نمازیں پڑھی جاتی تھیں، انہی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا ہوتا تھا۔ انہی میں قرآن وسنت کی تعلیم دی جاتی تھی انہی میں اسلام کی طرف دعوت کا اہتمام ہوتا تھا انہی میں نوخیز نسل کو صحیح اسلامی تربیت دی جاتی تھی یہیں سے جان ومال سے بے پرواہ ہوکر کلمہ حق کہا جاتا تھا، یہیں پر مسلمانوں کے باطنی تزکیہ کا انتظام ہوتا تھا، یہیں ان کے اخلاق سنوارے جاتے تھے، یہیں پر ذہنوں کو دینی خطوط پر استوار کیا جاتا تھا اور یہیں سے دعوت اسلامی کے وہ سپاہی نمودار ہوتے تھے جو صرف زبان اور باتوں سے نہیں بلکہ اپنی ایک ایک نقل وحرکت اور ایک ایک ادا سے اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔

یہ سارے کام مسجد میں اس سرگرمی سے انجام دیئے جاتے تھے کہ ہر مسجد اپنے محلّہ کے لئے ہر بھلائی کا منبع اور ہر ہدایت کا سرچشمہ بن گئی تھی جو مسلمانوں میں خالص دینی روح پھونکتی تھی اور ان میں ایسی دینی غیرت وحمیت پیدا کردیتی تھی کہ وہ نہ کبھی کسی بیرونی ترغیب و ترہیب کے آگے سر جھکانے کے لئے تیار تھے اور نہ کسی باطل نظریہ وعمل کو اپنانے کا خیال ان کے دل میں آسکتا تھا خواہ اس باطل نظریہ وعمل کا ظاہری روکار کتنا دلکش ہو اور خواہ ساری دنیا اس کی شہرت اور رواج سے کتنی گونج رہی ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہم مختصر لفظوں میں ''مسجد کے پیغام'' کو تعبیر کرنا چاہیں تو وہ ہے دعوت الی اللہ، کلمہ حق کی نشر واشاعت، خالص اسلامی ذہنیت کی تعمیر، اور ایک ایسی عام دینی اور روحانی فضاء کا قیام جس میں نیکیوں کو خود بخود فروغ ہو اور برائیاں اپنی موت آپ مرجائیں۔

ہوسکتا ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ سارے کام تو آج بھی مسجدوں میں ہورہے ہیں، یہاں نمازیں بھی پابندی سے ہوتی ہیں ہر جمعہ کو ان کے منبروں سے وعظ و نصیحت بھی کی جاتی ہے اور یہاں عموماً بچوں کی تعلیم کے مراکز بھی موجود ہیں اور یہ سارے کام ماضی کی طرح اب بھی مسلسل انجام پارہے ہیں، تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ آج کل مساجد کے اصحاب حل وعقد اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوگئے ہیں۔

اس سوال کا جواب کلی طور پر نفی میں ہے اول تو اس لئے کہ جن مساجد میں یہ سارے کام قابل ذکر اہتمام کے ساتھ ہوتے ہوں ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے دوسرے اس لئے کہ جو

حضرات اپنی مسجدوں میں ان دینی خدمات کا اہتمام کرتے ہیں عام طور سے وہ یہ سارے کام رسمی طور پر انجام دیتے ہیں جو عموماً اپنی حقیقت اور روح سے خالی ہوتے ہیں، یہاں سے عموماً چند بے اثر کلمات سنائی دیتے ہیں جو صرف کانوں تک پہنچتے ہیں دل میں داخل نہیں ہوتے۔

اور اس صورتحال کے دو اسباب ہیں۔

پہلا سبب یہ ہے کہ جو حضرات آج کل کی مساجد سے دعوت وتبلیغ وتعلیم وتدریس کا کام کرتے ہیں ان کی بھاری تعداد، الا ماشاء اللہ یہ کام سچے دینی جذبے سے انجام نہیں دیتی بلکہ بسا اوقات ان حضرات میں دین کے صحیح علم اور ٹھیٹھ اسلامی تربیت کا بھی فقدان ہوتا ہے۔

اور دوسرا سبب یہ ہے کہ مسجدوں کی دعوت اس وقت ٹھیک ٹھیک اثر انداز ہوسکتی ہے کہ جب مسجدوں اور عوام کے درمیان ایک مضبوط رشتہ اور متواتر رابطہ قائم ہو، خیر القرون میں ائمہ کے وعظ ونصیحت کے مؤثر ہونے کا ایک بہت بڑا راز یہ بھی تھا جو آج کلیتاً مفقود ہے، آج ہمارے آئمہ مساجد اور محلے کے عوام کے درمیان کوئی ایسا رابطہ باقی نہیں رہا جو اسلامی دعوت کی راہ ہموار کرسکے، جو کچھ رابطہ ہے وہ انتہائی کمزور ہے، جو دن بھر میں چند منٹ سے زیادہ قائم نہیں رہتا اور یہ چند منٹ کا رابطہ بھی محلے کی اقلیت کے ساتھ قائم ہوتا ہے رہی محلے کی اکثر آبادی سو وہ اپنے امام کی صورت بھی نہیں پہچانتی چہ جائیکہ اس کے ساتھ کوئی تعلق قائم کرے اور جب تک یہ صورت حال تبدیل نہ ہو اس وقت تک مساجد کی دعوت کے مؤثر ہونے کی کوئی امید نہیں کی جاسکتی اور نہ مساجد کے وہ فوائد حاصل ہوسکتے ہیں جو ماضی میں حاصل ہوتے رہے ہیں۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں ''مسجد کے پیغام'' کو زندہ کرنے کیلئے مندرجہ ذیل تجویزیں احقر کے ذہن میں ہیں۔(خطبات مفتی اعظم) (از افادات: حضرت مولانا مفتی اعظم محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ شمارہ نمبر 51)

''مسجد کے پیغام'' کو زندہ کرنے کیلئے اہم تجاویز

1۔ائمہ مساجد ایسے علمائے میں سے منتخب کئے جائیں جنہوں نے اسلامی علوم کو ماہر اساتذہ سے حاصل کیا ہو یا وہ ایسی دینی درسگاہوں سے فارغ التحصیل ہوں جن کے معیار

تعلیم وتربیت پر عام طور سے اعتماد کیا جاتا ہے۔

2۔ ہر مسجد میں ایک ایسی انجمن ہونی چاہیئے جو امام مسجد اور محلے کے عوام پر مشتمل ہو، یہ انجمن دعوت تبلیغ کے لئے ایک عملی نظام بنائے اس نظام کے تحت یہ سب لوگ ہر روز یا ہر ہفتے محلے کی عوام کے پاس جا کر ان سے شخصی ملاقاتیں کر کے انہیں نمازوں کی پابندی اور مسجدوں کو حاضری کی دعوت دیں نیکیوں کی ترغیب دیں اور برائیوں سے باز رہنے کی تلقین کریں لیکن یہ سارا کام نرمی، محبت وشفقت اور حکمت وموعظہ حسنہ کے اصول پر ہونا چاہیئے۔

نیز اس انجمن کے افراد کو چاہیئے کہ وہ محلے کے عوام کی مشکلات ومسائل سے باخبر ہوں اور ان کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اپنا کام کریں اور سب سے بڑھ کر اس کام کے لئے سچی دینی لگن اور حقیقی تڑپ کی ضرورت ہے جو کسی بھی مرحلہ پر اکتاہٹ، تھکن اور سستی سے آشنا نہ ہو، انبیاء علیہم السلام کی سنت یہی ہے کہ انہوں نے اس کام میں اپنی پوری پوری عمریں خرچ کر دیں نہ کبھی اس سے اکتائے اور نہ مایوس ہوئے نہ انہوں نے مذاق اڑانے والوں کی پرواہ کی، نہ برا بھلا کہنے والوں کو خاطر میں لائے، بلکہ مسلسل اپنے کام میں لگے رہے، دراصل یہی وہ دعوت ہے جس کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے: وذکر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین (اور نصیحت کرو کیونکہ نصیحت مومنین کو نفع پہنچاتی ہے)

3۔ ہر مسجد میں روزانہ مختصر درس قرآن ہونا چاہیئے جس میں عام مسلمان شریک ہوں اس درس میں قرآن کریم کی تعلیمات سادہ اور عام فہم انداز میں بیان کی جائیں اور اس میں طویل فنی بحثیں یا علمی اختلافات نہ چھیڑے جائیں۔

4۔ امام مسجد کو چاہیئے کہ وہ ایک دن عورتوں کی تعلیم کے لئے مقرر کرے خواتین محلے کے کسی گھر میں جمع ہوں اور امام ان کو نصیحت کرے، انہیں دین کے ضروری احکام سکھائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہراتؓ کے حالات اور تاریخ اسلام کے چیدہ چیدہ واقعات سنائے۔

5۔ ائمہ مساجد کو تمام مسلمان حکومتوں کی طرف سے مکمل آزادی ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے مواعظ خطبوں اور درس قرآن وغیرہ میں کسی خوف وخطر کے بغیر دین کی صحیح تعلیمات بیان کریں خواہ وہ کسی فرد یا جماعت کے خلاف پڑتی ہوں۔

6۔ ہر مسجد میں ایک مختصر دار المطالعہ ہونا چاہئے جس میں مقامی زبان میں لکھی ہوئی دینی کتابوں کا مستند ذخیرہ موجود ہو اور عام مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں، اگر ہم ان تجاویز پر ٹھیک ٹھیک عمل کرنے میں کامیاب ہوگئے تو امید ہے کہ ان شاء اللہ مساجد میں وہ فوائد دوبارہ حاصل ہوسکیں گے جو ماضی میں حاصل ہوئے ہیں، لیکن ہم ان سے محروم ہیں۔

آخر میں ایک اور اہم بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کے بعض حلقے بسا اوقات پورے اخلاص سے یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ مسجدوں کو مختلف اجتماعی اور معاشرتی سرگرمیوں کا مرکز بنا دینا چاہئے مثلاً تجویز یہ ہے کہ مسجدوں میں ہسپتال ہو، شادی گھر ہو، ان میں بعض کھیلوں کا انتظام ہو، یا ان میں کچھ میونسپل ادارے قائم کئے جائیں۔

لیکن مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ یہ تجویز خواہ کتنے اخلاص اور خیر طلبی کے جذبے سے پیش کی گئی ہو، اسلام کے مزاج و مذاق اور مساجد کی حرمت سے کسی طرح میل کھانے والی نہیں ہے بلکہ مساجد کے اصل مقصد تعمیر کو مجروح کرنے کا باعث ہوگی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان کی دنیا بھی دین ہوتی ہے اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اسلام رہبانیت کا دین نہیں یہ بھی سچ ہے کہ اسلام صرف عبادات ہی نہیں سکھاتا بلکہ اس میں معاملات کی بھی تعلیم و تلقین ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ایک موضوع کو دوسرے موضوع میں خلط ملط کردیا جائے باہم تقسیم کار کے اصول کا انکار کر بیٹھیں یا ہم ایک چیز کے وظائف و فرائض کو کسی دوسری چیز کے سر ڈال دیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مساجد کا موضوع اور ان کا مقصد تعمیر وہی ہے جو ہم نے شروع میں بیان کیا اور مسجدیں کسی دوسرے کام کے لئے وضع نہیں ہوئیں خواہ وہ عمل فی نفسہ مباح (یعنی جس کا کرنا یا نہ کرنا برابر ہو) یا مستحسن (پسندیدہ) ہو مشہور و معروف حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں کسی گمشدہ چیز کی تلاش کا اعلان کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ ایسے شخص سے کہہ دو: **لا ردھا علیک فان المساجد لم تبن لھذا۔** ''اللہ یہ چیز تمہیں واپس نہ کرے، اس لئے کہ مسجدیں اس کام کے لئے وضع نہیں ہوئیں''۔

ظاہر ہے کہ اپنی کسی گمشدہ چیز کو تلاش کرنا کوئی حرام یا مکروہ نہیں مباح کام ہے، بلکہ

بسا اوقات مستحب ہے لیکن ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئیں۔

بعض حضرات ان واقعات سے استدلال کرتے ہیں کہ بعض اوقات مسجدوں میں مریضوں کا علاج بھی کیا گیا ہے، وہاں سے لشکر بھی تیار کر کے بھیجے گئے ہیں وہاں مقدمات کے فیصلے بھی ہوئے ہیں لیکن درحقیقت یہ سارے کام مسجدوں میں جب بھی کئے گئے وقتی اور ہنگامی ضرورت کیلئے کئے گئے ان کو عام معمول بنانے کے لئے نہیں جو مسجد کو مستقل طور سے ہسپتال یا عدالت بنانے کی گنجائش پیدا کرسکیں، اس کی واضح مثال یہ ہے کہ وقتی ضرورت کے تحت حضرت ثمامہ بن اثال کو مسجد نبویؐ کے ستون سے باندھ کر گرفتار بھی رکھا گیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب کون نکال سکتا ہے کہ آئندہ مسجدوں کو مستقل جیل یا قید خانہ بنا دینا چاہئے دراصل یہ سارے کام وقتی اور ہنگامی ضروریات کے تحت انجام دیئے گئے ہیں اور آج بھی ایسی ہنگامی صورتحال میں مسجدوں سے یہ کام لیا جاسکتا ہے، لیکن ان کاموں کو مساجد کے مستقل وظائف و مقاصد میں شامل کر لینا مغالطہ انگیز خلط مبحث ہے اور دین و شریعت کے لحاظ سے کسی طرح درست نہیں۔ (از افادات: حضرت مولانا مفتی اعظم محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ شمارہ نمبر 52)

دربار الٰہی میں حاضری کے آداب سیکھئے

ایک شخص اپنے ساتھ کچھ رقم لے کر گھر سے باہر نکلتا ہے، کوئی جیب تراش یا راہزن گھات میں لگا رہتا ہے، جہاں اسے موقعہ ملتا ہے، ہاتھ کی صفائی دکھا کر اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ گھر سے نماز ادا کرنے کے لئے نکلے ہیں تو آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ کا رخ مسجد کی طرف ہے اور یہ مساجد اللہ رب العزت کے دربار ہیں، شاہی دربار میں پہنچ کر بندہ اپنے رب کے حضور میں پیش ہوتا ہے۔ فان المصلی ینا جی ربہ (بخاری شریف)

احکم الحاکمین کی حمد وثناء کے نغمے زبان پر لاتا ہے اس کی عظمت و کبریائی کے بیان کے ساتھ اس کی تسبیح وتقدیس کرتا ہے کبھی دست بستہ اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے کبھی جھک کر آداب شاہی بجالاتا ہے اور کبھی جبین نیاز زمین پر ٹیک کر اپنی بندگی کا اعتراف کرتا ہے، بندہ اور کر ہی کیا سکتا ہے؟ بس یہی دو چار مرتبہ کی اٹھک بیٹھک ہے، جس سے وہ اپنے عجز و

نیاز کا اظہار کرتا ہے اور پھر باادب گھٹنے ٹیک کر بیٹھتا ہے اور یوں عرض گزار ہوتا ہے، مولا! میری کیا بساط ہے کہ بندگی کا حق ادا کرسکوں؟ بس تمام قولی بدنی اور مالی عبادتیں، تیری ہی نذر ہیں، میں تیرا ہی پرستار اور تیرے محبوب کا نام لیوا ہوں۔

کہ من نیز از خریداران اویم ہمینم بس کہ داند ماہر ویم

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ نماز میں بندہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھا کر گویا اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ اے اللہ! میں ہر دو عالم سے دست بردار ہو کر تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہوں اور جب اخیر میں سلام پھیرتا ہے تو گویا وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ کسی اور دنیا سے واپس اس دنیا میں آ گیا ہے۔

بہر حال جو بندہ اس طرح کے جذبات کے ساتھ نماز ادا کر کے مسجد سے باہر آتا ہے تو شہنشاہ مطلق کی طرف سے ایک تو اسے خطاؤں کی بخشش کا پروانہ ملتا ہے، دوسرا رب کی خوشنودی اور حسنات ودرجات کی ترقی کا۔

کیا آپ نے کبھی یہ سوچا ہے کہ آپ مسجد کی طرف روانہ ہوتے ہیں تو آپ کا ازلی دشمن شیطان آپ کے ہمراہ ہو لیتا ہے اس کی پہلی کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ آپ راستے ہی سے واپس آجائیں، اگر آپ اندر داخل ہو کر ''رکوع کرنے والوں'' کے گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں تو پھر وہ دوسرے حربوں سے کام لیتا ہے، ایک ایک رکن میں رخنہ اندازی کی سعی کرتا ہے جماعت میں کہیں خلل (درمیان میں خالی جگہ) دیکھتا ہے تو وہاں سے گھس کر نمازیوں کے اتحاد اور محبت کو پامال کرتا ہے، کبھی قرأت میں مغالطہ ڈال دیتا ہے، کبھی رکعتوں کی تعداد بھلوا دیتا ہے، کبھی وسوسے ڈال کر دلجمعی اور یکسوئی کو ختم کر دیتا ہے وغیرہ وغیرہ، شیطانی مشینری کا وہ کارندہ جو جو لوگوں کی نمازیں خراب کرنے پر تعینات ہے، حدیث شریف میں اس کا نام خنزب بتایا گیا ہے، بہر حال وہ ظالم جس نے بہشت سے نکلتے یہ کہا تھا: ''(اے اللہ!) میں بھی گھات لگا کر تیری سیدھی راہ میں بیٹھ جاؤں گا، پھر (ان کو گمراہ کرنے کے لئے) ان کے آگے سے آؤں گا، پیچھے سے آؤں گا، دائیں طرف سے آؤں گا، بائیں طرف سے آؤں گا''۔

وہ پوری کوشش میں لگا رہتا ہے کہ آدم علیہ السلام کا بیٹا بامراد اور کامیاب واپس نہ جائے نماز کے ثمرات میں سے اسے کچھ حاصل نہ ہو، چنانچہ تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام

پھیرنے تک ہر مرحلے میں اس کی دسیسہ کاریوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اس لئے میں اپنے ملی بھائیوں کی خدمت میں عرض گزار ہوں کہ آپ اپنی نمازیں درست کیجئے، اگر آپ اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے آداب جانتے ہیں تو ان پر عمل کیجئے، نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ کر، کتابیں پڑھ کر معلوم کیجئے، اگر آپ نماز کے ساتھ دین کے دوسرے احکام پر بھی عمل پیرا ہیں تو بڑی خوشی کی بات ہے، ورنہ تو یہ خیال نہ کیجئے کہ اور تو کچھ ہوتا نہیں، اس نماز پڑھنے کا کیا فائدہ؟ یہ انداز فکر بجائے خود ایک شیطانی چکر ہے، آپ اس سے بچ کر رہئے، آپ خدا کے حضور پیش ہو کر تو دیکھئے، آپ کی ادائیں مالک کو پسند آگئیں تو وہ بار بار آپ کو شرف باریابی سے سرفراز فرمائیں گے۔

نماز کے مسائل یوں تو بہت زیادہ ہیں اور ان پر بڑی بڑی کتابیں لکھی ہوئی ہیں، آج کی فرصت میں ہم تین مسائل کا ذکر کرتے ہیں، جن سے عوام تو بجائے خود رہے، بہت سے خواص بھی بے خبر یا غافل ہیں۔

پہلا مسئلہ: یہ آغاز نماز سے تعلق رکھتا ہے، جب آدمی نماز شروع کرتا ہے تو تکبیر تحریمہ (یعنی اللہ اکبر) کہتا ہے یہ تکبیر کہنا نماز کا پہلا رکن اور فرض ہے اور بحالت قیام اس کا ادا کرنا ضروری ہے یعنی کھڑے کھڑے کہے یا کم از کم رکوع تک پہنچنے سے پہلے ختم کرلے، یہ جو عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک شخص مسجد میں آتا ہے، آگے جماعت ہورہی ہے، امام رکوع میں ہے وہ شخص رکوع میں جاتے جاتے تکبیر تحریمہ کہہ لیتا ہے، اگر اس کی تکبیر رکوع میں پہنچ کر ختم ہوئی تو اس کی نماز نہ ہوئی، امداد الفتاویٰ میں ہے:

''تکبیر تحریمہ میں قیام فرض ہے، یہ جو عادت ہے کہ اللہ اکبر کے ساتھ اول ہی سے رکوع میں پہنچ جاتے ہیں، ان لوگوں کی نماز نہیں ہوتی''۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ صف میں کھڑا ہو کر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہے، پھر ہاتھ باندھ لے، دوبارہ تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے، تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ لینا اور رکوع میں جانے کے لئے تکبیر کہنا فرض تو نہیں ہے بلکہ یہ دونوں کام سنت ہیں، صرف تکبیر تحریمہ کھڑے کھڑے کہنا فرض ہے لیکن نماز کی تکمیل یوں ہی ہوتی ہے کہ سنتوں پر بھی عمل کیا جائے، زیادہ تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ وھذا القدر کاف ھھنا.

دوسرا مسئلہ: نماز میں رکوع سے اٹھ کر کھڑا ہونے کو قومہ کہا جاتا ہے اور پہلے سجدہ

سے اٹھ کر بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں، اول تو بہت سے لوگ رکوع سجود ہی صحیح طرح سے ادا نہیں کرتے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ لوگوں میں بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز میں سے چوری کرلیتا ہے، صحابہؓ نے پوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نماز میں کیسے چوری کرلیتا ہے، فرمایا: وہ رکوع، سجود پورا نہیں کرتا۔ (مشکوٰۃ شریف)

تعدیل ارکان یعنی رکوع سجود کو اچھی طرح اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے اور بعض ائمہ دین نے اسے فرض کہا ہے پھر بہت سے آدمی اگر رکوع سجود صحیح طرح سے ادا بھی کرلیتے ہیں تو قومہ اور جلسہ میں بڑی غفلت سے کام لیتے ہیں رکوع سے ذرا سا سر اٹھایا، سیدھے نہیں ہوتے کہ سجدے میں چلے گئے اور سجدے سے تھوڑا سر اٹھایا اور پھر سجدے میں چلے گئے، حدیث شریف میں اس طرح کرنے کو نقر الدیک یعنی مرغ کی طرح ٹھونگے مارنے سے تعبیر کیا گیا ہے، ظاہر ہے ایسی نماز کو عبادت تو نہیں کہا جاسکتا، پھر لذت خداشناسی کہاں سے میسر آئے؟ ایسی ہی نماز کے بارے میں اقبالؒ مرحوم نے کہا ہے ؎

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور ایسے امام سے گزر، ایسی نماز سے گزر

قومہ اور جلسہ کو بہت سے فقہاء نے واجب قرار دیا ہے جیسا کہ فتح القدیر اور شامی میں ہے۔

اکابر دیوبند میں سے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ اور بریلوی علماء میں سے صاحب بہار شریعت نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

الغرض! رکوع سے اٹھ کر اطمینان کے ساتھ سیدھا کھڑا ہونا اور پہلے سجدے سے اٹھ کر اطمینان کے ساتھ بیٹھنا بہت ضروری ہے ورنہ تو نماز............ ہوجاتی ہے۔

احادیث میں قومہ اور جلسہ پڑھنے کے لئے مختلف دعائیں منقول ہیں، ہوسکے تو نوافل میں یہ دعائیں بھی پڑھی جائیں۔

تیسرا مسئلہ: نماز سے فارغ ہونے کے لئے آدمی دونوں طرف سلام پھیرتا ہے لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ السلام علیکم میں کس پر سلام کرنے کی نیت ہونی چاہئے، درمختار اور شامی میں لکھا ہے کہ لوگوں کے طرز عمل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی منسوخ شریعت کا مسئلہ ہے کیونکہ جید علماء کے علاوہ نہ کسی کو یہ مسئلہ معلوم ہے نہ اس پر کوئی عمل کرتا ہے، مسئلہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

ا: اگر آدمی تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو دائیں بائیں فرشتگان کی نیت کرے۔
ب: اگر امام ہو تو پہلے دائیں طرف کے مقتدیاں اور فرشتوں کی نیت کرے، اسی طرح پھر بائیں طرف کے سلام میں نیت کرے اور جو مقتدی اس کے پیچھے برابر میں ہو، اس کو دونوں مرتبہ شامل کرے۔
ج: اگر مقتدی ہو تو پہلے دائیں طرف کے نمازیوں اور ان کے ساتھ فرشتوں کی نیت کرے، پھر بائیں طرف کے، امام اس سے جس طرف کھڑا ہو اس میں اسے شامل کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز کی پابندی کرے گا، نماز اس کے لئے نور (سچے مسلمان ہونے کا......قبر حشر میں نجات کا باعث ہوگی اور جو ایسا نہیں کرے گا، نماز اس کے لئے نہ نور ہوگی، نہ برہان، نہ نجات کا سامان، وہ قارون، فرعون، ھامان اور ابی بن خلف (جیسے بد بختوں) کے ساتھ اٹھایا جائیگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چار نام جو لئے ہیں تو محدثین نے ان کی تخصیص کی عجیب وجہ بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ انسان کیلئے یاد خداوندی سے غفلت کا باعث چار چیزیں ہو سکتی ہیں۔

۱- تخت اور کرسی اقتدار کا گھمنڈ جیسے کہ فرعون اس کا شکار تھا۔

۲- مال و دولت کی فراوانی اور یہ سمجھنا کہ میں نے یہ سب کچھ اپنی عقل مندی اور دانائی سے جمع کیا ہے، جیسا کہ قارون سمجھتا تھا، بے حساب دولت کا مالک تھا اور کہتا تھا:

قال انما اوتیته علی علم عندی.

۳- دفتری کام کاج اور منصبی فرائض، جیسا کہ ھامان، فرعون کے ایک کارندہ کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔

۴- کاروبار اور کسب معاش کی مصروفیات، جیسے ابی بن خلف مکہ کا ایک مشہور تاجر تھا، اب جو شخص ان حیلوں بہانوں سے یاد خداوندی سے غفلت برتتا ہے اسے سوچ لینا چاہئے کہ اس کا حشر کن لوگوں کے ساتھ ہوگا، آخرت کی زندگی کو سنوارنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان دربار خداوندی میں باقاعدگی سے حاضری دیا کرے اور اس کے طور طریقے اور آداب سیکھ کر بجالایا کرے۔ (علامہ محمد عبداللہ رحمہ اللہ احمد پور شرقیہ شمارہ نمبر 2)

نماز کے بارہ آداب

صوفیہ کہتے ہیں نماز میں بارہ چیزیں ہیں، جن کو حق تعالیٰ نے بارہ چیزوں میں منقسم فرمایا ہے، ان بارہ کی رعایت ضروری ہے تا کہ نماز مکمل ہو جائے اور اس کا پورا فائدہ حاصل ہو، یہ بارہ حسب ذیل ہیں اول علم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی جہل کی حالت کے بہت سے عمل سے افضل ہے۔ دوسرے وضو، تیسرے لباس، چوتھے وقت، پانچویں قبلہ کی طرف رخ کرنا، چھٹے نیت، ساتویں تکبیر تحریمہ، آٹھویں نماز میں کھڑا ہونا، نویں قرآن شریف پڑھنا، دسویں رکوع، گیارہویں سجدہ، بارہویں التحیات میں بیٹھنا اور ان سب کی تکمیل اخلاص کے ساتھ ہے، پھر ان بارہ کے تین تین جزو ہیں (۱) علم کے تین جزو یہ ہیں کہ فرضوں اور سنتوں کو علیحدہ علیحدہ معلوم کرے، دوسرے یہ معلوم کرے کے وضو اور نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں اور کتنی سنت ہیں، تیسرے یہ معلوم کرے کہ شیطان کس کس فکر سے نماز میں رخنہ ڈالتا ہے۔ (۲) اس کے بعد وضو کے تین جزو ہیں، اول یہ کہ دل کو کینہ اور حسد سے پاک کرے، جیسا کہ ظاہری اعضاء کو پاک کر رہا ہے، دوسرے ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھے، تیسرے وضو کرنے میں نہ اسراف کرے نہ کوتاہی کرے (۳) پھر لباس کے بھی تین جزو ہیں، اول یہ کہ حلال کمائی سے ہو، دوسرے یہ کہ پاک ہو، تیسرے سنت کے موافق ہو کہ ٹخنے وغیرہ ڈھکے ہوئے نہ ہوں، تکبر اور برائی کے طور پر نہ پہنا ہو (۴) وقت کے بھی تین جزو ہیں، اول یہ کہ دھوپ ستاروں وغیرہ کی خبر گیری رکھے تا کہ اوقات صحیح معلوم ہو سکیں (اور ہمارے زمانہ میں اس کے قائم مقام گھڑی گھنٹے ہو گئے ہیں) دوسرے اذان کی خبر رکھے، تیسرے دل سے ہر وقت نماز کے وقت کا خیال رکھے، کبھی ایسا نہ ہو وقت گذر جائے اور پتہ نہ چلے۔ (۵) پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت رکھے، اول یہ کہ ظاہری بدن سے ادھر متوجہ ہو، دوسرے یہ کہ دل سے اللہ کی طرف توجہ رکھے کہ دل کا کعبہ وہی ہے، تیسرے مالک کے سامنے جس طرح ہمہ تن متوجہ ہو جانا چاہئے اس طرح متوجہ ہو (۶) نیت بھی تین چیزوں کی محتاج ہے، اول یہ کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے، دوسرے یہ کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے، اور وہ دیکھتا ہے، تیسرے یہ کہ وہ دل کی حالت کو بھی دیکھتا ہے (۷) تکبیر تحریمہ کے وقت بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے، اول یہ کہ لفظ صحیح ہو،

دوسرے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے (گویا اشارہ ہے کہ اللہ کے ماسوا سب چیزوں کو پھینک دیا) تیسرے یہ کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کی بڑائی اور عظمت دل میں بھی ہو (۸) قیام یعنی کھڑے ہونے میں بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے، اول یہ کہ نگاہ سجدہ کی جگہ رہے، دوسرے دل سے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خیال کرے، تیسرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو، کہتے ہیں جو شخص نماز میں ادھر ادھر متوجہ ہو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی مشکل سے دربانوں کی منت سماجت کر کے بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور جب رسائی ہو اور بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگے، ایسی صورت میں بادشاہ اس کی طرف کیا توجہ کرے گا (۹) قرأت میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے، اول صحیح ترتیل سے پڑھے، دوسرے اس کے معنی پر غور کرے، تیسرے جو پڑھے اس پر عمل کرے (۱۰) رکوع میں بھی تین چیزیں ہیں، اول یہ کہ کمر کو رکوع میں بالکل سیدھا رکھے، نہ نیچا کرے، نہ اونچا (علماء نے لکھا ہے کہ سر کمر اور سرین تینوں چیزیں برابر رہیں) دوسرے ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر چوڑی کر کے گھٹنے پر رکھے، تیسرے تسبیحات کو عظمت اور وقار کے ساتھ پڑھے، سجدہ میں بھی تین چیزیں ضروری ہیں اول یہ کہ دونوں ہاتھ سجدے میں کانوں کے برابر رہیں، دوسرے ہاتھوں کی کہنیاں کھڑی رہیں، تیسرے تسبیحات کو عظمت سے پڑھے، بیٹھنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے، اول یہ کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے۔

دوسرے یہ کہ عظمت کے ساتھ معنی کی رعایت کر کے تشہد پڑھے کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہے، مؤمنین کے لئے دعاء ہے، تیسرے پھر فرشتوں پر اور دائیں بائیں جانب جو لوگ ہیں ان پر سلام کی نیت کرے، پھر اخلاص کے بھی تین جزو ہیں، اول یہ کہ اس نماز سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہو، دوسرے یہ سمجھے کہ اللہ کی توفیق سے یہ نماز ادا ہوتی ہے، تیسرے اس پر ثواب کی امید ہے۔ (فضائل اعمال) (شمارہ نمبر 42)

صبح سویرے کیسے اٹھیں؟

اکثر لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ صبح کی نماز نہیں بن پڑتی تو بھائی اس میں قصور کس کا ہے جب تم رات کے بارہ بجے تک اپنی تفریحات ولغویات میں مشغول رہو گے تو پھر صبح کیسے آنکھ کھلے گی، یہ سب نفس کی شرارت ہے کیونکہ تمہارے دل میں نماز کی کوئی اہمیت نہیں ہے

اس لئے نفس ترک نماز کے لئے نامعقول عذر اور بہانے کرتا رہتا ہے، یادرکھو! نماز کا ترک کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے، یہ اللہ جل شانہٗ کی حکم عدولی ہے دنیا میں بھی اس کا وبال بھگتنا پڑتا ہے اور آخرت میں بھی اس کی بڑی سنگین سزا ہے، عبرت کی نظر سے دیکھو آج جو گھر گھر پریشانیاں اور بیماریاں زور پکڑ رہی ہیں وہ یہی شامت اعمال ہے جس سے پناہ مانگنے کی بھی توفیق اس لئے نہیں ہوتی کہ نماز نہیں پڑھی جاتی جس کے وبال سے توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی اور اپنے شامت اعمال کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ سے رجوع نہ ہونے کا وبال ہے، اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائیں۔

اپنے وقت کا انضباط کرلو ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے بڑی برکت ہوتی ہے اور سب ضروری کام آسانی سے ہوجاتے ہیں، اور نمازیں وقت کی پابندی کے ساتھ ادا ہوتی رہتی ہیں، اور دل میں سکون رہتا ہے اس کی بڑی قدر کرو، ہمارے حضرت والا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ عشاء کی نماز پڑھ لینے کے بعد اگر میں دیکھتا ہوں کہ کوئی دنیا کی باتیں کررہا ہے تو جی چاہتا ہے کہ اس کو گولی ماردوں، ایسا ناقدردان ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد یہ فضولیات میں مبتلا ہوگیا، ارے عشاء کی نماز تو تم کو سارے دن کی ناپاکی سے اور آلودگی سب سے پاک کرچکی تھی اور پھر تم اس میں مبتلا ہوگئے عشاء کے بعد پھر وہی لغو باتیں شروع کردیں تو جب خود دیدہ ودانستہ اپنی عافیت برباد کررہے ہو تو ہم اس کا تدارک کیا بتائیں، پھر کہتے ہیں صبح آنکھ نہیں کھلتی، صبح کیسے آنکھ کھلے؟

اسی طرح ہمارے حضرت والا فرماتے ہیں کہ جو لوگ صبح کی نماز کے لئے نہیں اٹھتے بڑے ناقدرداں ہیں، یہ وقت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا اس وقت اللہ تعالیٰ عالم کائنات میں ایک نئی روح پیدا فرماتے ہیں، ایک نئی تازگی آتی ہے، زمین میں روئیدگی پیدا ہوتی ہے، پھول کھلتے ہیں کلیاں کھلتی ہیں، خوشگوار ہوائیں چلتی ہیں جن سے جسم وجان میں تازگی آجاتی ہے اور اس وقت تم پڑے سورہے ہو عالم امکان میں بیداری کا سماں ہے، نباتات میں نئی جان آرہی ہے حیوانات اور پرندوں سب پر سکون وفرحت طاری ہے اور اپنی اپنی زبان میں سب اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہیں اس وقت تم غافل پڑے سورہے ہو، تمہارے دل ودماغ سب بے

حس ہیں یہ بڑی ناقدری کی بات ہے، پھر کہتے ہیں کہ صحت خراب ہے، وہ بیماری ہے اور یہ پریشانی ہے،فلاں کام میں رکاوٹ ہورہی ہے، آئے دن طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی جارہی ہیں، کیونکہ تم فطرت کی خلاف ورزی کرر ہے ہو،طبی لحاظ سے بھی دیر سے سونا اور دیر سے جاگنا دونوں مضر ہیں،تندرستی خراب ہوجاتی ہے۔(عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی شمارہ نمبر 8)

قومہ اور جلسہ کی اصلاح

نماز بڑی اہم عبادت ہے اس کو نہایت خشوع وخضوع سے ادا کرنا چاہئے اور تمام ارکان کی ادائیگی میں سکون واطمینان کی کیفیت قائم رہنی چاہئے لیکن آج کل نمازوں میں یہ سکون غائب نظر آتا ہے، بھری مسجد میں خال خال کوئی شخص سکون سے نماز ادا کرتا نظر آتا ہے اسلئے ذیل میں اس بارے میں کچھ ضروری باتیں عرض کی جارہی ہیں پہلے قومہ اور جلسہ کا مطلب سمجھ لیں!

قومہ: رکوع سے سیدھا کھڑے ہونے کو کہتے ہیں۔

جلسہ: دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو کہتے ہیں۔

قومہ اور جلسہ کا صحیح طریقہ

قومہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ رکوع سے اٹھنے کے بعد کمر بالکل سیدھی کرلیں اور اطمینان سے کھڑے ہوجائیں اس کے بعد سجدہ میں جائیں۔

جلسہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلا سجدہ ادا کرنے کے بعد کمر سیدھی کر کے اطمینان سے بیٹھ جائیں پھر دوسرے سجدے میں جائیں۔

بعض لوگ جلدی کی وجہ سے ان دونوں جگہوں پر اپنی کمر سیدھی نہیں کرتے ابھی رکوع سے ذرا سا سر اٹھایا اور کمر آدھی سیدھی ٹیڑھی ہوگی کہ دوبارہ سجدے میں چلے جاتے ہیں، ایسے ہی ایک سجدے سے اٹھ کر ابھی پوری طرح بیٹھ نہیں پاتے کہ دوسرے سجدے میں چلے جاتے ہیں یاد رکھیں قومہ اور جلسہ کی اس غلطی اور جلد بازی سے بعض مرتبہ نماز خراب ہوجاتی ہے اور اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوجاتا ہے، احادیث میں بھی اسے ٹھونگیں مارنے سے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔

قومہ اور جلسہ کے دو درجے

۱--قومہ اور جلسہ کا احب درجہ: قومہ اور جلسہ کا واجب درجہ یہ ہے کہ رکوع سے اٹھنے کے بعد اتنی دیر سیدھے کھڑے رہیں جتنی دیر میں ایک مرتبہ ''سبحان اللہ'' یا ''اللہ اکبر'' کہہ سکیں اتنی مقدار کھڑا رہنا واجب ہے اسی طرح جلسہ میں بھی ایک سجدہ کرنے کے بعد اتنی دیر سیدھے بیٹھنا واجب ہے، جتنی دیر میں ایک مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہہ سکیں، اگر کسی نے اس میں کوتاہی کی اور قومہ کے اندر ایک تسبیح کی مقدار کے برابر کھڑے رہنے کے بجائے فوراً سجدے میں چلے گئے یا جلسہ میں ایک سجدہ ادا کرنے کے بعد ایک تسبیح کے برابر بیٹھے بغیر فوراً سجدہ کرلیا تو اس صورت میں واجب درجہ چھوڑ دیا یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کیا تو چونکہ احکام شریعت میں جہالت معتبر نہیں اس لئے دونوں صورتوں میں اس کو نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی، البتہ اگر بھول کر ایک تسبیح کی مقدار کے برابر نہ قومہ کیا اور نہ جلسہ کیا تو ایسی صورت میں سجدہ سہو کرنا ضروری ہے سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہوجائیگی اور اگر سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے یعنی اس کا لوٹانا واجب ہے۔

۲--قومہ اور جلسہ کا مسنون درجہ: قومہ اور جلسہ کا مسنون درجہ یہ ہے کہ قومہ کے اندر آدمی اتنی دیر وقفہ کرے جتنی دیر میں کم از کم تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہہ سکے، خلاصہ یہ ہے کہ قومہ اور جلسہ میں ایک تسبیح کے برابر توقف کرنا واجب ہے اور تین تسبیح کے برابر وقفہ کرنا سنت ہے۔

قومہ اور جلسہ کی دعائیں

قومہ اور جلسہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دعائیں منقول ہیں، ان کا پڑھنا باعث فضیلت ہے اور مستحب ہے ان کو یاد کرکے پڑھنا شروع کردیں۔

قومہ میں ربنا لک الحمد کے بعد حمداً کثیراً طیباً و مبارکاً فیہ کہہ لیا کریں، حدیث پاک میں ان کلمات کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

جلسہ میں اللھم اغفرلی وارحمنی و عافنی و اھدنی و ارزقنی کہہ لیا کریں، یہ بڑی جامع دعا ہے اگر ان تمام کلمات کو یاد کرنا مشکل ہو تو صرف اللھم اغفرلی

تین بار کہہ لیا کریں ان دعاؤں کے پڑھنے اور قومہ اور جلسہ کا واجب اور مسنون درجہ آسانی سے ادا ہوگا اور ان میں سکون اور ٹھیراؤ پیدا ہوگا اور ان دعاؤں کی برکات بھی حاصل ہونگی اس طرح ہماری نماز خشوع وخضوع سے ادا ہونے لگے گی جو نماز کی زینت ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عمل عطا فرمائیں۔ آمین۔ (عبدالرؤف سکھروی، نائب مفتی، دارالعلوم کراچی شمارہ نمبر 18)

نماز میں دوسجدوں کا راز

ابلیس نے جب سجدہ نہیں کیا اور ملائکہ نے سجدہ کیا پھر جو ملائکہ نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ابلیس متکبرانہ شکل میں کھڑا ہے سجدہ نہیں کیا تو دوبارہ فرشتوں نے سجدۂ شکر ادا کیا کہ ہم کو توفیق ملی اور یہ توفیق سے محروم رہا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اطاعت کی ہو تو مزید جھکنے کی ضرورت ہے کبر کی ضرورت نہیں ہے سجدہ شکر ادا کیا، خدا کو یہ ادا اتنی پسند آئی کہ ہر رکعت میں دو سجدے رکھ دیئے، یا وجہ یہ ہے کہ پہلا سجدہ کیا تو ان کا قرب ہی بہت زیادہ بڑھ گیا، ہوسکتا تھا کہ زیادتی قرب کی وجہ سے غرور کی کیفیت پیدا ہو تو غرور کو مٹانے کے لئے پھر سجدہ کیا تا کہ قرب خداوندی قائم ودائم رہے اور قرب اسی طریقے سے باقی رہا۔ (فیض ابرار) (شمارہ نمبر 45)

صف بندی کی تاکید اور طریقہ

نماز بہت اہم عبادت ہے جس کو ادا کرنے کے لئے شریعت نے جماعت کی شکل میں ایک اجتماعی طریقہ تجویز فرمایا ہے کہ امام درمیان میں ہو اور لوگ اس کے پیچھے صفیں بنا کر برابر برابر کھڑے ہوں، نماز ادا کرنے کا یہ طریقہ بہت خوبصورت اور حسین ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کامل طریقہ کے اختیار کرنے کی بڑی تاکید اور ترغیب دی ہے لیجئے! پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات پڑھیے اس کے بعد صف بنانے کا طریقہ غور سے دیکھئے اور اس کے مطابق عمل کیجئے!

حدیث: حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (یعنی نماز کے لئے جماعت کھڑی ہونے کے وقت ہمیں برابر کرنے کے لئے) ہمارے مونڈھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے تھے برابر، برابر ہو جاؤ اور آگے پیچھے نہ ہو کہ خدا

نہ کرے اس کی سزا میں تمہارے دل آپس میں مختلف ہو جائیں (اور فرماتے تھے کہ) تم میں سے جو عقلمند اور سمجھدار ہیں وہ میرے قریب کھڑے ہوں ان کے بعد وہ لوگ جو اس صفت میں ان کے قریب ہوں اور ان کے بعد وہ لوگ جن کا درجہ ان سے قریب ہو۔ (مسلم شریف)

حدیث: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس قدر سیدھا اور برابر کرواتے تھے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ذریعہ تیروں کو سیدھا کریں گے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہو گیا کہ اب ہم لوگ سمجھ گئے (کہ ہم کو صف میں کس طرح برابر کھڑا ہونا چاہئے) اس کے بعد ایک دن ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے اور نماز پڑھانے کے لئے اپنی جگہ پر کھڑے بھی ہو گئے، یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہہ کر نماز شروع فرمادیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ایک شخص پر پڑی جس کا سینہ صف سے کچھ نکلا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور بالکل برابر کردو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے رخ ایک دوسرے کے مخالف کردیں گے۔ (مسلم شریف)

حدیث: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ جب ہم کو نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوتے تو پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو برابر فرماتے، اور جب ہماری صفیں درست اور برابر ہو جاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے یعنی نماز شروع فرماتے۔ (ابوداؤد)

ان تمام احادیث سے واضح ہو گیا کہ نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے صفوں کو سیدھا کرنا اور برابر کرنا کتنا ضروری اور اہم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی کتنی زبردست تاکید فرماتے تھے اور ایک مرتبہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کوتاہی محسوس فرمائی تو بڑے جلال کے ساتھ تنبیہ فرمائی کہ: ''اللہ کے بندو! میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ اگر صفوں کو برابر اور سیدھا کرنے میں کوتاہی اور لاپرواہی برتو گے تو اللہ تعالیٰ اس کی سزا میں تمہارے دلوں کے رخ ایک دوسرے سے پھیر دیں گے''۔ (اور تم میں پھوٹ پڑ جائے گی) جو قوموں کے لئے اس دنیا میں سو

عذابوں کا ایک عذاب ہے، آج امت مسلمہ اسی مصیبت سے دوچار ہے، کیونکہ دوسری چیزوں کی طرح صفیں سیدھی نہ کرنے کی غفلت اور کوتاہی بہت عام ہوچکی ہے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس سے بچنے کی توفیق دیں۔ (آمین)

صف سیدھی کرنے کا مکمل طریقہ

جب جماعت کا وقت ہو اور امام اپنی جگہ پر آجائے تو اس کو چاہئے کہ حاضرین کو صفیں بنانے کے لئے کہے اور اگر امام کے کہے بغیر حاضرین صفیں بنالیں تو کہنے کی ضرورت نہیں، اس کے بعد امام حاضرین سے مناسب انداز میں صفیں سیدھی اور برابر کرنے، مل مل کر کھڑا ہونے، درمیان میں خالی جگہ نہ چھوڑنے، مونڈھے کے سامنے مونڈھا اور ٹخنہ کے سامنے ٹخنہ کرنے کی تلقین کرے اور تمام حاضرین اس کے حکم کی تعمیل کریں، چنانچہ سب حاضرین اپنی اپنی صفیں درست اور سیدھی کرلیں، مل مل کر کھڑے ہوں، درمیان میں کوئی خالی جگہ نہ چھوڑیں، مونڈھے کے سامنے مونڈھا اور ٹخنہ کے سامنے ٹخنہ کرلیں، کوئی شخص بھی آگے پیچھے نہ ہو، نہ صف سے کوئی شخص جدا کھڑا ہو اس طرح تمام حاضرین صفیں بالکل سیدھی کرلیں۔

حاضرین میں جو حضرات ذی علم اور سمجھدار ہوں وہ پہلے آکر امام کے پیچھے پہلی صف میں جگہ حاصل کرنے کی کوشش کریں، نابالغ بچے بالغان کے پیچھے کھڑے ہوں، امام سب سے آگے اور صفوں کے درمیان کھڑا ہو۔ (خلاصہ از احادیث وفقہ)

صفیں سیدھی کرنے کے لئے صف میں پڑے ہوئے نشان، قالینوں اور دریوں کے کناروں سے بھی مدد لی جاسکتی ہے وہ اس طرح کہ صف کے نشان کے کنارے پر ایڑیاں قریب قریب اور ایک دوسرے کے سامنے رکھیں اور مل مل کر کھڑے ہوں، یاد رکھیں! صف کے کنارے پر پاؤں کے پنجے ملانے اور برابر کرنے سے صف سیدھی نہیں ہوتی کیونکہ پنجے چھوٹے، بڑے ہوتے ہیں، بعض مساجد میں اسی طرح صفیں سیدھی کرنے کا دستور دیکھا گیا ہے جو درست نہیں۔

بعض کوتاہیاں: اکثر مساجد میں بعض لوگ بڑی غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی ایڑیاں صف کے کناروں سے آگے یا پیچھے نکال کر کھڑے ہوتے ہیں اور بعض لوگ

ٹیڑھے، ترچھے کھڑے ہونے کے عادی ہوتے ہیں، بعض لوگ مل کر نہیں کھڑے ہوتے، درمیان میں خلا چھوڑ دیتے ہیں، چنانچہ بعض نمازی ایک بالشت اور بعض اس سے بھی زیادہ فاصلہ چھوڑ کر کھڑے ہوجاتے ہیں یہ سب غفلت، لاپرواہی اور سراسر کوتاہی کی بات ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق اس سے بچنے کی سخت ضرورت ہے، خصوصاً جب اس کوتاہی پر متنبہ کیا جائے تو بجائے غصہ کرنے کے غلطی کو مان کر دور کرنا چاہئے اور غلطی بتانے والے کا احسان ماننا چاہئے اور غلطی بتانے والے کو بھی ادب واحترام سے آگاہ کرنا چاہئے۔ اللہ پاک سارے مسلمانوں کو صفیں سیدھا کرنے کا خاص اہتمام کرنے کی توفیق دیں۔ (آمین)

امت میں انتشار کا ایک سبب

ابومسعود انصاریؓ نے لوگوں کو باہم مختلف اور لڑتا جھگڑتا دیکھ کر تسویہ صفوف (صفوں کو سیدھا کرنا) کی نصیحت کرنے کے بعد فرمایا کہ "فانتم الیوم اشد اختلافاً" تم آج کے دن سب سے زیادہ اختلاف کے شکار ہو۔ (کیونکہ صفیں برابر کرنے کا اہتمام نہیں کرتے)

(حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہٗ شمارہ نمبر 28)

جو خدا کا ہوگیا خدا اس کا ہوگیا

تفسیر حقانی کے مصنف مولانا ابومحمد حقانیؒ ایک بزرگ گزرے ہیں جو مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ سے بیعت تھے بڑے آدمی تھے وہ لکھتے ہیں کہ ہر چیز کو خدا سے ایک لگاؤ ہے اب جس کا خدائے پاک سے جتنا تعلق ہوگا اس اعتبار سے چیزوں کو اس سے لگاؤ ہوگا، آپ یہاں "من کان للہ کان اللہ لہ" کو سمجھا رہے ہیں کہ بھائی جو خدائے پاک کا ہوجاتا ہے خدائے پاک بھی اس کے ہوجاتے ہیں جیسے آپ کسی مل میں گئے اس کے مالک سے آپ کو دوستی ہوگئی آپس میں بہت محبت اور تعلق ہوگیا ظاہر ہے کہ جب مل مالک سے آپ کا تعلق ہے تو مل والے جتنے ہوں گے اس نسبت سے آپ کے ساتھ تعلق رکھیں گے یہ اصولی بات ہے اور موٹی سی حقیقت ہے، تو کائنات میں جتنی چیزیں ہیں ان تمام میں ایک خاص قسم کی جان ہے اور وہ اپنے اپنے طرز پر اپنے رب کو یاد کرتی ہیں۔

مسجود ملائکہ کی لطیف توجیہات

ساری مخلوق خدائے پاک کی پیدا کی ہوئی ہے اور ہر مخلوق خدائے پاک سے ایک تعلق رکھتی ہے اور تعلق بھی کیسا؟ ذاکرانہ، ساجدانہ، عارفانہ، ہر شے کا خدائے پاک سے خاص قسم کا تعلق ہے اور وہ اس کا ذکر کرتی ہے حکم مانتی ہے مگر انسان کا خدائے پاک سے جو تعلق ہے وہ دوسرے طرز کا ہے اور اس سے بہت مختلف ہے، انسان بھی خدا سے محبت رکھتا ہے، انسان بھی خدائے پاک کو سجدہ کرتا ہے مگر آپ دیکھئے کوئی مخلوق ایسی ہے جس کے لئے سجدہ کا حکم دیا ہو؟ کسی کے لئے بھی کہا ہے درخت کو سجدہ کرو، پہاڑ کو سجدہ کرو زمین کو سجدہ کرو، آسمان کو سجدہ کرو، کسی بڑے جسم والے کو، طاقت والے کو، کسی خوبصورت کو سجدہ کرو؟ ہرگز نہیں! فرشتے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مخلوق ہے وہ کروڑوں، اربوں، کھربوں کی تعداد میں ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو اس سے معلوم ہوا کہ ساری مخلوق صرف ساجد ہے اور حضرت آدم علیہ السلام ساجد بھی ہیں اور ساجد ہونے کے ساتھ ساتھ مسجود ملائکہ بھی ہیں کہ انہیں سجدہ بھی کیا۔ (فیض ابرار)

طالب جنت کیلئے آسان عمل

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ کلمات ایک مرتبہ پڑھ لے تو جنت میں اس کیلئے ایک درخت لگ جاتا ہے، **سبحان الله العظیم وبحمده** (ترمذی) اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص مذکورہ کلمات سو مرتبہ پڑھے تو اس کے تمام (صغیرہ گناہوں کی بخشش کر دی جاتی ہے اگرچہ وہ گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (ایضاً)

انسان روزانہ نامعلوم کتنے صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کر لیتا ہے اگر وہ روزانہ رات کو سونے سے قبل مذکورہ کلمات کی صرف ایک تسبیح ہی پڑھ لے تو دن بھر کے صغیرہ گناہوں کی بخشش کے لئے کافی ہے، اس طرح وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر سوئے گا، اگر خدانخواستہ کسی سے کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو وہ دو رکعت صلوٰۃ التوبہ کی نیت سے پڑھ کر

روروکراس گناہ سے توبہ کرلے تو اس طرح کبیرہ گناہ بھی ختم ہو جائیگا اور انسان گناہوں سے مکمل طور پر ان شاء اللہ صاف ہو جائیگا، طالب جنت کیلئے یہ نہایت آسان عمل ہے۔

تحیۃ الوضوء کی برکت: صحیح مسلم میں روایت ہے کہ جو کوئی اچھی طرح وضو کرے اور اس کے بعد پوری توجہ قلبی اور دھیان کے ساتھ دو رکعت (تحیۃ الوضوء) کی پڑھے اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (شامی ص ۵۰۴ ج ۱)

جنت کے طلبگاروں کیلئے: نہایت ہی آسان عمل ہے مذکورہ روایت کی تائید دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے وقت حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ تمہیں اپنے کس عمل سے (مغفرت اور جنت) کی زیادہ امید ہے جو تم نے اسلام لانے کے بعد کیا ہو؟ کیونکہ میں نے (شب معراج میں) تمہارے قدموں کی آواز جنت میں سنی تھی، تو حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ اور تو کسی عمل سے کوئی خاص امید نہیں البتہ ایک عمل ہے دن رات میں جب بھی وضو کرتا ہوں اس کے بعد کچھ نماز (تحیۃ الوضوء) ضرور پڑھتا ہوں جو میرے مقدر میں ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت بریدہؓ سے روایت میں ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت حضرت بلالؓ کو بلوا کر فرمایا کہ میں جب بھی جنت میں داخل ہوا، میں نے تمہارے چلنے کی آواز سنی، تم کس طرح مجھ سے پہلے جنت میں پہنچ گئے؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ میں نے جب بھی اذان کہی اس کے بعد دو رکعتیں اپنے اوپر لازم رکھیں، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہی دو کاموں کی برکت سے تم نے یہ شرف حاصل کیا ہوا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۱۷ ج ۱)

مندرجہ بالا دونوں روایتوں سے بھی یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ تحیۃ الوضوء یعنی وضوء کے بعد دو نفل پڑھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت ہی پسندیدہ عمل ہے اس پر ہمیشگی کی برکت سے حضرت بلالؓ کے جنت میں چلنے کی آواز سنی گئی اور پھر خود سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فضیلت بیان فرمائی کہ اس کے پڑھنے والے کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے، لیکن اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صرف یہ نفل پڑھ کر خود کو جنت کا حقدار سمجھ لیں اور دیگر اعمال خواہ کیسے ہی بے ہودہ ہوں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسان پورے دین پر عمل

کرنے کی از بس کوشش کرے اور مذکورہ عمل کا بھی اہتمام کرے پھر اگر اس کے عمل میں کوئی کوتاہی یا کمزوری رہ گئی ہے تو ان شاء اللہ تحیۃ الوضوء کی برکت سے چھٹکارا ہو جائیگا۔

اللہ پاک ہم سب کو نیک اعمال کرنے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین (شمارہ نمبر 50)

منصب امامت اور صبر

امام پیشوا اور قائد کو کہتے ہیں جو لوگوں کی قیادت کرے اور لوگ اس کی پیروی کریں، امامت کا منصب ایک اونچا بلکہ بہت اونچا منصب ہے، ایک لحاظ سے منصب نبوت کی نیابت ہے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم امام المسلمین بھی تھے اور امام الانبیاء علیہم السلام بھی، اس عظیم منصب کے باوجود حق تعالیٰ جل شانہٗ نے قرآن مجید میں خطاب کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا **فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل ولا تستعجل لهم.**

ترجمہ: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ویسا ہی صبر کیجئے جیسا اور تہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا اور ان لوگوں کے لئے انتقام الٰہی کی جلدی نہ کیجئے۔ (بیان القرآن)

اسی لئے حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی عیش وعشرت اور تنعم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اولوالعزم سے بجز صبر کے اور کسی چیز پر راضی نہیں اور مجھے یہی حکم دیا ہے کہ میں اس طرح صبر کروں جیسے اور اولوا العزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے۔

لہٰذا امام کے لئے صبر کے سوا چارہ نہیں، اگر امام، امامت وقیادت کے منصب پر فائز رہنا چاہتا ہے اور دنیا وآخرت میں بلند مقام حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ رحمت عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے صبر سے کام لیں، خواہ مصائب اور تکالیف پر صبر کرنا پڑے یا مقتدیوں کی فضول لایعنی اور دلخراش باتوں پر صبر سے کام لینا پڑے۔

قرآن مجید کی آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پرانی امتوں میں انہی لوگوں کو امامت وقیادت کے منصب پر فائز کیا گیا جو صبر اور یقین کی دولت سے مالا مال تھے، سورۃ السجدہ میں ارشاد باری ہے۔

وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا و كانوا باٰيٰتنا يوقنون.

ترجمہ: ہم نے ان میں بہت سے ائمہ بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے جبکہ وہ صبر کرتے رہے اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے، یعنی صبر اور یقین ہی کے ذریعہ دین میں کسی کو امامت کا درجہ مل سکتا ہے۔ (معارف القرآن ص ۵۷ ج ۷)

مولانا محمود اشرف عثمانی دار العلوم کراچی۔

امامت سیکھئے

امامت چونکہ ایک انتہائی نازک اور عالی منصب ہے لہٰذا اس کے آداب کی رعایت رکھنا بھی بہت ضروری ہے، ذرا سی غفلت اس منصب کو آلودہ کرنے کیلئے کافی ہے چنانچہ امام کو درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱-امام نماز سنت کے عین مطابق پڑھائے تمام تر مستحبات وآداب کا لحاظ رکھے اور بہتر یہ ہے کہ بزرگوں کے سامنے اس کی عملی مشق سیکھے اور اس کو عار نہ سمجھے، اس بارے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتھم کی کتاب ''نماز سنت کے مطابق پڑھئے'' اور کتاب ''مسائل امامت'' مطالعہ میں ضرور رکھنی چاہئے۔

۲-مقتدیوں سے مطالبات وفرمائشیں کرنے سے احتراز کرے اور استغناء کی صفت سے خود کو آراستہ کرے اور سنجیدہ طبیعت رکھے، پروقار رہے۔

۳-بیانات میں سیاسی باتوں سے احتراز کرے اور اسی طرح وعظ اور تعلیم وتعلم میں بھی سیاسی جماعتوں پر تبصرے کرنے سے گریز کرے اپنا زیادہ وقت درس وتدریس اور خدمات دینیہ میں صرف کرے۔

۴-خاص جماعت سے تعلق نہ رکھے اگرچہ اہل حق کی جماعت ہو بلکہ اہل حق کی تمام جماعتوں سے یکساں وابستگی رکھے اور ایک خاص جماعت سے تعلق ظاہر نہ کرے کسی ایک جماعت کی طرف میلان رکھنے سے باقی جماعتوں سے وابستہ افراد سے دوری پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

۵-دین کی بات سمجھانے میں حکمت اور نرمی سے کام لے اور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ شرعاً واجب ہے، حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو جب فرعون کی طرف تبلیغ کے لئے روانہ

فرمایا گیا تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ تم دونوں اس (فرعون) سے نرمی سے بات کرنا، ایک اور جگہ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف حکمت اور نصیحت سے بلاؤ، موجودہ دور میں جو حق بات لوگوں پر اثر نہیں کرتی اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حق بات حق طریقے سے نہیں کی جاتی حق بات کیلئے موقع دیکھ کر کہے حق طریقے سے کہے۔

۶- کسی انتظامی معاملہ میں دخل نہ دے، اپنے کام سے مطلب رکھے اگر کوئی مشورہ طلب کرے تو مضائقہ نہیں، جائز امور میں اپنی مرضی ٹھونسنے کی کوشش نہ کرے، البتہ اپنی طرف سے کوئی رائے دینا چاہے تو ایک دفعہ انتظامیہ کو تو اپنا مؤقف پہنچادے اور پھر خاموش رہے۔

۷- کسی سے الجھنا نہ چاہئے اس سے وقار جاتا رہتا ہے، بس احسن طریقے سے اپنی بات پیش کرے۔

۸- امامت ایک نعمت ہے، بہت سے فروعی اختلافات سے اس کی نماز محفوظ رہتی ہے، باجماعت نماز کی پابندی رہتی ہے اس پر خوب شکر کرنا چاہئے اور نماز کے وقت سے پہلے مسجد میں آجائے اور نماز کے بعد زیادہ دیر تک مسجد میں رہے۔

۹- اگر کوئی غلطی ہوجائے دوسرا احساس دلائے تو اس پر معذرت کرے، اسی طرح سے نماز میں کوئی ایسی بات ہوجائے جس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے تو معلوم ہونے پر اس کا اعلان کرادے اور اس کو معیوب نہ سمجھے۔

۱۰- اپنے آپ کو امامت کا اہل نہ سمجھے انکساری د تواضع طبیعت میں رکھے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ایک امام صاحب نے دریافت کیا کہ میں خود کو امامت کا اہل نہیں سمجھتا، حضرتؒ نے فرمایا کہ جب تک خود کو امامت کا اہل نہ سمجھو امامت کراتے رہو اور جب اہل سمجھنے لگو تو چھوڑ دو۔

۱۱- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی مقام مقبولیت کی طرف نہیں اٹھائی جاتی۔

ان میں ایک شخص وہ ہے جو امام بنا اس حال میں کہ لوگ اس کے امام بننے کو برا سمجھتے ہیں، غور کرنے کی بات ہے کہ منصب امامت میں کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔

تجویز: نسائی شریف میں ہے کہ حضرت معاذؓ نے نماز پڑھائی ایک شخص آیا اور جماعت میں شامل ہوگیا، حضرت معاذؓ نے نماز میں قرأت لمبی کی اس نے مسجد کے ایک گوشے میں اپنی نماز پڑھ لی پھر فارغ ہوکر چلا گیا، حضرت معاذؓ کو بھی یہ واقعہ معلوم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بطور شکایت یہ واقعہ بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو بلوا کر پوچھا تو اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میں کیا کرتا میں اس کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا انہوں نے لمبی قرأت شروع کی تو میں نے گھوم کر مسجد کے کونے میں اپنی نماز پڑھ لی، پھر اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذؓ کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے، تو ان سورتوں کا کہا ہے؟ یعنی امامت میں ایسی سورتوں کو پڑھا کرو۔ سبح اسم ربک الاعلیٰ الخ. والشمس وضحها الخ. والفجر الخ .والیل اذا یغشیٰ الخ.

کوئی ادارہ ایسا ہونا چاہئے جو کہ غیر عالم حضرات کو نماز پڑھانے سے متعلق کورس کرائے اور مسائل سکھائے جائیں کیونکہ یہ ایک انتہائی نازک منصب ہے، اللہ تعالیٰ اس کاوش کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین (شمارہ نمبر 43)

جمعۃ المبارک

نماز جمعہ کا اہتمام: حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرے اور جہاں تک ہو سکے صفائی و پاکیزگی کا اہتمام کرے اور جو تیل خوشبو اس کے گھر میں ہو وہ لگائے (ایک حدیث میں ہے کہ مسواک ضروری کرنا چاہئے) (ابن ماجہ) پھر وہ گھر سے نماز کے لئے جائے اور مسجد میں پہنچ کر اس کی احتیاط کرے کہ جو دو آدمی پہلے سے بیٹھے ہوں ان کے بیچ میں نہ بیٹھے (یعنی جگہ تنگ نہ کرے) پھر جو نماز یعنی سنن و نوافل کی جتنی رکعتیں اس کے لئے مقدر ہیں وہ پڑھے، پھر جب امام خطبہ دے تو توجہ اور خاموشی کے ساتھ اس کو سنے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کی اس کی ساری خطائیں ضرور معاف کردی جائیں گی۔ (معارف الحدیث، صحیح بخاری)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو

شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے گا تو اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان ایک نور چمکتا رہے گا۔ (نسائی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس وقت اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگے تو ضرور قبول ہوتی ہے، ایک روایت میں ہے کہ وہ ساعت خطبہ پڑھنے کے وقت سے نماز کے ختم ہونے تک ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ وہ ساعت اخیر دن ہے، عصر سے لیکر مغرب تک ہے۔ (از بہشتی گوہر، بخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، اس روز درود میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ درود میرے حضور میں پیش کیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

موت بروز جمعہ: روز جمعہ اور جمعہ کی شب میں موت آنے کی فضیلت میں احادیث وآثار مروی ہیں کہ مرنے والا عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **ما من مسلم یموت یوم الجمعة اولیلة الجمعة الا وقاه الله فتنة القبر.** (کوئی ایک مسلمان بھی) ایسا نہیں ہے جو جمعہ کے دن یا اس کی رات میں مرے مگر اللہ تعالیٰ اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا۔ (مدارج النبوۃ)

اچھے کپڑوں کا اہتمام: حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کیلئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اگر اس کو وسعت دے تو وہ روزمرہ کے کام کاج کے وقت پہنے جانے والے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے دن کیلئے کپڑوں کا ایک خاص جوڑا بنا کر رکھ لے۔ (سنن ابن ماجہ، معارف الحدیث)

ناخن ترشوانا: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز کے لئے جانے سے پہلے اپنے ناخن اور اپنی لبیں تراشا کرتے تھے۔

(مسند بزار ومعجم اوسط الطبرانی، معارف الحدیث)

جمعہ کا لباس: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خاص جوڑا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن پہنا کرتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر تشریف لاتے تو ہم اس کو تہہ کر کے رکھ دیتے تھے اور پھر وہ اگلے

جمعہ کو ہی نکلتا تھا۔ (حدیث ضعیف ہے) (طبرانی معجم صغیر اور اوسط)

صاحب سفر السعادۃ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس عادۃً چادر، رومال اور سیاہ کپڑا تھا لیکن مشکوٰۃ میں مسلم سے بروایت حضرت عمر بن حارثؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں خطبہ فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ ہوتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان کئے ہوئے تھے۔ (مدارج النبوۃ)

اول وقت مسجد جانے کی فضیلت: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں اور اول وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد دوئم نمبر پر آنے والی کی مثال اس شخص کی ہے جو گائے کی قربانی پیش کرتا ہے، پھر اس کے بعد آنے والی کی مثال مینڈھا پیش کرنے والے کی ہے، پھر جب امام خطبہ کے لئے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں شریک ہوجاتے ہیں۔ (معارف الحدیث، صحیح بخاری وصحیح مسلم) (شمارہ نمبر 10)

دلکش قیمتی باتیں

نماز جمعہ کا زبردست ثواب: ا- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے جمعہ کی نماز پالی اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس سو شہیدوں کا اجر وثواب ہے۔

(ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وغیرہم)

۲- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کو غسل کرے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردیتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ اب نئے سرے سے عمل کر یعنی پچھلے سب (چھوٹے) گناہ معاف ہوگئے۔

۳- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اے ابو ہریرہ تم ہر جمعہ کو غسل

کر دخواہ ایک دن کی قیمت دے کر پانی خریدنا پڑے۔

۴- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص نمازیوں کے سروں اور گردنوں کو روندتا پھرے تو قیامت کے دن اس کی پیٹھ دوزخ کا پل بنے گی اور لوگ اس کے اوپر سے گزریں گے اور لوگ اسے اپنے پاؤں تلے روندیں گے۔

۵- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ چالیس سال بھی کھڑا رہنا پڑے تو کھڑا رہے (کلید بہشت) یعنی نمازی کے آگے سے گزرنے کا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر اس کی سزا معلوم ہو جائے تو چالیس سال تک انتظار کرتا رہے۔

۶- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر کوئی شخص ریت کے ذروں کی طرح ہوا میں اڑ جائے تو یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ کسی نمازی کے سامنے سے گزرے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۷۴)

۷- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص بغیر مجبوری کے جمعہ کی نماز چھوڑے گا وہ اللہ تعالیٰ کے اس دفتر میں جس میں کوئی ردوبدل نہیں ہو سکتا منافق لکھا جائے گا۔ (مسند شافعی)

۸- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا غلام، عورت، نابالغ اور بیمار کے علاوہ ہر مسلمان پر لازم ہے۔ (ابوداؤد)

۹- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جمعہ چھوڑنے والے لوگ یا تو اپنی حرکت سے باز آئیں یا یہ ہوگا کہ ان کے گناہ کی سزا میں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافلوں ہی میں سے ہو جائیں گے (صحیح مسلم) یعنی اصلاح کی توفیق سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

۱۰- حضرت ابوبکرؓ کا فرمان ہے کہ بدبخت ہے وہ انسان جو خود مر جائے مگر اس کا گناہ نہ مرے۔

۱۱- حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ میرے نزدیک تمہارے لئے سب سے زیادہ اہم کام نماز ہے، جس شخص نے اس کی محافظت کی اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس شخص نے اس کو ضائع کر دیا اس کے سوا اور چیزوں کو بھی ضائع کرے گا۔

۱۲- حضرت عثمانؓ کا فرمان ہے کہ ضائع ہے وہ علم جس سے علم کی بات نہ پوچھی جائے، وہ مسجد جس میں نماز نہ ادا کی جائے وہ نماز جو مسجد میں نہ پڑھی جائے وہ مصحف جس

کی تلاوت نہ کی جائے، وہ مال جو کار خیر میں نہ لگایا جائے وہ لمبی عمر جس میں توشہ نہ لیا جائے وہ رائے جس کو قبول نہ کیا جائے، وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے وہ زائد جو دنیا کی خواہش دنیا میں رکھے اور وہ ہتھیار جس کو استعمال نہ کیا جائے۔

۱۳- حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ چار چیزیں کم ہوتے ہوئے بھی زیادہ ہیں۔

(۱) درد وتکلیف (۲) فقر وفاقہ (۳) آگ گرمی (۴) دشمنی (کیونکہ ان کا نقصان زیادہ ہوتا ہے) (شمارہ نمبر 45)

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کاروبار وغیرہ کا حکم

جمعہ کے دن ہر ایسے مسلمان عاقل بالغ تندرست مرد پر جو کسی شہر میں ہو جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی نماز جمعہ ادا کرنے کا اہتمام واجب ہے، اسکے سوا کسی اور کام میں مشغول ہونا جائز نہیں، جس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

۱- جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کسی بھی قسم کے کاروبار، تجارت اور خرید وفروخت جائز نہیں لہٰذا جمعہ کی پہلی اذان پر دوکان کو مکمل بند کریں، مالک دوکان اور ملازم سب جمعہ ادا کریں۔

۲- جمعہ کے دن بعض دوکاندار ایسا کرتے ہیں کہ ان کی دوکان کا ایک فرد ایسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتا ہے جہاں جمعہ کی نماز جلدی ہوتی ہے اور وہ آکر دوکان پر بیٹھ جاتا ہے، پھر دوسرا شخص دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتا ہے، جہاں نماز جمعہ دیر سے ہوتی ہے اور دوکان برابر کھلی رہتی ہے اور کاروبار جاری رہتا ہے یہ جائز نہیں، ہاں اگر دوکان کے تمام افراد کسی ایسی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کریں جہاں نماز جمعہ جلد ہوتی ہے اور پھر آکر دوکان کھول لیں تو یہ جائز ہے۔

۳- ملازمت سرکاری ہو غیر سرکاری جمعہ کی پہلی اذان کے بعد ملازمت کرنا جائز نہیں اس کو چھوڑ کر نماز جمعہ ادا کرنے کا اہتمام ضروری ہے، البتہ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد ملازمت کرنا جائز ہے۔

۴- جمعہ کی پہلی اذان کے بعد اگر کارخانہ یا دوکان یا فیکٹری باہر سے بند کردیں اور اندر مسلمان کام کرتے رہیں یہ بھی جائز نہیں، سب کو کام چھوڑ کر نماز جمعہ ادا کرنا فرض ہے ورنہ سخت گناہ ہوگا۔

۵- اگر کسی مسلمان ملازم کو جمعہ کی پہلی اذان کے بعد مالک کام کرنے پر مجبور کرے تو مجبور

کرنے والا گناہگار ہے اور ملازم پر اس کا کہا ماننا جائز نہیں اگر وہ مجبور کرنے سے باز نہ آئے تو ملازم کو چاہئے کہ اس کی بیناجائز بات نہ مانے بلکہ جمعہ کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے۔

۶- جمعہ کی پہلی اذان کے بعد گلی کوچوں اور بازاروں میں محنت مزدوری کرنے والوں اور چل پھر کر مال بیچنے والوں ریڑھی اور ٹھیلہ لگانے والوں پر بھی واجب ہے کہ کام بند کر کے نماز جمعہ ادا کریں۔

۷- اذان جمعہ کے بعد کھانا پینا، سونا یا کسی سے باتوں میں مشغول رہنا یہاں تک کہ کسی اخبار یا کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ، غرضیکہ ہر وہ کام جو جمعہ کی تیاری کیلئے مانع بنے جائز نہیں، صرف جمعہ کی تیاری کے لئے جو کام ہوں وہ کئے جا سکتے ہیں۔

۸- اذان جمعہ کے بعد مرد حضرات کو جن پر جمعہ کی نماز فرض ہے گھر میں نوافل یا ذکر و تلاوت یا کسی اور عبادت میں مشغول رہنا جائز نہیں، انہیں چاہئے کہ نماز جمعہ کے لئے مسجد میں حاضر ہو، مسجد میں اگر چاہیں اور موقعہ ہو تو ان عبادات کو انجام دے سکتے ہیں۔ مسائل بالا کو غور سے پڑھیں اور عمل کریں عبدالرؤف صاحب، نائب مفتی دارالعلوم کراچی شمارہ نمبر 7)

فضائل تہجد

رات کے گھپ اندھیروں میں جب کہ پورا عالم محو استراحت ہوتا ہے اور ہر طرف ہو کا عالم ہوتا ہے، انسان، چرند، پرند، درند غرض ہر مخلوق اپنے آشیانے میں دبکی پڑی ہوتی ہے کہ کچھ دیوانے نرم و گرم بستر چھوڑ کر محبوب حقیقی کی محبت سے سرشار یکلخت اٹھتے ہیں یہ وہ برگزیدہ مخلوق ہے جسکے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے معمور ہیں یہ لوگ زمین کی کور باطن مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل مگر آسمانی مخلوق کے سامنے روشن اور تابناک یوں جگمگاتے ہیں جیسے زمین والوں کی نظر میں تارے، ان کے دلوں میں ایک سوز ہوتا ہے، ایک درد ہوتا ہے جو ہر دم انہیں بے کل اور بے چین رکھتا ہے، ان کو اگر کوئی دھن ہے تو ایک ہی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔

رات کا ایک بڑا حصہ گزر چکا ہے، تمام دنیا خواب غفلت میں مدہوش ہے اور یہ عاشق اپنے محبوب کے سامنے جھولی پھیلائے اس سے محبت کی بھیک مانگ رہے ہیں، آنسو بہا رہے ہیں گڑ گڑا رہے ہیں اور آہیں بھر رہے ہیں ادھر آسمانوں پر رحمت کے دروازے

کھل رہے ہیں حوران بہشت اپنی نغمگین آواز میں ان کو اپنی طرف متوجہ کررہی ہیں "کوئی ہے جو ہمیں حاصل کرے" لیکن ان کی نگاہ "یک بین" حوروں پر بھی نہیں پڑتی ان کا منتہائے مقصود تو محبوب حقیقی کا وصال اور اس کی رضا جوئی ہے۔

اب رات کا آخری پہر ہے، رحمتوں کی موسلا دھار بارش شروع ہوچکی ہے، اللہ سوال کرنے والوں کو عطا فرمارہا ہے، اعلان ہورہا ہے مانگو! کیا مانگتے ہو؟ جو مانگو گے عطا ہوگا، پھر رضاء الٰہی کے پروانہ جاری ہونے لگتے ہیں، یہی ان کا مقصد حیات اور یہی ان کی معراج ہے جس کی خاطر یہ روزانہ اپنے نرم نرم بستر اور میٹھی میٹھی نیند قربان کرکے اٹھ بیٹھتے ہیں اور دربار الٰہی میں پروانہ وار حاضر ہوجاتے ہیں ان کے اسی حال کو شاعر مشرق نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

واقف ہو اگر لذت بیداریٔ شب سے اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پراسرار

ان سعید روحوں کی سعادت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ قرآن مجید میں فرمارہے ہیں: "تتجا فی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا و طمعا (الآیۃ سورۃ سجدہ ۱۶) ترجمہ: ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ اپنے رب کو (ثواب کی) امید اور (عذاب کے) خوف سے پکارتے ہیں۔

علامہ فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ "یدعون" سے مراد "یصلون" ہے یعنی رات کو نماز پڑھنا مراد ہے" اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ومال کھپانے والے جوان جوان ہمت لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں انعام واکرام ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ تمہارے ناقص تصور اور تخیل سے بالا ہے۔

"فلا تعلم نفس ما اخفیٰ لھم من قرۃ اعین" (الآیۃ سورۃ المسجدۃ ۱۷)

ترجمہ: نہیں جانتا کوئی جی جو چھپا کے رکھی گئی ہے ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک، یہاں ان لوگوں کا انعام واضح طور پر بیان نہیں فرمایا ان کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے اس کو کوئی نفس نہیں جانتا انعام کے اس اخفاء میں اس کی عظمت کی طرف اشارہ ہے نیز اس کے اخفاء سے ان لوگوں کو شوق دلانا مقصود ہے جو اس عظیم عمل سے محروم ہیں۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے

سے امت کو تہجد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک عسی ان یبعثک ربک مقاماً محمود اً'' (الاسراء ۷۹) ترجمہ: اور کسی قدر رات کے حصہ میں تہجد پڑھا کریں جو کہ آپ کیلئے ایک زائد چیز ہے امید ہے کہ آپ کو آپ کا رب مقام محمود میں جگہ دے گا۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اول نماز تہجد کا حکم دیا گیا پھر مقام محمود یعنی شفاعت کبریٰ کا وعدہ کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز تہجد کو مقام شفاعت حاصل ہونے میں خاص دخل ہے'' (معارف القرآن ص ۲۰ ج ۵) اسی طرح متعدد احادیث میں بھی نماز تہجد کی فضیلت وارد ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''اے لوگو! اسلام پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو (اگر ایسا کرو گے) تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے (ترمذی)

عام طور پر لوگ ان اعمال کو بالکل معمولی سمجھتے ہیں لیکن قدر شناسوں سے پوچھئے کہ یہ کیسی واردات بے بہا اور انمول خزانے ہیں اور پھر ان پر کوئی زیادہ محنت بھی خرچ نہیں ہوتی، بس ذرا سی ہمت چاہئے، خود حضور علیہ السلام کی شان یہ تھی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ تہجد میں قیام کرتے کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں پھٹن آجاتی تھی آگے چل کر فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے تو بخشش لکھ دی گئی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اتنی مشقت برداشت فرماتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''افلا اکون عبداً شکوراً'' کہ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

یہ اس ذات اقدس کا حال ہے جس کیلئے سب سے پہلے جنت میں داخلہ کا وعدہ ہے ایک ہم ہیں کہ گناہوں کے بوجھ تلے دبے جارہے ہیں پھر بھی آخرت کی فکر نہیں، اعمال کا شوق نہیں، ہم میں سے کون ہے جو جنت کا طلبگار نہ ہوگا لیکن کبھی ہم نے اپنے اندر جھانک کر دیکھا؟ کبھی ہم نے اپنے اعمال کا موازنہ کیا کہ کیا وہ اس قابل ہیں کہ ہمیں جنت کا حق دار ثابت کرسکیں؟ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی راتیں نورانی ہیں اور کیا سعادت مند ہیں

وہ نوجوان کہ جو اس جوانی میں لذت بیداری شب سے آشنا ہوتے ہیں یہی نوجوان روز قیامت رب ذوالجلال کے عرش تلے ہونگے کہ جس دن اس کے عرش کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

اے جوانان سعادت مند! یہ نعمت اتنی سستی نہیں اس کیلئے آہ سحر گاہی کو اپنانا ہوگا، راتوں کو اٹھ اٹھ کر مالک کو منانا ہوگا، اس کے سامنے جھولی پھیلا کر گڑ گڑانا ہوگا تب جا کر رضاء الٰہی کا گوہر مقصود حاصل ہوگا۔

''حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے ان کا حال دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا۔

''عبارات اڑ گئیں، اشارات سب فنا ہو گئے اور ہمیں نفع نہیں دیا مگر ان چند رکعات نے جو ہم نے آدھی رات میں ادا کی تھیں''۔ (تفسیر عزیزی)

میں نے ایک صاحب دل سے بارہا سنا فرماتے تھے کہ ''جس کو جو کچھ ملا ہے تنہائی میں ملا ہے اسی بات کو اقبال مرحوم نے یوں سمجھانے کی کوشش کی ہے ۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

صد ہزار آفرین ان لوگوں پر جو راتوں کو اٹھتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول ہوتے ہیں، یہی لوگ ہوتے ہیں جو اوج ثریا پر پہنچتے ہیں ستاروں پر کمند ڈالتے ہیں اور زمانے میں علم و حکمت کا آفتاب بن کر چمکتے ہیں کہ جس کی ضیا پاشیوں سے ایک عالم منور ہوتا ہے، افسوس صد افسوس ہم پر کہ دن رات ہم جن مقدس ہستیوں کا نام لیتے ہیں اور ان کے مراتب تک پہنچنے کیلئے آہیں بھرتے ہیں ان کی زندگی کے عملی گوشے کو نظر انداز کر دیتے ہیں آج بھی اگر ہم ان جیسا اخلاص و عمل اپنے اندر پیدا کر لیں تو ہم میں بھی رومی، رازی و غزالی پیدا ہو سکتے ہیں آج بھی عقل کو ذخیرہ کرنیوالی علمی و اصلاحی خدمات دوبارہ وجود میں آسکتی ہیں لیکن اس کیلئے اسلاف کی طرح ہمیں بھی بیداری شب سے آشنا ہونا پڑے گا راتوں کی نیند قربان کرنا پڑے گی سوز دروں بیدار کرنا پڑے گا، بقول شاعر:

تو اے مسافر شب! خود چراغ بن اپنا کر اپنی رات کو داغ جگر سے نورانی

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی اور ان کے اعمال کو اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ (شمارہ نمبر 31)

پریشانیوں کا حل باتوں میں

کئی ماہ پہلے مسجد میں ملاقات ہوئی تو وہ کچھ افسردہ دکھائی دیئے، معلوم ہوا کہ دفتر سے بھی طویل چھٹی پر ہیں، پوچھا خیر تو ہے آپ تو ماشاء اللہ پنج وقتہ نمازی ہیں مگر آج کل کبھی کبھی نماز میں ملاقات ہوتی ہے، کہنے لگے بس ذرا یونہی طبیعت بوجھل رہتی ہے، ویسے کوئی خاص بات نہیں ٹھیک ہوں مگر ان باتوں سے افسردگی ٹپک رہی تھی سوچا ہوسکتا ہے کہ کوئی گھریلو مسئلہ ہو، ملاقات سلام ودعا تک تھی پوچھنا مناسب نہ سمجھا، دن گزرتے گئے، ملاقات بھی نہ ہوئی، ہر نماز کے بعد ایک نظر صفوں پر ڈالتا مگر ان کا چہرہ دکھائی نہ دیتا، بزرگوں سے سنا ہے کہ اگر کوئی نمازی مسلسل تین دن تک مسجد نہ آتا تو نمازی بے چین ہوجاتے گھر جاتے خیریت معلوم کرتے، افسوس کے بزرگوں کے اعمال اور روایت کو ہم نے ترک کردیا، بزرگوں کے اعمال تو کیا اپناتے ہم تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال مبارکہ بھی اپنی غفلت کے سبب نہ اپنا سکے، ہر عمل کا نتیجہ تو ہوتا ہے اچھا یا برا، جلد سامنے آجاتا ہے اور آبھی گیا ہے سر پیٹ رہے ہیں کچھ نہیں ہوسکتا اپنے ہی کرتوتوں کا خمیازہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان ہی اعمال کی وجہ سے بعض ایسی پریشانیاں ہمیں اس طرح جکڑ لیتی ہیں کہ بے بس ہوجاتے ہیں، پھر بھی اس راستے پر نہیں آتے جو "صراط مستقیم" ہے، ہمارے ایک بزرگ تھے جب کوئی شخص کہتا حضرت "بچی" بیٹھی ہوئی ہے رشتے نہیں آتے، فرماتے آئیں گے ان شاء اللہ ضرور آئیں گے، یہ بتاؤ مسجد جاتے ہو کہ نہیں؟ ظاہر ہے کہ مسجد جانے کا مقصد باجماعت نماز پڑھنا ہے۔

تو بزرگ فرماتے بھائی مسجد جاؤ باجماعت نماز پڑھو نماز کے بعد ایک دوسرے سے سلام ودعا کرو خیریت دریافت کرو جب تم ایک دوسرے سے ملو گے تو معلوم ہوگا کہ کس بھائی کو کیا پریشانی ہے، کتنے لوگ نیک خاندانوں کی لڑکیوں کی تلاش میں ہیں، جب انہیں معلوم ہوگا کہ نمازی گھرانوں میں لڑکے اور لڑکیاں موجود ہیں تو کیا ضرورت ہے تحقیق کے جھنجھٹ میں پڑنے کی، نمازی کی تو بڑی قدر ومنزلت آئی ہے، نمازی گھرانے کے نیک ہونے میں کوئی شبہ

کی گنجائش ہی نہیں، نمازی کی تو گواہی اس بنیاد پر قابل قبول ہے کہ وہ مسجد میں آتا ہے۔

مسجد میں حاضری کا انعام

سنا ہے کہ ایک صاحب بچی کے رشتے کے لئے سخت فکر مند تھے، کسی نے بجائے مسجد بھیجنے کے کسی ملنگ بابا کا پتہ بتا دیا، پریشان تو تھے ہی پہنچ گئے ان کا حال سن کر ملنگ بابا نے ایک تعویذ دیا جس کی ''قیمت'' سوا سو روپے تھی جس کو وہ نذرانہ پیرومرشد کہتے اور ہدایت کی کہ کسی قبر کی مٹی لے کر اس مٹی کے ساتھ اس تعویذ کو گھر میں دبا دینا، یہ صاحب پریشان تو ضرور تھے مگر تھے توحید پرست بڑی مشکل سے بھاگے گھر آئے تو اذان ہو رہی تھی وضو کیا اور مسجد چلے گئے نماز پڑھی پھر نوافل ادا کرنے شروع کئے آج کل تو نوافل کا پڑھنا کجا ان کے پڑھنے کا تصور بھی نہیں آتا جلدی جلدی فرض وسنت ادا کئے اور بھاگے گھر کہ ڈرامہ دیکھنا ہے، نیوز سننی ہے، حالانکہ قیامت میں یہ نفلی عبادت بڑی کام آئے گی، ان صاحب نے نوافل کے بعد دعا کی اپنی اس لغزش پر اللہ سے معافی مانگی خلوص دل کے ساتھ جب کوئی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے تو باری تعالیٰ اس کی معافی کو قبول فرما لیتے ہیں، دعا مانگ کر فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک شناسا نمازی کھڑے ہیں شاید ان کے انتظار میں تھے، باتیں ہوئی ''باتوں باتوں میں'' انہوں نے بڑے رازدانہ طریقہ سے کہا کہ فلاں نمازی کی خواہش ہے کہ وہ اپنے لڑکے کا پیغام آپ کی صاحبزادی کیلئے بھیجیں انہوں نے مجھے یہ بات آپ تک پہنچانے اور آپ کا خیال معلوم کرنے کیلئے کہا ہے، یہ ہے باجماعت نماز پڑھنے کا فیض اور اللہ کے گھر (مسجد) میں حاضری کا انعام۔

ذکر چلا تھا ان صاحب کا جو مسجد کے مستقل نمازی تھے اور آج کل ایسے غائب کہ

''ڈھونڈو انہیں پر ملتے نہیں وہ''

گھر سے کوئی نکلے تو علیک سلیک ہو، اس دور میں کسے اتنی فرصت کے گھروں پر جا کر خیریت معلوم کرے دیوار ملے گھر والوں سے بھی ملاقات ختم ہوگئی کبھی آتے جاتے مل گئے تو مل گئے حالانکہ پڑوسیوں کے حقوق ہر مسلمان جانتا ہے پھر دیوار ملے پڑوسی کا تو بہت حق ہے اس کی خبر گیری رکھنا فرائض کا درجہ رکھتا ہے اس حق کو کون پہچانے! اپنی ذات کا حق ہی پہچاننے

کی فرصت نہیں، براہو ریڈیو کا! ست گھر میں بند پڑے ہیں، اوس پڑوس سے بے خبر، کچھ بھی ہوجائے خبر کیسے ہو؟ ٹی وی ریڈیو کی آواز کا توڑ اذان کی آواز تک اس تک اس شور میں سنائی نہ دے حالانکہ اذان کی آواز گھروں میں اور جہاں جہاں تک پہنچتی ہے، وہاں وہاں تک رحمتیں اور برکتیں پھیل جاتی ہیں، ایک روز وقت نکال کے ان صاحب کے گھر پہنچ گیا پوچھا خیریت تو ہے اتنا عرصہ ہوا مسجد آئے ہوئے، بڑی مشکل سے بولے بچی کی وجہ سے، حیرت سے پوچھا کیا ہوا، بیمار ہے کیا؟ جواباً ایک طویل داستان سنائی، بچی پر کسی نے بندش لگادی، رشتے نہیں آتے، ایک عامل صاحب نے وظیفہ بتایا ہے ۹۰ دن کا ہے روزانہ کی تعداد اتنی ہے کہ رات گئے پورا ہوتا ہے جس کی وجہ سے مسجد میں بھی آنا نہیں ہوتا اور کبھی کبھی نمازیں بھی قضا ہوجاتی ہیں، میں نے پوچھا پھر وظیفہ پڑھنے سے ''رشتے'' آئے بولے ابھی ختم تو ہونے دیں، ضرور آئیں گے، ان کے منہ سے یہ الفاظ سن کر بزرگ کا کہنا یاد آگیا مگر انہوں نے تو مسجد میں باجماعت کی شرط لگائی تھی مگر یہاں تعداد کے ساتھ وظیفہ گھوٹنے کی پابندی لگائی گئی، اللہ پناہ میں رکھے۔

نماز نسخہ کیمیا

بھلا اس طرح مسائل حل ہوتے ہیں اس کے آگے جھکو نہیں بس وظیفے پڑھتے رہو، ان کی حالت پر رحم آیا سیدھا راستہ چھوڑ کر کدھر چل دیئے، پوچھتا رہا کہ نماز کی پابندی کے بغیر چند آیات کا وظیفہ کیا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہونے کی دلیل ہے؟ بات تو جب بنتی ہے پانچوں وقت کی نماز کی پابندی کی جائے پھر وظائف کو اختیار کیا جائے کہ وظائف کا ورد بھی حضور الٰہی دعا ہی تو ہے اور دعا تو عبادت کا مغز ہے، اسی سے ہی مانگو، اسی کو پکارو اس کے آگے ہاتھ پھیلاؤ، اسی کی عبادت کرو، پھر دعا قبول ہوگی، وظائف کے طور پر آیات مقدسہ کا ورد ضرور کیا جائے مگر یہ یاد رہے کہ وظائف کے لئے نماز شرط اول ہے ہمارے علمائے حق جب کسی کو کچھ بطور وظیفہ پڑھنے کو دیتے تو یہ شرط لگادیتے ہیں کہ نماز کی پابندی کرنا ہوگی تمام پریشانیوں کا حل یہی نسخہ کیمیا ہے اللہ کرے کہ ہم میں اس کے حضور جھکنے کا عمل پیدا ہو بندوں کے آگے رونے سے بہتر ہے کہ معبود کے دربار میں تڑپ تڑپ کر دعا کریں کہ اس نے تو واضح اعلان کردیا ''بھلا کون ہے جو بے قرار (کی دعا) قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے (سورہ نمل پارہ ۲۰) وما علینا الا البلاغ۔ (شمارہ نمبر 59)

گلستان دل

دل سنواریئے' دل کا روحانی بائی پاس' جنت میں

دیدار خداوندی

جنت کیا ہے' اور اس کا راستہ

جنت آپ کی منتظر ہے

جنت میں لے جانے والے آسان اعمال

دل سنواریئے

دل بادشاہ ہے، دل صحیح ہو تو انسان کے تمام اعمال صحیح ہوتے ہیں، حدیث پاک میں ہے کہ جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ صحیح ہو جائے تو پورا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور وہ دل ہے، یہ ماہ رمضان ہے جس میں دل کو سنوارنے کا بھرپور موقعہ ہے، اس لئے ہم یہ مضمون اس ماہ بطور خاص قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں کو سنوار دے۔ آمین

دل کی صفائی: ہم اپنے گھر میں صفائی پسند کرتے ہیں، ذرا بھی کہیں کوڑا کرکٹ نظر آئے عورتوں کو ڈانٹ پڑتی ہے، صفائی کیوں نہیں کی، اپنے گھروں میں صفائی چاہنے والے ذرا غور کریں دل بھی تو اللہ رب العزت کا گھر ہے، اس میں بھی صفائی آنی چاہئے، اس پر جو گناہوں کا میل پڑا ہے، کوڑا کرکٹ بھرا ہے، افسوس ہے کہ ہم نے اسے ردی کی ٹوکری بنا رکھا ہے، یہ اللہ رب العزت کا گھر ہے وہ بھی چاہتے ہیں کہ یہ دل صاف ہو، جب دل صاف ہو جائے گا تو پھر اللہ رب العزت کی رحمتیں خود بخود اس میں آئیں گی، صفائی کرنے میں ہماری طرف سے دیر ہے، فقہ کا مسئلہ ہے کہ جس کمرہ میں (جان دار کی) تصویر لگی ہو اللہ رب العزت کی رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے، بالکل اسی طرح جس دل میں کسی کی تصویر بیٹھی ہوگی اللہ رب العزت اس دل میں آنا کیسے پسند فرمائیں گے؟ جب رحمت کا فرشتہ نہیں آتا تو رحمتیں بھیجنے والے کی محبت کیسے آئے گی؟ اس لئے اس دل پر محنت کرنے کی ضرورت ہے۔

دل کی قیمت: دیکھئے انسان کے جتنے بھی اعضاء ہیں وہ اس دل کے تابع ہیں، دل کے سنورنے سے انسان سنورتا ہے اور دل کے بگڑنے سے انسان بگڑتا ہے۔

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی   جس نے اسے سنوار دیا وہ سنور گیا

ایک دفعہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے دہلی کی جامع مسجد میں خطبہ دیا، فرمایا، مغل بادشاہو! تمہارے خزانوں کی بڑی تعریف سنی ہے لیکن ولی اللہ کے سینہ میں ایک دل ہے تمہارے خزانے سب مل کر بھی اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتے، سوچو! یہ دل کتنا قیمتی بن گیا ہوگا۔

دل قیمتی کیسے بنتا ہے؟ اس دل کو قیمتی بنانے کے لئے اس پر محنت کرنی پڑتی ہے، اس کو سنوارنا پڑتا ہے، اس کو بنانا پڑتا ہے، اس سے دنیا کی محبت کو نکالنا پڑتا ہے، الٹی سیدھی خواہشات دل سے نکالنی پڑتی ہیں تب انسان کا دل سنورتا ہے، اس میں سے دنیا کی محبت کیسے نکلے؟ اس کے لئے اللہ والوں سے سیکھ کر ذکر کرنا پڑتا ہے، ذکر کرنے سے انسان کا دل سنور جاتا ہے۔

قرآن مجید کی ایک آیت **ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا و جعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ** ہے اس کے تحت حضرت اقدس تھانوی نے ایک عجیب تمثیل لکھی ہے فرماتے ہیں کہ اگر **ان الملوک** سے مراد مالک الملک کا نام لیا جائے یعنی اللہ رب العزت اور ان کا نام اور **قریۃ** سے مراد دل کی بستی لے لی جائے تو فرماتے ہیں کہ پھر اسکے معنی بنیں گے، **ان الملوک اذا دخلوا قریۃ** کہ جب اللہ رب العزت کا نام دل کی بستی میں سما جاتا ہے **افسدوھا** انقلاب مچا دیتا ہے **وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ** اور دنیا جو دل میں معزز بنی ہوتی ہے اس کو ذلیل کر کے دل سے نکال دیا کرتا ہے، لہٰذا دوستو! اللہ رب العزت کے ذکر کرنے میں بڑی برکت ہوتی ہے، یہ دنیا کی محبت دل سے نکالتا ہے، اللہ رب العزت کی محبت سے دل کو منور کرتا ہے اور جب یہ دل بنا ہوا اور سنورا ہوا ہو تو پھر انسان کی کیفیت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

دل کا بگاڑنا آسان ہے: اس دل کا بگاڑنا بڑا آسان ہے، دیکھئے جیسے گھر کے اندر روشندان ہوتے ہیں اگر وہ کھلے رہیں تو پھر سارے کمرے میں مٹی آتی ہے، اسی طرح سے اگر آنکھ، کان وغیرہ کا روشندان کھلا رہے تو دل کے کمرے میں مٹی آجاتی ہے اور آج کل کے نوجوان کا تو یہ روشندان بند ہی نہیں ہوتا۔

ایک شخص حسن بصریؒ کے پاس حاضر ہوا، کہنے لگا، حضرت! ہمارے دل سو گئے ہیں، فرمایا وہ کیسے! عرض کیا کہ حضرت! آپ درس دیتے ہیں، وعظ نصیحت کرتے ہیں لیکن دل پر اثر نہیں ہوتا، حضرت نے فرمایا، اگر یہ معاملہ ہے تو یہ نہ کہو کہ دل سو گئے ہیں، یوں کہو کہ دل مو گئے (مر گئے)، وہ بڑا حیران ہوا، کہنے لگا، حضرت! یہ دل مر کیسے گئے! حضرت نے فرمایا، دیکھو جو انسان سویا ہوا ہو اسے جھنجھوڑا جائے تو وہ جاگ اٹھتا ہے اور جو جھنجھوڑنے سے بھی نہ جاگے وہ سویا ہوا نہیں، وہ مویا ہوا ہوتا ہے، جو انسان اللہ کا کلام سنے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا فرمان سنے اور پھر دل اثر قبول نہ کرے، یہ دل کی موت کی علامت ہوتی ہے تو ہم اس دل کو مرنے سے پہلے پہلے روحانی اعتبار سے زندہ کرلیں، جب یہ دل سنور جائے پھر اس میں اللہ رب العزت کی محبت بھر جاتی ہے پھر اس کی کیفیت ہی کچھ اور ہوتی ہے؟

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
یہ بیاباں جب ہوا عالم بیاباں ہوگیا

یہ اللہ والوں کی کیفیت ہوتی ہے، ان کا دل اللہ کی محبت سے بھرا ہوا ہوتا ہے، پھر اللہ کے سوا کسی اور کی جانب دھیان ہی نہیں جاتا، پھر بندہ کا دل قیمتی بن جاتا ہے، اس دل کو سنوارنے کے لئے مشائخ باقاعدہ ذکر بتاتے ہیں، ہم ان کو باقاعدگی سے کریں تاکہ دل اللہ رب العزت کی محبت سے لبریز ہوں، پھر ہمیں راتوں کو اٹھنے میں مزہ آئے گا، پھر ہمیں راتوں کو اٹھنے کے لئے گھڑیوں کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ بستر ہی اچھال دے گا، ہمارے ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی رحمہ اللہ جب بیان میں اہل دل کے واقعات سناتے تو فرماتے کہ ان لوگوں کا دل بنا ہوا تھا، اے اللہ ہمارے دل کو بھی سنوار دیجئے۔ (شمارہ نمبر 50)

موجودہ حالات میں ہماری ذمہ داری

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ اللعالمینی کے صدقہ امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلواۃ والتحیات) کو ایک خصوصیت یہ بھی حاصل ہوئی کہ جس طرح سابقہ امتوں کی بد کرداریوں پر انہیں دنیا کی اسی زندگی میں عذاب الٰہی میں آگھیرا اور تباہ کرکے رکھ دیا اس امت کے ساتھ ایسا نہیں کیا جائیگا کہ یک لخت پوری قوم عذاب الٰہی کا لقمہ بن کر نیست ونابود ہوجائے، لیکن پاداش عمل قدرت کا لازوال قانون ہے یہ ٹل نہیں سکتا، دنیا دارالعمل ہے اور خصوصاً مسلمانوں پر دین اسلام کی تعلیمات پر عمل کرکے دوسروں کو اس کی تبلیغ کرنے کی ذمہ داری ہے، اگر مسلمان اپنی اس ذمہ داری سے بے پرواہی برتیں گے تو اس کے نتائج یقیناً بھگتنے پڑیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ''اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت اور قوم باوجود قدرت کے اس شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہوجاتا ہے''۔

اس عذاب کی کئی شکلیں ہوتی ہیں، معاشی تنگی، بدامنی، بے اعتمادی، بددیانتی عام

ہوجاتی ہیں اور زندگی ایک عذاب بن جاتا ہے، تجارت میں خسارہ، غلہ کی قلت، اشیائے صرف کی مہنگائی عام وبا کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے بندہ اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کردیا جاتا ہے، موجودہ حالات جن سے ہم گزر رہے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہمارے گناہوں کی پاداش کا عمومی عذاب ہے جس میں ہم سب مبتلا ہورہے ہیں، مہنگائی کمر توڑ رہی ہے، مارکیٹ میں اعتماد و دیانت ڈھونڈنی پڑتی ہے، ہر چیز کا دونمبر موجود ہے، اصل نقل کی پہچان مشکل ہے اس سب کچھ کے علاوہ اس دفعہ دیہاتی علاقوں سے جو خبریں کپاس کی فصل کے بارے میں آئی ہیں وہ بہت فکرمند کرنے والی ہیں۔

لوگوں نے بتایا کہ کسانوں نے دس دس بارہ بارہ مرتبہ سپرے کئے مگر سنڈیوں پر کوئی اثر ہی نہیں ہوا، سنڈیاں راستوں پر ٹڈی دل کی طرح گھوم رہی ہیں، اخبار میں خبر آئی کہ ایک خاتون کے بچہ کو سنڈی نے کاٹا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔

یہ صورتحال یقیناً ہمارے اعمال میں کوتاہی و بے پروائی پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہے۔

سوچنے کی بات ہے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے بندہ کے لئے کون سی جگہ ہے، اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہیں انہیں بندے کی توبہ بہت پسند ہے، بندہ معافی مانگے تو اللہ معاف فرمادیتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ جنگل بیابان میں ایک آدمی کا اونٹ گم ہوجائے اور اس کے کھانے پینے کا سامان بھی اسی پر ہو اب اسے اونٹ ملنے کا بھی کوئی امکان نظر نہ آتا ہو اور بھوک و پیاس کی وجہ سے جب وہ قریب المرگ ہو چکا ہو اتنے میں اچانک اونٹ سامان سمیت اس کے پاس آ کھڑا ہو تو اس آدمی کو اس پر جتنی خوشی ہوگی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ آج سے ہم اپنی کوتاہیوں پر توبہ کریں، آئندہ کے لئے عہد کریں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کریں گے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی پابندی کریں، پابندی سے عشر ادا کریں، دیانت اور سچ کو کبھی نہ چھوڑیں پھر دیکھیں کیسے بہاریں آتی ہیں، اللہ پاک اپنے فضل وکرم سے توفیق دیں۔ آمین (شمارہ نمبر 51)

دل کا روحانی بائی پاس

آج کل کے اس مادی دور میں انسان نے جہاں دیگر شعبہ ہائے زندگی میں ترقی کی ہے اسی طرح جسمانی امراض پر قابو پانے کیلئے بھی جدید طریقہ علاج دریافت کر لئے گئے ہیں، جسمانی اعضاء میں سے ''دل'' ایک ایسا عضو ہے کہ اس کی اہمیت جس طرح دنیاوی زندگی میں مسلم ہے اسی طرح شریعت کی حیات روحانیہ میں بھی اسے مرکزی شان حاصل ہے دل کے حوالے سے جدید امراض میں سے ایک امرض جو صرف چند برسوں سے پھیل رہی ہے وہ دل کے ''والو'' بند ہو جانے کی مرض ہے جس کا علاج اکثر ڈاکٹر حضرات بائی پاس تجویز کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ہم پر کس قدر احسان ہے کہ ہمیں ایسی شریعت مطہرہ سے نوازا ہے جس کی تعلیمات پر عمل صحیح طریقے سے کرلیا جائے تو جہاں اخروی ثواب سے انسان مالا مال ہو جاتا ہے وہیں دنیاوی طور پر بھی جسم کے تمام اعضاء کے مختلف امراض سے بالعموم اور ''دل'' کے قدیم و جدید امراض سے بالخصوص محفوظ رہ سکتا ہے، دنیاوی زندگی میں دل کی اہمیت سے ہر شخص واقف ہے کہ زندگی ''حرکت قلب'' کا نام ہے کہ دل کی حرکت رکی اور دار فانی سے کوچ کا نقارہ بج اٹھا، اخروی و روحانی زندگی میں اس دل کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے وہ جب صحیح ہوتا ہے تو پورا جسم صحیح ہوتا ہے اور وہ جب خراب ہوتا ہے تو پورا جسم خراب ہوتا ہے اور وہ ''دل'' ہے۔

اس لئے بزرگان دین اہل اللہ انسان کی کامل اصلاح کیلئے خشت اول اسی کو قرار دیتے ہوئے اصلاح کا کام اسی سے شروع فرماتے ہیں، جن کی چند لمحہ کی صحبت انسان کو تمام دنیاوی کلفتوں سے نجات دیتی ہے، جن کے قدموں میں گزرے چند دن انسان کو حقیقی انسان بنادیتے ہیں، جس طرح دنیاوی طور پر دل کا بائی پاس ہونے کے بعد بند ''والو'' کھل جاتے ہیں اور انسان کی دنیاوی چندروزہ زندگی بحال ہو جاتی ہے اس طرح اگر ہم قرآن وسنت میں وارد مسنون اعمال کو اپنے معمولات میں شامل کرلیں تو ہم اپنے دل کا روحانی بائی پاس کر کے اپنے دل کو ہر قسم کے جسمانی اور روحانی امراض سے محفوظ کر سکتے ہیں اور اسی طرح دل کے

اندر حسد، بغض، کینہ، عداوت، بے جا غصہ، بخل، مال کی محبت، تکبر اور ریا جیسے امراض کی بجائے صبر، شکر، توکل، اخلاص، ایثار اور قناعت جیسے اوصاف حمیدہ پیدا ہونگے جس کے نتیجے میں انسان واقعی انسان بنتا ہے اور یہی گوہر نایاب ان اللہ والوں کی صحبت میں حاصل ہوتا ہے جو دل کے روحانی معالج ہیں شریعت کے عطا کردہ ان معمولات پر عمل کرنا دنیاوی طریق علاج سے کس قدر آسان ہے کہ نہ پیسوں کا خرچ، نہ آپریشن کی مشقت و اذیت، اس قدر آسان اعمال پر بعض اوقات ہماری نظر نہیں جاتی یا ہم نظر انداز کر دیتے ہیں، جبکہ ڈاکٹر بائی پاس کیلئے کہہ دیں تو ہم جس طرح ہو سکے اسباب مہیا کر کے اس دنیاوی علاج کیلئے تیار ہو جاتے ہیں اور اپنی زندگی کو داؤ پر لگا دیتے ہیں، جبکہ انسانیت کے سب سے بڑے مشفق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے اکسیر نسخے جملہ جسمانی و روحانی امراض کیلئے صدیوں سے مجرب ہیں، ذیل میں ایسے چند اعمال و وظائف ذکر کئے جاتے ہیں۔

☆ سورہ کہف کی خاصیت کے بارہ میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ جو کوئی ہر جمعہ کو ایک بار پڑھے ان شاء اللہ دوسرے جمعہ تک اس کا دل نور سے منور ہوگا۔ ☆ **فاستقم کما امرت و من تاب معک** استقامت قلب کیلئے گیارہ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا مفید ہے۔ ☆ **رب اعوذبک من همزٰت الشیٰطین و اعوذ بک رب ان یحضرون** جس کے دل میں وسوسہ شیطانی بکثرت پیدا ہوتے ہوں وہ اس آیت کو بکثرت پڑھے ان شاءاللہ ان وساوس سے محفوظ رہے گا۔

☆ **النور**: اس کے ذکر سے نور قلب حاصل ہوگا۔ ☆ **الماجد** لقمے پر پڑھ کر کھائے تو تقویت قلب حاصل ہو، ہمیشہ پڑھنے سے دل منور ہو۔ ☆ **یا الله قونی و قلبی**: اے اللہ مجھے اور میر دل کو قوت دے، ہر نماز کے بعد اور جب بھی دل کی تکلیف ہو دل پر سیدھا ہاتھ رکھ کر یہ دعا بار بار پڑھیں۔ (شمارہ نمبر 53)

جنت میں دیدار خداوندی

اہل اللہ کے نزدیک سب سے بڑی نعمت دیدار خداوندی ہے مگر حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں اکثر جگہ اعمال صالحہ پر جو اثرات مرتب فرماتے ہیں وہ جنت اور جنت کی نعمتیں

ہوتی ہیں اپنے دیدار کا تذکرہ بہت کم فرماتے ہیں حالانکہ اصل نعمت یہی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟، فرمایا: کہ کفار کے بارے میں قرآن شریف میں فرمایا گیا **کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون**. ترجمہ: ''ہرگز نہیں، بے شک وہ لوگ اس دن اپنے رب سے چھپائے جائیں گے'' جب کفر کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ان کو نہ ہوا تو ایمان کا ثمرہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو۔ دوسری جگہ فرمایا گیا: **وجوہ یومئذ ناضرۃ الیٰ ربہا ناظرۃ**. ترجمہ: ''بہت سے چہرے تو اس روز بارونق ہوں گے، اس دن بہت سے چہرے اپنے پروردگار کو دیکھیں گے'' تو قرآن شریف میں دیدار کی بنیاد قائم کر کے بشارت سنا دی گئی اور احادیث میں اس کی توضیح اور تشریح فرما دی گئی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ صحابہؓ کو اشکال ہوا کہ جب وہاں پر لاکھوں کا مجمع ہوگا تو حق تعالیٰ کا دیدار کیسے ہوگا؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ سورج چاند کو نہیں دیکھتے ایک کے دیکھنے میں دوسرا کوئی حائل نہیں ہوتا ہے، اسی طرح حق تعالیٰ کو دیکھو گے دوسرا کوئی حائل نہ ہوگا چاند وسورج تو محدود ہیں جب ان کے دیکھنے میں کوئی دوسرا حائل نہیں ہوتا تو حق تعالیٰ تو محیط الکل ہے ان کے دیکھنے میں دوسرا کیسے حائل ہوسکتا ہے۔

دیدار خداوندی کا میدان: حدیث شریف میں ہے کہ دربار خداوندی منعقد ہوگا وہ ساری جنتوں سے بالاتر ہوگا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ عرش اعظم کے نیچے ایک میدان ہے وہ بالکل سفید ہے وہ میدان اتنا بڑا ہے کہ اگر کوئی آدمی برس ہا برس سفر کرتا رہے تو وہ ختم نہ ہو اس میدان کے بیچ میں کرسی بچھائی جائے گی، حق تعالیٰ نے اس کرسی کے بارے میں خود ہی ارشاد فرمایا ہے: **وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض** وہ کرسی آسمان و زمین سے بھی بڑی ہے اس کے سامنے ساتوں آسمان ایسے ہیں جیسے ایک بہت بڑے میدان میں کوئی چھلہ پڑا ہوا ہو اس سے اس کرسی کی عظمت اور بڑائی معلوم ہوتی ہے، اس کرسی کے اردگرد انبیاء علیہم السلام کے منبر ہونگے اور وہ نور کے ہوں گے اور ہر نبی کے پیچھے حسب مراتب ان کی امت کی کرسیاں ہوں گی پورا میدان کرسیوں سے بھر جائے گا، جب میدان بھر جائے گا اور دوسرے درباری جمع ہوجائیں گے تو اس کرسی پر تجلیات ربانی کا

نزول شروع ہوگا وہ کرسی اس طرح چرچرائے گی معلوم ہوگا کہ اب ٹوٹ کر گر پڑے گی، حق تعالیٰ سبحانہٗ تو جسم سے پاک ہیں اس لئے کرسی پر جو بوجھ ہوگا وہ عظمت خداوندی کا بوجھ ہوگا، اس وقت لوگ یہ سمجھ جائیں گے کہ اب حق تعالیٰ شانہٗ ہم میں موجود ہیں، اس وقت حق تعالیٰ ملائکہ سے فرمائیں گے کہ ان کو شراب طہور تقسیم کرو جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ **وسقٰھم ربھم شراباً طھوراً** ''ان کو ان کا رب شراب طہور اًپلائے گا'' وہ شراب طہور دنیا کی شرابوں کی طرح نہیں ہوگی کہ جس سے عقل ماری جائے بلکہ اس شراب طہور کے پینے سے معرفت بڑھے گی اور کمالات میں اضافہ ہوگا اور پینے والے اعلیٰ مقام پر پہنچ جائیں گے، اس وقت حق تعالیٰ داؤد علیہ السلام کو فرمائیں گے کہ جس طرح تم دنیا میں میری حمد وثناء میں مناجاتیں کرتے تھے وہ پڑھو لحن داؤدی مشہور ہے، دنیا میں یہ آپؑ کا معجزہ تھا لوگوں پر بے خودی طاری ہوجاتی تھی، جب خدا کے حکم سے سارے انبیاء علیہم السلام کے مجمع میں خدا کے سامنے داؤد علیہ السلام تلاوت فرمائیں گے تو لوگوں کی عجیب کیفیت ہوگی اور اعلیٰ مقام روحانیت حاصل ہوجائے گی اور معرفت بڑھ جائے گی اس وقت حق تعالیٰ فرمائیں گے، سلونی جس کا جو چاہے وہ مجھ سے مانگ لے۔

جنت میں بھی علماء کی ضرورت: خدا کی طرف سے بار بار مطالبہ ہوگا، سلونی، مجھ سے مانگو سب لوگ حیران ہونگے کہ ہم مانگیں تو کیا مانگیں ہم کو کون کون سی نعمت نہیں ملی جنت میں وہ نعمتیں حاصل ہوچکی ہیں جو حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آسکتیں جب کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گا تو علماء کی طرف رجوع کریں گے کہ ہم کیا مانگیں، وہاں پر بھی علماء کی ضرورت پڑے گی دنیا میں تو پیچھا چھڑا کر بھاگتے ہیں تو جس طرح دین کے بارے میں دنیا میں علماء کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح زیارت خداوندی کے وقت بھی علماء کی ضرورت پڑے گی، اس وقت سارے علماء حضرات مل کر یہی فرمائیں گے کہ ہم کو ساری نعمتیں مل چکی ہیں صرف ایک نعمت نہیں ملی وہ مانگو اور وہ دیدار خداوندی ہے، وہ سب سے بڑی نعمت ہے، پھر سب لوگ یک زبان ہوکر یہی سوال کریں گے کہ اے اللہ تعالیٰ ہم کو ساری نعمتیں مل چکی ہیں صرف ایک نعمت رہ گئی ہے وہ آپ کا دیدار ہے ہم کو اپنا دیدار کرادیجئے، اصل یہ ہے دنیا میں جن لوگوں

نے عبادتیں کی ہیں وہ اسی تمنا کہ عبد اور معبود آمنے سامنے ہوں، دنیا میں تو ہم اللہ تعالیٰ کو عقیدت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں عیاناً نہیں دیکھتے مگر وہاں عیاناً دیکھیں گے، جس کی تمنا میں ساری عمریں گزاری ہیں وہ دیدار خداوندی ہے پھر ان کی درخواست منظور ہو جائے گی۔

حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر ٹھہری رہے اگر یہ نہ فرماتے تو ان کی ذات کی پاکیزگی ہر چیز کو جلا کر خاک کر دیتی، حق تعالیٰ کے انوار و برکات کو کون تحمل کر سکتا ہے اس لئے پہلے ہی فرمادیں گے کہ ہر چیز اپنی جگہ پر ٹھہری رہے اس کے بعد حجابات اٹھنے شروع ہو جائیں گے سارے حجابات اٹھ جائیں گے صرف عظمت و کبریائی کے حجابات رہ جائیں گے لامحدود ہیں انسان ان کا احاطہ کبھی نہیں کرسکتا۔

اس وقت سارے حضرات اپنے رب کو عیاناً دیکھیں گے اور اس طرح دیکھیں گے کہ نہ کوئی جہت ہے نہ سامنا ہے اور سب دیکھ رہے ہیں اس کے بعد برخواست ہوگا اور حکم ہوگا کہ سب لوگ اپنی اپنی جنت میں چلے جائیں، سب لوگ اپنی اپنی سواریوں سے روانہ ہو جائیں گے اور وہ سواریاں اتنی تیز رفتار ہونگی کہ پل بھر میں لاکھوں میل کا سفر طے کرلیں گی، جب وہ حضرات اپنی اپنی جنتوں میں پہنچ جائیں گے تو ان کی ازواج اور حوریں ان کو دیکھ کر کہیں گی کہ آج آپ کے اندر ایسا حسن و جمال ہے کہ ہم نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تو وہ کہیں گے کہ آج ہم حق تعالیٰ کی زیارت کر کے آئے ہیں اس کے بعد یہ لوگ خود ان سے کہیں گے کہ آج تو تمہارا حسن و جمال بھی بہت بڑھا ہوا ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ وہ کہیں گی کہ ہم نے تو یہیں سے اپنے پروردگار کی زیارت کر لی ہے، تو قرآن شریف نے زیارت کی بنیاد قائم کر دی اور حدیث شریف میں اس کی تشریح اور توضیح بیان کر دی گئی رہا یہ سوال کہ اکثر جگہ اعمال صالحہ پر دیدار کے بجائے جنت کا ثمرہ بتایا گیا ہے، مثلاً: **ان الذین امنوا و عملوا الصلحت لهم جنت تجری من تحتها الانهار** . اس کی وجہ یہ ہے کہ دیدار خداوندی ساری نعمتوں سے بالاتر ہے اس لئے عام نعمتوں میں اس کو شامل نہیں فرمایا، اگر عام نعمتوں میں اس کو بھی شامل فرماتے تو اس کی توہین ہو جاتی اس لئے اعمال صالحہ کا ثمرہ جنت کو مستقل بیان فرمادیا گیا اور دیدار خداوندی کو اعمال کا ثمرہ مستقل نہیں بیان فرمایا، دیدار

خداوندی اتنی بڑی نعمت ہے کہ جنت کی ساری نعمتیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہیں، یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ کفار کو دھمکی دی گئی ہے کہ اگر تم کفر کرو گے تو ہم تم سے پردہ کر لیں گے اور دیدار نہیں کرائیں گے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار سے سب سے بڑی نعمت چھین لی جائے گی اگر یہ بڑی نعمت نہ ہوتی تو چھینی نہ جاتی۔ (مجالس حکیم الاسلام) (شمارہ نمبر 53)

جنت کیا ہے؟

ایسے عظیم الشان گھر کے کیا پوچھنے جس کو بذات خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے بنایا ہوا اور اپنے محبوب اور عشاق کا مستقر ٹھہرایا ہو اس میں خوبیوں کو کامل طور پر مخصوص کر دیا ہو اس کو ہر قسم کے عیوب آفت ونقصان سے پاک کر دیا گیا ہو اگر تو اس کی زمین وخاک کا پوچھے تو وہ کستوری وزعفران کی ہے اگر تو اس کی چنائی کے گارا کا پوچھے تو وہ خوشبودار کستوری کا ہے اگر تو اس کی بجری کا پوچھے تو وہ لؤلؤ اور جواہر کی ہے اگر تو اس کی عمارت کا پوچھے تو ایک اینٹ سونا اور ایک اینٹ چاندی کی ہے اگر اس کے درختوں کا پوچھے تو ان میں سے ہر درخت کا تنہ سونے اور چاندی کا ہے اگر تو اس کے پھلوں کا پوچھے تو جھاگ سے زیادہ نرم شہد سے زیادہ میٹھے اگر تو اس کے پتوں کا پوچھے تو وہ باریک اور نفیس پوشاک سے بھی انتہاء درجہ کی حسین ہیں اگر تو جنت کی نہروں کا پوچھے تو کچھ نہریں دودھ کی ہیں اور کچھ نہریں لذیذ شراب کی ہیں اور کچھ نہریں صاف ستھرے شہد کی ہیں اگر تو ان کے طعام کا پوچھے تو میوے ہیں جو چاہیں پسند کر لیں اور ہوا میں اڑتے ہوئے جانوروں کا جس قسم کا جی چاہے اگر تو ان کے پینے کا پوچھے تو وہ تسنیم زنجبیل اور کافور پئیں گے اگر اس برتن کا پوچھے گا تو وہ سونے چاندی کے ہوں گے اگر تو جنت کے دروازوں کی چوڑائی کا پوچھے تو وہ دروازہ دو کواڑوں کے درمیان چالیس سالہ کا فاصلہ ہے اس پر ایک دن ایسا آنیوالا ہے کہ رش کی وجہ سے بھیڑ لگی ہوگی (اللھم اجعلنا منھم) اگر تو جنت کے سایہ کا پوچھے تو ان میں سے ایک ہی درخت ایسا ہے کہ تیز ترین گھوڑا سوار سو سال تک بھی چلتا رہے تب بھی نہ ختم ہو، سب سے کم درجہ کا جنتی اپنی مملکت تخت محلات اور باغات دو ہزار سال کی مسافت تک چلتا رہے اگر جنت کے خیموں کا پوچھے تو ان میں ہر ایک خیمہ ایسے خولدار موتی کا ہے کہ تمام خیموں میں

اس کی لمبائی ساٹھ میل ہے اگراس کے بالا خانوں اورکوٹھیوں کا پوچھے تو یہ ایسے بالا خانے ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر بنائے گئے ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اگر تو اہل جنت کے لباس کا پوچھے تو وہ ریشم اور سونے کا ہے اگر تو اس کے بچھونوں کا پوچھے تو ان کا استر موٹے ریشم کا ہے جو بڑے سلیقہ سے بنایا گیا ہے اور بچھایا گیا ہے اگر تو اس کی مسہریوں کا پوچھے تو وہ ایسے سخت ہیں جن پر سونے کے نگینوں سے شاہی مسہریوں کی چھت بنی ہوئی نہ تو ان میں کوئی پھٹن ہے نہ سوراخ اگر تو اہل جنت کی عمر کا پوچھے تو وہ آدم ابوالبشر علیہ السلام کی شکل پر 33 سال کے ہونگے اگر تو جنت والوں کے چہروں کا اوران کے حسن کا پوچھے تو وہ چاند کی شکل کے ہونگے اوران کے گیت کا پوچھے تو ان کی بیویاں حوریں خوش الحانی کریں گی اس سے زیادہ خوبصورت آواز فرشتوں اور انبیاءؑ کی ہونگی اگر تو جنت کی سواریوں کا پوچھے تو وہ نہایت شان وشوکت اور اعلیٰ درجہ کی سواریاں ہونگی اگر تو ان کے زیور اور لباس کی زینت کا پوچھے تو وہ کنگن سونے اور اعلیٰ درجہ کے مؤمنوں کے ہونگے اور سروں پر شاہی تاج ہونگے اگر تو جنت کے چھوکروں کا پوچھے تو وہ ہمیشہ رہنے والے ایسے لڑکے ہونگے گویا وہ (غایت حسن و جمال میں) حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں، اگر تو ان کی دلہنوں اور بیویوں کا حال پوچھے تو وہ نو خواستہ (نوجوان عورتیں ہونگی کمر نرم و نازک ہوگی جب چہرہ کا جلوہ دکھائے تو سورج اس کے مکھڑے کی رعنائیوں میں لہلہاتا ہو جب مسکرائے تو بجلی اس کے دانتوں سے چمک اٹھے جنتی اس جنت کی دلہن کے حسن ورخسار میں دیکھے گا جیسے صاف شفاف آئینہ میں کسی چیز کو دیکھا جاتا ہے جھانک لے تو آسمان وزمین کی فضاء خوشبو سے معطر کردے اور تمام مخلوقات کی زبان کو کلمہ تکبیر اور تسبیح پکارنے پر بے ساختہ مجبور کردے اس کی وجہ سے دنیا کے دونوں کنارے سج جائیں اور اپنے غیر کے دیکھنے سے تمام آنکھوں کو بند کردے جیسے سورج ستاروں کی روشنی کو ماند کردیتا ہے اور روئے زمین پر بسنے والے تمام حی وقیوم پر ایمان لے آئیں اس کا دوپٹہ دنیا اور اس کی سب چیزوں سے زیادہ قیمتی ہے جتنے زمانوں پر زمانے گزرتے جائیں گے وہ حسن و جمال میں ترقی کرتی چلی جائے گی اس کی جوانی نہ جائے گی اس کا لباس پرانا نہ ہوگا نہ اس کے حسن کی رعنائیاں ضعیف پڑیں گی، اس

کی نگاہ (ناز وادا وغیرہ) اپنے خاوند کی طرف ہی رہے گی، اس لئے وہ کسی غیر کی طمع نہ کرے گی، اگر یہ اس کی طرف نظر کرے تو اس کو خوش کردے گی اگر حکم کرے تو تسلیم کرے گی یہ اس حور کے ساتھ ساتھ رہے گا یہ ایسی ہے جس کو کسی انسان یا جن نے ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا، جب جنتی اس حور کو دیکھے گا تو اس کا دل سرور ولذت سے اچھل اچھل جائے گا اور جب اپنا جلوہ دکھائے گی تو محل وبالا خانہ کو چمکا دے گی۔ (شمارہ نمبر 36)

جنت کا راستہ

حضرت علامہ جلال الدین صاحب سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کنزل العمال کی روایت سے نقل فرمایا کہ ایک مرتبہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں ایک شخص (سائل) نے حاضر ہوکر چند اہم اور ضروری باتوں کے متعلق سوالات کئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد وثناء کے بعد جوابات ارشاد فرمائے، ان سوالات وجوابات کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

سائل: اے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں چاہتا ہوں کہ ایک بڑا عالم بن جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو اللہ سے ڈرتا رہ، بس بڑا عالم بن جائے گا، یعنی اللہ کا خوف اور اس کے حکموں پر عمل، علم وحکمت کے خزانے خود ہی فراہم کردیں گے۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ دولت مند بن جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو قناعت اختیار کر مالدار ہوجائیگا۔

سائل: میری خواہش ہے کہ سب سے بہتر شخص ہوجاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

سائل: میں سب سے عادل شخص بننا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اگر تو سب کے لئے بھی وہی پسند کرے گا جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ تو سب سے زیادہ منصف اور عادل شخص بن جائے گا۔

سائل: میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقرب بننا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: ذکر الٰہی میں مصروف رہ تو تیری خواہش پوری ہوجائیگی۔

سائل: میں محسنوں اور نیکوکاروں میں سے ہونا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبات کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو (اس طرح کر جیسے) وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ میرا ایمان مکمل ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اپنے اخلاق درست کر لے، تیرا ایمان مکمل ہو جائے گا۔

سائل: میں اطاعت گزاروں میں سے بننا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اپنے فرائض ادا کرتا رہ، مطیع افراد میں تیرا شمار ہوگا۔

سائل: میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حال میں حاضر ہوں کہ تمام گناہوں سے پاک ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو جنابت سے غسل کر، اس کی برکت سے روز جزا گناہوں سے پاک اٹھے گا۔

سائل: میری خواہش ہے کہ حشر میں نور کے ساتھ اٹھایا جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو کسی پر ظلم نہ کر، قیامت کے دن نور میں اٹھے گا۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو اپنی جان اور خلق پر رحم کر، اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے گا۔

سائل: میں چاہتا ہوں میرے گناہ کم ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو استغفار کثرت سے کیا کر، تیرے گناہ کم ہو جائیں گے۔

سائل: میں بزرگ بننا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: مصیبت میں لوگوں سے اللہ کی شکایت نہ کر، بزرگ ہو جائیگا۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ میرے رزق میں وسعت ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو ہمیشہ باطہارت رہ، تیرے رزق میں برکت ہوگی۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست بن جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: جو چیزیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہیں ان کو پسند کر اور جس سے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفرت ہے ان سے نفرت کر۔

سائل: میں اللہ کے غضب سے بچنا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: کسی پر بے جا غصہ نہ کر اللہ تعالیٰ کے غضب سے محفوظ رہیگا۔

سائل: میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں مستجاب الدعوات بننا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو حرام چیزوں اور حرام باتوں سے بچ۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو قیامت میں سب کے سامنے رسوا نہ کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر، اللہ تعالیٰ تجھ کو رسوا نہ کرے گا۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ اللہ میرے عیب چھپالے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو اپنے بھائیوں کے عیب چھپا، اللہ تعالیٰ تیرے عیب پر پردہ پوشی کریگا۔

سائل: میری غلطیاں کیسے معاف ہوں گی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: خوف خدا سے رونے، خدا سے عاجزی کرنے اور بیماریوں سے۔

سائل: کونسی نیکی اللہ کے نزدیک افضل ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اچھے اخلاق انکساری، مصیبتوں پر صبر اور اللہ کے فیصلوں پر خوشی کا اظہار۔

سائل: اللہ کے نزدیک سب سے بڑی برائی کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: بدترین اخلاق اور کنجوسی۔

سائل: کونسا عمل اللہ کے غضب کو روکتا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: پوشیدہ طور سے صدقہ دینا اور قرابت داروں کا حق ادا کرنا، اور ان سے سلوک واحسان سے پیش آنا۔

سائل: جہنم کی آگ کو کونسی چیز بجھائے گی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: نماز اور روزہ۔ (کنز العمال وجامع صغیر) (شمارہ نمبر 10)

اعمال صالحہ کی ترغیب کیلئے جنت کے حالات وصفات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وصیت فرمایا کرتے تھے کہ نیکی کے فلاں فلاں کام کرتے رہنا اسی پر جینا اور اسی پر مرنا یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے آملو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے حوض کوثر پر ملنے کی جگہ اور وقت طے کئے اور تمام مؤمنین سے وعدہ فرمایا کہ

میری امت میں جولوگ میرے پیروکار ہونگے میرے دین کے مطابق زندگی گزارتے ہوں گے اور گناہ ہوجانے پرتوبہ استغفار کرلیتے ہوں گے وہ بھی متقیوں میں شمار ہونگے اوران سے بھی میری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی، اور یہ ملاقات ایسی پیار بھری ہوگی کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے دست مبارک سے پاک جام عطاء فرمائیں گے اور یہ پانی ایسا عجیب و غریب ہوگا کہ جس کے پینے کے بعد کسی کو موت نہیں آئے گی اور نہ ہی کسی کو پیاس لے گی۔

حوض کوثر: حدیث میں آتا ہے کہ حوض کوثر اتنا بڑا ہے کہ بیت المقدس سے لیکر عدن تک کے فاصلے جتنا بڑا ہے اور اتنی ہی اس کی لمبائی اور چوڑائی ہے اور اس کے اوپر پانی پینے کے لئے جو گلاس رکھے ہوئے ہیں وہ تعداد میں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں اور حوض کوثر میں جو پانی آرہا ہے وہ دو پرنالوں کے ذریعے آرہا ہے جو جنت سے آتے ہیں۔

اہل جنت کے قد: حدیث میں آتا ہے کہ جنتی آدمی کو اتنے بڑے بڑے علاقے دیئے جائیں گے کہ جب وہ گھومنے جائے گا تو وہاں دیکھے گا کہ مختلف درختوں پر طرح طرح کے پھل لگے ہوئے ہیں، ایک بیر کے درخت کو دیکھے گا اور اس کا ایک ایک بیر گھڑے کے برابر ہوگا، جنت میں جنتیوں کا قد وقامت بڑھا کر حضرت آدم علیہ السلام کے قد کے برابر کردیا جائے گا۔ (ماخوذ وعظ جنت کے حالات) (شمارہ نمبر 1)

جنت آپ کی منتظر ہے

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے جنت کے بارے میں ایک عجیب حدیث اپنے وعظ میں بیان فرمائی ہے جو قارئین کی نذر کی جارہی ہے۔

ایک ادنیٰ جنتی کی جنت: ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا حال بیان فرمایا کہ سب سے آخر میں جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ایسا شخص ہوگا جو اپنے اعمال بد کی پاداش میں جہنم میں ڈال دیا جائے، کیونکہ اگر آدمی مؤمن ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر اعمال خراب کئے ہیں تو پہلے اس کو ان اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی، اس لئے اس کو پہلے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اب وہ شخص جہنم میں جھلس رہا ہوگا تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ یا اللہ! اس جہنم کی تپش اور اسکی گرمی نے تو مجھے جھلسا دیا ہے آپ کی بڑی مہربانی ہوگی کہ آپ مجھے تھوڑی

دیر کیلئے جہنم سے نکال کراوپر کنارے پر بٹھادیں تاکہ میں تھوڑی دیر کیلئے جلنے سے بچ جاؤں۔

اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ اگر ہم تمہیں وہاں بٹھادیں گے تو تم کہو گے کہ مجھے اور آگے پہنچادو، وہ بندہ کہے گا یااللہ! میں وعدہ کرتا ہوں کہ بس ایک مرتبہ یہاں سے نکال کر اوپر بٹھادیں، پھر آگے جانے کیلئے نہیں کہوں گا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اچھا ہم تمہاری بات مان لیتے ہیں، چنانچہ اس کو جہنم سے نکال کراوپر بٹھادیا جائے گا، جب وہاں تھوڑی دیر تک بیٹھے گا اور کچھ اس کے ہوش وحواس ٹھکانے پرآئیں گے تو تھوڑی دیر کے بعد کہے گا کہ یااللہ آپ نے مجھے یہاں بٹھادیا اور جہنم سے نکال تو دیا لیکن ابھی جہنم کی لپٹ یہاں تو آرہی ہے، تھوڑی دیر کے لئے اور دور کردیں کہ یہ لپٹ بھی نہ آئے۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم نے ابھی وعدہ کیا تھا کہ آگے جانے کیلئے نہیں کہوں گا، اب تو وعدہ خلافی کررہا ہے؟ وہ کہے گا یااللہ! مجھے تھوڑا اور آگے بڑھادیں تو پھر کچھ نہیں کہوں گا اور کچھ نہیں مانگوں گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو تھوڑا اور دور کردیں گے اور اب کو اس جگہ سے جنت نظر آنے لگے گی، پھر تھوڑی دیر کے بعد کہے گا کہ یااللہ! آپ نے مجھے جہنم سے تو نکال دیا اور اب مجھے یہ جنت نظر آرہی ہے، آپ تھوڑا اجازت دیدیں کہ میں اس جنت کا تھوڑا سا نظارہ کرلوں اور اس کے دروازے کے پاس جاکر دیکھ آؤں کہ یہ جنت کیسی ہے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو پھر وعدہ خلافی کررہا ہے وہ شخص کہے گا کہ یااللہ! جب آپ نے اپنے کرم سے یہاں تک پہنچادیا ہے تو ایک جھلک مجھے جنت کی بھی دکھادیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جب تمہیں ایک نظر جنت دکھاؤں گا تو، تو کہے گا کہ مجھے ذرا اندر داخل کردیں، وہ شخص کہے گا نہیں یااللہ! مجھے صرف جنت کی جھلک دکھادیں، اس کے بعد پھر نہیں کہوں گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی ایک جھلک دکھادیں گے، لیکن جنت کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا یااللہ! آپ ارحم الراحمین ہیں جب آپ نے مجھے جنت کے دروازے تک پہنچادیا تو اب اے اللہ! اپنے فضل سے مجھے اندر داخل بھی فرمادیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ دیکھ ہم تجھ سے پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ تو وعدہ خلافی کرے گا لیکن چل، جب ہم نے تجھے اپنی رحمت سے یہاں تک پہنچادیا تو اب ہم تجھے اس جنت میں داخل بھی کردیتے ہیں اور جنت

میں تجھے اتنا بڑا رقبہ دیتے ہیں جتنا پوری زمین کا رقبہ ہے وہ شخص کہے گا یا اللہ! آپ ارحم الراحمین ہیں اور میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ میں کہاں اور جنت کا اتنا بڑا رقبہ کہاں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں مذاق نہیں کرتا، تمہیں واقعی جنت کا اتنا بڑا رقبہ عطا کیا جاتا ہے۔

اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس مقام پر پہنچ کر ہنسے، پھر صحابہ کرامؓ سے لیکر یہ حدیث ہم تک پہنچی تو جو بھی اس حدیث کو بیان کرتا ہے وہ ہنستا ضرور ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کو ''مسلسل بالضحک'' کہا جاتا ہے اس حدیث سے جنت کی وسعت اور اللہ جل شانہ کی رحمت کا اندازہ لگائیں کہ سب سے زیادہ گنہگار اور ادنی درجہ کے جنتی کو جنت میں دس دنیاؤں کے برابر جگہ عطا کی جائے گی۔

جنتی اپنے علاقوں کا حکمران ہوگا: اب آپ یہ سوچیں گے کہ وہ اکیلا بندہ اتنی بڑی زمین کا کیا کرے گا؟ یاد رکھیں! کہ جنت غیر آباد نہیں ہے اور نہ ہی اس میں صحرا اور ویرانے ہیں وہ اتنی سرسبز وشاداب اور اتنی آباد جگہ ہے کہ وہاں انسان ہر وقت نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا رہے گا اور ہر شخص اپنے علاقے پر حکومت کرے گا اور اس کی حکومت ایسی عظیم الشان ہوگی کہ اس کی رعیت اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکے گی، حوریں اور غلام اس کے خادم ہونگے اور وہ جنت ایسی ہوگی کہ: **ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون نزلا من غفور رحیم** (سورہ حٰم سجدہ آیت نمبر ۳۲-۳۱)

''اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز اس میں تمہارے لئے جو مانگو گے موجود ہے، یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے یعنی جس چیز کی خواہش ہوگی وہ ملے گی'' اور اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بیان فرمائی۔ **اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون** (سورہ یٰسین آیت نمبر ۸۲) ''جب وہ کسی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے''۔

یہی شان اللہ جل شانہ، جنتی کو عطا فرمادے گا اور جو جنتی کسی کام کو کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا۔ (وعظ جنت کے مناظر) (شمارہ نمبر 2)

جنت آپ کی منتظر ہے

جنت کی چابی: معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا الہ الا اللہ" کی گواہی دینا جنت کی چابی ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں وہب بن منبہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا "لا الہ الا اللہ" جنت کی چابی نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں لیکن ہر چابی کے دانت ہوتے ہیں اگر آپ ایسی چابی لے کر آئیں گے جس کے دندانے ہوں تو آپ کے لئے دروازہ کھل جائے گا ورنہ نہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ کو جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور بتلائیے، فرمایا "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" جنت کا دروازہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر مطلوب کی ایک ایک چابی مقرر کی ہے جس سے وہ کھولا جاتا ہے چنانچہ وضو نماز کی چابی مقرر فرمایا جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مفتاح الصلوٰۃ الطھور

وضو نماز کی چابی ہے: اسی طرح حج کی چابی احرام ہے، نیکی کی چابی سچ ہے، جنت کی چابی توحید ہے علم کی چابی اچھا سوال ہے اور اچھی طرح غور سے کان لگا کر سننا نصرت اور کامیابی کی چابی صبر ہے اور مزید ملنے کی چابی شکر ہے اور ولایت کی چابی محبت اور ذکر ہے فلاح کی چابی تقویٰ ہے، توفیق ملنے کی چابی رغبت اور ڈر ہے قبولیت کی چابی مانگنا ہے، آخرت میں رغبت کی چابی دنیا میں زہد اختیار کرنا ہے، ایمان کی چابی ان چیزوں میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے پاس قریب ہونے کی چابی اس کے ساتھ اپنے دل کو اس کے لئے تابعدار اور سالم رکھنا اور کسی کام کرنے یا چھوڑنے اور محبت رکھنے اور بغض رکھنے میں اس کی رضامندی سامنے رکھنا اور حیاۃ قلب کی چابی قرآن میں تدبر اور سحری کے کے وقت گڑگڑانا اور گناہوں کا چھوڑنا ہے رحمت اور احسان کی چابی خالق کی عبادت اور اس کے بندوں کی نفع رسانی میں ہے، رزق کی چابی تقویٰ اور استغفار کے ساتھ کوشش کرنا ہے عزت کی چابی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے آخرت کے لئے تیاری کی چابی امید کا گھٹانا ہے اور ہر بھلائی کی چابی اللہ اور دار آخرت میں رغبت ہے اور ہر

برائی کی چابی دنیا کی محبت اور لمبی امید ہے۔

☆ تم خدا کو فراغت وعیش میں یاد رکھو، خدا تمہیں تمہاری مصیبت اور سختی میں یاد رکھے گا۔ (ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) (شمارہ نمبر 5)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح (چمکتی دمکتی) ہوں گی اور جو لوگ ان کے بعد (دوسرے نمبر پر) داخل ہونگے ان کی صورتیں بہت زیادہ روشن ستارہ کی طرح سے (منور) ہونگی سب جنتیوں کے دل ایک ہی دل پر ہونگے (یعنی ان کو آپس میں ایسی محبت ہوگی جیسے قالب بہت ہوں اور قلب ایک ہو) ان میں آپس میں نہ اختلاف ہوگا نہ بغض، ہر ایک کے لئے (حورعین میں سے کم از کم) دو بیویاں ہونگی، ان میں سے ہر بیوی کی پنڈلی کا گودا (ہڈی اور) گوشت کے باہر سے نظر آئے گا، یہ لوگ صبح شام اللہ کی تسبیح بیان کریں گے نہ بیمار ہونگے نہ پیشاب پاخانہ کریں گے، نہ ناک سے ریشہ آئے گا اور نہ تھوکیں گے، ان کے برتن سونے چاندی کے ہنگے اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی ان کی انگیٹھیوں میں خوشبو پھیلنے کیلئے جو چیز جلے گی وہ عود ہوگی اوران کا پسینہ مشک کی طرح (خوشبودار) ہوگا سب اپنے باپ آدم علیہ السلام کی صورت پر ہونگے اور ان کا قد بلندی میں ساٹھ ہاتھ ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۹۶)

اس حدیث سے اہل جنت کے حسن و جمال اور ان کی بیویوں کی خوبصورتی کا حال معلوم ہوا، نیز ان کی صفائی ستھرائی کا بھی پتہ چلا کہ ان کو نہ ناک صاف کرنے کی ضرورت ہوگی اور تھوکنے کی حاجت ہوگی اور نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ کرنے کی ضرورت ہوگی پسینہ جو آئے گا وہ گرمی کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ کھانا ہضم ہو جانے کی علامت کے طور پر ہوگا (جس کا بیان آگے آئے گا) اور وہ پسینہ خوشبودار او خوشگوار ہوگا۔

حدیث بالا میں اہل جنت کی انگیٹھیوں میں جلنے والی چیز عود ہوگی ذہن میں لانے کیلئے "عود" کو "اگر" کی لکڑی سمجھ لیجئے جس کے برادے سے اگر بتیاں بنتی ہیں، چونکہ "اگر" قیمتی چیز ہے اس لئے دوسری لکڑی کی باریک باریک سلائیوں پر اس کا برادہ لپیٹ کر اگر بتی

بنائی جاتی ہے، جنت میں کسی چیز کی کمی نہ ہوگی، لہٰذا خوشبو کے لئے عود ہی سلگ رہا ہوگا (اس کے برادہ کی بتیاں بنانے کی حاجت نہ ہوگی) اور یہ وہاں کا عود ہوگا یہاں کے عود پر قیاس نہ کریں یہ انگیٹھیاں آگ سے جل رہی ہوں گی یا کسی دوسری چیز سے؟ اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں دیکھی۔ فائدہ: بخاری شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کا قد ساٹھ ہاتھ بلند تھا اور جنت میں جو بھی داخل ہوگا آدم علیہ السلام کی ساخت پر ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ (بخاری شریف)

سوال: اتنے لمبے لمبے آدمی بھلا کیا اچھے معلوم ہوں گے؟

جواب: جب سب ہی ایک قد کے ہونگے تو کسی کا قد بھی اعتدال سے باہر معلوم نہ ہوگا اور سب ہی کو پسند آئے گا۔

فائدہ ثانیہ: حدیث میں جو لفظ بکرۃ وعشیا یعنی (صبح و شام) فرمایا اس کے متعلق شراح حدیث میں لکھتے ہیں کہ اس سے حقیقی صبح و شام مراد نہیں ہے کیونکہ وہاں طلوع وغروب نہ ہوگا بلکہ ایک ہی طرح کا سماں ہوگا لیل ونہار کی آمدورفت نہ ہوگی۔ (دینی دسترخوان جلد دوم) (حاجی عبدالقیوم مہاجر مدنی شمارہ نمبر 10)

جنت میں جانے کے آسان اعمال

۱- ہنستے ہوئے جنت میں داخلہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک وہ لوگ جن کی زبانیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہتی ہیں وہ ہنستے ہوئے جنت میں جائیں گے۔ (حصن حصین)

۲- مرتے ہی جنت میں داخلہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لیتا ہے اس کو جنت میں داخل ہونے سے اس کے سوا اور کوئی مانع کہ وہ ابھی زندہ ہے، مرا نہیں (یعنی مرتے ہی جنت میں جائے گا) (حصن حصین)

فائدہ: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لیتا ہے وہ دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے۔ (منتخب احادیث ص ۱۷۳)

۳- جنت کا یقینی داخلہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کی زبان پر آخری

بات لا اله الا الله ہوگی وہ جنت میں (ضرور) داخل ہوگا۔ (حصن حصین صفحہ ۲۴۴)

۴- جنت واجب ہوگئی: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے یہ کلمات کہہ لئے اس کے لئے جنت واجب ہوگئی کلمات یہ ہیں:

رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا و بمحمد صلى الله عليه وسلم رسولا.

فائدہ:......صبح وشام تین تین بار یہ کلمات پڑھ لئے جائیں، مزید انعام یہ کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے راضی فرمائیں گے۔

۵- ادھر موت ادھر جنت: حضرت شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سید الاستغفار یہ ہے:

اللهم انت ربي لا اله الا انت خلقتني وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت اعوذبك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء بذنبي فاغفرلي فانه لا يغفر الذنوب الا انت.

جو شخص اس کو یقین کے ساتھ شام کو پڑھے اور اس رات مر جائے تو جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص اس کو یقین کے ساتھ صبح کو پڑھے اور اس دن مر جائے تو جنت میں داخل ہوگا۔ (دعوات صالحہ)

۶- جنت کے آٹھوں دروازے کھلے: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی رعایت کے ساتھ) پھر یہ دعا پڑھے: **اشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لا شريك له و اشهد ان محمد عبده ورسوله** کہے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (مغفرت کاملہ، ص ۵۰)

۷- اسماء حسنیٰ پڑھنے سے جنت: حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ جن کے ساتھ دعاء مانگنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، ننانوے نام ہیں، جو شخص ان کا احاطہ کرلے گا (یعنی یاد کرلے گا اور پڑھتا رہے گا) وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (حصن حصین، ص ۴۴)

۸- جس دروازے سے چاہے جنت میں جائے: حدیث شریف میں آیا ہے

کہ جو شخص یہ شہادت دے گا: اشهد ان لا اله الا الله وحده و ان محمداً عبدهٗ و رسوله و ان عیسی عبدالله و ابن امته و کلمته القاها الی مریم و روح منه و ان الجنة حق و ان النار حق.

اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے وہ (داخل ہونا) چاہے گا (داخل کردے گا)۔ حصن حصین ۲۶۰) (شمارہ نمبر 42)

جنت میں جانے کے آسان اعمال

۹۔تھوڑی دیر میں جہاد کا اجر وثواب: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے (اللہ کی راہ میں) اونٹنی کا دودھ دوہنے کے درمیان وقفہ کے بقدر (ذرا سی دیر) بھی جنگ کی، اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ (حصن حصین، ص ۲۴۳)

۱۰۔اذان کا جواب دینا: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص دل سے اذان کا جواب دے گا، جنت میں داخل ہوگا۔ (حصن حصین، ص ۱۱۶)

فائدہ:...... جب مؤذن کی اذان سنے تو جو کلمات مؤذن کہتا جائے خود بھی وہی کلمات اذان کہتا جائے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے بجائے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے۔ (حصن حسین، ص ۱۱۵)

۱۱۔مسلمانوں کو سلام کرنا: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک دن میں بیس مسلمانوں کو سلام کیا خواہ وہ ایک جگہ بیٹھے ہوں یا الگ الگ ہوں، پھر اس شخص کا اسی روز انتقال ہوجائے تو اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے اور رات کا بھی یہی حکم اور فضیلت ہے۔ (جمع الفوائد)

۱۲۔شفاعت و جنت کا حصول: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص ہر نماز کے بعد کہتا ہے:

اللهم اعط محمدا الدرجة الوسيلة اللهم اجعل فی المصطفين صحبة وفی العالين درجته وفی المقربين ذكره.

تو اس نے مجھ پر شفاعت کرنا لازم کرلیا اور اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

۱۳- ذکر کا اہتمام کرنا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔ (فضائل ذکر، ص ۸۸)

۱۴- کلمہ کی سچے دل سے گواہی: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پکے دل سے شہادت دیتا ہو، ضرور جنت میں داخل ہوگا، دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں گے۔

۱۵- دو خصلتوں کا اہتمام: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان ان کا اہتمام کرے جنت میں داخل ہو، اور وہ دونوں بہت معمولی چیزیں ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں، ایک یہ کہ: **سبحان الله الحمد الله الله اکبر** ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو روزانہ ایک سو پچاس مرتبہ (پانچوں نمازوں کے بعد کا مجموعہ) اور دس گنا ہوجانے کی وجہ سے پندرہ سو نیکیاں حساب میں شمار کی جائیں گی اور دوسری چیز یہ کہ سوتے وقت **الله اکبر** چونتیس مرتبہ، **الحمد لله** تینتیس مرتبہ اور **سبحان الله** تینتیس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو سو کلمے ہوگئے جن کا ثواب ایک ہزار نیکیاں ہوگئیں، اب ان کی اور دن بھر کی نمازوں کے بعد کی میزان کل دو ہزار پانچ سو نیکیاں ہوگئیں، بھلا اعمال تولنے کے وقت اڑھائی ہزار برائیاں روزانہ کی کس کی ہونگی۔ (فضائل، ذکر، ص ۱۵۱)

۱۶- وحدانیت اور رسالت کا اقرار: ایک روایت میں ہے کہ جو شخص شہادتوں (اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت) کا اقرار کرلے اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن ملے گا وہ جنت میں داخل کیا جائے گا، خواہ اس کے (اعمال نامہ میں) کتنے ہی گناہ ہوں (منتخب احادیث ص ۴۲) (شمارہ نمبر 43)

جنت میں جانے کے آسان اعمال

۱۷- شرک سے بیزاری: حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کی موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو اور کسی کے ناحق خون میں نہ رنگے ہوں تو وہ جنت کے دروازوں میں

سے جس دروازے میں سے چاہے گا داخل کردیا جائے گا۔

۱۸- قیامت کے دن پر ایمان: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کی موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس سے کہا جائے گا کہ تم جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہو داخل ہو جاؤ۔

۱۹- دو چیزوں پر جنت کی ضمانت: سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میرے واسطے اس چیز کا ذمہ دار ہو جائے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان اور جو اس کی ٹانگوں کے درمیان ہے یعنی شرم گاہ میں اس کے لئے جنت کا ذمہ دار ہوں۔

فائدہ: ان دونوں اعضاء کی حفاظت کرلیں جنت کا داخلہ طے ہو جائیگا۔

۲۰- ہجرت و جہاد: حضرت فضالہ بن عبیدؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں اس شخص کے لئے جو مجھ پر ایمان لائے، فرمانبرداری اختیار کرے اور ہجرت کرے، ایک گھر جنت کے مضافات میں، ایک گھر جنت کے درمیان میں دلانے کا ذمہ دار ہوں اور میں اس شخص کے لئے جو مجھ پر ایمان لائے، فرمانبرداری اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرے ایک گھر جنت کے مضافات میں، ایک گھر جنت کے درمیان میں اور ایک گھر جنت کے بالاخانوں میں دلانے کا ذمہ دار ہوں جس شخص نے ایسا کیا اس نے ہر قسم کی بھلائی کو حاصل کرلیا اس نے ہر قسم کی بھلائی کو حاصل کرلیا اور ہر قسم کی برائی سے بچ گیا، اب اس کی موت چاہے جیسے آئے وہ جنت کا مستحق ہو گیا۔ (منتخب احادیث، ص ۱۴۴)

۲۱- زکوٰۃ کی خوش دلی سے ادائیگی: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس کو حال میں ملے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو، اپنے مال کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ ثواب کی نیت سے ادا کی ہو اور (مسلمانوں کے) امام کی بات کو سن کر اسے مانا ہو تو اس کیلئے جنت ہے۔ (منتخب احادیث، ص ۱۴۵)

۲۲: نماز کی پابندی: حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص نماز پڑھنے کو ضروری سمجھے وہ جنت میں ہوگا۔ (منتخب احادیث،ص ۱۶۱)

۲۳-**مسجد بنانا:** حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، جس نے کوئی مسجد بنائی جس میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیتے ہیں۔ (منتخب احادیث)۔

۲۴-**سورۃ اخلاص کی برکت:** حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ کے ساتھ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو **قل هو الله احد** پڑھتے ہوئے سن کر ارشاد فرمایا، واجب ہوگئی، میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا واجب ہوگئی، ارشاد فرمایا، جنت واجب ہوگئی۔ (شمارہ نمبر 44)

۲۵-**جنت کے محلات:** حضرت معاذ بن انس وجہنیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے دس مرتبہ **قل هو الله احد** پڑھی، اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے ایک محل بنادیں گے، حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تو میں بہت زیادہ پڑھا کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بھی بہت زیادہ اور عمدہ ثواب دینے والے ہیں۔

۲۶-**جنت کا دروازہ:** حضرت سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا تمہیں جنت کے دروازوں میں سے ایک درواره نہ بتلاؤں؟ میں نے عرض کیا ضرور بتلایئے، ارشاد فرمایا، وہ دروازہ **لا حول ولا قوة الا بالله** ہے۔

فائدہ:......ایک روایت میں **لا حول ولا قوة الا بالله** کو جنت کے پودے فرمایا گیا ہے۔

۲۷-**تکلیف دہ چیز ہٹانا:** حضرت ابو ہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ایک درخت مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا، ایک شخص نے اسے کاٹ دیا تو وہ (اس عمل کی وجہ سے) جنت میں داخل ہوگیا۔ (منتخب احادیث،ص ۴۸۶)

۲۸-**بیمار کی عیادت کرنا:** حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی بیمار کی عیادت کے لئے یا اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات کیلئے جاتا ہے تو ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ تم برکت والے ہو، تمہارا چلنا با برکت ہے اور تم نے جنت میں ٹھکانا بنالیا۔

۲۹- بہنوں، بیٹیوں کی پرورش: حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا معاملہ رکھے اور ان کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اس کے لئے جنت ہے۔

۳۰- یتیم کی کفالت: حضرت عمر بن مالک قشیریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، جس شخص نے ایسے یتیم بچے کو جس کے ماں باپ مسلمان تھے اپنے ساتھ کھانے پینے میں شریک کیا یعنی اپنی کفالت میں لے لیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بچے کو ان (کی کفالت سے) بے نیاز کر دیا یعنی وہ اپنی ضروریات خود پوری کرنے لگا تو اس شخص کیلئے جنت واجب ہوگئی۔

۳۱- حفظ قرآن: حضرت علیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا، پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اسکے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حق تعالیٰ شانہٗ اسکو جنت میں داخل فرماویں گے اور اسکے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اسکی شفاعت قبول فرماویں گے جن کیلئے جہنم واجب ہوچکی ہوگی۔ (فضائل قرآن، ص ۲۴)

۳۲- نمازوں کا اہتمام: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اس کا میں نے اپنے لئے عہد کرلیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے، اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا اور جو نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ (فضائل نماز ص ۱۸) (شمارہ نمبر 45)

۳۳- جنگل میں نماز: ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بکریاں چرانیوالا کسی پہاڑ کی جڑ میں (یا جنگل میں) اذان کہتا ہے اور نماز پڑھنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس سے بے حد خوش ہوتے ہیں اور تعجب تفاخر سے فرشتوں سے فرماتے ہیں، دیکھو جی میرا بندہ اذان کہہ کر نماز پڑھنے لگا، یہ سب میرے ڈر کی وجہ کر رہا ہے، میں نے اس کی مغفرت کر دی اور جنت کا داخلہ طے کر دیا۔ (فضائل نماز، ص ۵۱)

۳۴-بارہ رکعت سنت مؤکدہ: ام المؤمنین ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات دن میں بارہ رکعتیں (علاوہ فرض کے) پڑھے، اس کے لئے جنت میں ایک گھر تیار کیا جائے گا، چار ظہر سے پہلے اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔ (اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۵۹)

۳۵-سورۂ اخلاص کی تسبیح: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص بستر پر سونے کا ارادہ کرے، پھر وہ سونے سے پہلے سو دفعہ قل ھو اللہ احد پڑھے تو جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا اے میرے بندے! اپنے داہنے ہاتھ پر جنت میں چلا جا۔ (فضائل نماز، صفحہ نمبر ۳۹۳)

۳۶-ہزار بار درود شریف: ابو حفص ابن شاہین نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ہزار بار درود پڑھے تو جب تک وہ اپنی جگہ جنت میں نہ دیکھ لے، نہ مرے گا۔ (فضائل نماز ص ۳۱۹)

فائدہ: اتنی بڑی دولت کو حاصل کرنے کے لئے پوری زندگی میں کبھی ایک ہزار بار درود شریف بھی پڑھ لے تو مفت میں جنت مل جائے گی۔

۳۷-آیۃ الکرسی اور ساتھ والی آیتیں: جو سورۃ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اس کے ساتھ والی آیتیں پانچوں نمازوں میں پڑھ لیا کرے تو جنت اس کا ٹھکانا ہو اور حظیرۃ القدس میں رہے، اللہ تعالیٰ روزانہ اس پر ستر مرتبہ نظر رحمت سے دیکھیں اور ستر حاجتیں اس کی پوری فرمائیں گے، یعنی اس کی مغفرت ہے۔ (فضائل نماز، ص ۲۴۳)

۳۸-پانچ راتوں میں عبادت: ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص پانچ راتوں میں عبادت کیلئے جاگے اس کے واسطے جنت واجب ہو جائے گی، لیلۃ الترویہ (آٹھ ذی الحجہ کی رات) لیلۃ العرفہ (۹ ذی الحجہ کی رات) لیلۃ النحر (۱۰ ذالحجہ کی رات) اور عید الفطر کی رات اور شب براءت یعنی ۱۵ شعبان کی رات۔ (فضائل رمضان، ص ۶۷)

فائدہ: سال بھر میں پانچ راتوں میں عبادت کر لینا کون سا مشکل کام ہے۔

۳۹-مغرب سے عشاء تک کا اعتکاف: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو

شخص مسجد جماعت میں مغرب سے عشاء تک کا اعتکاف کرے کہ نماز، قرآن کے علاوہ کسی سے بات نہ کرے، حق تعالیٰ شانہ اس کیلئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں۔ (فضائل رمضان ص ۵۹)

۴۰۔ جھگڑوں سے اجتناب: حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس نے جھگڑے کو چھوڑا حالانکہ وہ غلطی پر تھا تو اس کے لئے جنت کے آس پاس مکان بنایا جائے گا اور جس نے جھگڑے کو چھوڑا حالانکہ وہ حق پر تھا تو اس کے لئے بیچ جنت میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے اپنے اخلاق اچھے رکھے (کہ جھگڑے کو قریب ہی نہ آنے دیا) تو اس کے لئے جنت کے اوپر مکان بنایا جائے گا۔ (گلدستہ احادیث، ص ۲۵)

آخر میں دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اعمال کی وافر توفیق عطا فرما کر جنت کا داخلہ آسان فرمائیں، آمین یارب العالمین۔ (شمارہ نمبر 46)

جنت میں داخلہ کا ٹکٹ...... حسن اخلاق

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ لوگ کس چیز کی وجہ سے جنت میں زیادہ داخل ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے ڈر اور اچھے اخلاق کی وجہ سے''۔ (ایمان کی شاخیں) (شمارہ نمبر 12)

جنت اللہ کے فضل سے ملے گی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا لا ینجی احدکم عملکم تم میں سے کسی کو تمہارا عمل نجات نہیں دلائے گا۔ جب تک فضل خداوندی اور اس کی رحمت شامل نہ ہو۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی آپ کو نجات نہیں دلا سکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ مجھے بھی میرا عمل نجات نہیں دلا سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنا فضل نہ فرمائیں اور اپنی رحمت میں ڈھانپ نہ لیں تو حقیقت یہی ہے کہ نجات کا تعلق فضل ہی سے ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی فضل پر اعتماد کر کے عمل ہی کو چھوڑ دے کہ فضل ہی ہو جائے گا کیونکہ فضل جب ہو کہ متعین ہو جائے کہ یقیناً فضل ہی ہو جائے گا۔

دوسری طرف اگر مایوس ہوکر عمل ہی چھوڑ دے یہ غلط ہے یہ فضل ہی ہوتا ہے کہ جب ادھر سے فضل ہوتا ہے تو بندہ عمل کرنا شروع کر دیتا ہے تو فضل یہیں سے شروع ہوجاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر عمل کر رہا ہے تو فضل متوجہ ہے لہذا بندہ مایوس نہ ہو مگر نجات کا تعلق فضل ہی سے ہے۔

بنی اسرائیل کے ایک عابد کی عبرتناک حکایت: امم سابقہ میں ایک شخص بہت ہی بڑا عبادت گزار زاہد اور عابد تھا، سارے کام چھوڑ کر ہر وقت عبادت میں لگا رہتا تھا لیکن بیوی بچوں کا مسئلہ بھی سامنے تھا اس کی خواہش ہوئی کہ ان تمام جھگڑوں کو چھوڑ کر ہر وقت عبادت میں مشغول رہے اس نے بیوی کو الگ کیا کہ ساری جائیداد دے دلا کر سمندر کے وسط میں ایک ٹیلہ تھا وہاں آکر ڈیرہ ڈال دیا اور ہمہ وقت عبادت میں مشغول ہوگیا۔

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اسی کڑوے سمندر سے ایک میٹھا چشمہ جاری کر دیا، ایک نالی سے ٹھنڈا پانی نکلنے لگا اور ایک انار کا درخت اگا دیا اس عابد کا کام یہ تھا کہ روزانہ ایک انار کھالیتا اور ایک کٹورا پانی پی لیتا اسی طرح اس نے پانچ سو برس خالص ومخلص عبادت کی، جب اس کے انتقال کا وقت آیا تو اس نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھے سجدے کی حالت میں وفات دیجئے تا کہ میں عبادت ہی میں ختم ہوجاؤں اور یہ بھی درخواست کی کہ میرے بدن کو آپ قیامت تک سجدے کی حالت میں محفوظ رکھیں تا کہ میں قیامت کے دن صورتاً بھی سجدہ گزار اٹھوں اللہ تعالیٰ نے ان کی دونوں درخواستوں کو منظور فرمالیا ان کی وفات ہوئی اور اسی حالت میں بدن کو محفوظ فرمایا۔

مؤرخین ارشاد فرماتے ہیں کہ اب بھی وہ محفوظ ہے لیکن وہاں پر اللہ تعالیٰ نے ایسے گنجان درخت اگا دیئے ہیں کہ لوگ ہیبت زدہ ہیں وہاں پر جاتے نہیں، بہرحال انتقال کے بعد اسی حالت میں حق تعالیٰ کے سامنے اس کی پیشی ہوئی یا قیامت کے دن ہوگی۔

عابد کے دل کا وسوسہ: اس عابد کے دل میں ایک وسوسہ گزرے گا کہ پانچ سو برس ہم نے خالص عبادت کی مگر اب بھی اپنے فضل ہی سے بخش رہے ہیں کم سے کم دلداری کیلئے یہی فرمادیتے کہ ہم نے تیری عبادت کے بدلے میں جنت دی تو میں خوش ہوجاتا کہ محنت ٹھکانے لگی، اب اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے عبادت ہی نہیں کی صرف فضل ہی سے بخشا

گیا، اللہ تعالیٰ تو علیم بذات الصدور ہیں، یعنی لوگوں کے دلوں کی کھٹک کو بھی جانتے ہیں۔

پانچ سو سال کی عبادت صرف ایک کٹورا پانی کے بدلہ چلی گئی: اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرمائیں گے اس کو دوزخ میں ڈالنا نہیں ہے البتہ لے جاؤ اتنی دور اس کو کھڑا کرو کہ جہنم کا پانچ سو برس کا راستہ وہاں سے ہو ملائکہ اس کو اس جگہ لے گئے، جب وہ مقام پر پہنچا تو جہنم سے ایک لپٹ آئی اور ایک دم بھر سے پیر تک خشک ہو گیا اور اس نے پیاس پیاس چلانا شروع کیا تو غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اس میں ٹھنڈے پانی کا کٹورا تھا، عابد نے عرض کیا کہ یہ مجھے دیدو تو آواز آئی کہ یہ پانی قیمت سے ملے گا، عابد نے کہا کہ اس کی قیمت کیا ہے تو کہا گیا کہ جس نے پانچ سو برس خالص عبادت کی ہو اگر وہ اس کے بدلے میں لینا چاہے تو لے سکتا ہے، عابد نے کہا کہ وہ میرے پاس ہے، لے لو، اس کو پانی کا کٹورہ دیا وہ پیا اور جان بچی پھر حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اس کو واپس لاؤ، فرشتے واپس لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بندے تیری پانچ سو برس کی عبادت کا صلہ ہماری طرف سے ادا ہو گیا اور وہ تیرا ہی تجویز کردہ تھا کہ پانچ سو برس کی عبادت کے بدلے خوشی سے ایک کٹورہ پانی پر راضی ہو گیا اور وہ دیدیا گیا، اب معاملہ برابر ہو گیا، اب حساب دے تو کتنی عبادت دنیا سے لے کر آیا ہے جو تجھے روز ایک انار دیتے تھے اس کے ہر دانے کا حساب دو، اس کے بدلے میں کتنی عبادت لے کر آئے ہو اور پانی کے لاکھوں پیالوں کو تم نے پیا ہے ایک ایک قطرہ کا حساب دے کہ اس کے بدلے میں کیا عبادت کر کے لائے ہو اور ہم نے جو آنکھوں میں نور بخشا تھا اس کا ایک ایک تار تھا کہ تو اس دنیا کی چیزوں کو دیکھتا تھا اس کے ہر تار کا حساب دے کہ اس کے بدلے میں کیا عبادت کر کے لایا ہے اور ہم نے جو سانس کی نعمت دی تھی جس سے تو زندگی گزارتا رہا تھا ہر ہر سانس کا حساب دے اس کے بدلے میں کیا عبادت کر کے لایا ہے۔

حقیقت کا انکشاف: یہ سن کر عابد تھرا گیا اور عرض کیا کہ اے اللہ! بیشک آپ کے فضل ہی سے نجات ہے کسی کے عمل سے نہیں پھر وہ اس مقام پر پہنچے جس مقام پر پہنچنا تھا حقیقت یہ ہے کہ انسان خواہ پانچ ہزار برس عمل کرے مگر فضل ہی کام دے گا محض عمل کام نہیں دے گا اللہ تعالیٰ اس کو قبول کر لیں تو سب سے بڑی نعمت ہے اگر اس کو عمل کہہ دیں تو یہ بھی بڑی نعمت ہے،

یہ تو عمل کی صورت دی گئی ہے۔ (از: مجالس حکیم الاسلام) (کلمات حکیم الاسلام شمارہ نمبر 48)

خود کو جہنم سے بچائیں

خون کے آنسو: حضرت زید بن رفیعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ دوزخی کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل دوزخ جب دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو مدت تک عذاب کی شدت سے آنسوؤں سے روتے رہیں گے پھر مدت تک خون کے آنسوؤں سے روئیں گے اس وقت دوزخ کے فرشتے ان سے کہیں گے کہ اے بد نصیبو تم نے دنیا میں اپنے گناہوں پر نادم ہو کر رونا چھوڑ دیا اور دنیا کی دولت ولذت اور روشن انجام کے پیچھے مست ہو کر ہنسنے کی زیادتی کی آج تمہارا فریادرس کون ہے دوزخی اس پر چیخیں گے اور پکار پکار کر کہیں گے اے ہمارے باپ اے ہمارے بیٹے اے ہماری ماں واہلیہ ہم قبروں سے پیاسے نکلے اور جب تک وہاں رہے پیاسے رہے اور اب بھی بے انتہا پیاسے ہیں کچھ پانی ہماری طرف بھی بہادو اور جو نعمت اللہ نے تم کو عنایت فرمائی ہے اس میں سے کچھ ہم کو بھی دو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخی اس طرح چالیس برس تک چلاتے رہیں گے اور کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی مددگار دستیاب ہوگا کافی عرصے بعد جو جواب ملے گا وہ یہ کہ تمہیں یہیں رہنا ہے (بکواس بند کرو دنیا میں آنکھیں بند کر کے کیوں رہے اور دولت کے دیوانے بن کر کیوں جیئے؟ دینی ہدایت پر غور اور عمل کرنے کی بجائے مذاق کیوں اڑایا؟ آخر ہر بھلائی اور ہر مدد سے ناامید ہو جائیں گے) اللہ تعالیٰ ہر شخص کو دنیا ہی میں اپنے گناہوں پر نادم ہو کر توبہ کی توفیق عنایت فرمائیں اور عذاب حشر کے خوف سے کثرت سے رونے کی اور دین کی باتوں کی روشنی سے اپنی زندگی کے ہر شعبے کو روشن کرنے کی خاص توفیق دیں۔ آمین۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر وتفسیر مظہری جلد ۵ ص ۳۷۴)

جہنم کے سات دروازے: ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کے سات دروازے ہیں اور (یہ دروازے دنیا کی ان گمراہیوں اور معصیتوں کے لحاظ سے ہیں جن پر چل کر آدمی دنیا ہی میں اپنے لئے جہنم کی راہ کھولتا ہے اور جہنم میں اپنی جگہ مول لیتا ہے مثلاً

۱-کوئی دہریت کے راستے سے دوزخ کی طرف جاتا ہے۔
۲-کوئی شک کے راستے سے۔
۳-کوئی نفاق کے راستے سے۔
۴-کوئی نفس پرستی اور ضد پرستی اور فسق وفجور کے راستے سے۔
۵-کوئی ظلم وستم اور خلق آزاری کے راستے سے۔
۶-کوئی تبلیغ ضلالت وبدعت اور اقامت کفر کے راستے سے۔
۷-کوئی اشاعت فحشاء ومنکر کے راستے سے۔

یہ سات طرح کے راستے دخول جہنم کے ہیں اور ہر دروازے میں (۷۰) ستر جنگل ہیں، ہر جنگل کی لمبائی ستر سال کا راستہ ہے، ہر جنگل میں ستر ہزار شاخیں ہیں ہر شاخ میں ستر ہزار گڑھے ہیں، ہر گڑھے میں ستر ہزار شگاف (دراڑ سوراخ) ہیں، ہر شگاف کی لمبائی ستر ہزار برس کا راستہ ہے اور ہر دراڑ میں ستر ہزار خونخوار اژدھے ہیں ہر اژدھے کے منہ میں ستر ہزار بچھو ہیں ہر بچھو کی پیٹھ میں ستر ہزار مہرے ہیں ہر مہرے میں دردناک زہر بھرا ہوا ہے، ایک ایک زہر پہاڑ کے برابر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر اور منافق کو اس زہر کا مزا چکھنا ہوگا (غنیۃ الطالبین ص ۳۰۹)

ظالموں کا انجام: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظالموں، جابروں اور مغروروں کو آگ کے صندوق میں ڈال کر قفل لگا دیا جائے گا، یہ صندوق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں پھینک دیئے جائیں گے اور ان لوگوں میں سے ہر ایک کو ہر ساعت میں ننانوے قسم کے نئے نئے عذاب دیئے جائیں گے ان کے منہ کی نئی جلدیں روزانہ ہزار مرتبہ تبدیل ہوں گی۔ (بحوالہ غنیۃ الطالبین ص ۳۱۹)

اس حدیث میں بھی اور اس سے اوپر والی حدیث میں بھی ظالموں کو اہل دوزخ میں شمار کیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ کسی پر ظلم کرنا اور کسی کو تکلیف پہنچانا اللہ جل شانہٗ کے نزدیک بہت بڑا جرم اور گناہ ہے اور انسان دوسروں پر ظلم جو کرتا ہے وہ کئی طرح سے کرتا ہے اس لئے ان کی نشاندہی کرنا مناسب ہے تاکہ ان سے بچنا آسان ہو۔

(۱) قتل کرنا، قاتل کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اس پر اللہ کی لعنت ہے اور اللہ کا غضب ہے اور اللہ نے اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۲) کسی کو مارنا (۳) کسی کا ناحق مال کھانا (۴) کسی کو گالی دینا (۵) کسی پر غلط تہمت لگا کر اس کی رسوا کرنا مذکورہ بالا ظلم کرنے والوں کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص آئیگا اس کے پاس بہت سی نمازیں روزے اور زکوٰۃ کا اجر ہوگا مگر اس نے دنیا میں کسی کا خون بہایا ہوگا کسی کو مارا ہوگا، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور ان لوگوں سے معاف بھی نہ کرایا ہوگا تو اس کی نیکیاں ان مظلومین کو دیدی جائینگی مگر ہنوز حق لینے والے باقی ہونگے اس لئے حکم باری تعالیٰ ہوگا کہ ان مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں چنانچہ بالآخر یہ شخص جو نیکیوں کے انبار اور عبادات کے خزانے لے کر آیا تھا وہ اب اپنے اور ان لوگوں کے گناہوں کے انبار لے کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا جن پر اس نے کسی قسم کا ظلم کیا ہوگا۔ (۶) کسی کا عیب ظاہر کرنا تا کہ وہ لوگوں میں رسوا ہو یہ بھی ظلم ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان بھائی کے عیب پر پردہ ڈال دے گا بروز قیامت خداوند کریم بھی اس کے عیبوں پر پردہ ڈالیگا۔ (۷) کسی خفیہ تدبیر سے کسی کو نقصان پہنچانا بھی ظلم ہے مثلاً کسی نے لوگوں سے کوئی لین دین کیا تھا تو کوئی شخص غلط فون کر کے لین دین والوں کو اس معاملہ سے روک دے جس کی وجہ سے سودا کرنے والے کا نقصان ہو یا کسی نے اپنے بیٹے یا بیٹی کا کسی سے رشتہ کیا تو لڑکے والوں کی طرف سے یا لڑکی والوں کی طرف سے کوئی شخص خود ہی فون کر کے کوئی غلط بات کہہ دے جس سے رشتہ ختم ہو جائے یا لڑکے اور لڑکی والوں کو جا کر یہ کہنا کہ اگر تم نے رشتہ کیا تو یہ نقصان ہوگا وہ نقصان ہوگا، اس طرح ڈرا کر رشتہ ختم کرا کے آپس میں اختلاف کرا دے یہ بھی ظلم ہے اس طرح کرنے والا اگرچہ دنیا والوں کی نظر میں ظالم نہ ہوگا مگر عنداللہ ظالم ہے اور آخرت میں اسکی گرفت ہوگی آخر میں ظلم کی مذمت کی کچھ حدیثیں نقل کی جاتی ہیں تا کہ ظلم کی قباحت ہمارے دل میں اچھی طرح پیدا ہو جائے

اور ہم کسی پر دست ستم دراز کرنے سے رک جائیں۔

☆......حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا (جیسے نیکی نور کی شکل میں ہوگی)۔

☆......حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتے ہیں (تاکہ وہ ظلم سے باز آئے لیکن اگر وہ باز نہ آئے تو) جب اس کو پکڑینگے تو نہیں چھوڑیں گے۔

☆......حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا، یعنی اس کی بددعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

☆......حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مظلوم کی بددعا ظالم کافر کے خلاف ضرور قبول ہوتی ہے اگرچہ مظلوم فاسق وفاجر ہی کیوں نہ ہو، دوسری روایت میں الفاظ ہیں کہ اگرچہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو۔

مذکورہ بالا احادیث کے پیش نظر ہر عاقل انسان کا فیصلہ یہی ہونا چاہئے کہ وہ کسی پر رائی کے برابر بھی ظلم نہ کرے تاکہ کل قیامت کے دن مجرم بن کر پیش نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عذاب جہنم سے محفوظ رکھیں، آمین! (شمارہ نمبر 21)

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

شوقِ آخرت

موت......مومن کیلئے تحفہ، سرمایہ تسکین

شہدائے آخرت

موت کی تیاری اوراس کا طریقہ

صحابہ کرام اور اکابر اہل اللہ کا فکر آخرت

بزرگان دین کے سفر آخرت پر مشتمل

ایمان افروز واقعات

موت......مؤمن کیلئے تحفہ ہے

بندہ اللہ کی مخلوق ہے، بندہ اللہ کا غلام ہے اور موت ایسی چیز ہے جو اس مخلوق کو اپنے خالق اور غلام کو اپنے آقا سے ملاتی ہے چنانچہ مشہور ہے کہ موت ایک پل ہے جو محبوب کو اپنے محبؒ سے ملا دیتی ہے اللہ والوں کے لئے موت گویا عید کا دن ہوتا ہے، بہت سارے بزرگوں کے واقعات ہیں کہ نیک لوگوں نے موت کے وقت خوشی کا اظہار کیا ہے مثلاً حضرت بلال کو دیکھ لیجئے کہ آپؓ کی موت کے وقت آپؓ کی بیوی کہہ رہی تھیں ''واحزناه'' افسوس تم جا رہے ہو اور حضرت بلال کہہ رہے تھے ''واطرباه غدا نلقى الاحبة محمداً صلى الله عليه وسلم'' کیسے مزے کی بات ہے کل ہم دوستوں سے ملیں گے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں گے، حضرت حذیفہؓ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو فرمانے لگے ''محبوب (موت) ضرورت کے وقت آیا ہے جو اس پر نادام ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا، یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ مجھے ہمیشہ دولتمندی سے فقیری زیادہ محبوب رہی ہے اور بیماری صحت سے زیادہ پسند رہی ہے اور موت زندگی سے زیادہ مرغوب رہی ہے، یا اللہ مجھے جلدی سے موت عطاء کر دے تاکہ میں تجھ سے ملوں'' یہ الفاظ ادا ہوئے اور روح پرواز کر گئی، حضرت بشر حافیؒ سے مرض الوفات میں پوچھا گیا آپ زندگی کو عزیز رکھتے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا نہیں مجھے اپنی زندگی سے کوئی محبت نہیں، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ آخر وقت میں جب مرض کے شدت میں مبتلا تھے تو خدام نے دوا پینے کیلئے کہا تو فرمانے لگے:

''دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست''

یعنی عشق کے مریض کا علاج تو فقط دیدار الٰہی ہے مولانا محمد علی جوہر نے اپنی موت سے پہلے یہ شعر کہا:

ہے رشک ایک خلق کو جوہر کی موت پر　　　یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

آج ہم اپنی حالت پر غور کریں ہمیں سب سے وحشت ناک چیز موت لگتی ہے،

موت کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور موت سے اس درجہ بیگانہ ہورہے ہیں جیسے موت کبھی آنی ہی نہیں حالانکہ ہر ذی روح کو موت تو آنی ہے موت کسی صورت ٹل نہیں سکتی، اگر کسی گھر میں کسی کی موت ہو جائے تو عزیز واقرباء کی بے صبری عجیب ہوتی ہے، یہ بات درست ہے کہ کسی بھی عزیز کی جدائی پر طبیعت کو صدمہ ہوتا ہے مگر موت بھی کوئی انہونی نہیں ہے اس لئے موت سے اس قدر گھبرانے اور اس پر جزع فزع کرنا بے معنی ہے ہم نے دو واقعات دیکھے کہ باپ کی وفات پر بیٹے ایسے جزع فزع کر رہے تھے گویا ان کے خیال میں یہ ان پر کسی نے ظلم کر دیا اور اب وہ ان سے بدلہ لینے کے لئے جوش دکھا رہے ہیں، ایک دفعہ نشتر میں دیکھا کہ ایک خاتون کا انتقال ہوا تو اس کی بیٹی رو رو کر بے ہوش ہو گئی مرنے والی بھول گئی اور اب سارے اسی کی فکر میں لگ گئے، یہ بے صبری بڑا گناہ ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلی بات جو لوح محفوظ میں لکھی وہ یہ ہے کہ ''میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں مگر میں ہی ہوں، محمد میرا بندہ اور رسول ہے، جس میں میرے فیصلے کو قبول کیا میری آزمائش پر صبر کیا، میری نعمتوں کا شکر کیا، میں نے اس کو صدیق لکھ دیا اور اسے میں صدیقوں کے ساتھ اٹھاؤں گا، اور جس نے میرے فیصلہ کو تسلیم نہ کیا، میری آزمائش پر صبر نہ کیا اور میری نعمتوں کا شکر نہ کیا تو وہ میرے سوا اپنا رب ڈھونڈ لے''۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس کیلئے تیاری کریں، اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے ساتھ لین دین اور دوسرے حقوق کا معاملہ صاف رکھیں تو یہی موت ہمیں بھی محبوب ہو جائے گی۔

اور ایک اہم کام یہ ہے کہ گھر میں دینی کتابیں پڑھ کر سنائیں بزرگوں کے واقعات اور قرآن وحدیث کی باتیں سنائیں اور سمجھائیں تاکہ گھر والوں میں اور بچوں میں اس چیز کی سمجھ پیدا ہو اور اگر کوئی عزیز فوت ہو جائے تو اس پر صبر کریں اور شریعت کے مطابق اس فوت ہونے والے کے کفن دفن کے حقوق ادا کریں نہ یہ کہ جزع فزع دھاڑ، فریاد ہو جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ (شمارہ نمبر 35)

موت کا ایک پہلو یہ بھی ہے

موت مؤثر ترین واعظ ہے: حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک غار میں دیکھا کہ ایک

عظیم الخلقۃ آدمی چت لیٹا ہوا پڑا ہے اور اس کے پاس ایک پتھر رکھا ہے. جس پر لکھا ہوا ہے ''میں دوسم بادشاہ ہوں، میں نے ایک ہزار سال حکومت کی، ایک ہزار شہر فتح کئے، ایک ہزار لشکروں کو شکست دی اور ایک ہزار کنواری عورتوں کے ساتھ شب زفاف کا لطف اٹھایا، آخر میرا انجام یہ ہوا کہ مٹی میرا بچھونا اور پتھر میرا تکیہ ہے، پس جو بھی مجھے دیکھے تو وہ دنیا کے دھوکہ میں مبتلا نہ ہو جیسے دنیا نے مجھے دھوکہ دیا''۔

اسکندر کی موت: جب اسکندر مرا تو ارسطا طالیس نے کہا ''اے بادشاہ تیری موت نے ہمیں سرگرم عمل کر دیا'' ایک اور دانا نے جب اسکندر کی موت دیکھی تو کہا ''بادشاہ آج اس حالت میں اپنی پوری زندگی کے خطابات سے مؤثر خطاب کر رہا ہے اور بادشاہ کا آج کا وعظ اس کی پوری زندگی کے وعظوں سے زیادہ سبق آموز ہے''۔

سبا بن نواس کی وصیت: ولید بن عبدالملک کے زمانۂ خلافت میں لبنان کے پہاڑوں میں ایک غار ملی جس میں سونے کے تخت پر ایک آدمی کی حنوط ہوئی ممی رکھی ہوئی تھی اور اس کے سرہانے ایک سونے کی تختی بھی رکھی تھی. جس پر رومی زبان میں لکھا ہوا تھا کہ ''میں سبا بن نواس ہو، عیصو بن اسحاق علیہ السلام کا خدمت گزار رہا ہوں، میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے عجائبات دیکھے اور سب سے زیادہ تعجب مجھے اس آدمی پر ہوا جو اپنے آباؤ اجداد کے مزار اور اپنے احباب واعزاء کی قبریں دیکھتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ خود بھی اسی مقام کی طرف روانہ ہونے والا پھر بھی توبہ نہیں کرتا اور موت سے غافل ہے۔

قیصر اور اسکندر چل بسے — زال اور سہراب و رستم چل بسے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے — کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

موت کے اسی پہلو کے پیش نظر کہ موت مؤثر ترین واعظ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ''موت کو کثرت سے یاد کیا کرو'' اس ارشاد کی تعمیل کی کئی صورتیں ہیں مثلاً موت کا ذکر کرو، قبرستان میں جا کر اہل قبرستان سے عبرت حاصل کرو جیسا کہ جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے بارے میں مروی ہے کہ قبرستان میں جا کر اپنی موت کو یاد کر کے روتے تھے اور ایک صورت یہ بھی ہے کہ موت کے موضوع پر کتابیں پڑھی جائیں۔

موت زندگی کا آئینہ ہے

موت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہر انسان کی موت اور عالم نزع کا مختصر ترین وقت دراصل مرنے والے کی پوری زندگی کے لئے دوربین بھی ہے کہ اس حالت میں آدمی ویسا ہی عمل کرتا ہے جو کچھ وہ ساری زندگی کرتا رہا نیک آدمی آخری لمحات میں نیکی کی بات کرتا ہے اور برائیوں میں زندگی گزارنے والا آدمی ان لمحات میں ویسی ہی باتیں کرتا ہے اس کے بہت سارے مشاہدات موجود ہیں۔

(۱) ہمارے سامنے کی بات ہے کہ جب حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ آخری ایام کی بیماری میں ہسپتال میں تھے ہم عیادت کے لئے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپؒ پر بے ہوشی طاری ہے، ہم نے ان کے پاس قرآن کریم کی تلاوت شروع کردی ایک ساتھی نے والقمر میں القمر پر پیش پڑھا تو حضرت قاری صاحب نے اسی عالم بے ہوشی میں مدرسانہ ہیبت کے ساتھ فرمایا ''ہونہہ'' اس ساتھی نے دوبارہ درست کرکے پڑھا۔

(۲) حضرت حاجی شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکول ماسٹر تھے مگر دن کے پچھلے حصہ میں بچوں کو قرآن پاک پڑھاتے تھے آخری وقت جان پہچان ختم تھی مگر ان کی زبان پر تلاوت جاری تھی مختلف آیات بالکل صحیح تلاوت کررہے تھے۔

(۳) اسی طرح ہمارے حضرت الشیخ الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ کا اپنا واقعہ ہے کہ آپؒ کا آخری وقت تھا آپؒ کے صاحبزادہ آپؒ کو قمیص پہنانے لگے اور پہلے بائیں بازو میں پہنانا چاہا تو آپؒ نے فوراً اپنا بازو پیچھے کھینچ لیا اور دایاں آگے کردیا حالانکہ اس وقت بالکل ہوش نہیں تھا، چونکہ حضرت کی ساری زندگی اتباع سنت میں گزری تھی اس لئے بے ہوشی میں بھی اتباع سنت کا پہلو فوت نہیں ہونیدیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی فکر آخرت نصیب کرے، آمین۔ (شمارہ نمبر 36)

موت! ہمیں نہیں بھولتی

میرے دوستو! ہم موت کو بھول جاتے ہیں موت ہمیں نہیں بھولتی، ایک روایت میں آیا ہے کہ ہر انسان کی قبر دن میں ستر بار اسے یاد کرتی ہے اور کہتی ہے اے انسان! انا بیت

الوحدہ میں تنہائی کا گھر ہوں، **انا بیت الحیۃ و اعقارب** میں سانپوں اور بچھوؤں کا گھر ہوں، ذرا میرے اندر کی تیاری کر کے آنا، یہاں تو فلاں کالونی میں کوٹھی بنوالی، یہاں تو کسی اچھے نگر میں کوٹھی بنائی ذرا اس خاموش کالونی کو بھی یاد کرلے، وہاں جا کر تو پھنسے گا کوئی تیرا ہمسایہ تجھ سے گفتگو نہیں کرے گا، وہاں تو صرف تیری قبر ہوگی اور فرشتے ہونگے، وہاں تجھے اپنا حساب خود دینا ہوگا، تجھے دنیا میں اپنے رشتہ داروں کا مان ہوتا ہے، آل اولاد کا مان ہوتا ہے، مگر یاد رکھ کہ پروردگار عالم فرماتے ہیں:

''**یوم لا ینفع مال ولا بنون**'' قیامت کے دن نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی۔

''**الا من اتی اللہ بقلب سلیم**'' وہاں تو سنورا ہوا دل کام آئے گا۔

حضرت عثمانؓ پر گریہ کا عالم: حضرت عثمان غنیؓ قبر کو دیکھتے تو اتنا روتے کہ آپؓ کی ریش مبارک تر ہو جاتی تھی، کسی نے کہا، حضرت قبر کو دیکھ کر اتنا کیوں روتے ہیں؟ فرمایا یہ آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے، جس کا معاملہ یہاں ٹھیک نہ ہوا اس کے لئے آگے کی منزلیں اور بھی سخت ہونگی۔

اور امام غزالی ایک عجیب بات لکھتے ہیں کہ اے دوست! تجھے کیا معلوم کے بازار میں وہ کپڑا پہنچ چکا ہو جسے تیرا کفن بننا ہے، تو خوشیاں منانے میں لگا ہوا ہے جبکہ تیرا کفن تو بازار کی دکان پر پہنچ چکا ہے، جو عنقریب تجھے پہنایا جائے گا۔

کیا ہم سب احمق ہیں؟

ایک بزرگ گزرے ہیں ان کا نام تھا بہلول، ''بہلول مجذوب'' کہلاتے تھے، مجذوب قسم کے آدمی تھے، لیکن باتیں بڑی حکمت کی کیا کرتے تھے، اس واسطے ان کو لوگ بہلول دانا بھی کہتے ہیں، بہلول حکیم بھی مجذوب بھی۔

ہارون رشید کے زمانہ میں تھے اور ہارون رشید ان سے کبھی مذاق بھی کیا کرتا تھا اور اعلان کر رکھا تھا کہ جب بہلول مجذوب میرے پاس آنا چاہیں تو کوئی ان کے لئے رکاوٹ نہ ہوا کرے، سیدھا میرے پاس پہنچ جائیں، ایک دن ایسے ہی ہارون رشید کے پاس پہنچ گئے، ہارون رشید تو مذاق کیا کرتے تھے، ہارون رشید کے ہاتھ میں چھڑی تھی، وہ چھڑی اٹھا

کرانہوں نے بہلول کو دی اور کہا میاں بہلول یہ چھڑی میں تم کو امانت کے طور پر دیتا ہوں ایسا کرنا کہ اس دنیا میں جو شخص تمہیں اپنے سے زیادہ بے وقوف ملے اس کو یہ چھڑی میری طرف سے ہدیہ دے دینا اشارہ اس طرف تھا کہ ''تم سے زیادہ بے وقوف تو کوئی دنیا میں ہے ہی نہیں تو اگر تمہیں اپنے سے زیادہ بے وقوف کوئی شخص ملے تو اس کو دے دینا، بہلول نے وہ چھڑی اٹھا کر اپنے پاس رکھ لی، بات آئی گئی ہوگئی، مہینے گزر گئے، سال گزر گئے، اتفاق سے ہارون رشید بیمار پڑ گئے، بیمار ایسے پڑے کہ بستر سے لگ گئے نہ کہیں آنا، نہ کہیں جانا، حکیموں نے کہیں جانے آنے سے منع کر دیا۔

بہلول عیادت کے لئے ہارون رشید کے پاس پہنچے، جا کر کہا امیر المؤمنین کیا حال ہے؟ کہا بہلول کیا حال سناؤں بہت لمبا سفر درپیش ہے، کہاں کا سفر امیر المؤمنین؟ کہا آخرت کا سفر، اچھا تو وہاں پر آپ نے کتنے لشکر بھیجے ہیں، کتنی چھولداریاں؟ کتنے خیمے؟ ہارون رشید نے کہا بہلول تم بھی عجیب باتیں کرتے ہو، وہ سفر ایسا ہے کہ اس میں کوئی خیمہ نہیں جاتا کوئی آدمی کوئی باڈی گارڈ کوئی لشکر ساتھ نہیں جاتا، اچھا جناب واپس کب آئیں گے؟ کہا کہ پھر تم نے ایسی بات شروع کر دی وہ سفر آخرت کا سفر ہے، اس میں جانے کے بعد کوئی واپس نہیں آیا کرتا۔

اچھا! اتنا بڑا سفر ہے کہ وہاں سے کوئی واپس نہیں آتا اور کوئی آدمی بھی وہاں پہلے سے نہیں جا سکتا، کہا ہاں بہلول وہ ایسا ہی سفر ہے کہا کہ امیر المؤمنین پھر تو ایک امانت میرے پاس آپ کی بہت مدت سے رکھی ہوئی ہے جو آپ نے یہ کہہ کر دی تھی کہ اپنے سے زیادہ بے وقوف آدمی کو دے دینا، آج مجھے اس چھڑی کا مستحق آپ سے زیادہ کوئی نظر نہیں آتا، اس واسطے کہ میں دیکھتا تھا کہ جب آپ کو چھوٹا سا بھی سفر درپیش ہوتا جہاں سے جلدی واپسی ہوتی تو اس کے لئے آپ پہلے سے بہت سا لشکر بھیجا کرتے تھے، وہ آپ کا راستہ تیار کرتے تھے، منزلیں قائم کرتے تھے، لیکن اب آپ کا اتنا لمبا سفر ہو رہا ہے، اس کی کوئی تیاری بھی نہیں ہے اور جہاں واپس آنا بھی نہیں تو مجھے اپنے سے زیادہ بے وقوف صرف آپ ہی ملے ہیں، آپ کے علاوہ کوئی نہیں، یہ چھڑی آپ ہی کو مبارک ہو، ہارون رشید یہ بات سن کر رو پڑے، کہا کہ بہلول ''ہم تمہیں دیوانہ سمجھا کرتے تھے لیکن معلوم یہ ہوا کہ تم سے زیادہ حکیم

کوئی نہیں، یہ صرف ان کا حال نہ تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم سب احمق ہیں جو آخرت کو بھول کر دنیا میں کھو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں فکر آخرت نصیب فرمائے۔ (شمارہ نمبر 13)

ہوشیار...... اپنے اصلی وفادار بھائی کو پہچانئے!

دلچسپ نصیحت آموز حدیث شریف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال میں عجیب انداز میں نصیحت فرمائی کہ انسان عین مرتے وقت اپنے مال سے اس طرح مدد طلب کرتا ہے کہ میں نے ہمیشہ بڑے بھائی کی طرح تیری عزت کی، کیا تو میرے کام آئے گا؟ اس نے کہا میں تیرے کام آنے والا نہیں، اس وقت آدمی پچھتائے گا کہ میں نے سارا دل و دماغ کا سرمایہ اس کے اوپر لگا دیا اور اس نے وفا نہ کی، افسوس رہا تو فرمایا کہ یہ تو بڑا بھائی ہے۔

منجھلا بھائی کون ہے؟: فرمایا وہ انسان کے بیوی اور بچے ہیں کہ انسان مرتے وقت امید کی نگاہیں ڈالتا ہے کہ شاید میری بیوی یا اولاد کام آجائے، میرا آخری وقت ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں کام آسکتے، تو جانے تیری قبر جانے! زیادہ سے زیادہ یہ کریں گے کہ تو مر جائے گا تو تجھے زیر زمین دفن کر دیں گے لیکن آگے تو جان تیرا کام جانے، ہم تیرے مددگار نہیں، حالانکہ بیوی بچے آدمی کے وہ ہیں کہ آدمی بعض اوقات ان کی محبت میں جان بھی کھو دیتا ہے، بعض دفعہ ایمان بھی کھو دیتا ہے، اولاد کی صحت اور بیماری سے بچانے کے لئے بعض مرتبہ ماں باپ شرکیہ چیزیں بھی کر گزرتے ہیں، ٹونے اور ٹوٹکے، نیز سحر اور جادو بھی کرا لیتے ہیں، سحر حرام ہے سے بھی باز نہیں رہتے کہ کسی طرح سے اولاد بچ جائے، کسی طرح سے جان بچ جائے، اولاد کے لئے یہ سب کچھ کیا، مگر مرنے کے وقت وہ بھی ٹکا سا جواب دے دیگی۔

کہ میں تمہارے کام کی نہیں، تم جانو تمہارا کام جانے ...... یہ کہے گا میں نے عمر بھر تیرے ساتھ سلوک کیا، وہ کہے گی کیا ہوا؟ تو نے جھک مارا، کس نے کہا تھا تجھے سلوک کرنے کو، اب بھگت اکیلے ہی، ہم تیرے کام آنے والے نہیں ہیں۔

تو فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھائی کیسا ہے؟ عرض کیا ریا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھائی شریف نہیں ہے یہ بھی کمینہ خصلت نکلا۔

اس واسطے بیوی بچوں سے محبت ہو تو ان کی اصلاح کے لئے ہو، ان کی تعلیم و تربیت

کے لئے تعلق ہو، بیوی کی محبت اس لئے ہو کہ اس کو بھی خدا پرستی میں لگایا جائے، محض نفس پرستی کی محبت ہوگی تو سب سے پہلے وہ الگ ہو کر یہ کہے گی، میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں، وہ کہے گا میں تیرا خاوند ہوں، وہ کہے گی، میں نہیں جانتی، اب تو میں دوسرے کے گھر جانے والی ہوں، یا بیٹھنے والی ہوں، میرا تیرا واسطہ کیا ہے؟ لیکن اگر تربیت کی اور اسے سیدھے سچے راستے پر لگایا وہ کہے گی میں ایصال ثواب بھی کروں گی، میں قبر میں بھی تجھے نہیں بھلاؤں گا، آخرت میں بھی نہیں بھلاؤں گی تو مطمئن رہ میں برابر ثواب پہناؤں گی۔

اولاد کہے گی میں تیرے لئے صدقہ جاریہ ہوں تو نے میری تربیت کی، مجھے علم پڑھایا، عمل کے راستہ پر لگایا، آج تو جا رہا ہے، تو میرا عمل تیرے ساتھ جا رہا ہے، میرا صدقہ جاریہ ہونا تیرے ساتھ ہے، تو فکر مت کرنا، لیکن اگر اولاد محض اولاد ہی اولاد ہے یا بیوی بیوی ہی ہے کوئی تربیت نہیں، محض نفس پرستی اور تعیش ہی ہے اور کچھ نہیں...... تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرا تیرا کیا واسطہ؟ تو جانے تیرا کام جانے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! یہ منجھلا بھائی کیسا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا بالکل بیکار اور کمینہ خصلت ثابت ہوا۔

چھوٹے بھائی کا حسن سلوک: فرمایا یہ وہ تیسرا بھائی کون ہے؟ جس کے ساتھ ہمیشہ بدسلوکی کی اور اس نے کہا میں ہی آج کام آؤں گا فرمایا وہ انسان کا نیک عمل ہے جس سے انسان عمر بھر بدسلوکی کرتا ہے، نماز کا گلا گھونٹتا ہے، یہ روز کا معمول ہے نہ وقت کی پابندی، نہ مسجد کی حاضری، کتنے انسان ہیں کہ رمضان آرہا ہے لیکن انہیں ذرا احترام نہیں، برسر بازار وہ سگریٹ پیتے ہیں اور کھاتے پھر رہے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ہیں کہ انہیں بے شمار دولت دی گئی انہیں زکوٰۃ وصدقات کی طرف کوئی توجہ نہیں، وہ تعیش اور سینما تھیٹر پر خرچ کرتے ہیں اور نیکی کا گلا گھونٹتے ہیں نہ نماز کا فکر، نہ روزے کی فکر، نہ حج کی فکر اور اگر یہ چیزیں سرانجام دیں تو دل میں غرور کہ میں بڑا آدمی ہوں، اسلئے کہ باوجود دولت کے میں نے نماز پڑھ لی، معاذ اللہ، اللہ پر کوئی احسان کیا............ نماز پڑھنا چاہئے تو نہیں تھا اس لئے کہ دولت مجھے فرصت کب دیتی ہے، یہ میرا احسان ہے کہ میں نے نماز پڑھ لی اور حج کرلیا، حج

کرنے کے بعد تو گویا ساتوں جنتیں میرے قبضے کی ہوگئیں، اب میرے نیچے سے نکل ہی نہیں سکتیں، تو یا تو عمل ندارد اور اگر کرے تو غرور موجود ہے، اس سے تو نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

بہر حال نیکی کے ساتھ انسان بدسلوکی کرتا ہے، سوائے اس کے کچھ اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جو نیکی تقویٰ اور طہارت کو اصل سمجھتے ہیں وہ اپنی نیکی کو قائم رکھنے کیلئے جان و مال کی پرواہ نہیں کرتے، مگر وہ سو میں دو چار ہوتے ہیں، زیادہ وہی ہوتے ہیں جنہیں نیکی وغیرہ کی کوئی پرواہ نہیں، اس لئے کہ آخرت پیش نظر ہے ہی نہیں، بس یہیں سارا جھگڑا سامنے ہے۔

تو مرنے کے وقت جب آدمی نیک عمل کی طرف رجوع کرے گا تو یہ نیک عمل کہے گا، میں ہی ہوں تیرے کام آنے والا، اگرچہ تو نے میرے ساتھ سلوکی کی میں قبر میں حشر میں، پل صراط پر تیرے ساتھ ہوں اور جنت میں بھی جو تجھے منافع ملیں گے، وہ میری وجہ سے ملیں گے، اس لئے وہاں بھی تیرے ساتھ ہوں۔

تو ابدالآباد تک جو چیز انسان کا ساتھ دینے والی ہے، وہ انسان کی نیکی اور عمل صالح ہے۔

قبر میں کیا ہوتا ہے؟: حدیث میں ہے جب آدمی قبر میں لٹا دیا جاتا ہے اور سوال و جواب میں پورا اترتا ہے، اسکی قبر جہاں تک نگاہ جاتی ہے وسیع کر دی جاتی ہے، اسے ایک عظیم عالم نظر پڑتا ہے جس میں روشنی بھی ہے، چاندنی بھی ہے تو دور سے اسے ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس کے چہرے سے خیر و برکت ٹپکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

اس کا چہرہ دیکھ کر دل میں فرحت اور خوشی بھر جاتی ہے اب وہ آہستہ آہستہ قریب آرہا ہے، جب یہ قریب آتا ہے تو یہ میت پوچھتا ہے کہ اے شخص! تو کون ہے؟ اس تنہائی کے گھرانے میں میں تو میرے پاس آیا، تیرے چہرے کو دیکھ کر مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرا دل خوشیوں سے لبریز ہے، تو کون ہے جو اس بے کسی کے عالم میں میرے پاس آرہا ہے؟

وہ کہے گا، تو مجھے بھول گیا، اتنی جلدی فراموش کر دیا ''انا عملک الصالح'' میں تیرا نیک عمل ہوں، میں تجھے تسلی دینے کے لئے آیا ہوں کہ اس تنہائی میں قطعاً مت گھبرانا، میں تیرے ساتھ ہوں، کوئی آنچ تجھ پر نہیں آسکتی، آئے گی تو میں اسے جھیلوں گا..... تو عمل صالح وہ ہے جو نزع میں بھی ساتھ قبر میں ساتھ۔

نزع کے وقت ملک الموت کی تلقین: حدیث میں ہے کہ نزع کے وقت خود ملک الموت علیہ السلام تلقین کرتے ہیں کہ دیکھ جان کنی کا وقت قریب ہے اب بھی اللہ اللہ کر لے، اب بھی کلمہ پڑھ، تو نیکی کی ترغیب دیتے ہیں، اس وقت آدمی عمل تو نہیں کرسکتا، بے بس ہے، بعض دفعہ تو زبان بھی بے بس ہوجاتی ہے، آدمی وہ بھی نہیں کرسکتا مگر دل میں تصور کرسکتا ہے اس وقت کا وہ عمل بھی کار آمد ہوجاتا ہے کہ وہ دل کے اندر توحید ورسالت اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کررہا ہے تو ملک الموت بھی کہتے ہیں کہ ہاں جلدی کر، اس کو تلقین کرتے ہیں، اس لئے کہ یہی نیکی کار آمد ہوگی، اسوقت کی یہ نیکی بھی کار آمد ہوگی۔

تو اس وقت دولت، بیوی بچوں کا ساتھ کام نہیں کرسکتا، کرسکتا ہے تو صرف نیکی کا کام کرسکتا ہے تو نزع میں بھی نیکی کار آمد ہوئی۔

قبر میں بھی نیکی کام آتی ہے: قبر میں بھی نیکی کار آمد ہے، حدیث میں ہے جب میت کو قبر میں لٹادیا جاتا ہے تو چاروں طرف سے عذاب اس کی طرف دوڑتا اور بڑھتا ہے، لیکن اگر کسی کے دماغ میں قرآن کی آیتیں محفوظ ہیں وہ کھڑی ہوجاتی ہیں، خبردار! ادھر سے مت آنا، عذاب کا راستہ روک دیتی ہے، دائیں طرف سے عذاب بڑھتا ہے تو حدیث میں ہے کہ نمازیں کھڑی ہوجاتی ہیں کہ خبردار ادھر سے مت آنا، بائیں طرف سے عذاب بڑھتا ہے تو روزے کھڑے ہوجاتے ہیں، پیروں کی طرف سے عذاب بڑھتا ہے تو زکوٰۃ وصدقات کھڑے ہوجاتے ہیں، چہار طرف سے ناکہ بندی کردیتے ہیں، عذاب رک جاتا ہے اس طرح عذاب سے حفاظت کرنے والے وہاں اعمال صالحہ بنتے ہیں، وہاں بیوی بچے اور رشتہ دار مدد کو نہیں پہنچتے البتہ نیکی وہاں سنتری بن کے حفاظت کرتی ہے۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ جب آدمی پر پھانسی کا مقدمہ چل جائے اور تمام ثبوت بے کار ہوجائیں اور یقین ہو کہ اب پھانسی چڑھے گا، اس وقت دنیا کا دستور ہے کہ مجرم براہ راست بادشاہ کے سامنے مراحم خسروانہ کی درخواست کرتا ہے کہ قانون میں تو کوئی گنجائش نہیں ہے، بادشاہ اگر خصوصی رحم وکرم سے مجھے چھوڑ دے تو میری رہائی ہوسکتی ہے، ایسے موقع پر آدمی بادشاہ اور حکومت کے ساتھ اپنی وفاداری کو پیش کرتا ہے۔

قدیم زمانے میں دستور تھا کہ اگر کسی کے گھر میں کوئی شاہی فرمان ہوتا تھا تو لوگ مراحم خسروانہ کی درخواست پیش کرتے تھے کہ ہم تو پشتینی حکومت کے وفادار ہیں، ہمارے گھر میں تو بادشاہ کا فرمان موجود ہے، ہمیں بادشاہ اور حکومت نے اپنا سمجھا تھا، ہم اس فرمان کو پیش کر کے نجات چاہتے ہیں، ہم وفادار، خدام، فدوی اور غلام ہیں۔

علماء لکھتے ہیں کہ جب عذاب خداوندی سر کی طرف سے آئے گا تو یہ شخص جس کے دماغ میں قرآن کریم محفوظ ہے یہ قرآن کریم کو پیش کرے گا کہ میں تو اللہ کی حکومت کا فرمانبردار ہوں، میں غلام رہ چکا ہوں، میرے گھر میں تو شاہی فرمان ''قرآن کریم'' آیا ہوا ہے میں سر پر رکھ کر پیش کرتا ہوں کہ اس کی بدولت مجھے نجات دی جائے، اور ابدلآباد کی پھانسی سے بچایا جائے تو سر کی طرف سے عذاب بڑھتا ہے تو قرآن روکتا ہے۔ غرض قبر میں چہار طرف سے ناکہ بندی عمل صالح ہی کرتا ہے۔

(خطبات حکیم الاسلام) (شمارہ نمبر 13)

موت کے وقت شیطانی حملے

شیطانی حملوں سے بچاؤں کی سات تدبیریں

۱- سب سے بڑی تدبیر ایمان کی پختگی ہے۔

۲- استقامت ہے اور چونکہ استقامت کے بہت سے درجات ہیں تو جس قدر استقامت کا درجہ بڑھا ہوا ہوگا اسی قدر شیطانی مکروں سے حفاظت زیادہ ہوگی (اور استقامت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایمان پر آخر وقت تک مستقیم (جما) رہے اس سے بھی رحمت الٰہی اور فرشتوں کی امداد کی توقع ہے لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ کسی گناہ وبال کی وجہ سے (اس رحمت اور امداد سے) محروم ہو جائے (کیونکہ اگرچہ ایمان پر جماؤ تو تھا لیکن گناہ جو کرتا تھا اس پر توبہ نہ تھی) اور متوسط درجہ یہ ہے کہ اگر غفلت سے گناہ میں مبتلا ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے عذاب کا خیال کرے اور فوراً توبہ کرے اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تمام گناہوں سے بچے اور تقویٰ اختیار کرے۔

۳- جنابت کی حالت میں بغیر وضو کیے ہوئے تھوڑی دیر بھی نہ رہے۔

۴- اپنے نفس، لباس اور مکان کو ایسی چیزوں سے پاک رکھے جو رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے کو روکتی ہیں، مثلاً (جاندار کی) تصویر، کتا، غسل کی حاجت والا

آدمی، بجنے والا زیور وغیرہ۔

۵-اطاعت والدین کی عادت ڈالے، حدیث میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہمارے یہاں ایک لڑکا ہے جو حالت نزع میں ہے اس کو لا الہ الا اللہ پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے اور اس کو اس پر قدرت نہیں ہوتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ (کیا) وہ پہلے اس کلمہ کے پڑھنے کا عادی نہیں تھا؟ عرض کیا گیا: کہ برابر پڑھتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ پھر اس وقت نہ پڑھنے کا سبب کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اٹھ کر وہاں (اس لڑکے کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو کلمہ کی تلقین کی، اس (لڑکے) نے کہا: کہ مجھے اس (کلمہ) کے پڑھنے پر قدرت نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں (نہیں)؟ لڑکے نے عرض کیا: میں اپنی والدہ کی نافرمانی کیا کرتا تھا، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی والدہ کی خطا معاف کرائی تو زبان کھل گئی اور کلمہ طیبہ پڑھ کر (وہ) دنیا سے رخصت ہوا۔ (شرح الصدور)

۶-وہ ہے جو عین وقت پر کی جاتی ہے اور وہ اوروں کے کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ نزع کے وقت اس کو کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں بہتر یہ ہے کہ یوں نہ کہیں کہ لا الہ الا اللہ کہو کیونکہ نازک وقت ہے مریض اپنی تکلیف میں مبتلا ہے، ایسا نہ ہو کہ وہ تکلیف کی وجہ سے یہ کہہ بیٹھے کہ ''میں نہیں کہتا'' بلکہ اس کے پاس بیٹھ کر خود پڑھنا شروع کر دیں کیونکہ اس کلمہ پڑھنے کی بدولت اس مرنے والے کی زبان پر بھی کلمہ جاری ہو جائے گا یا اس کے دل پر اس کا اثر ہوگا، نیز جب مریض ایک مرتبہ کلمہ کہہ لے تو پھر دوبارہ تلقین کرنے اور کہلانے کی ضرورت نہیں البتہ اگر اس کے بعد وہ کسی دنیوی کام میں لگ جائے تو پھر تلقین کی جائے۔

۷-مرنے والے کے پاس کچھ قرآن شریف پڑھا جائے بالخصوص سورۂ یاسین اور سورۂ رعد حدیث میں ہے کہ جب کسی میت کے پاس سورۂ یاسین پڑھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس (میت) پر آسانی کر دیتے ہیں۔ (ویلمی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرنے والے کے پاس سورۂ رعد پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے کیونکہ اس کا پڑھنا میت کی تکلیف کو کم کر دیتا ہے

اور روح کے قبض کرنے کو آسان کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں اخیر وقت میں شیطانی حملوں سے محفوظ فرمائے اور حسن خاتمہ کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ (شمارہ نمبر 54)

سرمایۂ تسکین

آج کل کے تیز رفتار دور میں اگر چہ بہت سے انسانوں کو بظاہر نفسا نفسی، مادیت پرستی، رشتوں کی عدم تقدس اور دم توڑتی ہوئی اخلاقی اقدار کا سامنا ہے جس کا نتیجہ رنج وغم، بے سکونی، افسردگی اور مستقبل کے بارے میں خوف اور بے یقینی کا پیدا ہونا ہے وغیرہ وغیرہ۔

تاہم بنظر غائر مطالعہ مذہب بالخصوص احادیث مبارکہ سے ہر مسلمان جلد ہی یہ ملاحظہ کر کے مطمئن ہو جاتا ہے کہ خالق کائنات نے مخلوق سے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار ان گنت بشارتوں کی صورت میں کیا ہے! فبای الاء ربکما تکذبان جس طرح سے یہ ارشادات بلا تخصیص مسلک وفرقہ وغیرہ ہم تک پہنچے ہیں اسی طرح ہدیۂ قارئین حاضر ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف!

☆ قرآن مجید میں سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اور ہم تمہارا امتحان لیں گے کسی قدر خوف سے جو دشمنوں کے ہجوم یا حادثوں کے برپا ہونے سے پیش آئے اور کسی قدر فقر وفاقہ سے اور کسی قدر مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان مواقع پر صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے''۔

☆ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو کوئی مشقت وتعب، فکر اور رنج، اذیت اور غم (ایسا) نہیں پہنچتا جس میں اسکے گناہوں کا کفارہ نہ ہو جاتا ہو حتیٰ کے کانٹا چبھنے پر بھی (گناہ معاف کئے جاتے ہیں)

☆ مسند احمد اور سنن ابو داؤد میں حضرت محمد بن خالد السلمیؒ (اپنے والد اور اپنے دادا کے حوالے سے) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بندے کے لئے کوئی رتبہ یا مقام تجویز کیا جاتا ہے جس کو وہ اپنے عمل

کے ذریعے سے حاصل نہیں کرسکتا (یعنی بوجہ کمی یا کوتاہی اس بلند مقام تک پہنچنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا) تو پھر اللہ تعالیٰ اس پر، اس کے جسم پر، اس کے مال پر یا اس کی اولاد پر کوئی مشکل ڈال کر اس کو صبر عطا فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس مرتبے تک پہنچ جاتا ہے۔

☆ ترمذی شریف میں حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز جس وقت (دنیا کے) مصیبت زدہ لوگوں کو ثواب عطا ہورہا ہوگا تو اس وقت (دنیا کے) اہل عافیت افسوس کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری جلد قینچیوں سے کاٹ لی جاتی (تاکہ ہم کو بھی آج اتنا زیادہ ثواب مل سکتا)

☆ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں کی تکلیف میں مبتلا کردوں اور پھر وہ صبر کرے تو میں ان دونوں کے عوض اس کو جنت میں داخل کروں گا (راوی نے تفسیر حدیث میں دو پیاری چیزوں سے مراد دو آنکھیں لکھا ہے۔ واللہ اعلم)

☆ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث قدسی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے مومن بندے کے لئے دنیا میں رہنے والوں میں سے اس کے کسی پیارے کی جب میں زندگی لے لوں اور وہ اس پر صبر کرے ثواب سمجھتے ہوئے تو میرے پاس جنت کے سوا کوئی جزا نہیں! (وہ پیارا خواہ کوئی ہو)

☆ مسند احمد اور ترمذی شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے بھی ایک اور حدیث قدسی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی انسان کا بچہ وفات پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بندے کے بچے کی جان لے لی؟ وہ کہتے ہیں کہ جی ہاں! پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا؟ وہ کہتے ہیں جی ہاں! پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے (اس سانحے پر) کیا کہا؟ فرشتے کہیں کہ آپ کی حمد وثناء کی اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہا، تو اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر تشکیل دو اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھ دو۔

☆ بحوالہ شرح السنہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جب مسلمان کسی جسمانی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو (اس کے اعمال صالحہ لکھنے والے) فرشتے کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ بندہ جو نیک کام پہلے سے کرتا تھا (یعنی دوران صحت و تندرستی) وہی سب لکھتے رہو! پھر اگر اللہ تعالیٰ اس کو شفا دیتے ہیں تو اس کو پاک صاف کر دیتے ہیں اگر وفات پا جاتا ہے تو اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور اس پر رحم کرتے ہیں۔

☆ صحیح مسلم میں حضرت ابی ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو **لا اله الا الله** پڑھے اور پھر اسی (اعتقاد) پر مر جائے اور جنت میں داخل نہ ہو۔ اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو (آخری جملہ تین بار دہرایا)

☆ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص **لا اله الا الله محمد رسول الله** کی گواہی دے تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام فرما دیں گے، حضرت معاذؓ نے یہ سن کر کہا کہ کیا میں لوگوں کو بھی خبر سنا دوں تا کہ وہ خوش ہو جائیں؟ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سناؤ کیونکہ لوگ پھر اسی پر بھروسہ کر کے یہی کہنے پر اکتفا کر لیں گے (یعنی دیگر اعمال صالحہ میں کمی نہ کر لیں) تاہم بعد میں حضرت معاذؓ نے اپنے مرض وفات میں کتمان علم یعنی چھپانے کے گناہ سے بچنے کیلئے یہ حدیث مبارکہ بیان کر دی۔

☆ مستدرک حاکم میں حضرت ام عصمہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے تو وہ فرشتہ جو اس کے گناہ لکھنے پر مقرر ہے (اس گناہ کو تحریر کرنے سے پہلے) تین گھڑی (یعنی کچھ دیر) ٹھہر جاتا ہے، اگر اس دوران وہ بندہ اپنے گناہ پر استغفار کر لیتا ہے تو وہ فرشتہ (آخرت میں) اس گناہ کی اطلاع نہیں دے گا اور نہ ہی قیامت کے روز اس پر عذاب دیا جائے گا۔ (شمارہ نمبر 18)

موت بھی ایک نعمت ہے!

اس مضمون کا مرکزی خیال زیادہ تر حضرت تھانویؒ کی کتاب ''شوق وطن'' اور مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ کی کتاب ''شوق آخرت'' سے لیا گیا ہے۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی ہے یہ شام زندگی، صبح دوام زندگی

یعنی موت زندگی کے خاتمے کا نام نہیں ہے یہ تو اس دنیاوی زندگی کی شام ہے جس سے آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کی صبح جنم لے گی۔

حدیث میں ہے کہ الدنیاء مزرعة الآخرة یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے، مراد ہے کہ جو کچھ یہاں بویا اس کی پیداوار آخرت میں ملے گی، تاہم مومن کی دنیاوی زندگی (شریعت صراط مستقیم پر چلنے کی صورت میں) بظاہر کی اصول وضوابط پر پابندی اور کچھ لوگوں کو دشوار گزار بھی نظر آتی ہے مگر صد شکر کہ اللہ رب العلمین نے اپنے محبوب ترین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہمیں ایسی ڈھیروں بشارتوں سے نوازا ہے جو ایک عام مسلمان کے لئے حسن خاتمہ کی قوی امید دلاتی ہیں۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ امام غزالیؒ نے ''احیاء علوم'' اور ''کیمیائے سعادت'' کے بعض ابواب میں وقت نزع کی ہولناکیوں پر مبنی بہت سی روایات جمع کردی ہیں جس سے لوگوں کے ذہنوں میں عذاب کی شدت وہمہ گیری اور رحمت الٰہی کی طرف سے مایوسی کا ایک نقشہ بیٹھ جاتا ہے مگر یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ ''النذیر'' کی نسبت ''البشیر'' روایات کی تعداد کہیں زیادہ ہے اور بالخصوص آخری وقت کی آسان ترین راحت اور شادمانی کی مستند خوشخبریاں بکثرت موجود ہیں بلکہ خود امام غزالیؒ نے اپنی کتابوں کے دیگر ابواب مثلاً کتاب الرجاء وغیرہ میں ان کا ایک بڑا حصہ نقل کیا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک خصوصی عقیدت مند مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ (جو مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیعت تھے) انہوں نے اس بابت ایک خوبصورت جملہ یہ بھی تحریر فرمایا کہ ''درحقیقت اسلام کا خدا اصلاً رحمٰن، رحیم، ودود، تواب اور غفار ہی ہے اور آخری پیغمبر اصلاً رحمۃ للعالمین ہیں، مغفوریت اور جنت ہر مسلمان کا پیدائشی حق ہے''۔

(اور ایسا کیسے نہ ہو جب خود فرمان حق تعالیٰ موجود ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر حاوی ہے)

☆ دوران مطالعہ ایک نہایت اہم بات یہ بھی سامنے آتی ہے کہ زیادہ تر احادیث رحمت کا اطلاق ایک عام گناہگار مگر پرامید مسلمان پر ہوتا ہے یعنی وہ جو ایمان لایا، حسب

توفیق نیک عمل کرتا رہا، غلطیوں پر توبہ کرتا رہا، دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہا اور آخری وقت میں اسلامی عقائد پر فوت ہوا، گویا رحمت باری انبیاء، صدیقین، شہداء، صحابہ کرامؓ اور دیگر بزرگان دین تک ہی مخصوص، مقید یا محدود نہیں بلکہ متذکرہ بالا عام خطا کار انسان بھی اس کے دائرہ کار میں شامل ہے، ہاں رہی بات درجات ومراتب کی تو وہ عطاء توفیق، خلوص، طلب اور دیگر کچھ عناصر پر مبنی ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

موت اور اس کی حقیقت سے متعلق چند احادیث اب آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں جن کا مقصد موت کا لایعنی خوف دور کرنا ہے، موت کے لئے ہر گھڑی خود کو تیار رکھنا اور موت کے وقت اور مابعد اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھتے ہوئے خود کو پرامید اور بلند حوصلہ رکھنے میں مدد دینا ہے۔

☆ بحوالہ طبرانی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت مؤمن کا تحفہ ہے۔

تشریح: دنیا کی عارضی زندگی ایک ایسی چیز ہے جو ہمارے اور برزخ، جنت اور دیدار الٰہی کی بے بہا نعمتوں کے درمیان حائل ہے، ایسے میں اخروی زندگی پر ایمان کامل رکھنے والے مؤمن کے لئے موت ایک پل کا کام دے گی جو سیدھا دیار حبیب تک پہنچاتا ہے، بھلا ایسا راستہ تحفے سے کم ہے جو ہمیں ہمارے بزرگوں، پسندیدہ ہستیوں اور آباء واجداد کی ارواح میں لے جائے گا۔

☆ بحوالہ طبرانی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مؤمن کا قید خانہ اور مقام قحط ہے تو جب وہ دنیا کو چھوڑتا ہے تو قید خانہ اور قحط کی جگہ کو (مکمل طور پر اپنے پیچھے) چھوڑتا ہے۔

تشریح: جس طرح قید خانہ میں آزادی اور اس سے متعلقہ راحت اور دیگر مسرتوں کے مواقع نہایت محدود ہوتے ہیں اور جس طرح قحط میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کم مقدار میں دستیاب ہوتی ہیں آخرت میں ہرگز مؤمن کیلئے ویسا محدود ماحول نہ ہوگا، بلکہ تمام راحتیں اور نعمتیں مقدار، معیار اور استعمال میں غیر محدود ہوں گی، کیا کہنا، سبحان اللہ۔

☆ بحوالہ طبرانی حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! جو کوئی میرے رسول ہونے پر اعتقاد رکھتا ہے، موت کو اس کا محبوب بنا دیجئے۔

تشریح: اس قدر واضح دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کیا درکار ہو سکتا ہے؟ اب موت سے وحشت کیسی! اور پریشانی کیوں؟

☆ سنن ابی داؤد، مستدرک حاکم اور بیہقی میں حضرت براء بن عازبؓ سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤمن دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کی طرف آنے کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے آفتاب کی طرح روشن چہروں والے فرشتے آتے ہیں جن کے پاس جنت کے ملبوس اور جنت کی خوشبوئیں ہوتی ہیں اور وہ آکر اس سے حد نظر کے فاصلے پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آدمی کے سر کے قریب آکر (شفقت وملائمت سے) فرماتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ یعنی اے روح جسے اللہ کے احکام پر اطمینان تھا (اب) چل اللہ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف، اس پر روح اس آسانی سے باہر نکلتی ہے جیسے قطرہ مشکیزے سے ڈھلک کر آتا ہے، فرمایا کہ اگرچہ تم ظاہری حالت اس کے خلاف (بھی) دیکھو (نوٹ: یہ فقرہ بہت ہی جامع، اہم اور پر معنیٰ ہے کہ روح کی حالت تو نظر نہیں آرہی ہوتی اور جسم کی حالت کا اعتبار نہ کیا جائے خواہ تعب وتشنج وتکالیف وغیرہ کی کیفیات بظاہر دکھائی دیں، روح مومن پر تو یہ خاص وقت نزول رحمت کا ہوتا ہے جس کی تفصیل آگے حدیث میں آرہی ہے) مزید فرمایا کہ روح کے نکالنے کے بعد فرشتے اسے ملک الموت کے ہاتھ میں زیادہ دیر نہیں چھوڑتے بلکہ اسے بہشتی لباس اور خوشبو میں رکھ دیتے ہیں اور اس میں سے ایسی خوشبو نکلتی ہے جیسی نفیس سے نفیس مشک سے نکلتی ہے، پھر وہ اسے لے کر زمین سے اوپر کی طرف پرواز کرتے ہیں اور (راستے میں) فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتا ہے کہ یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ تو یہ اس کے اچھے سے اچھے القاب سے جو دنیا میں مشہور تھا، بتلاتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں ہے، اسی طرح سے وہ اس روح کو لے جاتے ہیں (پہلے) قریب والے آسمان (یعنی آسمان دنیا) تک اور پھر وہاں سے گزارتے ہوئے اسے ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس کا نام علیین (مراد انتہائی بلندی والوں) میں لکھ دو اس کے بعد اسے قبر کے سوال وجواب کے لئے زمین پر لایا جاتا ہے اور

اس کی یہ روح پھر جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے (عالم برزخ کے متناسب) اب اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ میت کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ آپ کا رب کون ہے؟ اور آپ کا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے اللہ میرا رب ہے اور اسلام میرا دین ہے، اب وہ پوچھتے ہیں کہ اس شخص کا نام بتلاؤ جنہیں تمہاری طرف بھیجا گیا تھا اور تم میں سے تھے، وہ کہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے پھر وہ سوال کریں گے کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ تو وہ کہے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب (یعنی قرآن مجید) کو پڑھا ہے اور اس پر ایمان لایا ہوں اور اس کی تصدیق کرتا ہوں، اس پر ایک منادی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اعلان کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے، اس کے لئے جنت کا فرش بچھاؤ اور اس کو جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی طرف کھلنے والے دروازہ کھول دو تا کہ اس کو جنت کی ہوا اور مہک پہنچتی رہے اس کے لئے قبر اتنی کشادہ کر دی جاتی ہے جہاں تک اس کی نظر جائے، پھر اس کے پاس ایک شخص عمدہ لباس اور خوشبو والا آتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ آپ کو خیر و مسرت کی خوشخبری ہو کہ یہی وہ دن ہے جس کا آپ سے وعدہ تھا، وہ اس سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ اور آپ کے چہرے (وغیرہ سے) تو بھلائی جھلک رہی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں آپ کا نیک عمل ہوں اس پر وہ (جوش مسرت سے) کہے گا اے پروردگار اب (جلدی سے) قیامت لے آئیے تا کہ میں اپنے اہل وعیال اور مال واسباب تک جا پہنچوں!

تشریح: جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ اس حدیث مبارکہ میں بھی ایک عام مؤمن کی خوش نصیبی اور حسن خاتمہ کی تفصیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی آپ نے ملاحظہ کر لی اور اس میں یہ بھی پایا کہ کسی ولی کامل یا عابد شب بیدار یا مجاہد کی کوئی شرط من جانب اللہ عائد نہیں کی گئی اور اتنا کچھ ہر مؤمن کو پہنچ جاتا ہے کہ روز حشر گھبرانا، بچنا یا ڈرنا الگ رہا، الٹا وہ اس کا متقاضی، منتظر اور مشتاق بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ کیفیت نصیب فرمائیں! آمین۔

تین نصیحتیں

☆ گناہ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو اس کو کم نہ سمجھیں۔
☆ نیک عمل جتنا بھی کریں اس کو زیادہ نہ سمجھیں۔

☆ نماز پنجگانہ کا اتنا اہتمام کریں کہ دنیا کے سب کاموں پر غالب آجائے۔

(مجالس مفتی اعظم) (شمارہ نمبر 19)

☆ بحوالہ ابونعیم حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت ہر مومن کیلئے کفارہ ہے۔

تشریح: غالباً یہاں مراد یہ ہے کہ موت کے وقت کی اذیت سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اور یہ لمحاتی تکلیف چند شارحین کے بقول تمام عمر کے گناہوں کا کفارہ یا ازالہ کرتی ہے اور پھر برزخ یا حشر میں ان کی پرسش سے شرمندگی نہیں ہوتی اور نہ ہی ان پر گرفت ہوتی ہے جس کے باعث عذاب جہنم سے ہر مومن محفوظ ہوجاتا ہے، دراصل جان کنی کی تکلیف سے انکار نہیں کیونکہ بحوالہ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''شہید کو (بھی) قتل ہوتے وقت اتنی تکلیف محسوس ہوتی ہے جتنی تم چٹکی کاٹتے وقت محسوس کرتے ہو''

لیکن اگر ہم مرتے وقت اپنی کوتاہی اعمال پر نظر ڈالیں تو شاید یہ سوچ کر بڑی اذیت سے گزرنا بھی گوارا کرلیں کہ یہ آخری آزمائش ہے اور کا بھی حق تعالیٰ نے بہت بڑا انعام رکھا ہے کہ روز حشر ہمارے عیبوں پر پردہ ڈال کر ہمیں شرمساری سے محفوظ رکھا جائے گا اور مذکورہ کفارے کے عوض ہمارے اگر تمام نہ سہی جتنے گناہ بھی معاف ہوجائیں تو غنیمت ہے بلکہ بونس ہے۔

☆ مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بوقت حساب مؤمن کو بغرض رازداری اپنے قریب کرکے اس پر دامن رحمت رکھیں گے اور اس سے پوچھیں گے کہ تمہیں اپنا فلاں فلاں گناہ یاد ہے؟ اور کہتا جائے گا کہ ہاں اے پروردگار! یہاں تک کہ اس کے تمام تر گناہوں کا اقرار کرالیا جائے گا اور وہ اپنے دل میں سوچے گا کہ بس اب تو میں مارا گیا، تو اس وقت ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کہ میں نے دنیا میں بھی ان گناہوں کی ستاری (پردہ پوشی) کررکھی تھی اور آج کے روز بھی انہیں معاف ہی کرتا ہوں پھر اس کی نیکیوں والی کتاب (نامہ اعمال حسنہ) اسکو عطا کی جائے گی۔

تشریح: اتنے جلیل القدر صحابیؓ کے حوالے سے مستند حدیث کے الفاظ جہاں ایک ناامید مسلمان کیلئے امید کا سورج طلوع کرنے کے مترادف ہیں وہاں ایک صالح مؤمن کیلئے نیک عمل

پر استقامت کے در پردہ تلقین بھی ہیں تا کہ ایمان پر خاتمہ ہو اور تبھی یہ مذکورہ فوائد حاصل ہو سکیں۔

☆ طبرانی، ابن منبہ میں بحوالہ جعفرؓ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ملک الموت کو ایک انصاری کے سرہانے دیکھا تو کہا کہ اے ملک الموت! میرے صحابیؓ سے نرمی برتنا کہ وہ مؤمن ہے تو ملک الموت نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دل خوش اور آنکھیں ٹھنڈی رکھئے اور جان لیجئے کہ میں ہر مؤمن کے ساتھ نرم ہوں۔

تشریح: سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر کوئی یقین دہانی کیا ہوگی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتیوں کے وقت آخر کا بنفس نفیس خیال رکھا بلکہ خود ملک الموت نے جواباً مؤمن کے حق اور ایسے کلمات ادا کئے جس سے زیادہ اطمینان بخش بیان ممکن نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ استعانت فرمائیں! (شمارہ نمبر 20)

شوق آخرت کا آسان طریقہ

حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا کہ لوگ عام طور سے یہ سمجھتے ہیں کہ جب انسان مر جاتا ہے قبر میں اس کو ڈال آتے ہیں وہاں وحشت کدہ میں تنہا پڑا رہتا ہے اور ایسی زندگی مثل عدم حیات کی ہے، صاحبو یہ نہیں ہے بلکہ مسلمان کیلئے وہاں بڑی راحت ہے حدیث شریف میں ہے کہ ارواح اس کا استقبال کرتی ہیں یعنی اس کے عزیز واقارب جو اس سے پہلے گئے تھے وہ اس سے ملتے ہیں اور اس سے دوسرے متعلقین کی نسبت دریافت کرتے ہیں، اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص تو مر گیا ہے تو کہتے ہیں افسوس وہ دوزخ میں گیا ہے ورنہ ہم سے ضرور ملتا اور اس سے ان کو غم ہوتا ہے، غرض موت کے بعد مردے اس طرح باہم خوش ہو کر ملتے جلتے ہیں، لوگ سمجھتے ہوں گے کہ بس مرنے کے بعد الو کی طرح پڑے رہیں گے'' **لا حول ولا قوة الا باللہ**'' یہ بات نہیں، یاد رکھو کہ قبر اس گڑھے کا نام نہیں یہ تو صورت قبر ہے، اور حقیقت میں قبر عالم برزخ کا نام ہے وہاں سب جمع ہوتے ہیں اور وہ پاکیزہ لوگوں کا مجمع ہے، دنیا میں تو جدا بھی ہوسکتے ہیں جیسے کوئی ملازمت سے رخصت لے کر آئے اور اپنے لوگوں کے پاس رہے جب رخصت ختم ہوگی تو جدائی ہوجائے گی تو دنیا کا اجتماع تو ایسا ہے، اور وہاں کی یکجائی ختم نہیں ہوتی وہاں تو عیش ہی عیش ہے بات یہ ہے کہ حقیقت نہ جاننے

سے لوگوں کو موت سے وحشت ہوگئی ہے ورنہ موت تو ملاقات حبیب کیلئے ایک پل ہے کہ اس سے گزرے اور ملاقات حبیب ہوگئی اور لقائے باری تعالیٰ سے کون سی چیز اچھی ہوگی، اسی لئے اہل اللہ کو تو موت کا شوق ہوا ہے۔

موت..... مومن کیلئے تحفہ ہے

اہل اللہ سے پوچھئے کہ موت کیا چیز ہے، حدیث شریف میں ہے کہ **"الموت تحفة المؤمن"** کہ موت مومن کا تحفہ ہے، کوئی بڑا آدمی اگر کسی کے پاس تحفہ بھیجے اور گھر والے رونے لگیں تو کیسے افسوس کی بات ہے، اور میری مراد اس غم سے غم مکتب ہے نہ کہ غیر مکتب، جدائی کا طبعی صدمہ جو بے اختیار ہوتا ہے اس کا مضائقہ نہیں سوچ کر اس کو بڑھانا برا ہے، بلکہ ان مضامین کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس کو گھٹانا چاہئے۔

دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں ماں کے رحم کی سی ہے، جب تک بچہ ماں کے رحم میں رہتا ہے اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے، اگر اس سے کہیں تو تنگ جگہ سے نکل کہ اس سے فراخ جگہ موجود ہے تو وہ یقین نہ کرے گا اور جانے گا کہ یہی جو کچھ ہے مگر جب باہر آتا ہے تو ایک بڑا عالم دیکھتا ہے کہ رحم کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں اور اب اگر اس سے کہا جائے کہ رحم میں واپس جانا چاہتا ہے تو وہ کبھی منظور نہ کرے گا اسی طرح دنیا بمقابلہ آخرت کے بالکل تنگ ہے جب یہاں سے جاؤ گے تو شکر کرو گے اور دنیا میں ہرگز نہ آنا چاہو گے، جب خدا کے پاس پہنچنے کا وقت قریب آتا ہے اور اس عالم کی چیزوں کا انکشاف ہوتا ہے اس وقت اگر مومن کو کوئی حیات افزا چیز دے کر کہا جائے کہ لو اسے کھالو تا کہ تم مدت دراز تک زندہ رہو تو وہ لات مار دے گا اور چاہے گا کہ فوراً مر جائے، چنانچہ ایک دفعہ کی بات ہے کہ ایک طالب علم کسی مہلک مرض میں مبتلا ہوئے تو لوگ ان کو تسلی دیتے تھے کہ تم اچھے ہو جاؤ گے مگر وہ یہی کہتے تھے کہ یوں نہ کہو اب تو خدا تعالیٰ سے ملنے کو جی چاہتا ہے اور اس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت سنائی جاتی ہے **تتنزل عليهم الملائكة الا تخافو او لا تحزنوا و ابشرو ابالجنة التى كنتم توعدون**، اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی کے لئے بادشاہ کی طرف سے وزارت کے عہدہ کا پیام آئے اور وہ شخص اپنے گھر سے تخت شاہی

کی طرف چلے تو گو اس کے گھر والے جدائی سے غمگین ہوں گے مگر وہ شخص یقیناً شاداں و فرحاں ہوگا اگر اس حالت میں بادشاہ کی طرف سے یوں ارشاد ہو کہ اگر تم چاہو تو اتنے روز کی مہلت بھی مل سکتی ہے تو وہ ہرگز راضی نہ ہوگا، اسی طرح جب راحت آخرت کی خبر ہوتی ہے اور اس کا مشاہدہ ہوجاتا ہے اس وقت اگر اس سے دنیا میں رہنے کو کہیں تو ہرگز راضی نہ ہوگا، پس اے صاحبو ماعنداللہ (یعنی جو اللہ کے پاس ہے) ض سے رغبت کرو اور اسی رغبت کی بدولت اہل اللہ ہر وقت شگفتہ رہتے ہیں اور انکو وہاں کے متعلق قسم قسم کی تمنائیں اور امیدیں لگی ہوتی ہیں۔

غرض موت اہل اللہ کا تو کھیل ہے ان کا تو مشغلہ ہے، پس ہم کو یہ حالت پیدا کرنا چاہئے کہ بجائے غم کے شوق ہو جس کا ایک سہل طریقہ یہ ہے کہ ان مضامین پر غور کرو جو میں نے اس وقت بیان کئے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے غم کا بھی علاج ہوجائے گا اور آخرت کا شوق بھی پیدا ہوگا حق سبحانہ تعالیٰ نے **ما عندكم ينفذ وما عند الله باق** میں اسی کا علاج بتلایا ہے، سبحان اللہ کیسا عجیب علاج ہے، اس کا مراقبہ کیا کرو کہ آخرت میں جو راحت ہے وہ دنیا سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے اور مرنے والا ہمارے پاس سے خدا کے پاس پہنچ گیا ہے اور یقیناً خدا کے پاس رہنا ہمارے پاس رہنے سے بہتر ہے کیونکہ وہ ہم سے کہیں زیادہ اس سے محبت رکھتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ دنیا میں جتنی محبت تمام جانوروں اور آدمیوں کی ماؤں کو اپنے بچہ سے ہے کل مجموعی محبت سے بڑھ کر حق تعالیٰ کو اپنے بندہ سے ہے اور گو امکان کے درجہ میں وہاں کی عقوبت کا بھی احتمال اس مرنے والے کے لئے ہے مگر اپنے مسلمان عزیز کے ساتھ یہ بدگمانی کیوں کی جائے کہ خدانخواستہ وہ مجرموں کی طرف تکلیف میں ہوگا بلکہ نیک گمان رکھو (بمقتضائے "سبقت رحمتي علىٰ غضبي") اور اس احتمال کے تدارک کے لئے دعا اور ایصال ثواب کرتے رہیں اور یہ اس کے لئے ہمارے غم کرنے سے زیادہ نافع ہے۔ (شمارہ نمبر 14)

شہدائے آخرت

جن حضرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق آخرت میں درجہ شہادت نصیب ہوگا اور شہیدوں کا معاملہ ثواب اور اعزاز و اکرام کا ان کے ساتھ کیا جائیگا لیکن

دنیا میں ان پر شہیدوں کے احکام جاری نہیں ہوتے یعنی غسل اور کفن عام مسلمانوں کی طرح کیا جاتا ہے ایسے شہیدوں کی ۴۰ سے اوپر اقسام ہیں، احادیث میں مختلف جگہ سے محققین نے یکجا کر کے شائع کیا، علامہ شامی نے حاشیہ ردالمختار میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱- امام ترمذیؒ نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے صبح کے وقت **اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم** تین بار پڑھا پھر سورۂ حشر کی آخری تین آیات پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے واسطے ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو اس کے لئے شام تک استغفار کرتے رہتے ہیں اور جس نے یہ کلمات اور آیات شام کو پڑھیں تو صبح تک اس کا بھی یہی درجہ ہے۔

۲- جس نے کسی کافر باغی یا ڈاکو پر حملہ کیا مگر وار خطا ہو کر خود کو لگ گیا جس سے موت ہوئی۔

۳- مسلم ممالک کی سرحد کا پہرہ دینے والا جو وہاں طبعی موت مر جائے۔

۴- جس نے صدق دل سے اللہ کی راہ میں جان دینے کی دعا کی ہو پھر طبعی موت مر جائے۔

۵- جو ظالموں سے یا اپنے گھر والوں کی جان بچانے کے لئے لڑتا ہوا مارا جائے۔

۶- جو اپنا مال ظالموں سے بچانے یا چھڑانے کیلئے لڑتا ہوا مارا جائے۔

۷- حکومت کا مظلوم قیدی جو قید کی وجہ سے مر جائے۔

۸- جو (ظلم سے بچنے کیلئے) روپوش ہوا اور اسی حالت میں مر جائے۔

۹- طاعون میں مرنے والا، ایسے ہی ثواب کی نیت اور صبر کے ساتھ طاعون والی بستی میں ٹھہرا رہے اور مر جائے۔

۱۰- پیٹ کی بیماری (استسقاء یا اسہال وغیرہ) میں وفات پانے والا۔

۱۱- نمونیہ میں وفات پانے والا۔ ۱۲- سل دق یعنی تپ دق یا ٹی بی۔

۱۳- مرگی۔ ۱۴- بخار میں مرنے والا۔

۱۵- سمندر کے سفر میں متلی اور قے وغیرہ میں جس کی موت واقع ہو۔

۱۶- مرض الموت میں ۴۰ دفعہ **لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین** پڑھنے والا۔

۱۷- جس کی اچھو لگنے سے موت واقع ہو (مثلاً بجائے خوراک کے سانس کی نالی

میں کوئی چیز چلی جائے)۔

۱۸-زہریلے جانور کے ڈسنے سے۔ ۱۹-جسے کسی درندہ نے پھاڑ ڈالا ہو۔

۲۰-آگ میں جل کر مرنے والا۔ ۲۱-پانی میں ڈوب کر مرنے والا۔

۲۲-جس پر کوئی دیوار یا عمارت گر پڑے۔۲۳-جس کی موت حالت حمل میں واقع ہو۔

۲۴-وضع حمل سے مدت نفاس تک مرنے والی۔

۲۵-جو عورت کنواری ہی وفات پا جائے۔

۲۶-جو عورت اپنے شوہر کے کسی اور عورت سے تعلق (زوجیت وغیرہ) کے غم پر صبر کرے اور اسی حالت میں مرجائے۔

۲۷-وہ پاک باز عاشق جو اپنا عشق چھپائے رکھے اور غم عشق میں مرجائے۔

۲۸-جسے غریب الوطنی میں موت آجائے۔

۲۹-دین کا طالب علم، علامہ شامیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ اس میں وہ عالم دین بھی داخل ہے جو تدریس کا مشغلہ رکھتا ہو اگر چہ دن بھر بھی ایک ہی درس دے یا تالیف کا مشغلہ رکھتا ہو، دن بھر علم دین میں منہمک رہنا شرط نہیں۔

۳۰-وہ مؤذن جو محض ثواب کے لئے اذان دیتا ہو (تنخواہ یا اجرت مقصود نہ ہو)۔

۳۱-اپنے بیوی بچوں کی خبر گیری کرنے والا جوان کے متعلق اللہ کے احکام بجالائے اور ان کو حلال کھلائے۔ ۳۲-سچا دیانت دار امانت دار تاجر۔

۳۳-جس نے اپنی زندگی مدارات (اچھے سلوک) میں گزاری ہو یعنی برے لوگوں کے ساتھ بھی شرعی حکم کے بغیر برا سلوک نہ کرتا ہو۔

۳۴-امت کے بگاڑ کے وقت سنت پر قائم رہنے والا۔

۳۵-جو رات کو باوضو سوئے اور اسی حالت میں انتقال کرجائے۔

۳۶-جمعہ کے دن وفات پانے والا۔

۳۷-جو شخص روزانہ پچیس ۲۵ بار یہ دعا کرے۔

''اللھم بارک لی فی الموت وفیما بعد الموت''.

۳۸- جو چاشت کی نماز پڑھے اور ہر مہینہ میں تین روزے رکھے اور وتر نہ سفر میں چھوڑے نہ اقامت میں۔ ۳۹- ہر رات سورۃ یٰسین پڑھنے والا۔

۴۰- جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سو مرتبہ درود شریف پڑھے (بظاہر روزانہ پڑھنا مراد ہے)

۴۱- کسی سواری سے گر کر ہلاک ہونے والا۔

۴۲- وہ بے گناہ مقتول جو شہید دنیا اور آخرت کی (سات) شرائط پوری نہ کر سکے۔

شہید دنیا وآخرت جس میں فقہ کی رو سے سات شرائط پائی جائیں، اس کو غسل وغیرہ نہ دیا جائے۔

شرائط: (۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل بالغ ہونا (۳) حدث اکبر سے پاک ہونا

(۴) بے گناہ مقتول ہو (۵) اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے مارا گیا ہو، بشرطیکہ دھاری دار آلے سے مارا گیا ہو (۶) قتل ایسا ہو کہ اس کی سزا میں کچھ واجب نہیں نہ قصاص نہ دیت۔

(۷) زخم لگنے کے بعد کوئی کام زندگی کے نفع کا مثل کھانے، پینے، سونے، خرید و فروخت کرنے کے اس سے وقوع میں نہ آئے ہوں۔ (شمارہ نمبر 21)

اہل اللہ اور اہل دنیا کے عیش کا فرق

بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان کے جسم پر دو ہزار کا لباس ہے اور دو لاکھ کی کار میں ان کا جسم بیٹھا ہوا ہے لیکن ان کا دل ویران ہے حق تعالیٰ کے تعلق اور محبت سے خالی ہے، اللہ کے نزدیک ان کے دل کی کوئی قیمت نہیں ہے، بعض بندے ایسے ہیں کہ ان کے جسم پر پیوند لگے ہوئے ہیں اور کھانے میں چٹنی روٹی ہے لیکن ان کے سینوں میں جو دل ہے وہ حق تعالیٰ کے قرب ومعیت سے اس قدر قیمتی ہو گیا کہ وہ ایک دل اللہ کے نزدیک لاکھوں غافل اجسام انسانیہ سے محبوب فائق تر اور قیمتی ہے اور حق تعالیٰ کے تعلق کے فیض سے چٹنی روٹی اور افلاس میں ان کے دلوں کو وہ چین نصیب ہے کہ بادشاہوں نے خواب میں بھی نہیں دیکھا اس کے برعکس جو خدا سے غافل ہیں ان کا جسم اگرچہ کار میں بیٹھا ہوا ہے دو ہزار کا سوٹ زیب تن کیا ہوا ہے اور زبان پر مرغ اور بریانی کا لقمہ ہے لیکن دل بے چین و بے سکون ہے معلوم ہوا کہ باہر کی چیزیں دل کو سکون نہیں دے سکتیں اندر اگر سکون ہے تو باہر کی چیزیں، کار، بنگلہ، بیوی بچے اور عمدہ غذائیں اچھی معلوم ہوتی ہیں اور اگر دل میں سکون نہیں ہے تو

باہر کی چیزیں کانٹا معلوم ہوتی ہیں پھر بیوی بچے بھی اچھے نہیں لگتے کار اور بنگلہ بھی اچھا نہیں لگتا مرغ اور کباب کا لقمہ بھی زہر معلوم ہوتا ہے ۔

دل گلستان تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار دل بیاباں ہوگیا، عالم بیاباں ہوگیا

اہل دنیا کیلئے دنیا عذاب اس لئے ہوگئی کیونکہ دنیا کی محبت ان کے دل میں داخل ہوگئی ورنہ اگر اہل اللہ کے پاس دنیا آتی بھی ہے تو وہ دنیا کو دل سے باہر رکھتے ہیں ان کے دل میں صرف اللہ ہوتا ہے اور ہر وقت حق تعالیٰ کے قرب خاص، تعلق خاص ومعیت خاصہ سے مشرف ہوتا ہے ایسے دل کو اگر پوری دنیا کی سلطنت و بادشاہت بھی مل جائے اور وہ پوری کائنات پر سلطنت وحکمرانی کرے لیکن کائنات اس کے سامنے بے قدر، محکوم اور مغلوب نظر آتی ہے، کیونکہ سورج کا ہم نشین ستاروں سے کب مرعوب ہوسکتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی اور اللہ تعالیٰ کی یاد کی توفیق اور اس کی محبت کی لذت وحلاوت نصیب ہوگئی ساری کائنات کی لذتیں اس کے سامنے ہیچ اور بے قیمت ہوجاتی ہیں ۔

چوں سلطانی عزت علم برکشد جہاں سر بجیب عدم درکشد

وہ سلطان حقیقی جس دل پر اپنی معیت خاصہ کا انکشاف فرمادیتا ہے ساری کائنات مع اپنی لذتوں کے جیب عدم میں اپنا سر ڈال دیتی ہے اس لئے وہ دل پوری کائنات اور معاشرہ کی رفتار اور گمراہی پر غالب رہتا ہے کیونکہ اس پر حق تعالیٰ کی محبت چھا گئی اس لئے یہ پوری کائنات اور زمانہ پر چھا گیا ۔

میرا کمال عشق بس اتنا ہے جگر وہ مجھ پہ چھا گئے اور میں زمانے پر چھا گیا

اس لئے آدمی عین امارت و بادشاہت کی حالت میں اللہ کا ولی ہوسکتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ والے دنیا چھڑاتے ہیں حالانکہ اللہ والے دنیا نہیں چھڑاتے وہ تو ہمیں دونوں جہاں کی بادشاہت دینا چاہتے ہیں وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جو ذات دونوں جہان کی مالک ہے اس کو راضی کرلو تاکہ دنیا کی زندگی میں بھی عیش مل جائے جس پر بادشاہ رشک کریں اور جنت کی دائمی سلطنت بھی مل جائے جو شخص دونوں جہان کے مالک کو راضی کرلیتا ہے تو مالک دو جہاں بھی اس کی زندگی کو عیش اور سکون والی زندگی بنادیتا ہے اور کیونکہ اللہ پاک کی ذات

کا کوئی ہمسر نہیں ہے قرآن کہتا ہے **ولم یکن له کفواً احد** کوئی ان کی ہمسری اور برابری کرنے والا نہیں ہے اس لئے اس کے نام پاک کی لذت کا بھی کوئی کفو اور کوئی بدل نہیں ہے جنت کی نعمتیں بھی اللہ کے نام کی لذت کی برابری وہمسری نہیں کرسکتیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ والے دنیا کے عوض نہیں بکتے کیونکہ ان کے دل اس کی عیش سے مشرف ہیں جس کا دونوں جہاں میں کوئی بدل اور ہمسر نہیں ہے۔(فضائل توبہ) **(شمارہ نمبر 39)**

موت کی تیاری............اور اس کا طریقہ

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا اے اللہ آپ لوگوں کو پیدا کر کے مارتے کیوں ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا زمین میں کھیتی کرو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین میں گندم کاشت کی، کچھ عرصہ بعد فصل تیار ہوگئی۔ جب فصل کاٹ کر دانے اور بھوسا الگ الگ کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے موسیٰ علیہ السلام تم نے گندم کو کاٹ کر دانے اور بھوسا الگ الگ کیوں کر دیا عرض کیا اے پروردگار فصل پک چکی تھی اس لئے کاٹ دی، اللہ نے فرمایا اے موسیٰ میں بھی تو یہی کرتا ہوں کہ جب لوگوں کی فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے تو میں اس کو کاٹ دیتا ہوں اور دانوں کی مانند لوگوں کو جنت میں اور بھوسے کی مانند لوگوں کو جہنم میں داخل کر دیتا ہوں۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ زندگی کی طرح موت بھی ایک نعمت ہے لیکن صرف انہی لوگوں کیلئے جنہوں نے اس زندگی کو اچھے کاموں سے مزین رکھا اور اپنی زندگی ہی میں موت کی تیاری میں مصروف رہے، اسی کو اللہ پاک نے قرآن مجید میں حیاۃ طیبہ فرمایا ہے اس لئے موت کی تیاری بصورت اعمال صالحہ کرنے کی اشد ضرورت ہے اور اسکی برکات سے مسلمان دنیا میں بھی محروم نہیں رہتا جیسا کہ صاحب قرطبیؒ نے فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کرنے سے تین کرامتیں عطا کی جاتی ہیں پہلی یہ کہ ایسے شخص کو توبہ کی جلد توفیق نصیب ہو جاتی ہے دوسری یہ کہ اسے تھوڑی دنیا پر قناعت نصیب ہو جاتی ہے، اور تیسری یہ کہ اسے عبادت میں نشاط حاصل ہو جاتا ہے اگر ہم موت کو بھول بھی جائیں تو دنیا کی ہر چیز ہمیں پیغام فنا دے رہی ہے، روزانہ سورج غروب ہوتے وقت پیغام دے جاتا ہے کہ اے انسان ایک دن تیری

زندگی کا سورج بھی ڈوب جائیگا، اسی طرح شجر، حجر یعنی جس چیز کو بھی زندگی مل جاتی ہے اسے بتا دیا جاتا ہے کہ یہ زندگی ختم ہونے کیلئے ملی ہے کسی نے افلاطون سے پوچھا آدمی کی موت کا سبب کیا ہے؟ تو اس نے کہا اس کی زندگی۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ جتنی محنت سے لوگ جہنم خریدتے ہیں اس سے آدھی محنت سے جنت مل سکتی ہے اور یہ بات حقیقت ہے کہ گناہوں کے کاموں کیلئے کس قدر مشقت اٹھانی پڑتی ہے، مثلاً چوری کرنا بڑا گناہ ہے، لوگ اس کیلئے کتنی تکالیف برداشت کرتے ہیں، راتوں کو جاگتے ہیں دن کا سکون لٹا دیتے ہیں، تب جا کر چوری جیسے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

آج ہم اگر ارد گرد نظر دوڑائیں لوگوں سے حالات دریافت کریں تو ہر انسان کسی نہ کسی درجے میں پریشان نظر آئیگا، کوئی کاروبار کی وجہ سے، کوئی اپنی صحت کی وجہ سے، کوئی اولاد کی وجہ سے، کوئی نوکری کی وجہ سے، کوئی خانگی امور کی وجہ سے، آخر ایسا کیوں ہے؟ تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ آج ہماری زندگی میں آخرت کی فکر نہیں ہے جس کی وجہ سے پریشانیاں موسلا دھار بارش کی طرح آرہی ہیں۔

اس دنیا میں کوئی بھی بے غم نہیں ہے اگر کوئی ہے تو پھر وہ بنی آدم نہیں ہے

حدیث شریف میں آیا ہے **کما تعیشون تموتون** یعنی تم جس حال میں زندگی گزارو گے تمہیں اسی حال میں موت آئیگی، عبادات و اعمال صالحہ کی زندگی گزاری تو موت کے وقت فرشتے بھی مرحبا کہتے ہوئے آئیں گے اور اگر فسق و فجور کی زندگی گزری تو موت بھی اسی حالت پر آئیگی۔ العیاذ باللہ۔

چنانچہ ثابت ہے کہ جنتی اور دوزخی اسی دنیا میں بنتے ہیں اور اگلے جہاں میں دونوں کو جدا کر دیا جائیگا۔

کما قال تعالیٰ، وامتازوا الیوم ایها المجرمون. اے مجرمو! آج کے دن میرے نیک بندوں سے تم جدا ہو جاؤ اگر دنیا کے اندر غفلت کی زندگی گزاری اپنی من مانی کرتا رہا، جی چاہا تو نماز پڑھ لی، ذرا سا بہانہ ملا تو قضا کر دی، اعمال چھوٹ گئے اگر اس قسم کی غفلت کی زندگی بسر کی ہوگی تو پھر انسان قبر، حشر میں بھی پریشان ہوگا اور آگے آنیوالی ہر

منزل پر پریشان ہوگا، لہٰذا آج کی زندگی کا وقت بہت اہم ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو پہچان لے اور موت کے بعد والی حیات ابدی کیلئے اعمال صالحہ کرے۔

ان ارشادات واحوال کی روشنی میں ہر مسلمان کو چاہئے کہ تمام فکروں پر آخرت کی فکر کو حاوی کرکے ہر وقت خود کو موت کی تیاری میں مصروف رکھے، کیونکہ موت کی یاد خود ایک ایسا وعظ ہے جو انسان کو اعمال صالحہ کیلئے تیار کرانے اور گناہوں کے چھڑوانے کا قوی ترین سبب ہے۔

موت کی تیاری کے سلسلہ میں جیسا کہ ذکر کیا گیا دوسرے امور (ایمان، اعمال صالحہ وغیرہ) بھی ہیں لیکن ان کے علاوہ ایک عمل اپنی وصیت تیار کرکے رکھنا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو پھر وہ دو راتیں بھی اس طرح گزارے کہ اس کے پاس کی لکھی ہوئی وصیت نہ ہو۔ (متفق علیہ) نیز فرمایا جو شخص وصیت کرکے مرا وہ صراط مستقیم اور طریق سنت پر مرا اور تقویٰ وشہادت پر مرا اور مغفرت کی حالت پر مرا۔ (ابن ماجہ) ان ارشادات کی روشنی میں ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنا وصیت نامہ تیار کرکے رکھے، آج کل لوگ اس میں سستی کرتے ہیں اور بعد میں ورثاء میں ایسے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں کہ **الامان والحفیظ**۔

وصیت کی تیاری کیلئے ایک رسالہ ''وصیت نامہ'' کے نام سے مل جاتا ہے جس کو ہمارے والد محترم الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی نے علماء کی مشاورت سے تیار کیا ہے جس کے اہم عنوانات یہ ہیں، وصیت کی باتیں، ہدایات، عبادات مع فدیہ، قرضہ واجب الادا، قرضہ واجب الوصول، تفصیل جائیداد، تفصیل ترکہ سامان وغیرہ، نیز موت کی یاد دہانی کیلئے اور کتابچہ ''مراقبہ موت'' اور آخرت کی تیاری کا مطالعہ بھی مجرب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو نصیحت فرمائی کہ صبح ہو تو شام کی فکر نہ کرو اور شام ہو تو صبح کا خیال نہ لاؤ اور دنیا میں آئے ہو تو زندگی میں موت کا سامان اور تندرستی میں موت کی فکر کرو کیونکہ اے عبداللہ کیا خبر ہے کل کو تمہارا کیا نام ہوگا زندہ ہوگا یا مردہ۔

موت سے وحشت......!

خلیفہ سلیمان بن عبدالمالک نے امام حازمؒ سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ہمیں موت سے

وحشت ہوتی ہے؟ ابو حازمؒ نے جواب دیا کیونکہ تم لوگوں نے آباد ہی ایک دنیا کی ہے آخرت کو تو اجاڑا ہے بھلا آبادی سے ویرانے میں جاتے ہوئے کس کو وحشت نہیں ہوتی۔ (عیوان الاخبار)

دفعۃً سر پر جو آپہنچے اجل پھر کہاں تو اور کہاں دار العمل

جائے گا یہ بے بہا موقعہ نکل پھر نہ ہاتھ آئے گی عمر بے بدل

(شمارہ نمبر23)

موت کی تیاری

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تم سے مل کر رہے گی، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کا کثرت سے ذکر کیا کرو'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حشر کے دن شہداء کے ساتھ اور کوئی بھی اٹھے گا؟'' آپ نے فرمایا کہ ''ہاں وہ شخص جو رات اور دن میں بیس مرتبہ موت کو یاد کر لیتا ہو''، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''موت کے برابر کوئی واعظ نہیں ہے'' یعنی نصیحت کرنے کو تو موت ہی کافی ہے اور ''اگر جانوروں کو موت کا اتنا علم ہو جتنا کہ بنی آدم کو ہے تو کوئی جانور فربہ کھانے کو نہ ملے، مزید فرمان ہے کہ ''میں تم میں دو واعظ چھوڑے جاتا ہوں ایک واعظ ساکت یعنی موت اور دوسرا واعظ ناطق یعنی قرآن مجید''۔

حضرت فضلؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ارشاد فرمایا کہ ''لوگوں کو آواز دے کر جمع کر لو، میں نے لوگوں کو جمع کر لیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد یہ مضمون ارشاد فرمایا: ''میرا تم لوگوں کے پاس سے چلے جانے کا زمانہ قریب آگیا ہے، اس لئے جس کی کمر پر میں نے مارا ہو میری کمر موجود ہے، بدلہ لے لے، اور جس کی آبرو پر میں نے حملہ کیا ہو، میری آبرو سے بدلہ لے لے، جس کا کوئی مالی مطالبہ مجھ پر ہو وہ مال سے بدلہ لے لے، کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ مجھ سے بدلہ لینے سے میرے دل میں بغض پیدا ہونے کا ڈر ہے کہ بغض رکھنا نہ میری طبیعت میں ہے نہ میرے لئے موزوں ہے، خوب سمجھ لو کہ مجھے بہت محبوب ہے وہ شخص جو اپنا حق مجھ سے وصول کر لے یا معاف کر دے کہ میں اللہ

جل شانہٗ کے یہاں بشاشت قلب کے ساتھ جاؤں، میں اپنے اس اعلان کوایک دفعہ کہہ دینے پراکتفاءنہیں کرنا چاہتا، پھربھی اس کا اعلان کروں گا، چنانچہ اس کے بعد منبر سے اتر آئے اور ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور وہی اعلان فرمایا، نیز بغض کے متعلق بھی مضمون بالا کا اعادہ فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس کے ذمہ کوئی حق ہو وہ بھی ادا کردے اور دنیا کی رسوائی کا خیال نہ کرے کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت کم ہے۔

''موت'' بڑی ہولناک چیز ہے اور موت کے بعد کے واقعات اس سے زیادہ خوفناک ہیں اوران کا ذکر کرنا اور یادرکھنا دنیا کو منغص بناتا ہے اوراس دارناپائیدار کی محبت کو دل سے نکال لیتا ہے اور دنیا کی محبت ہی ہر گناہ کی جڑ بنیاد ہے، پس جب دنیا سے قلب کو نفرت ہوگئی تو سب کچھ مل گیا اور دنیا سے نفرت ہوگئی جبکہ موت کا فکر اور خیال ہوگا کہ عنقریب ہم پر کیا آفت آنے والی ہے۔

موت کی فکر پیدا کرنے کا طریقہ: امام غزالی فرماتے ہیں کہ فکر کا طریقہ یہ ہے کہ کسی وقت خلوت میں بیٹھ کر سارے خیالات دل سے نکال دو اور قلب کو بالکل خالی کر کے توجہ اور عزم کے ساتھ موت کا دھیان کرو، اول اپنے ان دوستوں اور اعزہ واقارب کا تصور کرو جو دنیا سے گزر گئے اور یکے بعد دیگرے ایک ایک کا دھیان کرتے جاؤ کہ یہ صورتیں کہاں چلی گئیں؟ یہ کیسی امیدیں اپنے ساتھ لے گئے؟ حرص وامل نے ان میں اپنا کتنا زور دکھایا؟ جاہ ومال کی کیا کچھ تمنائیں اور آرزوئیں ان کے دلوں میں رہیں، مگر وہ آج خاک میں مل گئے اور منوں مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں کہ کوئی شخص ان کا نام بھی نہیں لیتا، اس کے بعد مرنے والوں کے بدن اور جسم کا دھیان کرو کہ کیسے حسین اور نازک بدن تھے مگر اب پارہ پارہ ہوگئے، گل گئے، پھٹ گئے اور کیڑے مکوڑوں کی غذا بن گئے۔

اس کے بعد ان کے اعضاء اور جوارح میں سے ایک ایک عضو کا دھیان کرو کہ وہ زبان کیا ہوئی جو کسی وقت چپ ہونا جانتی ہی نہیں تھی؟ وہ ہاتھ کہاں گئے جو حرکت کیا کرتے تھے؟ دیکھنے والی آنکھیں اوران کے خوبصورت حلقے کس کیڑے کی خوراک بن گئے؟ غرض اس طرح دھیان کروگے تو سعید بن جاؤ گے، کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

ہیں کہ ''سعید وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے''۔ (شمارہ نمبر 18)

قبر کی حقیقت

فرمایا کہ شریعت کی اصطلاح میں قبر گڑھے کو نہیں کہتے، بلکہ عالم مثال کو کہتے ہیں، کیونکہ وہ مشابہ ہے آخرت کے اعتبار سے تو گویا دنیا ہے اور دنیا کے اعتبار سے گویا وہ آخرت ہے، تو جس طرح باغ کا پھاٹک ہوتا ہے کہ باغ کے اندرونی حصہ کے اعتبار سے تو گویا وہ باغ نہیں ہے لیکن باغ کے خارجی حصہ کی نسبت گویا وہ باغ ہے، یا جیسے حوالات کہ وہ عام دنیا کی بہ نسبت تو جیل خانہ ہے، مگر جیل خانہ کی بہ نسبت گویا وہ گھر ہے، تو اللہ تعالیٰ نے عالم مثال کو دنیا کا بھی نمونہ بنایا ہے تو آخرت کا بھی۔ (شمارہ نمبر 44)

قبر کی تنہائی

میت کو لحد میں اتارتے وقت قبر پر مٹھی بھر مٹی ڈالتے ہوئے اور گھروں کو واپس آتے ہوئے اگر ہم یہ سوچ لیں کہ انسانی رشتے کتنے کھوٹے ہیں کہ جن کی جدائی ایک پل کیلئے گوارا نہ تھی اسے اپنے ہاتھوں سے ویرانی میں تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے جو کبھی رگ جان کے قریب تھے انہیں دوریوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے وہ دن دور نہیں جب انہیں بھی اسی طرح موت کا سفر اکیلے طے کرنا پڑے گا، اور اپنوں کے ہوتے ہوئے بھی کوئی ان پر پر دو پھول چڑھانے کیلئے نہیں آئے گا، یہ سب کچھ اگر ہم سوچ لیں تو یقیناً لوٹ کھسوٹ، مکر وفریب، ظلم وستم اور حرص و ہوس سے ہاتھ کھینچ لیں، لیکن اگر ہم سے کوئی آخرت کے بارے میں بات کرے تو ہم اسے یہی کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ جب موت آئے گی تو دیکھا جائے گا، مگر پیارے بھائیو! آخرت تو قبر سے ہی شروع ہو جاتی ہے، اس لئے دنیا میں ہی جو چار دن کی زندگی ہے اسے غنیمت جانو اور نیک اعمال کر کے اپنی زندگی کو ضائع ہونے سے بچا لو اور اپنے آپ کو جنت الفردوس کا مقدر بنا لو، ورنہ دوزخ کا عذاب بہت شدید ہے اور تم اپنے آپ کو ہرگز اس سے بچا نہ پاؤ گے اس دن یعنی روز قیامت کوئی عزیز رشتے دار تمہارے کام نہ آئے گا، بلکہ تمہارے کام کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور تمہارے اعمال صالحہ ہی آئیں گے جو تم نے دنیا میں کئے ہونگے۔

اللہ ہم سب کو گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو قبر کی تنہائی اور

عذاب سے بچائے اور اعمال صالحہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

آخرت کی فکر کرنی ضرور ہے جیسی کرنی ہے ویسی بھرنی ہے ضرور

عمر یہ اک دن گزرنی ہے ضرور قبر میں میت اترنی ہے ضرور

ایک دن مرنا ہے آخرت موت ہے کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے (شمارہ نمبر 21)

دنیا......آخرت کے مقابلے میں

فرمایا دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے پاخانہ، چنانچہ خواب میں اکثر دنیا کی یہی صورت دیکھی جاتی ہے، کانپور میں ایک طالب علم صاحب تھے، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ عرش پر جلوہ افروز ہیں اور سب آدمیوں کا امتحان لے رہے ہیں، ایک شخص پر سخت عتاب ہوا، یہ خواب دیکھنے والے کانپ اٹھے، وہاں عرش کے ایک گوشہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونق افروز ہیں، یہ عتاب کی حالت دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کچھ مدد فرمایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم امتحان کے وقت یوں کہہ دینا کہ میں تو کچھ علم نہیں رکھتا، اسی اثناء میں ان کو بھی امتحان کے لئے پکارا گیا اور فرمایا کہ لاؤ جلالین، اس نے عرض کیا یا اللہ میں تو جاہل ہوں، میں تو جلالین پڑھا ہوا بھی نہیں، اس پر تبسم فرمایا اور حکم ہوا اچھا تمہارے لئے ایک دن کی قید ہے، اس حکم کے بعد اس کو ایک کوٹھڑی میں لے گئے، جو پاخانہ سے بھری ہوئی تھی اور وہاں قید کر دیا، اس خواب کی تعبیر بھی سمجھی گئی کہ وہ کوٹھڑی دنیا کی صورت مثالی ہے ان کو دکھلا دیا گیا کہ جس دنیا میں تم منہمک ہو وہ یہ ہے پھر دیکھا کہ اس کوٹھڑی سے نجات ہوئی اور اس کو ایک نہر میں غسل دیا گیا اور پاک صاف کر دیا گیا، اس کی تعبیر نہر الحیات سمجھی گئی۔

اسی طرح ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ روز بستر پر پیشاب کرلیا کرتا تھا، اس کی بیوی نے کہا کہ کمبخت تو جوان ہو کر بستر پر پیشاب کرتا ہے، تجھے شرم نہیں آتی، کہاں کیا بتلاؤں، خواب میں ہر روز شیطان آتا ہے کہ آؤ تم کو سیر کرالاؤں، میں اس کے ساتھ چل کھڑا ہوتا ہوں، چلتے چلتے پیشاب لگ جاتا ہے، اس وقت میرے سامنے ایک پاخانہ نظر آتا ہے، میں اپنے نزدیک تو اس کے قدمچے پر بیٹھ کر پیشاب کرتا ہوں، مگر وہ صبح کو بستر پر ملتا

ہے، پیشاب کرتا کہیں ہوں اور نکلتا کہیں ہے، وہی مثال تو اس شخص کی بیوی نے کہا کہ اب شیطان خواب میں آئے تو اس سے کہنا کہ یار تم ہمارے دوست ہو گئے کچھ ہمارے ساتھ ہمدردی کرو، کہ ہم تنگدست غریب آدمی ہیں، کہیں سے بہت سا مال ہم کو دلوا دو۔

مرد نے کہا ضرور آج رات کو کہوں گا، رات ہوئی اور خواب میں حسب معمول شیطان آیا اور اس نے بیوی کا پیغام اس سے بیان کیا شیطان نے کہا کہ مال تمہارے واسطے بہت اور جتنا چاہے لے لو، شیطان ایک خزانہ پر لے گیا اور بہت سا مال اس کی کمر پر لاد ا اور اتنا لادا کہ اس کے زور سے پاخانہ نکل گیا، اب جو صبح کو اٹھے تو مال غائب مگر بستر پر پیشاب کے ساتھ پاخانہ بھی موجود۔

بیوی نے کہا یہ کیا، اس نے سارا قصہ بیان کیا، بیوی نے کہا، بس جی! میں مال سے باز آئی، تم پیشاب ہی کر لیا کرو، یہ پاخانہ کی مصیبت کون جھیلے تو یہ حقیقت ہے دنیا کی کہ پاخانہ یعنی وبال تو رہ جائے گا اور حظوظ (مزے) غائب، جب دنیا کی یہ حقیقت ہے تو پھر جنت میں پہنچ کر اس کے چھوٹنے کا کیا رنج، وہاں تو کسی قسم کی کلفت نہ ہوگی، راحت ہی راحت ہے۔ (شمارہ نمبر 12)

اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے

اللھم لا عیش الا عیش الاخرۃ

قرآن پاک اپنے ماننے والوں کو بار بار نصیحت کر رہا ہے کہ یہ دنیوی زندگی دھوکے و سیراب کی مانند ہے مختصر و عارضی ہے یہ ایک امتحان گاہ ہے جہاں آزمائش کی بھٹی سے گذر کر منزل مقصود آخرت تک پہنچنا ہے، یہاں کے کاروبار عارضی، رشتے عارضی اور زندگی محدود وقت کی، جس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ کب وہ خدا حافظ کہہ کر ہم سے جدا ہو جائے ایک حدیث مبارکہ میں نصیحت فرمائی گئی ہے کہ دنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی اجنبی مسافر رہتا ہے، یعنی جیسے کوئی اجنبی یا مسافر اپنی منزل مقصود کی طرف جا رہے ہوں اور کہیں پر کچھ دیر کے لئے آرام یا کسی ضرورت کی بناء پر ٹھہر جائیں تو یہ لوگ اس جگہ پکی تعمیرات و کاروبار بنا کر نہیں بیٹھ جاتے بلکہ انتہائی مختصر وقفہ کے بعد پھر سے اپنی منزل کی طرف گامزن ہو جاتے ہیں اور اس جگہ کو چھوڑ جاتے ہیں، یہی حال انسان کا ہے منزل مقصود آخرت ہے

کچھ وقت یہاں گذارنے کے بعد اس نے یہاں سے دوبارہ روانہ ہو جانا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر بیٹھے تھے اس اثناء میں حضرت عمر فاروقؓ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر چٹائی کے نشانات دیکھ کر رونے لگے اور فرمایا قیصر وکسریٰ تو اس قدر مزے لوٹیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہانوں کے تاجدار ہو کر چٹائی پر سوئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ مجھے اس دنیا سے کیا غرض جو اس قدر اس بارے اہتمام کروں میری مثال تو اس مسافر کی سی ہے جو کہیں کچھ دیر ستانے کے لئے ٹھہرا اور چلا گیا، افسوس کہ جہاں قیام عارضی اور موت یقینی ہے اس کے لئے تو ہم دن رات ایک کر دیتے ہیں لیکن جہاں قیام ہمیشہ کے لئے ہے اور موت کبھی نہ آئے گی اس کی تیاری سے ہم غافل ہیں، صاحبو! یہ دنیوی زندگی تو آزمائش کی جگہ ہے یہاں مصیبتیں ہونگی اور پریشانیاں بھی، اصل آرام تو آخرت میں ملے گا، یہاں تو ہر مصیبت کیلئے خود کو تیار رکھنا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ سے عافیت ہی مانگنی چاہئے اسی کی ہمیں شریعت میں تعلیم دی گئی ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے، مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو پابندیوں اور ضابطوں پر عمل کرنے کی وجہ سے مشکل ہوگی اور کافر پابندیوں سے آزاد ہو کر زندگی گزار رہے ہیں پھر انجام کار آخرت میں مسلمانوں کو جنت ملے گی اور کافر دوزخ میں دھکیل دیئے جائیں گے۔

صاحب ایمان مر کر ختم نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں مزے ہی مزے ہیں ترمذی شریف میں ہے کہ ایک یہودی عورت مسلمان ہوئی، اس کی ایک نوجوان بیٹی تھی، وہ مر گئی، یہودیوں نے طعنہ دیا کہ تو مسلمان ہوئی ہے اس لئے تیری بیٹی مر گئی ہے وہ دونوں میاں بیوی رونے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم مسلمان ہوئے تھے، ہماری نوجوان بیٹی مر گئی ہے اور ہم نے اسے دفنا دیا ہے، اب ہمیں برادری والے طعنہ دیتے ہیں، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چلو اس کی قبر دکھاؤ کہ کہاں ہے، وہ کہنے لگی، اس اونچی پہاڑی پر اس کی قبر ہے، نیچے کھڑے ہو کر اللہ کے محبوب نے فرمایا: **یا امة الله یدعوک محمدا**

رسول اللہ (اے اللہ کی بندی! میرے پاس دوڑ کر آجا، تجھے اللہ کا پیغمبر بلا رہا ہے) اس نوجوان لڑکی کی قبر پھٹ گئی وہ ماں باپ سے جا ملی اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکی سے پوچھتے ہیں کہ اب تو بتا کہ تو جہاں سے آئی ہے وہاں جانا چاہتی ہے یا اپنے امی ابو کے پاس رہنا چاہتی ہے؟ وہ نوجوان لڑکی کہنے لگی، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ دعا فرمادیجئے کہ میرے ماں باپ کے دل سے میری محبت ٹل جائے، میں جہاں سے آئی ہوں وہاں جانا چاہتی ہوں کیونکہ میں نے خدا کو ان سے بہتر پایا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کے سب کاروبار کرو مگر دنیا پر مطمئن نہ ہوجاؤ، آخرت کو پیش نظر رکھو اور جو وقت کام کاج سے بچے اس کو فضول باتوں میں ضائع نہ کرو، یہ وقت بڑی قیمتی چیز ہے اس کی قدر کرو، یہ اتنی قیمتی چیز ہے کہ جس وقت عزرائیلؑ روح قبض کرنے کے لئے آئیں گے تو تم تھوڑے سے وقت کے لئے تمام سلطنت بھی دینے کے لئے تیار ہوجاؤ گے مگر ایک منٹ کی بھی مہلت نہیں ملے گی۔ (وعظ: الاطمینان بالدنیا)

شوق لقاء میں موت کی تمنا جائز ہے اس لئے اہل اللہ موت کی تمنا کرتے ہیں مگر ہم کو اس کے نام سے بخار چڑھ جاتا ہے ہم موت کو اتنا بھولے ہوئے ہیں کہ دوسرے کو مرتا دیکھ کر بھی اتنا خیال نہیں آتا کہ یہ منزل ہمارے بھی سامنے ہے، بلکہ یوں سمجھتے ہیں کہ بس موت اسی کے واسطے تھی، حد سے بڑھا ہوا غم، گناہ بے لذت ہے، آخرت پر نظر ہونے سے دنیا کا غم نہ ہونا چاہئے، اور قبر گڑھے کا نام نہیں، لوگوں کو موت سے وحشت اور بعض اہل اللہ موت کے شائق ہوتے ہیں۔ (خلاصۂ وعظ: الفانی)

بچہ جب ماں کے پیٹ کے اندر ہوتا ہے تو اسی کو دنیا سمجھتا ہے جب باہر آتا ہے تو محسوس کرتا ہے کہ میں تو بڑی تنگ وتاریک جگہ میں مقید تھا اصل دنیا تو یہ ہے یہی حالت اس عالم کی ہے جب انسان اس دنیا سے اس دنیا میں پہنچے گا تو یہی محسوس کرے گا یہاں سے وہاں جانے والا مرتا نہیں فی الواقع وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہوتا ہے اگر آپ اس عالم کو دیکھ لیں تو آپ مرنے پر کبھی نہ روئیں گے بلکہ اپنے یہاں رہنے پر روئیں گے۔ (خلاصۂ وعظ: الباقی، انوار السراج)

دنیا کو چھوڑنے کا سب کو یقین ہے مگر پھر بھی ہم نے دنیا کو دل سے لگا رکھا ہے اور

اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مرنے کے بعد انسان ایک تنگ وتاریک گڑھے میں مقید ہوجاتا ہے اور تنہا پڑا رہتا ہے اور اس تنہائی کے تصور سے لوگوں کو وحشت ہوتی ہے حالانکہ یہ تنہائی موجب راحت ہوگی اور اس خلوت میں وہ لطف ہے کہ بخدا کسی اور چیز نے میں اس کے برابر لطف نہیں

حضرت مجذوبؒ اس حقیقت کے بارے میں یوں گویا ہوئے:

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور — جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
عمر یہ ایک دن گذرنی ہے ضرور — قبر میں میت اترنی ہے ضرور
بہر غفلت یہ تیری ہستی نہیں — دیکھ! جنت اس قدر ستی نہیں
رہ گذر دنیا ہے یہ بستی نہیں — جائے عیش وعشرت ومستی نہیں
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے — کرلے جو کرنا ہے آخر مرنا ہے

(شمارہ نمبر 43)

آخرت میں ساتھی کون ہوگا؟

بیوی بچے سب ساتھ چھوڑ جائیں گے

"وہ دستور العمل جو دل پر سے پردہ اٹھاتا ہے اس کے چند اجزاء ہیں، ایک تو دین کی کتابیں دیکھنا یا سننا، دوسرا مسائل دریافت کرتے رہنا، تیسرا اہل اللہ کے پاس آنا جانا اور اگر ان کی خدمت میں آمدورفت نہ ہوسکے تو ان کی بجائے صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات وملفوظات ہی کا مطالعہ کرنا یا انہیں سن لیا کرنا، ساتھ ہی اگر تھوڑی دیر ذکر اللہ بھی کرلیا جائے تو یہ اصلاح قلب میں بہت ہی معین ہے اور اسی ذکر کے وقت میں سے کچھ وقت محاسبہ (یعنی محاسبہ نفس) کے لئے نکال لینا چاہئے جس میں اپنے نفس سے اس طرح کی باتیں کرنا چاہئیں:

"اے نفس ایک دن دنیا سے جانا ہے، موت بھی آنے والی ہے، اس وقت یہ سب مال ودولت یہیں رہ جائے گی، بیوی بچے، سب تجھے چھوڑ دیں گے اور خدا تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا، اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اگر گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے اس لئے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لئے

کچھ سامان کر، یہ عمر بڑی قیمتی دولت ہے اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر، مرنے کے بعد تو اس کی تمنا کریگا کہ کاش میں کچھ نیک عمل کرلوں جس سے مغفرت ہوجائے مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہیں ہوگی، پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس وقت اپنی مغفرت کا سامان کرلے۔ (شمارہ نمبر 8)

ایک لمحہ موت سے بے فکری بڑی غلطی ہے

آیات قرآنیہ اور بے شمار احادیث میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ جو بڑی پکڑ اور طے شدہ ہے کہ ہر ذی روح اور ہر انسان نے موت کا مزہ چکھنا ہے، ہر انسان اپنی مدت معینہ تک رہنے کے بعد بالآخر مرے گا یہ نظام فطرت ہے اور ہر قوم اس پر متفق ہے، ہم روز بروز اپنی مدت کے قریب آتے جارہے ہیں، آج کا دن جو گذرا وہ ہماری زندگی سے کم ہوگیا، اور ہم ایک دن اور موت کے قریب پہنچ گئے اسی طرح جب ایک ایک دن اپنی زندگی کا پورا ہوجائے گا تو موت آجائے گی اور ہم قبروں میں پہنچ جائیں گے۔

قبر پہلی منزل ہے: قبر حیات انسانی کے بعد موت کی پہلی سخت ترین منزل ہے وہ برابر نوع انسانی کا انتظار کررہی ہے چنانچہ جب مردہ قبر میں دفنایا جاتا ہے تو قبر ان کے کفن کو پھاڑ دیتی ہے خون چوس لیتی ہے گوشت کھالیتی ہے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتی ہے اور آدمی کے جوڑ جوڑ الگ کردیتی ہے۔

دنیا کا قیام تھوڑا ہے لیکن اس کا دھوکہ بہت ہی زیادہ ہے اس کا زندہ بہت جلد مر جائے گا (اے انسان) دنیا کا تمہاری طرف متوجہ ہونا دھوکہ میں نہ ڈالے تم دیکھتے ہو یہ کتنی جلدی منہ پھیرلیتی ہے، ناسمجھ وہ ہے جو اس کے دھوکہ میں پھنس جائے۔

کہاں گئے وہ لوگ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کیے بڑی بڑی نہریں بنائیں باغات بنائے اور بہت تھوڑے دن رہ کر چلے گئے اور اپنی صحت اور تندرستی کے دھوکہ میں پڑ گئے صحت کے بہتر ہونے سے ان کے اندر نشاط پیدا ہوگیا اور وہ گناہوں میں مبتلا ہوگئے۔

بڑا بدنصیب: اس سے بڑا بدنصیب کون ہوگا جس کے ہاتھوں میں سب کچھ ہو مگر دل میں کچھ نہ ہو جو دنیا کو سب کچھ دے جائے اور ساتھ کچھ نہ لے جائے جو انسان کے درمیان خوشحال ہو مگر جب خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو تو اس کو بھوکے؟؟ بھکاریوں کی صف میں کھڑا

کر دیا جائے، خدا کی قسم وہ لوگ مال کی کثرت کی وجہ سے قابل رشک تھے ہزاروں رکاوٹوں کے باوجود وہ خوب مال کماتے تھے اور جمع کرتے تھے اور اس مال کو جمع کرنے میں ہر قسم کی تکالیف کو خوشی سے برداشت کرتے تھے لیکن اب دیکھیں مٹی نے ان کے جسموں کا کیا حال کر دیا کیڑوں نے ان کے جوڑوں اور ہڈیوں کا کیا حال بنادیا وہ لوگ اونچی اونچی مسہریوں اور نرم نرم گدوں پر خادموں کے درمیان آرام کرتے تھے عزیز واقارب رشتہ دار اور پڑوسی ہر وقت دلداری کو رہتے تھے لیکن اب کیا ہو رہا ہے؟ آواز دے کر ان سے پوچھیں کہ کیا گذر رہی ہے؟ غریب امیر سب ایک میدان میں پڑے ہوئے ہیں مالداروں کو ان کے مال نے کیا دیا غریبوں کو ان کی غریبی نے کیا نقصان پہنچایا؟ (بلکہ حدیث کے مطابق غریب آدمی پانچ سو سال پہلے جنت میں جائے گا)، آہ...... کہاں گئے ان کے نوکر چاکر جو ہر وقت حاضر رہتے تھے کہاں ہیں ان کے خیمے کمرے بنگلے ان کے نرم بستر خوبصورت شکلیں؟ ان کی شان و شوکت نے قبر میں جاتے وقت کوئی توشہ بھی نہ دیا ان کی قبر میں بستر کیا تکیہ تک نہ بچھایا۔

آہ......اب وہ اکیلے اور اندھیرے میں پڑے ہیں ان کے لئے اب رات دن برابر ہیں نہ کسی سے مل سکتے ہیں نہ کسی کو اپنے پاس بلا سکتے ہیں ادھر اس حال میں پڑے ہیں اور ان کے وارث مزے اڑا رہے ہیں جائیداد قبضہ میں لے کر مال تقسیم کر رہے ہیں۔

ہاں مگر بعض خوش نصیب: ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس دھوکے کے گھر یعنی دنیا میں قبر کو یاد رکھا اور اپنے لئے توشہ جمع کیا اور اپنے پہنچنے سے پہلے اپنا سامان بھیج دیا وہ اپنی قبروں میں مزے اڑا رہے ہیں۔ رباعی:

آغوش لحد میں جبکہ سونا ہوگا جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی میں آہ! کون ہوگا انیس ہم ہوں گے اور قبر کا کونا ہوگا

حق تعالیٰ جل شانہٗ ہمیں گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے اور قبر یاد رکھ کر اس کو آرام گاہ بنانے کی توفیق دے دیں، آمین ثم آمین (شمارہ نمبر 36)

سیدنا حضرت عمرؓ اور فکر آخرت

ایک بار کسی شخص کے گھر کی طرف سے گذر ہوا وہ نماز میں سورۂ طور پڑھ رہا تھا، جب

آیت ان عذاب ربک لواقع (تیرے رب کا عذاب یقیناً واقع ہو کر رہنے والا ہے) آپ سواری سے اتر پڑے اور دیوار سے ٹیک لگا کر دیر تک بیٹھے رہے اسکے بعد اپنے گھر آئے تو ایک مہینے تک بیمار رہے، لوگ دیکھنے کو آتے اور بیماری کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔

فکر نجات: ایک بار آپ نے ایک صحابیؓ سے کہا ”کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ ہم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام لائے، ہجرت کی، جہاد کیا اور بہت سے نیک اعمال کئے، اس کے بدلے میں، ہم صرف دوزخ سے بچ جائیں اور عذاب وثواب برابر ہو جائیں؟“۔

انہوں نے کہا: ”خدا کی قسم! نہیں، ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جہاد کیا، روزہ رکھا، نماز پڑھی، بہت سے دوسرے نیک کام کئے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے ہم کو ان اعمال سے بڑی بڑی توقعات ہیں“۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے بدلے عذاب الٰہی سے بچ جائیں اور نیکی وبدی برابر سرابر ہو جائے“۔

فکر آخرت: ایک بار حضرت عمرؓ ملک شام تشریف لے گئے تھے، وہاں سے واپس آنے کے بعد تنہا گشت کر کے لوگوں کے حالات دریافت کر رہے تھے، اسی سلسلہ میں ایک ضعیفہ سے ملاقات ہوئی، ضعیفہ آپؓ کو پہچانتی نہ تھی اس نے آپؓ سے پوچھا، تمہیں معلوم ہے کہ آج کل عمرؓ کیا کرتے ہیں؟، حضرت عمرؓ نے جواب دیا ”ابھی شام سے واپس آئے ہیں؟“ ضعیفہ کہنے لگی ”اللہ انہیں میری طرف سے جزائے خیر نہ دے“ حضرت عمرؓ نے پوچھا ”کیوں؟ انہوں نے کیا کیا ہے؟“ ضعیفہ کہنے لگی ”جب سے وہ خلیفہ ہوئے، مجھے بیت المال سے ایک پیسہ نہیں ملا“۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ”بڑی بی! عمرؓ کو تمہاری حالت معلوم ہوگی“، ضعیفہ بولی ”سبحان اللہ! یہ تم نے کیا کہا؟ جو شخص خلیفہ ہوا سے یہ نہ معلوم ہو کہ مشرق ومغرب میں کیا ہو رہا ہے؟ میں اسے نہیں مان سکتی...... ضعیفہ کے یہ الفاظ سننے تھے کہ حضرت عمرؓ کا دل خوف خدا اور خلافت کی ذمہ داریوں کے احساس سے لرز اٹھا، آنکھیں اشک آلود ہو گئیں، دل نے کہا، اے عمرؓ! تجھ پر افسوس ہے، تیری رعایا تجھ سے کس طرح مباحثہ کرتی ہے، ہر شخص تجھ سے زیادہ علم دین جانتا ہے۔

پھر ضعیفہ سے مخاطب ہو کر آپؓ نے فرمایا ”بڑی بی! اپنا دعویٰ تم کتنے میں فروخت کر سکتی

ہو، میں عمر کو اس پر راضی کرلوں گا'' ضعیفہ نے کہا ''اللہ تم پر رحم فرمائے، جاؤ تمسخر نہ کرو''، حضرت عمرؓ نے کہا ''میں تم سے تمسخر نہیں کررہا ہوں''۔ آخر آپؓ نے سمجھا بجھا کر ضعیفہ سے بیس درہم میں اس کا دعویٰ خرید لیا، وہاں سے آگے بڑھنے ہی والے تھے کہ حضرت علیؓ نے آپؓ کو ''امیر المؤمنین'' کہہ کر سلام کیا، ضعیفہ یہ معلوم کرکے کہ آپؓ ہی امیر المؤمنین ہیں بہت ڈری، آپؓ نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا، بڑی بی! تم کسی بات کا خوف نہ کرو اور پریشان نہ ہو، تم نے جو کچھ کہا بالکل صحیح کہا'' اس کے بعد آپ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر یہ عبارت لکھی۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم، عمرؓ نے فلاں ضعیفہ سے اپنی ابتدائے خلافت سے لے کر اب تک کا ہر طرح کا دعویٰ بیس درہم میں خرید لیا، اب اگر وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں کوئی دعویٰ کرے تو میں اس سے بری ہوں، علیؓ اور عبداللہؓ اس پر گواہ ہیں''۔

آخرت کا بدلہ دنیا ہی میں چکا دیا: ایک روز امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کسی خاص سرکاری کام میں مشغول تھے کہ ایک شخص آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ''فلاں شخص نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے، آپؓ چلئے اور اس سے بدلہ دلائیے''، اس شخص کے بے موقع آنے سے آپ جھنجھلا اٹھے اور اسے ایک درہ مار کر فرمایا ''جب میں اس لئے بیٹھتا ہوں کہ جن لوگوں کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہو وہ آئیں اور میں ان کی فریاد سنوں تو لوگ آتے نہیں، اور جب میں دوسرے کام میں مشغول ہو جاتا ہوں تو لوگ آتے ہیں اور فریاد کرتے ہیں''۔

حضرت عمرؓ کی ڈانٹ ڈپٹ سن کر وہ شخص تو واپس چلا گیا، لیکن کچھ دیر کے بعد آپؓ کا مزاج ٹھنڈا ہوا تو آپؓ کو اپنی سختی پر بہت افسوس ہوا، خدا کے سامنے جواب دہی کرنے کی بجائے آپؓ نے اسے بہتر سمجھا کہ وہ دنیا ہی میں اپنا بدلہ لے لے، چنانچہ آپؓ نے اس شخص کو بلا بھیجا وہ آیا تو آپؓ نے درہ اس کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا یہ درہ لو اور جس طرح میں تمہیں مارا تھا، اسی طرح تم بھی مجھے مارو''۔

اس شخص نے عرض کی ''امیر المؤمنین! بھلا مجھ سے ایسی جرأت اور گستاخی ہو سکتی ہے؟ میں نے خدا کے لئے اپنا حق معاف کر دیا'' اس شخص کے معاف کر دینے پر بھی حضرت عمرؓ کے دل کو اطمینان نہ ہوا، اسی طرح خوف خدا اور اندیشہ آخرت دامن گیر رہا، آپؓ گھر

تشریف لے گئے، دو رکعت نماز ادا کی، پھر اپنے آپ کو اس طرح ملامت کرنا شروع کیا:

''اے عمر! تو نیچا تھا، خدا نے تجھے سر بلندی عطا کی، تو گمراہ تھا، خدا نے تجھے سیدھا راستہ دکھایا، تو ذلیل تھا، خدا نے تجھے عزت دی، اور اختیار سے نوازا، تیرا حال ہے کہ ایک شخص تیرے پاس فریاد لے کر آیا اور تو نے اسے مار کر بھگا دیا، کل خدا کے حضور میں اس زیادتی کی پوچھ ہوئی تو کیا جواب دے گا؟'' (اسوۂ صحابہ) (شمارہ نمبر 26)

فکر آخرت و سفر آخرت

موت کے وقت رحمت خداوندی کی امید

حدیث شریف: (ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (عیادت کیلئے) ایک نوجوان شخص کے پاس تشریف لے گئے جو سکرات موت میں مبتلا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم اپنے آپ کو کس حال میں پاتے ہو، اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں (یعنی رحمت خداوندی کا امیدوار ہوں) لیکن اس کے باوجود اپنے گناہوں کی وجہ سے خوف زدہ بھی ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایسے وقت میں بندہ کے دل میں خوف وامید (دونوں) جمع ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ وہ چیز عنایت فرماتے ہیں جس کی وہ امید رکھتا ہے (یعنی اپنی رحمت) اور اسے اس چیز سے امن عطاء فرماتے ہیں جس سے وہ ڈرتا ہے (یعنی عذاب سے)

تشریح: (مثل هذا الموطن) ''ایسے وقت'' سے مراد یا تو خاص سکرات موت کا وقت ہے یا پھر ایسے اوقات بھی مراد ہو سکتے ہیں جو سکرات موت ہی کی طرح ہیں یعنی جن میں انسان حکماً موت کے کنارے پر ہوتا ہے، مثلاً لڑائی یا قصاص کا وقت، حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: موت کے قریب آنے کے وقت اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید اور ان سے حسن ظن مطلوب و مامور ہے۔ مرقات (بشکریہ ماہنامہ الخیر)

عبرت وحسرت

جاؤ اور قبرستان والوں سے پوچھو، دولت سے کھیلنے والے اور عیش وتنعم میں زندگی گزارنے والے خاک کا پیوند ہیں، تم کو یہ شہر خموشاں بتائے گا۔

کہو گے، قبر والے کب بولتے ہیں؟

میں کہتا ہوں قبر والے زبان حال سے نہیں زبان قال سے بولتے ہیں، سننے کی طاقت ہونی چاہئے، صلاحیت اور مناسبت ہونی چاہئے، جس طرح اس دنیا میں دور دراز علاقہ کی بات آپ ٹیلیفون اور لاسلکی سے سنتے ہیں مگر کب، جب آپ ریسیور یا آلۂ سماعت اپنے کانوں میں لگاتے ہیں، اسی طرح قبر والوں کی بولی سننے کے لئے بھی ایک ریسیور کی ضرورت ہے اور وہ ہے قرآن کریم، اس کے ذریعہ سنوتو سن سکو گے، قبر والے کہہ رہے ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہے ہیں: **یا ویلنا قد کنافی غفلة من هذا بل کنا ظلمین.** ہائے کمبختی ہماری ہم بے خبر رہے اس سے بلکہ ہم تھے گنہگار (صحبتے با اہل دل)　(شمارہ نمبر 8)

نظر کے کرشمے اور دنیا کی حقیقت

ایک بار بادشاہ وقت افلاطون کے پاس آیا اور بعد امتحان اس نے بادشاہ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی، جب رخصت ہونے لگا تو افلاطون نے کہا کہ میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں، بادشاہ نے دل میں کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ دنوں تک تنہائی میں رہتے رہتے خبط ہوگیا ہے، یہ جنون ہی تو ہے کہ آپ کی ایسی پھٹی ٹوٹی حالت اور بادشاہوں کی دعوت کرنے کے حوصلے اور بادشاہ اس خیال میں معذور بھی تھا وہ تو اسی متاع کو بڑی چیز سمجھتا تھا، مگر افلاطون کی نظر میں اس کی وہ وقعت تھی جیسے بچے ایک گھر بناتے ہیں وہاں سہہ دریاں بھی ہیں کمرے بھی ہیں سب کچھ موجود ہے مگر باپ اس کو دیکھ کر ہنس رہا ہے کہ ان حضرات کا سارا گھر میری ایک لات کا ہے، بس ایسی ہی متاع ہے عقلاء دنیا کی جیسے ایک نہیارا اپنے سر پر چوڑیوں کا ٹوکرا لئے جارہا تھا گاؤں والوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب کسی چیز کی بابت انہیں پوچھنا ہوتا ہے اپنی لاٹھی سے آہستہ سے ایک کھودا دیا کرتے ہیں، کھود کرید کرنے کے لئے اسی طرح دیہاتی نے ان چوڑیوں میں لاٹھی سے کھودا دے کر منہیار سے پوچھا کہ ارے یہ کیا ہے اس نے کہا جی بس ایک دفعہ اور ماردو کچھ بھی نہیں یعنی ایک ضرب سے سب تقسیم تفریق سے مبدل ہو کر کسور تک پہنچ گئی اور کسور بھی صرف کسور عام نہیں بلکہ کسور اعشاریہ بھی غرض سارا حساب یہیں ختم ہوگیا تو اہل دنیا کے نزدیک دنیا کی متاع بڑی چیز ہے۔

افلاطونی دعوت: اسی بناء پر بادشاہ نے عذر کیا افلاطون کو اس خیال کا ادراک تھا اس لئے افلاطون نے کہا میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں یہ سن کر بادشاہ نے دل میں تو یہی کہا کہ واقعی اس کے دماغ میں خلل معلوم ہوتا ہے اس کے پاس ضروری سامان تک نہیں یہ مجھے کھلاوے گا کیا، لیکن زبان سے یہ بات تو ادب کی وجہ سے کہہ نہ سکا کہ یہ عذر کیا کہ آپ کو فضول تکلیف ہوگی افلاطون نے کہا کہ نہیں مجھے کچھ تکلیف نہیں ہوگی، میرا جی چاہتا ہے، جب اصرار دیکھا تو بادشاہ نے دعوت منظور کرلی، اچھا آجاؤں گا اور ایک آدھ ہمراہی بھی میرے ساتھ ہوگا افلاطون نے کہا کہ نہیں مع لشکر اور وزراء امراء سب کی دعوت ہے، غرض ایک ساتھ دس ہزار کی دعوت کردی اور لشکر معمولی نہیں خاص شاہی لشکر بادشاہ نے کہا خیر خبط تو ہے ہی یہ بھی سہی غرض تاریخ معین پر بادشاہ مع لشکر اور امراء کے افلاطون کے پاس جانے کے لئے شہر سے باہر نکلا تو کئی میل پہلے سے دیکھا کہ چاروں طرف استقبال کا سامان کا سامان نہایت تزک واحتشام کے ساتھ کیا گیا ہے ہر شخص کے لئے اس کے درجہ کے موافق الگ الگ کمرہ موجود ہے اور دو طرفہ باغ لگے ہوئے ہیں رات کا وقت تھا ہزاروں قندیل جگہ جگہ ناچ رنگ نہریں اور وہ ایک عجیب منظر پیش نظر تھا اب بادشاہ نہایت حیران تھا کہ یا اللہ یہاں تو کبھی کوئی ایسا شہر تھا نہیں غرض ہر شخص کو مختلف کمروں میں اتارا گیا اور ہر جگہ نہایت اعلیٰ درجہ کا سامان فرش فروش، جھاڑ فانوس، افلاطون نے خود آکر مدارت کی اور بادشاہ کا شکریہ ادا کیا، ایک بہت بڑا مکان تھا اس میں سب کو جمع کر کے کھانا کھلایا گیا کھانے ایسے لذیذ کہ عمر بھر کبھی نصیب نہ ہوئے تھے بادشاہ کو بڑی حیرت کہ معلوم نہیں اس شخص نے اس قدر جلد یہ انتظامات کہاں سے کئے بظاہر اس کے پاس کچھ جمع پونجی بھی نہیں معلوم ہوتی یہاں تک کہ جب سب کھا پی چکے تو عیش وطرب کا سامان ہوا ہر شخص کو ایک الگ کمرہ سامان سے آراستہ پیراستہ، اندر گئے تو دیکھا کہ تمیم لطف اور تکمیل عیش کے لئے ایک ایک حسین عورت بھی ہر جگہ موجود ہے غرض سارے سامان عیش وطرب کے موجود تھے خیر وہ لوگ کوئی متقی پرہیز گار تو تھے نہیں اہل خانقاہ تھوڑے ہی تھے بلکہ خواہ مخواہ کے آدمی تھے جیسے مشہور ہے، الفربہ خواہ مخواہ مراد آدمی یہ رنگ مہمانی دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور رات بھر خوب عیش

اڑائے کیونکہ ایسی رات انہیں پھر کہاں نصیب ہوتی یہاں تک کہ سو گئے۔

جب صبح آنکھ کھلی تو دیکھتے کیا ہیں کہ نہ باغ ہے بلکہ نرا اراغ ہے، نہ درخت ہیں بلکہ نرے کرخت ہیں یعنی بجائے درختوں کے دیکھا کہ پتھر کھڑے ہوئے ہیں اور ایک ایک پولا سب کی بغل میں ہے اور پاجامہ خراب ہے یہ عورتیں تھیں بڑے شرمندہ ہوئے کہ لاحول ولا قوۃ یہ کیا قصہ ہے بادشاہ کی بھی یہی حالت تھی افلاطون نے بادشاہ سے کہا کہ تم نے دیکھا یہ ساری دنیا جس پر تمہیں اتنا ناز ہے ایک عالم خیال ہے اور حقیقت اس کی کچھ بھی نہیں، اس قدر قوی تصرف تھا افلاطون کے خیال کا کہ پس اس نے یہ خیال جمالیا کہ ان سب کے متخیلہ میں یہ ساری چیزیں موجود ہو جائیں بس سب کو وہی نظر آنے لگیں جب وہ لوگ سو گئے اس نے اس خیال کو ہٹا لیا پھر صبح اٹھ کر جو انہوں نے دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا، افلاطون مجاہدہ و ریاض کئے ہوئے تھا، اس لئے یہ قوت اس کے خیال میں پیدا ہوگئی تھی یہ تصوف نہیں ہے تصرف ہے، یہ اور چیز ہے وہ اور چیز ہے بس مزہ سب سرد ہو گیا افلاطون نے کہا کہ جیسے تمہیں ان چیزوں میں مزہ آتا ہے مجھے بالکل نہیں آتا کیونکہ مجھے ان کی حقیقت معلوم ہے تو واقعی جو کچھ نظر آیا وہ عالم خیال تھا مسمریزم میں بھی جو کچھ نظر آتا ہے وہ عالم خیال ہی ہوتا ہے اور یہ جو حاضرات واضرات ہے یہ بھی وہی ہے محض قوت خیالیہ کا اثر ہوتا ہے روح ووح کچھ نہیں ہوتی، اسی واسطے بچوں پر یہ عمل چلتا ہے۔ (شمارہ نمبر 9)

فکر آخرت وسفر آخرت

وفات سے کچھ عرصہ پہلے ارشاد فرمایا، بیت المال کے وظیفہ کا حساب کیا جائے جو میں نے آج تک وصول کیا ہے، حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کل ۶ ہزار درہم یا ۱۵اسو روپیہ دیا گیا ہے۔

ارشاد فرمایا! میری زمین فروخت کر کے یہ تمام رقم ادا کر دی جائے اس وقت زمین فروخت کی گئی اور رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار کے ایک ایک بار کو بیت المال کے بار سے سبکدوش کر دیا گیا، جب یہ ادائیگی ہو چکی تو ارشاد فرمایا:

تحقیقات کی جائیں کہ خلافت قبول کرنے کے بعد میرے مال میں کیا کچھ اضافہ ہوا ہے، معلوم ہوا کہ پہلا اضافہ ایک حبشی غلام کا ہے جو بچوں کو کھلاتا ہے اور مسلمانوں کی تلواروں

کی صیقل بھی کرتا ہے دوسرا اضافہ ایک اونٹنی کا ہے جس پر پانی لایا جاتا ہے، تیسرا اضافہ ایک سو روپے کی چادر ہے، ارشاد فرمایا کہ میری وفات کے بعد یہ تینوں چیزیں خلیفۂ وقت کے پاس پہنچا دی جائیں۔ رحلت مبارک کے بعد یہ سامان خلیفۂ وقت حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے آیا تو آپؓ رو پڑے اور کہا: "اے ابوبکرؓ! تم اپنے جانشینوں کے واسطے کام بہت دشوار کر گئے ہو"۔

سفر آخرت

پاک زندگی کا خاتمہ اس کلام پر ہوا "رب توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین" اے اللہ! مجھے مسلمان اٹھا اور اپنے نیک بندوں میں شامل کر" جب روح اقدس نے پرواز کی تو ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ تاریخ تھی دوشنبہ کا دن عشاء اور مغرب کا درمیان وقت، عمر شریف ۶۳ سال تھی، ایام خلافت ۲ برس ۳ مہینے اور ۱۱ دن آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے غسل دیا، حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ جسم اطہر پر پانی بہاتے تھے، حضرت عمر فاروقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مبارک کے ساتھ قبر شریف اس طرح کھودی گئی تھی کہ آپ کا سر مبارک حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش پاک کے ساتھ رہے اور قبر کے تعویذ برابر آ جائیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے میت پاک کو آغوش لحد میں اتارا اور ایک ایسی برگزیدہ شخصیت کو جو رسول دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت مسلمہ کی سب سے زیادہ مقبول بزرگوار اور صالح شخصیت تھی، ہمیشہ کیلئے چشم جہاں سے اوجھل کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (شمارہ نمبر5)

امام ابوزرعہؒ کے آخری لمحات

ان کے انتقال کا واقعہ بھی عجیب ہے، ابوجعفر تستری کہتے ہیں کہ "ہم جان کنی کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اس وقت ابوحاتم، محمد بن مسلم، منذر بن شاذان اور علماء کی ایک جماعت وہاں موجود تھی ان لوگوں کو تلقین میت کی حدیث کا خیال آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "لقنوا امواتکم لا الہ الا اللہ" (اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو) مگر ابوزرعہؒ سے شرما رہے تھے اور ان کو تلقین کی ہمت نہ ہو رہی تھی، آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین کی حدیث کا مذاکرہ کرنا چاہئے، چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتداء کی حدثنا الضحاک بن مخلد عن عبدالحمید بن جعفر اور اتنا کہہ کر

رک گئے باقی حضرات نے بھی خاموشی اختیار کی، اس پر ابوزرعہ نے اسی جان کنی کے عالم میں روایت کرنا شروع کیا، اور اپنی سند بیان کرنے کے بعد متن اپنی حدیث پر پہنچے۔

من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ، اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ طاہر روح قفس عنصری سے عالم قدسی کی طرف پرواز کرگیا، پوری حدیث یوں ہے ''من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ (یعنی جس کی زبان سے آخری الفاظ لا الہ الا اللہ نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا)۔(جواہر پارے)

خوف خدا

حضرت ربعی ابن خراش رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر تابعی ہیں انہوں نے ساری زندگی کبھی جھوٹ نہیں بولا انہوں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک مجھے آخرت میں اپنا مقام معلوم نہ ہوجائے ہرگز نہیں ہنسوں گا، چنانچہ ساری زندگی نہیں ہنسے، وفات کے وقت ان کو ہنستے ہوئے دیکھا گیا، اسی طرح ان کے بھائی ربیع ابن خراشؒ نے قسم کھائی کہ جب تک مجھے معلوم نہ ہوجائے میں جنتی ہوں یا دوزخی اس وقت تک نہیں ہنسوں گا، جب ان کی وفات ہوئی تو ان کو غسل دینے والے کا بیان ہے کہ جب تک ہم انکو غسل دیتے رہے وہ برابر ہنستے رہے، ان دونوں حضرات کے بھائی مسعودؒ ہیں جنھوں نے اپنی وفات کے بعد کلام کیا تھا، گویا سارا کنبہ نور علیٰ نور تھا۔(تراشے)

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ کا فکر آخرت: فرمایا: ڈاکٹر حامد علی صاحب سے میں نے کہا ہے کہ دوا کے بجائے اب دعا کرو، دعا کی ضرورت ہے، تم بھی دعا کرو، گھر والوں کو بھی کہو دعا کریں کہ ایمان پر خاتمہ ہو اور ایمان نصیب ہو، یہ بڑی دولت ہے، بڑی دولت ہے، اگر ایمان پر خاتمہ ہوجائے تو سب کچھ حاصل ہوگیا، بس وہاں سے خوشی شروع ہوتی ہے اور اس وقت نیک عمل والے کیلئے خوشی ہی خوشی ہوگی اگر خدانخواستہ معاملہ برعکس ہوا تو اصل موت وہ ہوگی بڑے غم اور رونے کا مقام ہوگا مگر پھر نہ ہوسکے گا! اب سب کچھ ہوسکتا ہے۔(شمارہ نمبر 7)

حضرت ابوذر غفاریؓ کی وفات

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کی زوجہ رونے لگ گئیں، انہوں نے پوچھا، آپ کیوں رو رہی ہیں؟ تو وہ بولیں! میں اس لئے رو رہی ہوں کہ اس صحرا میں میرے پاس آپؓ کے کفن دفن کیلئے کچھ بھی نہیں۔

انہوں نے جواب دیا! روؤ نہیں ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم میں سے ایک شخص کی موت بیابان میں ہوگی جس کے آخری وقت مسلمانوں کی ایک جماعت وہاں پر موجود ہوگی'' اس وقت جتنے لوگ موجود تھے وہ سبھی شہروں میں فوت ہوئے اب صرف میں بچا ہوں، لہذا تم مایوس نہ ہو، عنقریب وہی دیکھوگی جو میں کہتا ہوں، واللہ نہ میں جھوٹ کہتا ہوں، نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے۔

ان کی زوجہ بولیں! یہ کیونکر ممکن ہے؟ آپ نے کہا! تم ذرا انتظار تو کرو۔

چنانچہ آپ کی علالت کے دوران ایک دن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ مسلمانوں کی جماعت آرہی ہے انہوں نے روک کر کہا! ایک مسلمان کا وقت قریب ہے تم اگر رک جاؤ اور ان کی آخری رسومات ادا کردو تو تمہیں اجر ملے گا۔

انہوں نے پوچھا! وہ کون ہے؟ وہ بولیں! ابوذر غفاریؓ۔

کون ایسا مسلمان تھا جو ان کو اسم گرامی سے واقف نہ تھا، انہوں نے یہ سنا تو بے اختیار کہہ اٹھے ''ہمارے ماں باپ آپؓ پر فدا ہوں ہم حاضر ہیں''۔ چنانچہ انہوں نے اپنا رخت سفر کھول دیا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپؓ نے ان کو وصیت فرمائی! میرے پاس کفن کے لئے کچھ نہیں سوائے اس چادر کے جو میں نے لی ہوئی ہے اگر یہ کفن کے لئے پوری ہوجائے تو اسی میں دفنا دینا، لیکن اگر یہ کم پڑے تو تمہیں قسم ہے اللہ کی، اور اس کے دین کی تم میں سے جو سرکاری اہلکار ہو میرے کفن کے لئے اپنا کپڑا نہ دے۔

اس قافلہ میں سبھی افراد کسی نہ کسی طرح انتظامی معاملات سے متعلق تھے، صرف ایک انصاری نوجوان اس وصیت پر پورا اترا اس نے کہا! میں نے ان نعمتوں میں سے کچھ حاصل نہیں کیا ہوا اور میرے پاس صرف دو چادریں ہیں جو میری والدہ نے مجھے بن کے دی ہیں ان میں سے ایک چادر آپؓ کو دوں گا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا! بے شک تم مجھے کفن دینے کا حق رکھتے ہو تم میرے ساتھی ہو۔

چنانچہ کفن دفن کے تمام معاملات انہوں نے انجام دیئے۔ (طبقات ابن سعد) سال وفات سن ۳۱

(شمارہ نمبر 11)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

آخری فکر: جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمات الصلوۃ و ماملکت ایمانھم تھے، اسی طرح حضرت تھانویؒ کو بھی آخری فکر نماز اور حقوق کی تھی خواجہ صاحب سے آخری ایام میں فرماتے تھے کہ ''مجھے دو چیزوں کا بہت خیال ہے نماز کا اور حقوق کا'' بالآخر جب سر کنے کی بھی سکت نہ رہی تھی تو لیٹے لیٹے تیمم اور اشاروں سے نماز ادا فرمانے لگے، اور اخیر وقت تک ایک نماز بھی قضا نہ کی، یہاں تک کہ آخری غشی اور انتقال سے تھوڑی دیر ہی پہلے دریافت فرمایا کہ مغرب میں کیا دیر ہے، عرض کیا گیا کہ دس منٹ ہیں فوراً مکرر استفسار فرمایا کہ وقت کے آنے میں یا وقت کے جانے میں، آخری وقت میں بھی اس شان تدقیق نے سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

آمادگی سفر آخرت:

علامہ سلیمان ندوی لکھتے ہیں: ''حضرت گو ضبط وصبر واستقامت سے اپنی تکالیف ظاہر نہیں فرماتے تھے اور نہ آئندہ کے خطروں کو زبان پر لاتے تھے کہ دوسروں کو بے صبری نہ ہو، مگر بات بات سے سفر کی آمادگی ظاہر ہوتی تھی، گو ان کی زندگی اور طرز زندگی جس صفائی اور باقاعدگی کی عادی تھی، اس کا اثر یہ تھا کہ اخیر وقت کے لئے کوئی کام اٹھا نہیں رکھا تھا کہ سالک ہر لمحہ کو لمحہ اخیر سمجھتا ہے اور اسی کی تیاری رکھتا ہے، یہی حال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تھا کوئی چیز کرنی باقی نہ تھی، تمام انتظامات اور حساب کتاب اور وصایا سے پوری پوری فراغت تھی، عادت شریف تھی کہ آج کا کام کبھی کل پر اٹھا کر نہیں رکھا، گویا ہر وقت آمادۂ سفر تھے۔

حضرت حکیم الامت کا سفر آخرت

نور کی کرنیں: حضرت کی چھوٹی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا نے بوقت نزع دیکھا کہ جب سانس زور سے اوپر کو آتا تھا تو داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلیوں کے درمیان پشت کی طرف سے گھاٹی میں ایک ایسی تیز چمک جگنو کی سی پیدا ہو جاتی تھی کہ باوجود اس کے کہ بجلی کے دو قمقمے اس وقت روشن تھے، پھر بھی اس کی چمک غالب ہو جاتی تھیں، پہلے تو وہ یہ سمجھیں کہ کوئی جگنو آبیٹھا ہے، لیکن جب دیر تک ایسا ہی ہوتا رہا، تو پھر انہوں نے

دوسری مستورات کو بھی جو اس وقت ان کے قریب موجود تھیں دکھایا کہ مجھے دھوکہ ہو رہا ہے یا تمہیں بھی یہ چمک نظر آ رہی ہے؟ چنانچہ ان سب نے دیکھ کر اس کی تصدیق کی، سانس بند ہو جانے کے بعد وہ چمک بھی بند ہو گئی اور پھر نظر نہ آئی۔

آسمانی خراج تحسین: انتقال کے بعد عجیب کہرام مچا ہوا تھا کوئی رو رہا تھا، کوئی خاموشی سے اندر ہی اندر سے سسک رہا تھا، ایک عجیب رقت انگیز نظارہ تھا، جس سے آسمان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور جونہی جنازہ گھر سے باہر نکلا اس نے بھی ترشح کے ذریعہ اس مجدد الملت کو آخری خراج تحسین ادا کیا، دفن تک بادل چھائے رہے اور تمام راستہ میں ترشح سے خوب چھڑکاؤ سا ہو گیا۔ ماخوذ سیرت اشرف (از منشی عبدالرحمٰن خان) (شمارہ نمبر 01)

اب فکر آخرت ہے، دنیا کو خوب دیکھا وقت طلوع دیکھا، وقت غروب دیکھا

حضرت اقدس سید و مرشدی حاجی محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفۂ ارشد حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

فکر آخرت: فرمایا کہ روزانہ صبح اٹھ کر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں اے اللہ قیامت کے دن جتنے بھی آپ نے مجھ سے سوالات کرنے ہیں ان سب کا میں ابھی سے جواب دے دیتا ہوں کہ میرے پاس کسی سوال کا جواب نہیں، اس لئے محض اپنے فضل سے مجھے معاف فرما دیجئے۔

سفر آخرت، اتباع سنت کی فکر اور آخری فعل

وفات کے وقت دوپہر کے تین بجے غشی طاری تھی اس حالت میں بھی تیمّم کے لئے اشارہ فرمایا اور ظہر کی نماز کے لئے ہاتھ باندھ دیئے گویا کہ حضرت کا آخری فعل نماز تھا۔

وفات سے دواڑھائی گھنٹے قبل کرتہ بدلنے کے لئے جب جلدی میں پہلے بایاں پہلو پہنانے لگے تو آپ نے پیچھے کھینچ لیا کہ پہلے دایاں پہلو پہناؤ، قبل وفات کئی بار مشاہدہ کیا گیا کہ سانس میں اللہ اللہ کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ (تلخیص مکتوبات ملفوظات اشرفیہ)

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کا سفر آخرت

مولانا کے شاگرد غلام محمد صاحب نے صدق جدید لکھنؤ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۶ء کے حوالہ سے

لکھا ہے: مکارم احسن (مولانا کے چھوٹے بھائی) کا بیان ہے کہ مرض الموت میں اکثر یہ فرماتے تھے کہ جنت میں کوئی بوڑھا نہ جائے گا، ہر شخص جوان ہو کر جائے گا، چنانچہ جیسے وہ اپنے وقت موعود قریب ہوتے جارہے تھے، ان میں جوش ومسرت بڑھتا جارہا تھا، یہاں تک کہ جس رات سفر آخرت طے تھا اس میں تو فرط انبساط سے بے قابو ہوتے جارہے تھے، اوراسی عالم فرحت میں بظاہر سو بھی گئے، جب صبح ان کی روح پرواز کرچکی تھی، تو چہرہ پر گوشت تر وتازہ تھا، سفید داڑھی بالکل سیاہ تھی، اور لاغر ونزار جسم بالکل گداز تھا، اس منظر کو مکارم احسن صاحب ہی نے نہیں دیکھا بلکہ ہر شریک جنازہ نے حیرت کی آنکھ سے دیکھا اور اس میں لذت روحانی محسوس کی، مولانا کے جنتی ہونے کی اس سے زیادہ واضح نشانی اور کیا ہوسکتی ہے (حیات مولانا گیلانیؒ) (شمارہ نمبر 2)

آخری کلمات

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ: شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ برحق، تصانیف کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہے، حالت نزع میں مولانا ظفر احمد صاحب خواہر زادہ حضرت اقدس، برابر یٰسین شریف وغیرہ پڑھتے رہے اور زمزم شریف چمچہ سے دہن مبارک میں ڈالتے رہے، بوقت نزع یہ دیکھا گیا کہ جب سانس زور سے اوپر کو ذکر اللہ کے ساتھ آتا تھا تو داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کے درمیان پشت کی طرف گھائی میں ایک تیز چمک جگنو کی سی پیدا ہوجاتی تھی کہ باوجود اس کے بجلی کے دو قمقمے روشن تھے پھر بھی اس کی چمک غالب ہوجاتی تھی آخری غشی سے پہلے چھوٹی پیرانی صاحبہ سے فرمایا کہ "آج تو ہم جارہے ہیں" انہوں نے پوچھا کہاں؟ فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتی؟"۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ: شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی (۱۹۰۵ء) کے مرید وخلیفہ اجل، شیخ الاسلام حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی (۱۹۲۰ء) کے شاگرد اور ممتاز عالم دین، "دنیا امتحان کی جگہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتے ہیں جن پر نعمتوں کی بارش ہوتی ہے ان پر مصیبتیں بھی آتی ہیں، بندہ کا کام ہے صبر وشکر سے کام لے، ہر حالت میں راضی برضا رہے یہی امتحان کی کامیابی ہے" اہلیہ محترمہ یہ الفاظ سنتی ہیں تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپکنے

لگے، فوراً انہیں تسلی دی اور فرمایا'' فکر کی کوئی بات نہیں میرا مرض بہت جلد جاتا رہے گا، ان شاء اللہ صحت ہو جائے گی گھبرانے کی کوئی بات نہیں، یہ نصیحت تو اس لئے ہے کہ اسلام کی تعلیم ہے جو ہمیشہ یاد رہنی چاہئے'' اس کے بعد چادر تان کر آرام فرمانے لگے تھوڑی دیر بعد نماز ظہر کا وقت ہو گیا، دیکھا گیا تو حالت نیند ہی میں روح پرواز کر چکی تھی۔

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ: ۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء کو حضرت مولانا شاہ جی رحمہ اللہ اپنے گھر میں وضو کر رہے تھے کہ جسم کے دائیں جانب فالج کا ہلکا سا حملہ ہوا مگر اس کا اثر جلد ہی زائل ہو گیا اواخر ۱۹۵۶ء میں جسمانی عوارض یکا یک عود کر آئے اور پھر ایسے گرے کہ چار برس تک چارپائی سے لگے رہے، کبھی برائے نام صحت ہو جاتی ۱۶ مارچ ۱۹۶۱ء کو فالج کا شدید حملہ ہوا اور ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کی شام کو یہ نابغہ روزگار اور تحریک ختم نبوت کا سپہ سالار کلمہ طیبہ کا ورد کرتا ہوا خالق حقیقی سے جا ملا مدفن ملتان میں ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس، رئیس المبلغین: حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی کے مرید باصفا اور مولانا محمد خلیل احمد سہارنپوری کے خلیفہ ارشد، مشہور عالم تبلیغی جماعت کے بانی و موسس، آخری شب وضو کر کے نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی نماز حجرہ میں ادا کی اور فرمایا کہ آج کی رات دعاء اور دم کثرت سے کراؤ یہ بھی فرمایا کہ کہ آج میرے پاس ایسے لوگ رہنے چاہئیں جو شیاطین اور ملائکہ کے اثرات میں امتیاز کر سکیں، مولوی انعام الحسن سے پوچھا کہ وہ دعاء کس طرح ہے۔

اللھم ان مغفرتک انہوں نے پوری دعا یاد دلائی **اللھم ان مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارجی عندی من عملی.** ترجمہ: اے اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے عمل سے زیادہ تیری رحمت کا آسرا ہے یہ دعا ورد زبان رہی فرمایا آج یوں جی چاہتا ہے کہ مجھے غسل کرا دو اور چارپائی سے نیچے اتار دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں دیکھو پھر نماز کیا رنگ لاتی ہے۔

رات کو بار بار اللہ اکبر کی آواز آتی رہی پچھلے پہر صاحبزادہ مولوی یوسف صاحب نے فرمایا ''یوسف آمل ہم تو چلے'' انہیں سینے سے لگایا اور ذکر اللہ میں مشغول رہ کر صبح کی اذان سے پہلے جان جان آفرین کے سپرد کی۔ (شمارہ نمبر 39)

عالم ربانی مفتی عبدالشکور ترمذیؒ کا سفر آخرت: اس دنیا میں ہر چیز فانی ہے، جو بھی اس دنیا میں آیا ہے وہ دنیا سے جائے گا، موت ایک کڑوی حقیقت ہے لیکن پھر بھی کچھ بابرکت ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی جدائی ہر کوئی برداشت نہیں کرسکتا، میرے بزرگ ومکرم فقیہ العصر یادگار اسلاف حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ جن کے نام کے ساتھ نور اللہ مرقدہ جیسے الفاظ لکھتے احقر کے قلب وجگر پر نشتر چل رہے ہیں اے کاش کہ الفاظ کی رسائی ان جذبات تک ہوسکتی کہ وفات حسرت آیات کا حادثہ ہمارا ذاتی خاندانی یا علاقائی نہیں بلکہ پوری امت اسلامیہ کا ہے یہ ان مفتیان کرام کا حادثہ ہے، جو فقہ کی گتھیاں سلجھانے کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، حضرت مفتی صاحبؒ میرے والد حضرت مولانا قاری جلیل الرحمٰن صدیقیؒ بانی جامع مسجد گول چوک وبانی مدرسہ مدینۃ العلوم مقام حیات سرگودھا کے خاص دوست تھے اللہ تعالیٰ ہمیں ان حضرات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

آج مفتی حضرات یتیم ہوگئے علماء لاوارث ہوگئے پورا ملک ولی کامل سے محروم ہوگیا۔ 5 شوال المکرّم 1421ھ بمطابق یکم جنوری 2001ء بعد نماز مغرب حضرت کے سینہ میں درد ہوا آج آپؒ خلاف معمول مدرسہ حقانیہ میں تشریف لائے کسے معلوم تھا کہ یہ آپؒ کی آخری مجلس تھی سارا دن طبیعت بالکل ہشاش بشاش تھی علماء حضرات سے بھی گفتگو فرماتے رہے، ظہر عصر اور مغرب کی نماز آپ نے خود پڑھائیں مغرب کے بعد مفتی سید عبدالقدوس ترمذی (یہ حضرت کے صاحبزادے ہیں) سے جامعہ میں کچھ مسائل پر گفتگو بھی فرماتے رہے لیکن افسوس کہ یہ آپ کی زندگی کی آخری مجلس تھی، کچھ دیر بعد گھر تشریف لے گئے سینے میں درد ہوا دوائی کھائی مگر افاقہ نہ ہوا فون پر خود ہی صاحبزادے مفتی عبدالقدوس کو بلایا وہ فوراً ہی گھر پہنچ گئے، ڈاکٹر صاحب بھی آگئے ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ہارٹ اٹیک ہے، فوراً گاڑی منگوائی گئی، لیکن کون جانتا تھا کہ بانی جامعہ حقانیہ ساہیوال (سرگودھا) ومہتمم مدرسہ مدینۃ العلوم مقام حیات سرگودھا ہمیں ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر لمبے سفر پر روانہ ہوجائیں گے، جہاں سے آج تک کوئی واپس نہیں آیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون. حضرت کی وفات کے چند لمحوں بعد یہ خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، ہر آنکھ اشکبار

تھی، اپنے پرائے سب آنسو بہا رہے تھے، ساری رات زیارت کرنیوالوں کا تانتا بندھا رہا، صبح دس بجے کے قریب تجہیز وتکفین کی گئی، ساڑھے گیارہ کے قریب جنازہ جامعہ حقانیہ میں لایا گیا، ظہر کے بعد آپ کی نماز جنازہ پلے گراؤنڈ میں ادا کی گئی، جب جنازہ اٹھایا گیا تو لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، جیسا کہ ان کے قریبی عزیز کا انتقال ہوگیا ہو، ان کی وفات پر زمین تو زمین آسمان بھی دل کھول کر رویا، کسی کو کسی کا ہوش نہ تھا، سب کی ایک خواہش تھی کہ کسی طرح جنازے کی چارپائی کو ہاتھ لگالے، شرکاء ہزاروں تھے۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند قدم کا فاصلہ طے کرنا ایک مسئلہ بن گیا، پھر آپ کے جسد خاکی کو بانسوں والی چارپائی پر منتقل کیا گیا، ہجوم کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کی ٹوپی گر گئی تو دوبارہ اس کو اٹھانا ناممکن تھا اگر جوتا پاؤں سے نکل گیا تو دوبارہ ہاتھ نہ آسکا، حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی نماز جنازہ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب نے پڑھائی۔

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین

حضرت علامہ بنوریؒ اور حضرت لدھیانوی شہیدؒ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں، حضرت علامہ بنوری نے میرے والد ماجدؒ سے دریافت فرمایا، آپ کے کتنے بیٹے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا چار، فرمایا: پانچواں محمد یوسف بنوریؒ ہے، بعد میں میرے والد ماجدؒ جب بھی اس کا تذکرہ کرتے تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے، اس لطف وعنایت اور محبت وشفقت کی کوئی حد ہے؟ (شمارہ نمبر 20)

ایک عالم ربانی کی دنیا سے رحلت: میری مراد حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلندشہری ثم مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ ہیں۔

آپ ان علمائے ربانیین میں تھے جن سے دین کی صحیح راہنمائی ملتی تھی۔

آپ سراپا اخلاص تھے یہی وجہ ہے کہ اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود آپ میں تعلّی تو کیا خودنمائی کا شائبہ تک بھی نہیں تھا، اور اس کی برکت ہے کہ آپ کی تصانیف مقبول عام ہیں۔

زندگی کے آخری دور کی تصنیف تفسیر انوار البیان (نو جلد) جو آپ کی زندگی ہی میں ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان سے چھپ کر مقبول عام ہوچکی ہے، جس کو آپ نے مدینہ منورہ

کی مبارک فضاؤں میں رہ کر لکھا، آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالرحمٰن کوثر بتلاتے ہیں کہ جب تفسیر کا کام ہو رہا تھا تو میں نے خواب میں اس طرح دیکھا کہ جیسے جیسے تفسیر کا کام مکمل ہوتا جارہا ہے ویسے ویسے مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہو رہی ہے۔

آپ کی عربی، اردو تصانیف کی تعداد تقریباً سو ہے۔

ایک پرانے بزرگ سے سنا ہے کہ مولانا کا جن دنوں دہلی میں قیام تھا تو مولانا کی بے سروسامانی کا حال یہ تھا کہ ائمہ مساجد احباب کے پاس جاکر ان کے پاس سے خشک روٹیوں کے ٹکڑے اکٹھے کرلاتے اور پھر ان کو بھگو کر انہیں پر گزارہ کرتے۔

ان حالات میں بھی استغناء برقرار رکھا اور کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: الفقو فخری کا نمونہ بنکر دکھلایا۔

آپ نے اپنی زندگی کے آخری چھبیس برس مدینہ منورہ میں گزارے آپ کو جنت البقیع میں دفن ہونے کا بہت ہی شوق تھا اسی لئے آپ حجاز سے باہر نہیں جاتے تھے اور اپنی علالت کے بعد تو وہ اس میں بہت ہی احتیاط فرماتے تھے۔

آپ کا انتقال پر ملال ماہ رمضان میں روزہ کے ساتھ، قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے مسنون طریقہ پر سوئے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عالم راحت وامن میں چلے گئے، نماز تراویح کے بعد مسجد نبوی میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ کی خواہش بھی اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی کہ آپ کو جنت البقیع میں حضرت عثمان ذی النورینؓ کے ساتھ ہی مدفن ملا رحمة الله رحمةً واسعة.

یا اللہ! اس ناکارہ کو بھی ایمان کے ساتھ جنت البقیع کا مدفن نصیب فرما، آمین۔

میرے چھوٹے بھائی عزیز القدر حافظ محمد عثمان سلمہٗ کو آپ کی نماز جنازہ میں شرکت نصیب ہوئی، دوسرے روز اس کو خواب میں حضرت مولانا کی زیارت ہوئی تو عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہوگئے؟ آپ نے سر ہلا کر جواب دیا کہ ہاں راضی ہوگئے ہیں اور اب مجھے آرام کرنے کا حکم ہوا ہے، علماء نے اس کی تعبیر یہ بتلائی کہ یہ راحت سے کنایہ ہے۔

اللہ پاک حضرت مولانا کی بال بال مغفرت فرمائے، اعلیٰ مقامات نصیب فرمائے

اور پس ماندگان، متوسلین، متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، ان کی برکات کا وارث بنائے اور ان کے تقویٰ والی زندگی کو ہمارے لئے مشعل راہ بنائے۔ (شمارہ نمبر 28)

حشر کی گرمی اور عرش کا سایہ

گرمی کا موسم: گرمیوں کا آغاز ہو چکا ہے، ہر شخص پہلے سے ہی گرمی سے بچاؤ کی ممکنہ تدابیر کررہا ہے، تاکہ موسم گرما راحت سے گذر جائے، انسان چونکہ پیدائشی طور پر کمزور پیدا کیا گیا ہے، اس لئے گرمی، سردی سے بچاؤ کی جب تک تدابیر نہ کرے اسے چین وسکون نہیں ملتا، لیکن دوسری طرف غفلت کا یہ عالم ہے کہ ہر شخص جو آخرت پر یقین رکھتا ہے اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ مرنے کے بعد آنے والی زندگی کے احوال دنیا کے احوال سے کئی گنا زیادہ سخت ہیں جن کا تحمل بھی دشوار ہے، لیکن ان سے بچنے یا ممکنہ تدابیر اختیار کرنے کی فکر ہی نہیں، محشر کا دن جو پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا جس روز سورج سوا نیزے پر ہوگا، شدید گرمی اور تپش سے ہر شخص اپنے اپنے پسینوں میں ڈوبا ہوا ہوگا، نفسا نفسی کا عالم ہوگا، کیا اس دن کی گرمی سے بچنے کیلئے بھی سایہ درکار ہے یا نہیں؟ کیا ہم نے اس گرمی سے بچنے کا بھی سوچا ہے؟ اس سے بچنے کی کیا تدابیر اختیار کی ہیں، اس سلسلے میں ہماری غفلت باعث تعجب ہے، ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اعمال بتلائے ہیں جن پر عرش کا سایہ نصیب ہوتا ہے جبکہ اس دن اور کوئی سایہ نہیں ہوگا، ہر شخص کو چاہئے کہ وہ ان اعمال کو بغور پڑھے اور پھر اپنا جائزہ لے کہ وہ ان میں سے کس کس پر عمل پیرا ہے اور کن کن اعمال پر عمل کرسکتا ہے، ان شاء اللہ آج کے یہ اعمال آخرت کی شدید گرمی و ہولناکی میں عرش کا سایہ دلانے کا موجب بنیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سات خوش نصیب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا، جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، ایک عادل بادشاہ، دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرے، تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو، چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اسی پر ان کا اجتماع ہو اسی پر جدائی، پانچویں وہ شخص جس کو کوئی

حسین شریر عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہہ دے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے، چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو، ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔ (فضائل ذکر ص ۴۵)

حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ الحمد للہ میں یہ حدیث روزانہ بلاناغہ پڑھتا ہوں میرے معمول میں داخل ہے اس لئے پڑھتا ہوں کہ پڑھتے وقت یہ خیال پیدا ہو جائے کہ ان سات قسموں میں کس قسم میں داخل ہوں اور کس قسم میں داخل ہو سکتا ہوں تاکہ ان میں داخل ہونے کی کوشش کروں۔ (بدعات مروجہ ص ۱۱)

تین خوش قسمت: علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تین آدمی قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہونگے ایک وہ شخص جو کسی مصیبت زدہ کی مصیبت ہٹا دے، دوسرے وہ جو میری سنت کو زندہ کرے، تیسرے وہ جو میرے اوپر کثرت سے درود بھیجے۔

علامہ سخاوی نے قوت القلوب سے نقل کیا ہے کہ کثرت کی کم مقدار تین سو مرتبہ ہے، حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ بھی اپنے مریدین کو تین سو مرتبہ درود شریف بتایا کرتے تھے۔ (ذکر اللہ وفضائل درود وسلام ص ۳۸)

قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے: شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک دن میں عرش کے سایہ کے نیچے رہیں گے ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو مسلمانوں کے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں، نیز ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں قرآن شریف سیکھتے اور بڑے ہو کر اس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔ (فضائل قرآن ص ۸)

کتنے مسلمان ہیں جنہوں نے شوق سے قرآن پاک پڑھا ہوتا ہے لیکن وہ غفلت سے قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام نہیں کرتے، جبکہ اہتمام سے تلاوت کرنے پر عرش کا سایہ نصیب ہوگا، لہٰذا آج سے ہی تلاوت کا اہتمام شروع فرما دیجئے۔ اللھم وفقنا (شمارہ نمبر 33)

طالب آخرت اور طالب دنیا کا حال

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص

کی نیت اور اس کا مقصد اصلی اپنی سعی وعمل سے آخرت کی طلب ہو، اللہ تعالیٰ غنا اس کے دل کو نصیب فرمادیں گے اور اس کے پراگندہ حال کو درست فرمادیں گے، اور دنیا اس کے پاس خود بخود ذلیل ہوکر آئے گی اور جس شخص کی نیت اور سعی وعمل کا مقصود دنیا طلب کرنا ہو، اللہ تعالیٰ محتاجی کے آثار اس کی پیشانی پر پیدا کردیں گے اور اس کے حال کو پراگندہ کردیں گے اور یہ دنیا اس کو بس اسی قدر ملے گی جتنی اس کے لئے پہلے سے مقدر ہوچکی ہے"۔ (ترمذی) (شمارہ نمبر 48)

کیا آپ نے شریعت کے مطابق وصیت لکھ دی ہے؟

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو، پھر وہ دو راتیں بھی اس طرح گذارے کے اس کے پاس کی لکھی ہوئی وصیت نہ ہو (متفق علیہ) اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص وصیت کر کے مرا وہ صراط مستقیم اور طریق سنت پر مرا اور تقویٰ اور شہادت پر مرا اور مغفرت کی حالت پر مرا۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کے بے شک مرد وعورت ساٹھ سال تک اللہ کی اطاعت کرتے ہیں، پھر ان کی موت قریب آجاتی ہے، پس وہ وارث کو نقصان دینے کے لئے وصیت کرتے ہیں، پس واجب ہوتی ہے ان کے لئے آگ۔ (ترمذی، ابوداؤد)

نوٹ: اگر آپ نے وصیت لکھ لی ہے تو براہ کرم کسی محقق عالم کو دکھا کر تسلی کرلیں کہ آپ نے شریعت کے مطابق لکھی ہے۔ (شمارہ نمبر 48)

مقبرہ کی آواز

یہ مضمون حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک کلام سے ماخوذ ہے جس کو اردو میں نظم کردیا گیا۔

مقبرہ میں اترنے والے سن ٹھہر ہم پر گذرنے والے سن
عاجزوں کی ذرا صدا سن لے زیر دستوں کی التجا سن لے

ہم بھی اک دن زمین پہ چلتے تھے ‏ باتوں باتوں میں ہم مچلتے تھے

ہم بھی اک دن زمیں کے مالک تھے ‏ ہم بھی کل رونق ممالک تھے

مالک نقد و جائیداد تھے ہم ‏ بزم عالم میں بامراد تھے ہم

ہم بھی رکھتے تھے قصر عالیشان ‏ ہم بھی تھے مالک زمین و مکان

ہم بھی رکھتے تھے کچھ زن وفرزند ‏ تھے جو دل پارہ جگر پیوند

ہم بھی رکھتے تھے دوست واحباب ‏ تھے ہمارے بھی خادم و بواب

کچھ بتادو یہ سب کہاں ہیں آج ‏ یک بیک سب کے سب نہاں ہیں آج

جن کو مر مر کے میں نے پالا تھا ‏ جن کے گھر کا میں ایک اجالا تھا

جن کے ہر کام کا مدار تھا میں ‏ جن کی بگڑی کا سازگار تھا میں

دین و دنیا کی ساری مکروہات ‏ جن کی خاطر تھی میرے سر دن رات

ہے کہاں آج وہ مری اولاد ‏ کہ نہیں کرتی بھول کر بھی یاد

جس پہ تھا کل مدار راحت کا ‏ جس کو دعویٰ تھا کل محبت کا

جس کی الفت کا دل میں تھا اک داغ ‏ کیا کسی گھر کا بن گئی وہ چراغ

آج وہ زینت حرم ہیں کہاں ‏ مہبط الفت و کرم ہیں کہاں

کون آباد ہے مرے گھر میں ‏ ملک کس کی ہے نقد و زیور میں

کوئی کرتا نہیں ہے یاد مجھے ‏ سب نے چھوڑا ہے نامراد مجھے

ہم ہر اک راہگذر کو تکتے ہیں ‏ فاتحہ کے لئے ترستے ہیں

کہ کوئی بندہ خدا آجائے ‏ فاتحہ بیکسوں پر پڑھتا جائے

اے زمیں پہ مچلنے والے دیکھ ‏ کبر ونخوت سے چلنے والے دیکھ

ہم سے عبرت پکڑ لے غفلت کیش ‏ یہی منزل تجھے بھی ہے درپیش

بھیج اس کے لئے کوئی سامان ‏ جس میں ہونا ہے کل تجھے مہمان

اپنا سامان اپنے ہاتھ سے باندھ ‏ صبح چلنا ہے تجھ کو رات سے باندھ

کل نہ بھیجے گا کوئی خویش وعزیز ‏ اپنے ہاتھوں سے بھیج اپنی چیز

چیز یاں کوئی بھی مفید نہیں
لیکن رحمت سے کچھ بعید نہیں
زاد تقویٰ ہے بس یہاں تو ضرور
ظلمت قبر میں یہی ہے نور
اس کو افسانہ و خیال نہ جان
بات حق کہہ رہا ہوں مان نہ مان
وعظ ہے قبر ہے نشان میری
گرچہ خاموش ہے زبان میری
دل کے کانوں سے سن فغاں میری
درس عبرت ہے داستاں میری
جانے والے تو جا کے پھیلا دے
میری آواز سب کو پہنچا دے

(شمارہ نمبر13)

علامات قیامت

مسلمانوں کے بنیادی عقائد تین ہیں۔ ۱-توحید۲-رسالت۳-معاد(آخرت)

ان تینوں عقائد کو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے معاد قیامت کے روز دوبارہ زندہ ہونا، اسی معاد سے قیامت کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے قیامت وہ ہولناک گھڑی ہے جس میں انسان اپنے بیوی بچوں اور دوستوں کو بھول ہی نہیں جائے گا بلکہ ان سے دور بھاگے گا۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں علامات قیامت کا ذکر ہے، قرآن کریم میں اختصار کے ساتھ اور احادیث مبارکہ میں ان کو حضور اقدس ﷺ نے بہت ہی کھول کر بیان فرمادیا ہے۔

علامات قیامت کی تین قسمیں ہیں۔

۱- علامات قریبہ: وہ علامات ہیں جو قیامت کے بالکل قریب جا کر رونما ہونگی اور یہ ایسے واقعات ہونگے جو عام معمول سے ہٹ کر ہونگے، مثلاً دجال کا خروج، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، طلوع الشمس من مغربہا وغیرہ۔

۲- علامات بعیدہ: جو قیامت کے کافی پہلے واقع ہونگی مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں یعنی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نہیں۔

۳- علامات متوسطہ: علامات متوسطہ میں واقعات جزویہ تو نہیں البتہ عمومی قسم کے حالات ہیں اور ان علامات میں سے اکثر وقوع پذیر ہو چکے ہیں۔

چنانچہ ایسی علامات قیامت کو محدثین نے حدیث کے حوالے سے جمع کرنے کی کوشش فرمائی ہے، چنانچہ جاء اشراطھا آیت کی تفسیر میں ایسی احادیث جمع فرمائی ہیں کہ جن کا وقوع ہو چکا ہے، یہ محض احادیث ہی نہیں بلکہ ہر ہر حدیث معجزہ نبوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو ہم کو اس زمانہ میں نظر آ رہا ہے، چنانچہ نمونہ کے طور پر حدیث کی مشہور کتاب مجمع الزوائد سے چند ایسی احادیث پیش نظر ہیں جن کا وقوع ہمارے معاشرے میں روز روشن کی طرح ہے۔

ان احادیث کا خلاصہ نمبر وار ذکر کیا جاتا ہے۔

۱- قطع رحمی عام ہو جائے گی ۲- بے حیائی عام ہو جائے گی ۳- مرد، مردوں سے اور عورت، عورتوں سے جنسی خواہش پوری کریں گے یہاں تک کہ حرام اولاد بہت زیادہ ہو جائے گی، کسی نے پوچھا مسلمانوں میں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں، ہوگا یوں کہ طلاق دینے کے بعد اس کو اپنے ساتھ ہی رکھیں گے ۴- نیکی کو نیکی اور گناہ کو گناہ نہیں سمجھا جائے گا ۵- قرآن عار بن جائے گا (یعنی یہ فخر سے بتائیں گے کہ میرا بیٹا سائنسدان ہے حافظ بتانے کیلئے عار سمجھیں گے) ۶- سچوں کو جھوٹا اور جھوٹوں کو سچا سمجھا جائے گا ۷- ناپ تول میں کمی کی جائے گی ۸- زنا اتنا عام ہو جائے گا کہ سر عام ہوگا (چنانچہ یورپین ممالک میں ایسا ہی ہے) ۹- چاند پہلی رات کا ہوگا اس کا حجم دیکھ کر کہیں گے کہ دوسری رات کا چاند ہے ۱۰- اچانک موتیں عام ہو جائیں گی ۱۱- ایک وقت آئے گا کہ مؤمن ضعیف و حقیر ہوگا اور فاسق صاحب حیثیت ہوگا، سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت سمجھا جائے گا، اسے وقت میں اللہ برے لوگوں کو مسلط کر دیں گے، نیک لوگ دعائیں کریں گے قبول نہ کی جائیں گی ۱۲- ستاروں کی تصدیق عام ہو جائے گی (چنانچہ آج علم نجوم پر بہت اعتماد کیا جا رہا ہے) ۱۳- ایسے کپڑے ہونگے کہ عورتیں ان کو پہنیں گی لیکن ننگی ہوں گی ۱۴- تجارت بہت عام ہو جائے گی یہاں تک کہ مرد اور عورتیں مل کر کام کریں گے، عورت مرد کا تعاون کرے گی۔

مذکورہ علامات ہمارے معاشرے میں اتنی عام ہیں کہ اس کا مشاہدہ ہر گھڑی ہے یہ مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ ہمارا اپنے خالق حقیقی کے ساتھ ملنے کا وقت کتنا قریب ہے۔

جب حق تعالیٰ کے پاس جانے کا یقین ہے تو پھر اس کی تیاری میں لگنا چاہئے نہ کہ اس جگہ کی

تیاری میں جہاں ہم عارضی طور پر آئے ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ سمجھدار انسان وہ ہے جو مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اعمال صالح کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین (شمارہ نمبر 53)

آخرت کے معاملہ میں رسک نہ لیجئے

دنیا امتحان گاہ ہے، یہ سیر گاہ نہیں، تماشا گاہ نہیں، آرام گاہ نہیں، قیام گاہ نہیں، یہ امتحان گاہ ہے، افسوس کہ ہم نے اسے چراگاہ بنالیا، ہم سمجھتے ہیں کہ ہم دنیا میں چرنے کیلئے پیدا ہوئے ہیں، بس کھانا پینا اور موج میلہ کرنا ہے یاد رکھئے گا کچھ لوگ دنیا میں کھانے پینے کے لئے زندہ ہوتے ہیں اور کچھ لوگ زندہ رہنے کیلئے کھاتے پیتے ہیں تو ہم زندہ رہنے کیلئے کھائیں اور اپنے مقصد کو سامنے رکھیں، اگر دنیا کے چند ایام ہم نے عیش و آرام میں گزار بھی لئے اور آخرت کے عذابوں کو خرید لیا تو ہم نے بہت برا کام کیا، کسی بچے کو بھی کہا جائے کہ آپ کو ہم ایک ٹافی دیتے ہیں تھوڑی دیر چوس لیں، پھر اس کے بعد چند تھپڑ لگائیں گے تو چھوٹا بچہ بھی راضی نہیں ہوتا، کتنی عجیب بات ہے کہ ہم دنیا کے مزوں پر اتنے فریفتہ اور مشغول ہیں کہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ آخرت میں عذابوں والے فرشتے انتظار میں کھڑے ہوں گے۔

کاش کہ ہم اس کیلئے تیاری کر لیتے مجھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم اتنے عقل مند ہیں کہ دنیا کا ہر کام کرتے ہوئے سوچتے ہیں عورتوں کو دیکھو یا مردوں کو دیکھو ہر بندے کی سوچ ہوتی ہے حج کے سفر پر جانا ہے سات بجے فلائٹ ہے اور ائیر پورٹ پر پہنچنا ہے تو عورتیں بات کریں گی کہ جی ہمیں تو ساڑھے چھ بجے پہنچ جانا چاہئے، اگر کوئی فنکشن ہے تو اس میں ایک سو آدمیوں کو آپ نے دعوت دی تو آپ ایک سو کا کھانا نہیں بنائیں گے، ہمیشہ ڈیڑھ سو، سوا سو آدمیوں کا کھانا بناتے ہیں، بندہ دنیا کے ہر کام کرتا ہے، رسک نہیں لیتا، آخرت کے معاملے میں بڑے آرام اور مزے کے ساتھ رسک لے رہا ہوتا ہے یہ نہیں سوچتا کہ میں اتنی نیکیاں لوں کے قبر میں جب عذاب کے فرشتے آئیں تو میں ان کے جواب دے سکوں، میری نیکیاں میری ضرورت سے زیادہ ہوں میں اتنے اعمال کر کے آخرت میں بھیجوں کے اللہ رب العزت کے سامنے مجھے سرخروئی ہو، دنیا کے اندر گھر کی ضرورت رہتی ہے اور دل میں یہ چاہت ہوتی ہے کہ میرا گھر دوسروں سے اچھا ہو، بڑا ہو، خوبصورت ہو، ہر

سہولت اس میں موجود ہو، آخرت میں بھی تو دل کی تمنا ہوگی کہ میرا گھر دوسروں کی نسبت زیادہ اچھا اور بڑا ہو تو نیک اعمال کروں تاکہ مجھے یقین جنت مل جائے۔

اگر کسی جگہ ایک سو ٹافیاں رکھی ہوں اور ان میں سے صرف ایک کے اندر زہر ہے اور ننانوے اس میں سے ٹھیک ہیں تو آپ اگر کسی کو کہیں کہ ان میں سے ایک ٹافی کھالو ننانوے تو ٹھیک ہیں وہ آگے سے جواب دے گا کہ نہیں چونکہ ایک میں زہر ہے میں ایک فیصد بھی رسک نہیں لینا چاہتا تو وہ نوجوان جس کو اپنی جان اتنی عزیز ہے کہ ایک فیصد رسک لینا نہیں چاہتا، وہ اپنے ایمان کے بارے میں بے پرواہ پھرتا ہے، سو فیصد رسک کے اوپر ہوتا ہے، پتہ نہیں ہماری عقل کیوں کام نہیں کرتی کہ ہم آخرت کے بارے میں بھی اسی طرح سوچیں، کسی مرد کو دیکھیں، آپ اس سے پوچھیں کہ جی آپ نماز پڑھیں، تلاوت کریں، دین کیلئے وقت نکالیں، وہ کہے گا جی مولانا میرا بزنس ہی ایسا ہے کہ مجھے ٹائم ہی نہیں ملتا، میں کیا کروں، اتنا مصروف ہوں اکیلا ہوں کوئی Help (مدد) کرنے والا نہیں ہے، اور جو نوکر چاکر ہیں ان پر تو بندہ اعتماد کر ہی نہیں سکتا، اب جو بندہ مسجد میں آنے اور نماز پڑھنے کا وقت نکال ہی نہیں سکتا کہتا ہے کہ میں تو اتنا مصروف ہوں۔

تھوڑے دنوں کے بعد وہی بندہ آتا ہے کہتا ہے کہ حضرت میرے لئے دعا کر دیں ایک بزنس مل رہا ہے میں خریدنا چاہتا ہوں، دعا کریں کہ اللہ وہ بزنس مجھے عطا کر دے اب اس نوجون سے پوچھئے کہ اس بزنس کو چلانے کیلئے آپ کہاں سے وقت نکالیں گے، وہ کہے گا جی بزنس مل جائے ٹائم نکال لوں گا، تو اگر ایک دوکان کے ہوتے ہوئے دوسری دوکان اور بزنس کیلئے ٹائم نکال سکتے ہیں تو ہم دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کیلئے ٹائم کیوں نہیں نکال سکتے۔غور وفکر سے کام لیجئے۔(از تربیتی بیانات) (شمارہ نمبر 55)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ ستر کلمات استغفار

ارشاد الساری میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کوئی مظلوم قید خانہ میں چلا گیا وہاں اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس قیدی کو استغفار کے ستر (۷۰) کلمات تعلیم فرمائے کہ روزانہ دس استغفار اس طرح پڑھنے کیلئے فرمایا کہ جمعہ سے شروع کر کے جمعرات کو ختم کر لے۔قیدی نے ان استغفارات کو پڑھا تو اللہ

تعالیٰ نے اسکو نجات دیدی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کو روزانہ صبح پڑھا کرتے تھے۔ان کلمات استغفار کا ترجمہ حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ کا ہے۔

حقیقی استغفار

کتاب ''حصن حصین'' میں ہے کہ جب کوئی غافل دل سے استغفار کرے گا کہ جس دل میں مغفرت مانگنے کا مضمون حاضر نہ ہو اور دل سے خدا تعالیٰ کی طرف التجا نہیں کر رہا تو اُس کا پھر نتیجہ یہ ہے کہ مغفرت کاملہ سے محروم رہے گا۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ ایسے ہی استغفار کی نسبت فرماتی ہیں'' کہ ہمارا استغفار خود بہت سے استغفار کا محتاج ہے''

اے اللہ! آپ نے مجھے عافیت بخشی...آپ کے فضل وکرم سے بہت نعمتیں آپ کی کھائیں اور برتیں آپ نے کبھی بھوکا نہیں رکھا... برابر روزی پہنچائی۔ آپ کی ان نعمتوں کے کھانے سے قوت آئی لیکن میں نے اس قوت کو بجائے آپ کی فرمانبرداری کے نافرمانی میں خرچ کیا... کتنے ہی میں نے عیب کئے۔ آپ نے لوگوں سے پردہ میں رکھا... کبھی آپ کا خوف آیا تو آپ کے امن وعافیت سے دھوکہ کھا گیا اور سمجھا کہ مجھے آپ نہ پکڑیں گے اور آپ کی پکڑ کا خیال بھی آیا تو آپ کے حلم کی طرف دھیان گیا اور عفو وکرم کی امید میں گناہ کر بیٹھا۔ اے اللہ! میں ہر ایسے گناہ سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے بخش دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں آپ سے ہر اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جو آپ کے غضب کا باعث ہو۔ اور ہر اس گناہ سے بھی جس کو آپ نے منع کیا تھا اور میں کر گزرا اور اس گناہ سے بھی معافی مانگتا ہوں جس کی نحوست سے میں آپ کی عبادت واطاعت سے محروم ہوا۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں ہر اس گناہ کی بھی معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کی مخلوق میں سے کسی کو گناہ میں لگا دیا ہو حیلہ وحوالہ کر کے اس کو گناہ کی بات میں پھنسا دیا ہو... یا اسے تو اس گناہ کی بات کا علم نہ تھا میرے بتانے سے اس نے گناہ کو مانا اور کیا... کسی کے گناہ کا باعث ہوا ہوں... کل قیامت کے روز ان گناہوں کو لے کر کس طرح سامنے آؤں گا۔ الٰہی! مجھے اور میرے ہر ایسے گناہ کو معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں ہر ایسے گناہ سے پناہ چاہتا ہوں جو گمراہی اور کفر کی طرف لے جائے... راہ سے بے راہ کر دے... لوگوں میں بے وقار کر دے... دنیا وآخرت میں رسوائی ہو جائے اور دیگر ایسے گناہ کر گزرا تو الٰہی مجھے معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! ایسے گناہ کہ جن کے ارتکاب سے میں نے اپنے جسم کو تھکا دیا اور مخلوق سے پردہ کرتا رہا لیکن ہائے تجھ سے پردہ نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن تجھ سے پردہ میں ہو جانے کا خیال بھی نہ آیا۔ اس کے باوجود کہ آپ مجھ کو رسوا کر سکتے تھے مجھے رسوائی سے بچا لیا اور حقیقت میں آپ کے سوا اور کون ایسا ہے کہ گناہ دیکھتا ہو

اور پردہ پوشی کرتا ہو۔اے اللہ! میرے ہر گناہ کو معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں تو نافرمانی کرتا رہا لیکن آپ نے اپنے حلم سے مجھے ڈھیل دیدی...مجھے گناہ کرتے ہوئے دیکھ کر بھی مجھے چھوڑے رکھا...اس بداعمالی کے ساتھ میں نے جو مانگا آپ نے دیا۔آپ کا کہاں تک شکرادا کروں... مجھ پر میرے دشمنوں نے خفیہ وعلانیہ حملے کئے مجھے ایذا پہنچانی چاہی لیکن آپ نے مجھے ان سے ان کے حملوں سے بچالیا اور مجھے رسوا نہ ہونے دیا۔آپ نے مجھ گنہگار وعاصی کی اس طرح مدد کی جیسے آپ اپنے اطاعت گزار بندوں کی مدد فرماتے ہیں۔ مجھے اس طرح رکھا جیسے اپنے پسندیدہ بندوں کو رکھا کرتے ہیں لیکن اے پروردگار! اس کرم کے ہوتے ہوئے بھی میں گناہوں کا ارتکاب کرتا رہا اور باز نہ آیا...الٰہی! مجھے محض اپنے فضل وکرم سے بخش دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں نے کتنی بار توبہ کی... قسمیں کھائیں...واسطے دیئے کہ اب یہ گناہ نہ کروں گا لیکن جب شیطان نے اس گناہ کی طرف دعوت دی... مجھے میرے نفس نے اس کو مزین کرکے سامنے کیا تو میں نے بے دھڑک اس گناہ کا ارتکاب کیا۔افسوس مجھے لوگوں سے تو حیا آئی لیکن آپ سے کبھی حیا نہ کی کہ آپ ہر وقت دیکھنے اور خبر رکھنے والے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ سے کہاں چھپ سکتا ہوں نہ کوئی مکان...نہ اندھیرا...نہ کوئی حیلہ وتدبیر آپ سے اوجھل کرسکتا ہے۔افسوس میری اس جرأت پر کہ جس کام کو آپ نے منع کیا تھا میں نے جان کے بھی مخالفت کی پھر بھی آپ نے پردہ فاش نہ کیا بلکہ اپنے بندوں میں اس طرح شامل رکھا کہ گویا میں بھی آپ کا فرمانبردار بندہ ہوں۔ان گناہوں سے شرمندہ ہوں کہ ان کو سوائے آپ کے اور کوئی نہیں جانتا اگر آپ چاہتے گناہ کرنے کے بعد کوئی نشان چہرے پر لگا دیتے لیکن اے اللہ! تو نے نیکوں کا سا چہرہ بنائے رکھا...لوگوں کی نگاہ میں باعزت رہا۔لوگ مجھے اپنے نزدیک اچھا ہی سمجھتے رہے ورنہ میں تو جیسا تھا آپ کے علم میں ہے...یہ محض آپ ہی کا فضل وکرم تھا۔الٰہی! ایسے سب گناہ میرے بخش دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں ہر اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس کی لذت سے میں نے ساری رات کالی کردی...اس کی فکر میں دماغ سوزی کرتا رہا...رات سیاہ کاری میں گزاری اور صبح نیک بن کر باہر آیا حالانکہ میرے دل میں بجائے نیکی کے وہی گناہ کی گندگی بھری رہی۔ اے پروردگار! تیری ناراضگی کا کوئی خوف ہی نہ کیا...میرا کیا حال ہوگا۔الٰہی! مجھے اپنی مہربانی سے معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں اس گناہ کی بھی معافی چاہتا ہوں جس کے سبب آپ کے کسی ولی پر ظلم کیا ہو یا آپ کے کسی دشمن کی مدد کی ہو یا تیری مخالفت میں چل کھڑا ہوا ہوں یا تیرے اوامر ونواہی کے خلاف تگ ودو میں لگا رہا ہوں ایسے سب گناہ معاف فرمادیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! اس گناہ سے بھی معافی دے کہ میں نے مسلمانوں میں بغض وعداوت اور منافرت

پھیلادی ہو یا میرے گناہوں کے باعث مسلمانوں پر آفت ومصیبت آ گئی ہو یا میرے گناہ کی وجہ سے دشمنان اسلام کو ہنسنے کا موقع ملا ہو یا دوسروں کی میرے گناہ کی وجہ سے پردہ دری ہوئی ہو یا میرے گناہ کے باعث مخلوق پر بارش برسانے سے روک لی گئی ہو۔الٰہی! میرے سب گناہ بخش دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! آپکی ہدایت آجانے کے بعد اور دین کی بات کا علم ہوجانے کے بعد بھی میں نے اپنے آپکو غافل بنائے رکھا۔آپ نے حکم دیا... یا منع کیا... کسی عمل کی رغبت دلائی...اپنی رضا ومحبت کی طرف بلایا اور اپنے قریب کرنے کیلئے اعمال خیر کی دعوت دی۔آپ نے سب کچھ انعام کیا لیکن میں نے کوئی پرواہ نہ کی۔الٰہی! میری ہر ایسی خطا کو معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! جس گناہ کو کر کے میں بھول گیا ہوں لیکن آپکے یہاں وہ لکھا ہوا ہے میں نے اسکو ہلکا سمجھا لیکن نافرمانی پھر نافرمانی ہے وہ آپکے یہاں موجود پاؤں گا۔میں نے بارہا اعلانیہ گناہ کیا آپ نے چھپالیا...لوگوں نے دھیان نہ کیا اور ہر ایسا گناہ جس کو آپ نے اس لئے رکھ چھوڑا ہے کہ توبہ کریگا تو معاف کریں گے الٰہی! میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں مجھے معاف فرمادیجئے اور میری توبہ قبول فرمالیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں نے ایسے گناہ بھی کئے کہ میں کرتا رہا اور ڈرتا رہا ہوں کہ اب پکڑا جاؤں گا مگر آپ نے بچائے رکھا...میں نے گناہ کرنے میں پوری کوشش صرف کردی...رسوائی کا بھی خیال نہ کیا لیکن آپ نے پردہ پوشی ہی فرمائی۔الٰہی وہ گناہ بھی میرے معاف کردے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! مجھے اس گناہ کی وعید اور سزا معلوم تھی آپ نے اس کے عذاب سے ڈرایا۔اس کی برائی بیان کی مجھے علم تھا لیکن نفس وشیطان نے اسے ایسا سجایا کہ میں نے آپ کی وعید ودھمکی سے بے اعتنائی برتی۔اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں ہر ان گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جو آپ کی رحمت سے دور کردیں اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہوں۔عزت سے محروم کردیں اور برائی کے لائق کردیں۔آپ کی نعمتوں کے زوال کا سبب ہوں۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں ہر اس گناہ سے معافی چاہتا ہوں جس سے میں نے آپ کی کسی مخلوق کو عار دلائی ہو....یا آپ کی مخلوق کو فعل قبیح میں مبتلا کردیا ہو اور خود میں بھی اس میں لگ گیا ہوں اور جرأت کے ساتھ کررہا ہوں۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! گناہ کر کے توبہ اور توبہ کرنے کے بعد پھر وہی کیا۔اپنی توبہ کو جانتا رہا اور گناہ کرتا رہا۔ رات کو معافی مانگی دن کو پھر وہیں چلا گیا اور بار بار یہی حال رہا۔الٰہی! میں اپنے گناہوں کا اقراری ہوں

اور آپ کی نعمتوں کا بھی اقرار کرتا ہوں مجھے معاف فرما دے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں نے آپ سے کوئی وعدہ کیا ہو یا نذر مان کر کوئی عبادت واجب کی ہو یا آپ کی کسی مخلوق سے وعدہ کر کے پھر گیا ہوں یا غرور میں آ کر اس کو ذلیل وحقیر سمجھا ہو۔ اے اللہ! اس کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما اور مجھے معاف فرما دے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! آپ نے نعمت پر نعمت عطا کی اس سے قوت آئی لیکن آپ کی دی ہوئی قوت کو میں نے آپ ہی کی نافرمانی میں خرچ کیا۔ کتنا برا کیا...آپ نے تو کھلایا پلایا اور میں نے آپ ہی کی مخالفت کی آپ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کیا...نادم ہوں برا کیا...اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! کتنی بار ایسا ہوا کہ میں نیکی کے ارادے سے چلا مگر راستے ہی میں گناہ کی طرف چلا گیا اور جہاں تیرا غضب نازل ہوتا وہاں نفس کو راضی کیا اور آپ کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی۔ میں آپ کے غضب وعذاب کو بھی جانتا تھا مگر شہوت نے ایسا حجاب ڈال دیا یا کسی دوست نے ایسا ورغلایا کہ گناہ ہی اچھا معلوم ہوا۔ الٰہی! یہ سب کرتوت کر کے آیا ہوں اور اس امید میں آیا ہوں کہ آپ ضرور سب گناہ معاف فرما دیں گے...اب اس امیدوار کو نا امید نہ فرمانا...میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میرے گناہوں کو آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں...میں تو کر کے بھول بھی گیا ہوں مگر آپ کے علم میں سب ہیں۔ کل بروز قیامت آپ مجھ سے سوال کریں گے...سوائے اقرار کرنے کے اور کیا جواب دوں گا۔ اے اللہ! مواخذہ نہ فرمانا آج ہی وہ سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! بہت سے گناہ اس طرح کئے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ آپکے سامنے ہوں مگر خیال کیا توبہ کرلونگا...معافی چاہ لونگا۔ الٰہ العالمین! گناہ کر لیا اور نفس وشیطان نے توبہ واستغفار سے باز رکھا...گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا رہا۔ الٰہی! میری اس جراءت پر نظر نہ فرمانا...اپنی شان کریمی کے صدقے مجھے معاف فرما دے میں توبہ کرتا ہوں...معافی چاہتا ہوں۔

اے اللہ! مجھے معاف کر دے۔ آپکے سوا اور کون معاف کرنیوالا ہے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! ایسا بھی ہوا کہ گناہ کر کے میں نے آپ سے حسن ظن رکھا کہ آپ عذاب نہ دیں گے...آپ معاف کر دیں گے اس وقت میرے نفس نے یہی پٹی پڑھائی کہ اللہ کا کرم ورحمت تو بہت وسیع ہے اور آپ پردہ ڈالتے رہے بس میں سمجھا کہ جب وہ پردہ پوشی فرما رہے ہیں تو عذاب بھی نہ دیں گے۔ بس اسی خیال میں آ کر بہت سے گناہ کر لئے...اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! ان گناہوں کی بھی معافی چاہتا ہوں جن کی وجہ سے دعا کے قبول ہونے سے محروم ہو گیا...روزی کی برکت اور خیر نہ رہی۔ان گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! جن گناہوں کے سبب لاغری آتی ہے اور نقاہت چھا جاتی ہے بروز قیامت حسرت و ندامت ہوگی ان گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! جو گناہ باعث تنگی رزق ہوں... باعث مانع خیر و برکت ہوں... باعث محرومی حلاوت عبادت ہوں سب معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! جس گناہ کی میں نے تعریف کی ہو یا کینہ کی طرح دل میں چھپایا ہو یا دل میں عزم مصمم کرلیا ہو کہ یہ گناہ کروں گا یا زبان سے اظہار بھی کردیا ہو یا وہ گناہ جو میں نے اپنے قلم سے لکھا ہو یا اعضاء سے اس کا ارتکاب کرلیا ہو یا اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اس گناہ کے کرنے پر آمادہ کیا ہو ایسے سب گناہوں کو معاف فرمادیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں نے گناہ رات کو بھی کیئے دن کو بھی کیئے۔لیکن آپ نے اپنے حلم سے پردہ پوشی فرمائی کہ کسی مخلوق کو اس کا علم نہ ہونے دیا...میں نے آپ کی اس ستاری فرمانے کا کچھ خیال نہ کیا۔میرے نفس نے اس گناہ کو پھر مزین کر کے پیش کیا اور گناہ کو گناہ سمجھتے ہوئے پھر کر گزرا۔میں بار بار ایسا ہی کرتا رہا۔اللہ العالمین! میرے اس حال کو خوب جانتے ہیں آئندہ ایسا نہ کروں گا آپ سے توفیق مانگتا ہوں میں توبہ کرتا ہوں معافی چاہتا ہوں۔الٰہی! معاف فرمادیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! بہت سے گناہ بڑے تھے لیکن میں نے ان کو چھوٹا سمجھا اور محض اس خیال سے کہ کرلو۔دیکھا جائے گا میں کر گزرا۔اب آئندہ ایسا نہ کروں گا آپ بچنے کی توفیق دیدیںاب میں معافی چاہتا ہوں ایسے سب گناہ بخش دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں نے آپ کی کسی مخلوق کو گمراہ کیا ہو...اس کو گناہ کی بات بتائی ہو...اکسایا ہو...اپنے آپ کو بچانے کی خاطر اس کو گناہ میں پھنسا دیا ہو یا میرے نفس نے گناہ کو ایسا سجا دیا ہو کہ مجھے دیکھ کر دوسرا اس گناہ میں مبتلا ہو گیا ہو۔اور جان بوجھ کر گناہ کرتا رہا۔اللہ العالمین! سب گناہوں کو معاف کردیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں نے امانت میں خیانت کی ہو...خیانت مال کی ہو یا زبان کی ہو اور نفس نے اس کو مزین کردیا اور میں اس میں مبتلا ہو گیا یا شہوانی خیانت کرلی ہو یا کسی کو گناہ کرنے میں امداد دی ہو یا کسی بھی طریقہ سے اس کو گناہ کرنے پر قوت پہنچائی ہو یا اس کا ساتھ دیا ہو...کبھی کوئی نصیحت کرنے والا آیا میں نے اس کو برا

بھلا کہا ہو... کسی قسم کی اس کوایذادی ہو یا تکلیف پہنچائی ہو یا کسی حیلہ کے ذریعہ اس کو ناحق ستایا ہو اے اللہ! میں معافی چاہتا ہوں مجھے معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں آپ سے گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس کی وجہ سے آپ کے غضب کے قریب ہو گیا ہوں یا کسی مخلوق کو گناہ کی طرف لے گیا یا ایسی خواہش دلائی ہو کہ وہ اطاعت وعبادت سے دور ہو گیا ہو۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں نے عجب کیا ہو... ریاکاری کی ہو... کوئی آخرت کا عمل شہوت کی نیت سے کیا ہو... کینہ... حسد... تکبر... اسراف... کذب... غیبت... خیانت... چوری... اپنے اوپر اترانا... دوسرے کو ذلیل کرنا یا اس کو حقیر سمجھ کر یا حمیت وعصبیت میں آ کر بے جا سخاوت... ظلم... لہو ولعب... چغلی یا اور کوئی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو جس کے سبب میں ہلاکت میں آ گیا ہوں... الٰہی! مجھے معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! غیر اللہ سے عقلی طور پر ڈر گیا ہوں... تیرے کسی ولی سے دشمنی کی ہو الٰہی! تیرے دشمنوں سے دوستی کی ہو اور تیرے دوستوں کو رسوا کیا ہو یا تیرے غضب میں آ جانے کا کام کیا ہو تو الٰہی! مجھے معاف فرمادے... میری توبہ ہے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! وہ گناہ جو آپ کے علم میں موجود ہیں اور میں بھول گیا ہوں ان سب گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! کوئی گناہ کیا اور اس سے توبہ کی لیکن جرأت کر کے پھر اس توبہ کی پرواہ نہ کی ہو یکے بعد دیگرے گناہ کرتا چلا گیا۔ الٰہی! ان تمام گناہوں سے پناہ دیدے اور مجھے بخش دے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! جس گناہ کے کرنے سے عذاب کے قریب ہو گیا ہوں اور آپ سے محروم ہو گیا ہوں یا تیری رحمت سے وہ گناہ حجاب میں ہو گیا ہو یا اس کی وجہ سے تیری کسی نعمت سے محروم ہو گیا ہوں ان تمام گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں نے آپ کے مقید حکم کو مطلق کر دیا ہو یا مطلق حکم کو مقید کر دیا ہو اور میں اس کی وجہ سے خیر سے محروم کر دیا گیا ہوں اے اللہ! اس کو معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! جو گناہ آپ کے عافیت دینے کے باوجود عافیت میں دھوکہ کھا کر کر لیا ہو یا تیری نعمت کو غلط ناجائز استعمال کیا ہو یا آپ کے رزق کی وسعت کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہو گیا یا عمل تیری رضا کیلئے کر رہا تھا لیکن نفس کی شہوت کے غلبہ سے وہ کام تیری رضا سے نکل گیا ہو اس کی معافی دیدے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! کوئی گناہ تھا میں نے رخصت سمجھ کر کر لیا... جو حرام تھا اس کو حلال سمجھ کر کر لیا ہو تو آج

اسے بھی معاف فرما دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! بہت سے گناہ آپ کی مخلوق سے چھپا کر کر لئے لیکن آپ سے کہاں چھپا سکتا تھا۔ الٰہی! میں اپنا عذر پیش کرتا ہوں اور آپ سے معافی چاہتا ہوں معافی چاہنے کے بعد بھی گناہ ہو جائے تو اس کی بھی معافی چاہتا ہوں۔ مجھے بخش دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! جس گناہ کی طرف میرے پیر چلے ہوں...میرے ہاتھ بڑھے ہوں...میری نگاہوں نے ایسا ویسا دیکھا ہو...زبان سے گناہ ہوئے ہوں...آپ کا رزق بے جا برباد کر دیا ہو لیکن آپ نے باوجود اس کے اپنا رزق مجھ سے نہیں روکا اور عطا کیا۔ میں نے پھر اس عطا کو تیری نافرمانی میں لگایا اس کے باوجود میں نے زیادہ رزق مانگا...آپ نے زیادہ دیا...میں نے گناہ علی الاعلان کیا لیکن آپ نے رسوا نہ ہونے دیا۔ میں گناہ پر اصرار کرتا رہا آپ برابر حلم فرماتے رہے۔ پس اے اکرم الاکرمین! میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! جس گناہ کے صغیرہ ہونے سے عذاب آئے...جس گناہ کے کبیرہ ہونے سے عذاب زیادہ ہو جائے اور ان کے وبال میں ابتلا ہو جائے اور ان پر اصرار کرنے سے نعمت زائل ہو جائے ایسے سب گناہ میرے معاف کر دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! جس گناہ کو صرف آپ نے دیکھا آپ کے سوا کسی نے نہ دیکھا اور سوائے آپ کے عفو نجات کا کوئی ذریعہ نہیں انہیں بھی آپ معاف فرما دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! جس گناہ سے نعمت زائل ہو جائے... پردہ دری ہو جائے...مصیبت آ جائے... بیماری لگ جائے...درد ہو جائے یا وہ کل کو عذاب لائے ان گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! جس گناہ کی وجہ سے نیکی زائل ہو گئی... گناہ پر گناہ بڑھے...تکالیف اتریں اور تیرے غضب کا باعث ہوں ان سب گناہوں کو معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! گناہ تو صرف آپ ہی معاف کر سکتے ہیں۔ آپ نے بہت سے گناہ اپنے علم میں چھپا لئے ہیں آپ ان کو معاف کر دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! میں نے تیری مخلوق پر کسی قسم کا ظلم کیا یا تیرے دوستوں کے خلاف چلا۔ تیرے دشمنوں کی امداد کی ہو...اہل اطاعت کے مخالف...اہل معصیت سے جا ملا ہوں...ان کا ساتھ دیا ہو...الٰہی! ان

گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! جن گناہوں کے باعث ذلت وخواری میں آ گیا ہوں یا تیری رحمت ہی سے ناامید ہو گیا ہوں یا طاعت کی طرف آنے سے گریز کرتا رہا...اپنے گناہ کو بڑا سمجھ کر...ناامیدی پیدا کرلی ہوا سے معاف فرمادیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! بعض گناہ ایسے بھی کئے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ یہ گناہ کی بات ہے اور آپ میرے حال کو جانتے ہیں لیکن گناہ کو ہلکا خیال کیا اور تیری پکڑ کا خیال نہ کیا۔ اپنی رو میں کر گزرا...الٰہی! ان کو بھی معاف فرمادیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! دن کی روشنی میں تیرے بندوں سے چھپ کر گناہ کیا اور رات کے اندھیرے میں تیرا حکم توڑا یہ صرف میری نادانی ہی تھی کیونکہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کے نزدیک ہر پوشیدہ ظاہر ہے۔ آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں آپ کے یہاں سوائے آپ کی رحمت کے نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی۔ اے اللہ! مجھے قلب سلیم عطا فرما اور مجھے معاف فرما۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! ان گناہوں سے جن کی وجہ سے تیرے بندوں میں ناپسندیدہ ہو جاؤں اور تیرے دوست نفرت کرنے لگیں اور تیرے اہل طاعت کو وحشت ہونے لگے ایسے گناہوں کا ارتکاب کرلیا ہو تو آپ معاف فرمادیجئے اور ان حالات سے پناہ میں رکھیئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! جو گناہ کفر تک پہنچائے...تنگی اور محتاجی لائے تنگی وسختی کا سبب ہو جائے...خیر سے دور کردے... پردہ دری کا سبب بن جائے...فراخی کو روک لے...اگر کر لئے ہوں معاف فرما ورنہ محفوظ رکھ یا الٰہ العالمین!۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! جو گناہ عمر کو خراب کریں امید سے ناامید کردیں۔ نیک اعمال کو برباد کردیں الٰہی! ایسے گناہوں سے بچا کر رکھنا اگر کر لئے ہوں تو معاف فرمانا۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! آپ نے قلب کو پاک کیا...میں نے گناہوں سے ناپاک کرلیا...آپ نے پردہ رکھا میں نے خود اسکو چاک کردیا اپنے برے اخلاق کو مزین کیا اور نیک بنا رہا ایسے گناہ بھی معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! وہ گناہ جن کے ارتکاب سے آپ کے وعدوں سے محروم ہو جاؤں اور آپ کے غصہ و عذاب میں آ جاؤں۔ الٰہی! مجھ پر رحمت رکھنا اور ایسے سب گناہ معاف فرمادیں۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! ایسے گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جس کی وجہ سے آپ کے ذکر سے غافل رہا ہوں اور آپ کی

وعیدوں اور ڈرانے کی آیات سے لاپرواہ ہوگیا اور سرکشی کرتا رہا الٰہی! معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! تکالیف میں مبتلا ہوکر کبھی میں نے شرک کرلیا ہو یا آپ کی شان میں گستاخی کرلی ہو۔ آپ کے بندوں سے آپ کی شکایت کی ہو بجائے آپ کے در پر آنے کے بندوں پر حاجت اتاری ہو یا آپ کی مخلوق کے سامنے اس طرح مسکینی کا اظہار کیا ہو یا چاپلوسی کی ہو کہ جیسے حاجت روائی اسی کے قبضے میں ہے۔ الٰہ العالمین ایسے گناہوں کی بھی معافی عطا فرما۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! ان معاصی کی مغفرت کا طلبگار ہوں کہ بوقت معصیت تیرے سوا کسی دوسرے کو پکارا ہو اور غیر اللہ سے امداد کی دعا کی ہو۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! تیری عبادت میں جانی ومالی گناہ کا اختلاط کرلیا یا مال کی طمع میں شریعت کا خیال نہ کیا ہو یا کسی مخلوق کی اطاعت کی اور تیری نافرمانی کی... تیرے حکم کو ٹالا اور اس کے برخلاف مخلوق کے حکم کو سراہا ہو۔ محض دنیا کی خاطر ناجائز منت وسماجت کی ہو حالانکہ میں جانتا بھی ہوں کہ آپ کے سوا کوئی حاجت پورا کرنے والا نہیں۔ الٰہی! ان گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! گناہ تو بڑا تھا مگر نفس نے معمولی سمجھا اور اس کے کرتے ہوئے نہ ڈرا نہ رکا۔ الٰہی! ان کی بھی معافی دیدے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! آخری سانس تک جتنے گناہ ہوچکے ہوں گے سب بخش دیجئے۔ اول بھی... آخر کے بھی... بھولے سے کئے یا جان بوجھ کے کئے... خطا ہوگئی... قلیل وکثیر۔ صغیرہ وکبیرہ... باریک اور موٹے... پرانے اور نئے... پوشیدہ وظاہر الٰہ العالمین! ان سب گناہوں کو بخش دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! جتنے حقوق تیری مخلوق کے مجھ پر ہیں میں ان کے عوض مرہون ہوں۔ الٰہی! ان سب کو میری طرف سے ان کے حقوق ادا کردیجئے بلکہ ان کے حقوق سے اور ان کو زیادہ دیدیجئے اور مجھے ان سے معاف کرادیجئے۔ میرے تمام ہر قسم کے اہل حقوق کو بخش دیجئے ان کو دوزخ سے بچا کر جنت الفردوس عطا فرمایئے۔ اے اللہ! اگرچہ حقوق بہت ہیں مگر آپ کے پردۂ عفو میں کچھ بھی نہیں مجھے سبکدوش فرما کر عفو وعافیت ومعافات کے ساتھ دنیا سے اٹھایئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاغْفِرْہُ لِیْ یَا خَیْرَ الْغَافِرِیْنَ

اے اللہ! کسی آپ کے بندے یا بندی کا مال ناحق لیا ہو... کسی کی آبرو خراب کردی ہو... اس کے جسم کے کسی حصہ پر مارا ہو۔ اس پر ظلم کیا ہو۔ انہوں نے مطالبہ حق کیا لیکن میں نے طاقت نہ ہونے کی وجہ سے نہ دیا

ہو یا لاپرواہی برتی ہو ان سے بھی معاف نہ کراسکا ہوں آپ کے سب اختیار میں ہے میری معافی فرمادیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْهُ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! جتنے میرے گناہ آپ کے علم میں ہیں۔ سب معاف فرمادیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْهُ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! آپ کا وعدہ ہے کہ اگر کوئی بندہ اتنے کہ زمین وآسمان بھر جائے گناہ لے کر بھی آئے تو میں اتنی مغفرت لے کر چلتا ہوں اور اسے معاف کردیتا ہوں... الٰہی! مجھے بھی معاف فرمادیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْهُ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! جب بندہ تین مرتبہ رَبِّ اغْفِرْلِیْ کہتا ہے تو آپ فرماتے ہیں اے بندے! میں نے معاف کیا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں الٰہ العالمین! میں تین مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ .... رَبِّ اغْفِرْلِیْ .... رَبِّ اغْفِرْلِیْ

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْهُ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! کل حساب کے وقت مجھ سے حساب نہ لینا بلاحساب جن بندوں کو آپ جنت میں بھیجیں گے مجھے بھی معاف فرما کر انکے ساتھ کردینا۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْهُ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! **استغفر اللہ الذی لآالٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ** کہتا ہوں اور میری دعا یہ ہے کہ ہر آن ہر حرکت وسکون پر ابدلآباد تک میرے نامۂ اعمال میں لکھے جانے کا حکم دیدیں کہ ہر وقت میری معافی ہوتی رہے اور میرے نامۂ اعمال میں اتنے استغفار کثرت سے ہوجائیں تا کہ اس دن مجھے خوشی حاصل ہو۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْهُ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ستر بار استغفار فرماتے تھے میں نے بھی یہ عدد پورا کیا ہے...

اے اللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل و واسطہ سے میری مغفرت فرمادے۔ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَ

اَصْحَابِهٖ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ بَاقِيَةً بِبَقَائِكَ لَا مُنْتَهٰى

لَهَا دُوْنَ عِلْمِكَ صَلٰوةً تُرْضِيْكَ وَتُرْضِيْهِ وَتَرْضٰى بِهَا

عَنَّا يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔